کلیاتِ سودا

جلد دوم

بترتیب جدید

مصنفہٗ

سرآمد شعرائے ہندستان بلبل شیوا زبان فخر المتقدمین و المتاخرین

مرزا رفیع سودا مرحوم باضافہ سوانح عمری و تصویر مصنف

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی

۱۹۳۲ء

فہرست کلیات سودا جلد دوم

[illegible]

کلیات سودا

[illegible]

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیت و تاریخ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح عالمگیر بادشاہ ثانی خلد اللہ ملکہ

کہ یہ ندیر فلک یون ہوئی ہے شہرۂ عام
ہلال عید سے کہکر گیا ہے ماہ صیام

دہل بجا کے منادی کا دے اُنھون کو خبر
جہان کے بیچ یہ مشہور ہے جنھون کا نام

نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان
خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت و آرام

صباح عید یہ حاضر ہون تہنیت کے لیے
اُس آستان پہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا
گنے ہے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

رہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہین جس کے
بلند رتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ پس از عرض تہنیت سودا
یہ چاہتا ہے دعائیہ پر ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تابہ ابد
رہے کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعۂ مبارکباد وزارت نواب آصف الدولہ بہادر

تدبیر شہنشاہی و تقدیر الٰہی
باہم یہ تجھے دیکھ کے پڑھکر فقط مبارک

تدبیر لگی کہنے کہ ہے باب وزارت
تقدیر اُٹھی بول کہ بسیار مبارک

قطعۂ مبارکباد فتح و تعریف نواب شجاع الدولہ بہادر

الٰہی ذات سے تیری جہان مین
رہے یا حشر ملک ہند آباد

ہوا ہو صاحب سیف و قلم اور
کوئی تجھسا نہین یہ دہر کو یاد

نہ اجرا ہوئے قسمت کے لکھے تک
قلم سے تیرے تا اُس پہ نہ ہو صاد

بیکدم سیل آب تیغ سے آج
بہادی تو نے کفرستان کی بنیاد

نہ مال و زر کی خاطر تو نے یہ ملک
لیا ہے ملک بہر دفع الحاد

وگرنہ تیری بخشش کا بیان مین
کرون کیا ہے اُدھر از حد تعداد

نگاہ کیمیا تاثیر تیری
طلا معدن میں کر دیتی ہے فولاد

کیا متاصل اُن کو پل مین جو تھے
غرور و کبر مین ثانی شداد

سمجھتے تھے وہ قوم عاد سب کو
اور اپنی تیغ کو سب قوم برباد

ہر اک اپنے تئین مردانگی مین
گہے رستم سمجھتا گاہ پھلاد

نداں آئے جو میدان مین صفین باندھ
طلب کر روح دردیزہ سے امداد

مقابل ہوتے ہی افواج دین کے
اُنھون سے آگے بھاگے اُنکے ہمزاد

بہت سے دست و پا مارے اُنھون نے
نہ پہونچی روح دردیزہ بفریاد

غرض اس فتح و فیروزی سے جس دم
ہوا دل دوستون کا خرم و شاد

تو مین ہاتف سے پوچھا سال تاریخ
وہ بولا ہے یہ فتح تو خدا داد

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

یہ روز عید ہے آفاق مین ہے رسم قدیم
موالی چاہیے مولا کو نذر دین زر و سیم

بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہین لیکر نذر
جو تیرے دامن دولت کے سایہ مین ہین مقیم

کوئی تو لعل سے آیا ہے اور کوئی یاقوت
سخن وہ نذر کیا مین کہ بہ ز دُرّ یتیم

گر اس جناب معلیٰ مین پاوے عزّ قبول
زہے سعادت طالع مرے زہے تکریم

اگرچہ کیا ہون مین اور کیا ہے میری نذر اسچا
یہ بات سمجھے ہے وہ شخص جو کوئی ہے فہیم

نشاط و خوشدلی و عیش تجکو دے کہ نذر
ہلال عید نے قد خم کیا پے تسلیم

دعا کرے ہے یہ سودا کہ منشی تقدیر
کرے شمار قلمرو مین تیرے ہفت اقلیم

کہ ور عید کی دے خلق تہنیت تجکو
رہے ہمیشہ ریاست کا تیرے سر دیہیم

قطعۂ مبارکباد تولد شدن پسر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

صبحدم آج دل خلائق کا
مین جو پایا پُر از نشاط تمام

پیر عقل اپنے سے کیا مین سوال
اسکے موجب سے کر تو مجھسے کلام

کہا اُن نے کہ آصف الدولہ | رکھے ہے اشتہار جس کا نام
صاحب السیف والقلم ایسا | تہین از ہند تا بروم و شام
حق نے اُسکو عطا کیا ایسا | ایک فرزند آج نیک انجام
جسکے طالع مین خوبی دو جہان | لوح محفوظ پر ہوئی ارقام
موجب خرمی ہے یہ تو سنے | پائے جا در دل خواص و عام
سنتے ہی اس نوید کے میرے | دل کو پہونچا مے طرب کا جام
کی تاریخ مین تولد کی ہو | اعتقاد اپنے لائق انعام
لیک بعد از حساب کے اسمین | پایا اک سال کی کمی کا مقام
لیا اندیشہ نے کہ کیونکر اسے | بڑھے جا کر حضور مین یہ غلام
تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے | ہوا حق کی طرف سے یہ الہام
تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے | کہہ کہ ہے فخر مادر ایام کو

۱۱۹۲ھ

قطعۂ مبارکباد نوروز

تری محفل مین شمع دولت افروز | ہوا یہ سال نو فرخندہ فیروز
تری طبع مبارک کو جہان مین | ہوا اس سال کی ہے فرحت آموز
فروغ فیض سے تیرے ہی روشن | بسان شمع جو تیرا ہے دل سوز
نگہ ترک فلک کی بازگشتی | ترے اعدا کو ہے تیر جگر دوز
تفضل سے جناب مرتضےٰ کے | تجھے ہر روز ہووے عید نوروز

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ

یارب کہ جبتک عید قربان ہووے | ہر دوست ترا خرم و شادان ہووے
جون دیدۂ مذبوح سدا چشم حسود | دیکھے وہ ترا جاہ تو حیران ہووے

مبارکباد در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

علی الصباح جو نکلا مین بندہ خانہ سے | ترے ہی آستان بوسی کو کرکے دلمین یاد

دو چار مجھسے ہوا جشن عید راہ کے بیچ
کیا مصافحہ اُس سے مین ہو کے شادان شاد

پھر اسکے بعد مین پوچھا کدھر ہے تیرا عزم
رکھے ہمیشہ حق آباد تجھ سے فیض آباد

دیا جواب کہ مین اُس جناب عالی کو
چلا ہون دینے کو اب عید کی مبارکباد

کہ جسکے حشمت و جاہ و جلال کو ہرگز
کبھو نہ پہونچتے دارا سے لے کے تا لقباد

وزیر اعظم ہند و شجاع دین جس سے
ہدم کرے قلم و سیف کفر کی بنیاد

کرے فقیر کو پل مین امیر عالم مین
زبان خامہ کا جس کے تصرف ارشاد

برنگ گل ہے چمن مین جہان کے دامن تنگ
اُسی کے دست سخا کے تلے ہمیشہ کشاد

برائے تہنیت اب کہیئے تو بھی کچھ سودا
چل اُس جناب مین گر ہے سخن کی استعداد

چنانچہ سُنکے یہ مژدہ ہوا ہون یان حاضر
یہ چند شعر کر اپنی مین طبع سے ایجاد

نشاط عید و شب قدر شادی نوروز
رہے ہمیشہ تجھے سالہائے لاتعداد

پلا کرے تری محفل مین ساغر عیش
جہان میکدہ جب تک خدا رکھے آباد

مساعدت سے زمانہ کے تیرے سایہ تلے
عروج دولت ہر دوست دن بدن ہو زیاد

رہے بسختی ایام اس طرح سے عدو
کہ پیچ و تاب مین جیسے ہو جوہر فولاد

کرور عید کی دے تجکو تہنیت عالم
بحق احمد مختار و آلہ الامجاد

قطعۂ سالگرہ

رہے فلک پہ درخشندگی مین تا میزان
ہر ایک سالگرہ مین تو موتیون سے تلے

گھٹاؤ ہے جواب اقبال و بخت مین تیرے
الٰہی تا بدم حشر یہ گرہ نہ کھلے

عروج ہو ترے اعدا کا یون تنزل مین
کہ جیسے مہر کی تابش سے کوہ برف گھلے

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب شجاع الدولہ بہادر

پئے شمار ترے عمر سال عالم کے
عروس دہر کی چاہے ہے بال بال گرہ

زمین پہ وہم مین تعداد ہو ایک سے افزود
فلک پہ زیادہ تر انجم سے ہو خیال گرہ

پڑا کرے یہ گرہ رشتہ مین بباغ جہان
ثمر سے تا ہو درختون مین ڈال ڈال گرہ

جہان مین ابر کرم کے ہو قطرونسے جو فیض　　　کرے ہے مہتر و کہتر کو یون نہال گرہ
تونگر آج کے دن ہر گدا کو کرتی ہے　　　کلید قفل در فیض کی مثال گرہ
عجب یہ ماہ و عجب روز آج ہی جسمین　　　بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
الٰہی جب تئین دنیا ہو تو ہو دنیا مین　　　کشاد کار خلایق ہو تیری سال گرہ

مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان

فلک جناب درین بحر تا ز ابر کرم　　　شود بہ بطن صدف قطرہ دانہ دار گرہ
برائے سال شماری عمر تو ہر سال　　　دہد بر رشتۂ طول امل ہزار گرہ

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جو سال عمر ازل سے ترے مقرر ہین　　　کرون ہون عرض حضور آگئے زبان فصیح
گرہ یہ سال گرہ کی پڑینگی رشتہ مین　　　عدد کو اسکے بیان تجھے مین کرون ہون صحیح
بنا دین سبحہ جو ادتنے ہی بیلکے مروارید　　　کبھو تمام نہ ہووے وہ ڈورۂ تسبیح

مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

تمہاری سالگرہ کی عروس دہر سدا　　　یہ چاہتی ہے کرے اپنے بال بال گرہ
ہر ایک بال مین گنتی ہے اختر فلک یاد　　　یہی ہے آرزو اسکی کہ ہو دن خیال گرہ
یہ ہے وہ سالگرہ زیر آسمان جسکے　　　بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
ندا یہ دم بدم آتی ہے عرش سے تا فرش　　　کشاد کار خلایق ہے تیری سال گرہ

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

خدا ہمیشہ رکھے ظل عاطفت کے تلے　　　بسائے مملکت ہند مین چہ شہر و چہ دہ
رکھے دہن مین ترے نام کی حلاوت سے　　　طرح نبات کے شیرین زبان ہر کس و مہ
گرہ سے طول قد نیشکر کو ہو جب تک　　　بڑھائے عمر کو تیرے ہر ایک سالگرہ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک نواب عماد الملک بہادر

فلک جناب دربارگاہ پر تیرے — ہمیشہ آن کے حاضر ہوں انبساط عید
پھرا کرے تری محفل میں دور عشرت و عیش — صباح و شام پر از بادۂ نشاط عید
دلوں سے انکے جو خدام ان جناب کے ہیں — ہر ایک سال ہوا فزوں اختلاط عید
رہے سرور کو یوں ربط عمر سے تیری — کہ جوں زغرۂ شوال ارتباط عید
الٰہی مسند دولت کی تیرے پا انداز — بچھے قیام قیامت تلک بساط عید

قطعۂ مبارکباد غسل صحت نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جہاں میں آب و ہوا کی موافقت تجکو — رکھے قیام قیامت تلک صحیح و درست
جو کچھ کہ جنس موالید سے ہے عالم میں — کسل سے تیری طبیعت کے تھا نہایت سست
ہر اب خوشی ہی خلقت کو تیری صحت سے — کہ آجتک نہ ہوئی ہوگئی زر و زنخت
برنگ گل کوئی پھولا نہیں سماتا ہے — بسان غنچہ قبا ہے کسی کے تن پہ چست
غرض دعا یہ ہے سودا کی تو سلامت رہ — سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعۂ مبارکباد عید مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

ہر ایک عید مہ و خور نے سیم و زر لیکر — تجھے ز راہ ادب دور سے دکھائی نذر
علو مرتبہ تیرے نے ہاتھ سے اپنے — کبھو نہ انکے کف دست سے اٹھائی نذر
کوئی تو نقد لے آیا تھا اور کوئی جنس — جہانیوں میں جسے جو میسر آئی نذر
اگرچہ لعل و گہر تک سبھوں نے گذرانے — پر اس جناب کے شایان شان نہ پائی نذر
مگر حضور میں اس عید کو تری خاطر — شفا سلامتی کی تا بحشر لائی نذر

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

جہاں میں شادی عید اضحیٰ ہے آجکے دن — خوشی دلوں میں ہے لبریز قاف سے تا قاف
طواف کعبہ کا ہے فرض اہل ایمان کو — مگر جسے نہ ہو مقدور تو اسے ہے معاف

سو اسطرح سے مقرر کیا ہے مین کہ بباس
پہن کے وہ جو ہوا آلودگی سے پاک اُٹھ صاف

کرون عدو کو ترے ذبح شکل قربانی
پھرون مین گرد ترے اب مرا یہی ہے طواف

تری جناب مین یہ ہی دعا ہے سودا کی
فلک نہ مرضی کے تیرے کبھو پھرے بخلاف

قطعۂ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اے خوشا حال اُس کے جو زیر فلک
سجدہ کرتا ہے تیرے در کی طرف

یہ وہ در ہے گرد جس کے جون حرم
ہوتے ہین اقوام ساجد صف بصف

اپنے دل مین جو رکھے تیری ولا
دل نہین وہ پر ز گوہر ہے صدف

دوستی رکھین وہ کس کی تجھ سوا
ہین جو سگہائے در شاہ نجف

اُن مین گنتا ہے یہ سودا آپ کو
گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعہ

برائے نذر جو مرزا حسن رضا خان سے
ہوئی علم کی محرم مین اس برس تجدید

بحسب امر مین تاریخ کہنے کو سودا
کیا تھا فکر مین شب حق سے مانگ کر تائید

تو مجکو روح سے بشارت سے یون ہوا معلوم
قبول ہے یہ علم در جناب شاہ شہید

قطعہ

ترے جو یا ہین اس چمن مین ہم
ڈھونڈے ہے گل کو عندلیب اے دوست

تو برا مان مت مصافحہ کیا
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

خوشی جہان مین ہے عید اضحیٰ کی آ چکے روز
طرب سے سینون مین لبریز ہر دل ہے شاد و آشاد

ہر ایک نذر لے آیا ہے اس جناب کے بیچ
ملازمون مین کہ وجہ بقدر استعداد

بجا کچھ نذر ہے سودا کی یہ دعائیہ
جو ہو قبول زہے اس کے بخت کی امداد

الٰہی تا بجہان ہے حسن رضا خان کا — عروج دولت و اقبال دن بدن ہو زیاد
قیام دہر ہے جب تک اسی طرح اک خلق — کرور عید کی دیوے تجھے مبارک باد

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

رہے جہان مین جب تک کہ رسم قربانی — ہمیشہ تا کہ بجالا دین حج و عمرہ عباد
ترا حریم سعادت ہو خلق کا مسجود — رہے یہ خانۂ دولت زمانہ مین آباد
زبان تہنیت خلق یون کہے تجکو — ہزار عید و یہ عید اضحیٰ مبارک باد
سوائے تہنیت اب یہ دعا ہے سودا کی — تری جناب مین تا سالہا ے لا تعداد
الٰہی دوست جو ہووے حسن رضا خان کا — رہے وہ سایۂ دولت مین اُسکے خرم و شاد
بسان دیدۂ مذبوح ہو رہے حیران — جو دیکھے جاہ کو اُسکے کوئی بچشم عناد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

جہان مین زیر فلک آج عید قربان ہے — ہر ایک خرم و مسرور و شاد و خندان ہے
یہ جتنے ہین کہ وہ اُنکا دہر مین محسن — زبان دوست قلم سے حسن رضا خان ہے
حضور اُس کے کرون بعد تہنیت یہ عرض — خوشی ہر ایک کی تیرے بہ عز فرمان ہے
غرض نثار کو تیرے تو کیا تھا سودا پاس — سخن ہی نذر وہ لایا کہ تو سخندان ہے
الٰہی روے زمین پر ہے تجھے عید ین — فلک پہ سبعۂ سیارہ تا درخشان ہے

قطعۂ

چل قلم کہہ حسن رضا خان سے — در دولت سرا جو تیرا ہے
ہے عجب طرح کی زیارت گاہ — جس سے تحصیل دین و دنیا ہے
یان علم نذر حضرت عباس — صدق دل سے ترا جو بر پا ہے
اس سبب کل زمین اس گھر کی — بہ نظر سر بعرش اعلےٰ ہے
ہے خوشا حال وہ کہ اس سے نذر — مخلصی آخرت کی سمجھا ہے
بیشمار ذرہ آفتاب محشر کی — کیا تمازت سے تجکو پروا ہے
سال تاریخ اس علم کی سبے یہ — سر ترے سایہ اس علم کا ہے

قطعۂ عامل شادی

اہل تنجیم جہان تک ہین اب آفاق کے بیچ — آکہ اس بیاہ آپس مین یہ کرتے ہین بین
امن و امان سے گذرے بجہان عالم کو — دولون کو چاہیے آرام ہو جانو جہین
ہے یقین ہمکو مے عیش سے ہوکر سرخوش — شاد کامی مین سدا خلق یہے دلو رہین
بندگی مین وہ یہ اب آپکی کرتے ہین عرض — دینی ہمکو یہ نوید اکی ہوئی فرض العین
پایا اس بیاہ کی ہم دیکھ کے سال تاریخ — مہر اور ماہ سے یہ ایک قران السعدین

قطعہ

مست سب ہین مے طرب سے آج — ہے نشہ خرمی کا ہر سر مین
خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون — ہم غریب و غریب پرور مین
رقص اور راگ و رنگ شام و سحر — مجلس مہتر اور کہتر مین
فرق بخشش کا وان نہین ہرگز — دُر و مرجان و لعل و گوہر مین
زن و مرد آج سب بجے وے زمین — سر سے تا پا ہون زیور و زر مین
تہنیت اب حسن رضا خان کو — کیون نہ ہووے تمام کشور مین
یہ شب عیش کدخدائی کی — جس کے فرزند کے ہوا اختر مین
وہ عروس اپنے سے جو ہم آغوش — ہو کے بیٹھا بخوشدلی گھر مین
بول اٹھا ہاتف از سر شادی — ہے یہ مہ آفتاب کے بر مین

قطعۂ مبارکباد کدخدائی مہربان خان

صبا اس دوست کو جا تہنیت دے — جو عاشق ہے محبت پروری کا
یہ کیو پڑھ کر بہجت نامہ تحریر — کرے ہے خامہ یون صنعتگری کا
ہوا اس جشن کا سن شاد یا نہ — خوشی جان دار خشکی اور تری کا
طرب لبریز رہتا ہے شب و روز — منقش خانہ چرخ چنبری کا
نہین اس عیش سے عالم مین ہرگز — کسی عشرت کو دعوے ہمسری کا

لباس نقرئی بر مین کسی کے … سراپا کوئی پہرے ہے زری کا
جواہر کی دمک سے یہ کہ مجلس … قرینہ ہے دکان جوہری کا
صف مجلس کو گر دیکھو تو گویا … الکش ہے تاجدار خاوری کا
سبھلے ہے جام ساقی سے پیالے … باین صورت شراب دلبری کا
جھکا دی ہے زمرد کی صراحی … قدح مین لعل کے بچہ پری کا
کرون تعریف کیا اہل طرب کی … صداے چنگ سحر سامری کا
لٹاوے پل مین رقاص فلک کو … کرشمہ اون کی چشم عبہری کا
بنائے پہول آرایش کے ایسے … کہ گویا کام ہے یہ زرگری کا
لگی وان اشرفی تختون کے اوپر … جہان مطلوب تھا گل جعفری کا
تو نگر اس سے یان تک ہو گئی خلق … کہ ہے محتاج ہر اک بے زری کا
یہی کہتا ہے بیخود ہو کے ہر دم … تماشائے ہو جنبہ پہلجھڑی کا
خوشی کا یہ زمین سے کر کے گلزار … دکھایا معجزہ پیغمبری کا
غرض اتنا رواج آفاق مین ہے … نشاط باطنی و ظاہری کا
کرے ہے سنگ مین یون شیشہ قلقل … کہ جیسے قہقہہ کبک دری کا
جب اس شادی کو اس شاعر نے دیکھا … جہان مین وہ جو ہے رتبہ انوری کا
کہی لے مہربان صاحب یہ تاریخ … ہوا ہے وصل ماہ و مشتری کا

قطعۂ تاریخ باغ بنا کردہ ٹکیٹ رای

ٹکیت راے مہاراجہ ساخت بستانے … چنانچہ گلشن فردوسی ہم ببوے نرسد
چو امر گشت مرا بہر سال تاریخش … خوشی رسید کہ اورا سرو رسے نرسد
سر مدونے بہار فرن بدیدم و گفتم … بگلشن تو الہی گزندوے نرسد

قطعۂ تعریف چاہ

چشمہ از حکم آصف الدولہ … آنکہ در ہند اشرف الوزراست
بچنین حسن و لطف شد تعمیر … کہ خضر گفت ہیچ چشمہ کجاست

کارفرمائیش راجہ جھاؤلال — چو بخوبی درو نقش آراست
مشغولی تشنہ حرف من زہوس — زیست منظور تا ابد چو تراست
بسرودستی ہمین گویم — آب این را بنوش آب بقاست

قطعہ تعریف چاہ

شد بحکم آصف الدولہ بنا — چشمۂ کز چشم عاشق خوشتر است
وہ چہ گویم از صفائے آب او — کاندران ہر قطرہ گویا گوہر است
سال تاریخش چو جستم از خرد — از روئے وصفش بگفتا کوثر است

قطعۂ مبارکباد تولد شدن فرزند آصف الدولہ بہادر

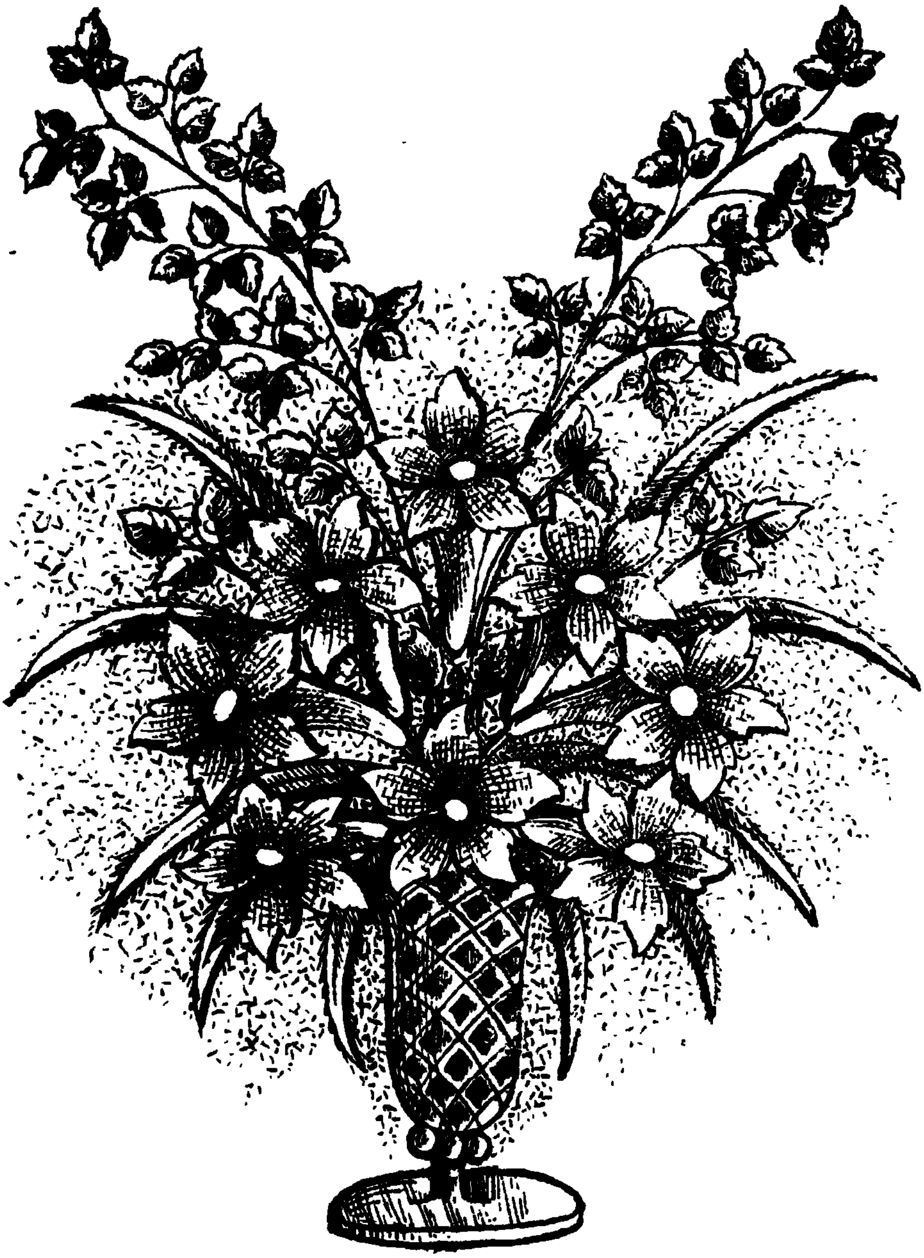
مبارک باد این فرزند دلبند — ترا ملے درۃ التاج شرافت
شدم در فکر تاریخ تولد — برائے آن گل باغ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش — گرامی گوہر درج سیادت

قطعۂ وصف مسجد بنا کردۂ آصف الدولہ بہادر

مسجد نو بنا بفیض آباد — گشت در عہد اشرف الوزرا
یعنی نواب آصف الدولہ — اشجع الملک و صفدر اعدا
وہ چہ مسجد ہر آنکہ طاقش دید — گفت سبحان ربی الاعلیٰ
نام اللہ از ستونہا یش — مینماید بدیدۂ بینا
ہست برئے ثبوت بیت اللہ — گشت موزون زبسکہ او بصفا
شدہ مقبول زیر محرابش — دست برداشت ہر کہ بہر دعا
ساخت او را لصدق قائم خان — کرد حاصل سعادت دوسرا
از سن ہجرتش چو پرسیدند — گفت فی الفور این سخن سودا
سال تاریخ او ز روی ثنا — یافتم فخر مسجد اقصا

قطعہ تعریف مسجد

مسجد نو برائے صوم و صلواۃ — ساخت چون مولوی فضل عظیم
گفت سودا عجب ایمایش — سال تاریخ او بذہن سلیم
سربت و در ازیمن خجستہ سرائے — ان ہذا مقام ابراہیم



غزلیات

پہیلی پستان

دیکھے ہم دو ٹوپی دئے | مرد استری اُن سے جیے
پہنین نہ پانی لگے نہ بھوگ | جانت ہین سب جگ کے لوگ

پہیلی

چھپی رہے پردے مین نار | سبہی کی گالی مار کو
ماس کھائے جب لاگے بھوک | مکھ پوچھین تو ہو کو تھوک
ایک پہیلی کے اچھر تین | تین مین چار اوگن پربین
آدھا اچھر بن من موہ ڈالے | مبدھا اچھر بن جنون کو پالے
انت اچھر بن دیوے دکھ | سب اچھر سے سر دن سکھ
منھ پر کیا ہے کر تو دھیان | الٹ دیے سے سُنئے جو نان

پہیلی پرچھائین یعنی سایہ

عجب طرح کی ہے اک نار | اُس کا کیا مین کر دن بچار
وہ دن ڈوبے پی کے سنگ | لاگ رہے نس وا کے انگ
دیا برے تو وہ شرمائے | ڈھگ سے سرک وہ دور ہو جائے

پہیلی بیڑا پان

دھری لپیٹی اگون رہین | بھائی رہے ہم اُن سے کہین

پہیلی پسو

تحفہ دیکھا ہے آج ایک تو رنگ | قد مین چھوٹا تمام رنگ سے رنگ
تب سے کچھ باہ رہا ہے جانون مین | بدلے سر سر کے رانون مین
ہوئی کھا کے جو دے ہے تک ہوٹی | چھوڑ لینے کو وہ کرے جھوٹی

چھوٹ جائے تو پھیر ہاتھ نہ آئے | پکڑو وہی پکڑو باؤ سے اُڑ جائے

پہیلی

ایک پُرکھ دو نار کہا دین | بن جی کی جی تن کو بہا دین
پانی مین جب ڈوبے ایک | تبھی دوسری سلگے بیک
کہے پُرکھ سون بیک پکار | پھر وچھڑے تو ڈوبے نار

پہیلی

دو اسمون کی ہے اک چیز | سمجھے جسے ہو فہم و تمیز
ایک چرند اور ایک پرند | حرمت حلت مین پابند
صورت سیرت مین بھی ایک | کھا دین اُن کو بد اور نیک
نام مین باہم یہ سنجوگ | فرق سے لیوین کبھو نہ لوگ
خلقت مین تو وہ ہے نبات | اسم بسا نا حیوانات
پتون مین اُس کے نہین خلل | سمجھے تو پاوے تو پھل

پہیلی شمع

پُرکھ نار کو دیکھو نت | بن گناہ سر کاٹے نت

پہیلی

لس ڈھگ رہت پھرت ہین ڈولت | موسون پیہ سودے نہین بولت

پہیلی

پچھو پچھو سب کے دھاوے | جت اوجیا روات نہین آوے

پہیلی

باہر سے بھیتر نہین آوے | بھاری اُن سے کون اُٹھاوے

کھانی نہین اور وہ بتلا دے	یہ اچرج سب جگ کو بھاوے

پہیلی

ہین سب گن گنبن مین رہے	تا کو سب جگ بس سے کہے

پہیلی خنخانہ

اُس مضمون سے ہو ماہر آوے جب بیا کھ اور چیت	جس کو باندھے نہ شاعر موزون ہونت اُس کی بیت

پہیلی

اور اُس نار کا جس نے ذکر کرتا نہین ہے کام قیاس	کیا تو بولا بعد از فکر ہووے گی کچھ باد بتاس

پہیلی شمشیر

سر پر نھنی مکھ پر بار جیتے خصم کرے وہ دو	اُس نار کا ہے یہی بچار جب وہ ناری پیاری ہو

پہیلی سپر

ایک نار بھونرا سی کالی ناک نہین وہ سونگھے پھول	کان نہین وہ پہنے بالی جتنا عرض اتنا ہے طول

پہیلی جاروب

نیزہ بازون کا ایک ہے لشکر دو کمر ین جس طرف براے مصاف	ایک ٹیکے سے سب وہ باندھین کمر گھر کے گھر کر دین ایک پل مین صاف

پہیلی

کون نار جو دن اور رات — رہتی ہے وہ سب کے سات
خالی اُس سے کوئی ناتھہ — جو ہے دیکھو اس جگ ماتھہ

پہیلی

نر بتیس ہین ایک ہے ناری — جگ مین دیکھو سب کی پیاری
من مین کرین سوچ بچار — پر کہ مرین اور جیوین نار

پہیلی

پاؤن چلے نہین پاؤن کہاوین — دو دین بوجھو تین بتاوین

پہیلی بھٹا

رات کو جوگی نہین کن پھٹا — گدڑی اوڑھے سر پر جٹا
انگ انگ موتی سے چھاؤ — چار مہینا جگت کو بھاؤ

پہیلی

تین پاؤن اور پاؤن نہ ایک — بیٹھی رہے چلے نہین نیک
جو چاہے سو نے اُٹھائے — ہے وہ داری دیو بتائے

پہیلی

ایک نار جگ موہت چلے — تیس پرکھ سون نت وہ ملے
جو تم بوجھو کر دن اسیس — تا دُن بتادن تا بتیس

پہیلی

ایک بنجی سو ما نہ ہرا — پیالے مین اسکے جو کادھرا

جب چوتھے پردے منھ ڈال سامنے سو ہو اُس کا کال

پہیلی

ایک ناری کے انچھر چار کیا ہے وہ بتلا اسے یار
ہر انچھر بن وہ فورن کو بدلے ہے ایک اور برن
تریا ہے یا جادو گر کو ہردم ہو ناری سے نر
پہلے انچھر بن ہو یار دوسرے انچھر بن ہو مار
تیسرے انچھر بن ہو بیر چوتھے انچھر بن ہو طیر

پہیلی

ایک نار دیکھی اوجل سے سر کا کر کا کر پر کل سے
جاتے جگ مین وہ پانی کو جو برسات لگاوے جی کو

پہیلی انبہ

ایک ترور کا پھل ہے نر پہلے ناری پیچھے نر
وا پھل کے یہ دیکھو چال باہر کھال اور بھیتر بال

پہیلی خط

ایک نار سب ناری مین پیاری آدھی گوری آدھی کاری
دیکھو واکا الٹا طور گونگی آپ بکاوے اور

پہیلی باز

بعضی بات کہی نہ جائے ناری ہو کر نر کہلائے

پہیلی شمشیر

ایک جو دو کرے تو تر کرے پیار دو کرے تو پت رکھے تو کلونتی نار

پہیلی سپر

سیام برن اک دیکھی نار پاؤن دو اور آنکھین چار
اچھے کرتب ایسے کرے جو پی کے بدلے آپ ہی مرے

پہیلی نرگس

تریا ایک سبھا کے بیچ روپا سونا واکے سیس
مینا جیسے واکے پاؤن چیسری جیسے واکا ناؤن

پہیلی بورانی

آدھی بو بو ساری رانی جو بوجھے سو بڑا گیانی

پہیلی مستی

نرناری یان کوئی کوئی بنا لگائے رہتی ہین لوہے کی وہ ناربنائی تانبے کر وہ کہتی ہین

پہیلی ارگجا

آدھا ارنا سارا ہاتھی جن دیکھا اُن لایا چھاتی

پہیلی شمع

سرطرا مقیش کا اور گوری من گات کھڑی کھڑی رووے ہنسے اور کنٹھ نہ پوچھے بات

پہیلی گلگیر

گال پھولائے لینا تا کے جب منھ کھولے سر کو کاٹے

پہیلی شمع

چڑھ چوکی پر بیٹھے رانی سر پر آگ بدن پر پانی

بار بار سر کاٹیں واکا — ہے کوئی پنتھ بتاوے یا کا

پہیلی حمام

مندر ایک سکھی کا بنا — یا مین پون نہ آوے گھنا
اس مندر کی ریت دیوانی — آگ بجھاوے اور اوڑھے پانی

پہیلی چارپائی

سونے کی وہ نار کہاوے — بنا کسوٹی بان دکھاوے

پہیلی انار آتشبازی

رات سمین اک میوہ آیا — پھولون پاتون سب کو بھایا
آگ دے وہ ہووے روکھ — پانی دیے وہ جاوے سوکھ

پہیلی گھڑیال

ایک راجا کے گھر مین رانی — نلکے کی پسندی پیوے پانی
لاجون مارے ڈوبی جائے — ناحق چوٹ پردیسی کھائے

پہیلی تکیہ

ایک پرکھ مین ایسا دیکھا — سیس کمر سے واکا لیکھا
شاہ و گدا مین واکا ناؤن — بوجھو پہیلی یا چھانڈو گاؤن

پہیلی روپیہ

گیارہ سال کا ایک کہائے — جا کو لاکا ادھا بھاوے
تول تال سے کیا پورا — اس بن جگ کا کام ادھورا
جو کوئی ہم کو لائے دکھاوے — وہ لے آخر پرکھ کہاوے

پہیلی خوبکلان

اتنک سی مین دیکھی نار — چھنت ہے واکو سب سنسار
بھلی بڑی ہے واکا ناؤن — بوجھو پہیلی یا چھانڈو گاؤن

پہیلی باز

نار ایک سو پورکہ کہاوے — نت اٹھ بھور مہینا کھاوے
واکی آنکھین تیس دکھاؤن — پھیر مین اس کا ناؤن بتاؤن

پہیلی پالکی

ایک نار وہ چھیل چھبیلی لوگونسے وہ اڑتی ہے — او پر اپنے مرد چڑھاوے مردونپہ وہ چڑھتی ہے

پہیلی دشنام

آدھا لہنگا آدھی ساری — سمدھن کو لاگی ات پیاری

پہیلی جونک

ایک نار کی بان دیوانی — لوہو بھکے تجے جب پانی

پہیلی ماہی

ات چنچل او جل بسی ہاڑ ماس اور چام — نرناری سب ایک سی کرین چام کے دام

پہیلی بیضہ

ایک پہیلا سدا نویلا جو بوجھے سو زندہ ہے — زندے مین سے مردہ نکلے مردے مین سے زندہ ہے

پہیلی اچار

دو اچھر بن چار ہے ایک اچھر بن چار — تین اچھر کا ہوت ہے من مین کرو بچار

پہیلی پنیر

آدا اپجھر بن پنر اپان — انت اپجھر بن جات پنہان
مدا اپجھر بن اُو دسنے جوگ — سیت سلونا سترا بجوگ

پہیلی ستار و طنبورہ

ایک پرکھ اور اسکے بانجھ — پانچ سینگ واکے سر مانجھ
سینگ پاؤن سے باندھے لیے ہے — بن مکھ بچن پیٹ سے کہے

پہیلی بافیدن بوریا

بیٹھا مارے پڑی مراوے ساری دیہی تھر کہی — گھڑی گھڑی کے مارے سے وہ دو دو انگل سرکے ہے

پہیلی ناچ برچھی

بن تھل جڑ ڈوبی رہے وا کے پات نہ والہ — بن پھولے پھل ہے لگے سو کون بوجھے والہ

پہیلی ہت پھول

جاکے پات نہ کونپل پھل سدی دیو جلائے — یہ ترور وہ پھول ہے ہوا چرج دیکھو آئے

پہیلی لالہ

رکت برن اور بھوئین مین ٹھانون — ناہین ناہین واکو ناؤن

پہیلی شبنم

نہین کھات کہدا انہین ڈوبے ہاتھی ٹھٹے نہاین — سارے برچھ پھنگ تک ڈوبے جڑیان پیاسی ہاین

پہیلی پوست پارہ

سب تن واک کی بیوک کی نکھ سکھ بیرے ڈھنگ — نیاری ہو نیاری ہے جیو گیو پی کے سنگ

پہیلی قلم

سب تن ہاڑ پیٹ مین نسین
چلت چال جگت ابیدی
بن پگ چلے سیس لو کہین
کبھی اُلٹی کبھی سیدھی

پہیلی پلنگ

سونے کا اک شہر بنایا
بنا کان کا سب کو بھایا

پہیلی آئینہ

ایک پرکھ مندر مین بیٹھا انگ بھبھوت لگائے
آگے آوے تس کو کھاوے مُنھ مین سینگ جائے

پہیلی گھڑیال

تریا ایک پانی مین ترے
جب وہ تریا غوطہ کھائے
ندن وہ پانی مین بھرے
اُس کا یار تب مارا جائے

پہیلی نگین

تریا اچرج موہ سناوے
جب وہ تریا اُلٹی ہووے
کالا مُنھ کر جگ دکھلاوے
تب سیدھا دیکھے سب کوئے

پہیلی پاپڑ

کھن سنن کو پانون پرا دو چلو نہین جائے
دیہہ بنی سب ماس کی جو پاوے سو کھائے

پہیلی نقارہ

نر ناری ایک تھوڑی دھلنہین
ایک نہائے ایک تاپن ہارا
جیون جیون بوین تیون تیون نہین
نا مٹی نا اینٹ نہ گارا

پہیلی طاق

دابن موکو بھون نہ بھاوے — جفت نہین پے طاق کہاوے

پہیلی کاغذ

وہ ناکشتی نا وہ لڑھا — سدا رہے خشکی مین پڑھا
جیسا لاود پیٹھ پر سے — کبھون پاؤن پانی مین نہ دھرے

پہیلی سنگھاڑا

ماس بیت رنگ سانورو سینگ بیل وہ ماتھ — ہار دنا ہر سب کہین اچپت ہے جل ماتھ

پہیلی طبلہ مردنگ

مارے سے وہ جی اٹھے بن مارے مرجائے — بن پاؤن جگ جگ پھرے ہاتھون ہاتھ بکائے

پہیلی شان عسل

لکھ ناری اک مالک جانا صورت جیسی چندا — امرت دودھ پیوا کروا کون کیا پرکھ بندا
بنت موم دل ہے وہ مانگ واکو باؤن — جو بوجھے سو امرت پیوے بوجھ بتا وے ناؤن

پہیلی خرگوش

خر آگے اور پاچھے کان — جو بوجھے سو چتر سجان

پہیلی پان

بھائے کہین اونداکو کھادین — اتنے پر پھر منہ دکھلادین

پہیلی حقہ

گاگر تیرے جل بھری سر پر لاگی آگ — باجن لاگی بانسری سو نکسن لاگے ناگ

پہیلی مقراض

دو کانے جب انگ ملا دین
آنکھ انگریا کرتے جاگین
چھاتی جوڑین ایک کہادین
سنمکہ ہوکر کاٹن لاگین

پہیلی شبّو

ایک سمین اک ناری آوے
نور کی صورت رین کی بوے
واکا آنا سب کو بھاوے
جو بوجھے سو برلا ہووے کو

پہیلی شمع

تریا جلتر ہے کہان تو وہ نہ جانے کوئے
باد کھنیر سے مارکے آپ ہی ستی ہووے

پہیلی بندوق

کارا منھ اور کاری گات
نت اُٹھ مار جو رسے کھائے
بن بوجھن وہ کرے نہ بات
بول بول سب سمجھا رجھائے

پہیلی بندوق

ایک نار دوا مین کھائے
اس نار کا یہی سبھاؤ
پیٹ مین واکے ہاتھی جائے
جن دیکھا تن چھاتی لاؤ

پہیلی دھوتی

ایک نار نیکی اردھنگی
جو دھوین کرتی ہے کام
راکھے ہے وہ ٹانگین ننگی
سو ہے وا تریا کا نام

پہیلی آئینہ

ایک نار پیا کو بھانی
تن واکو سگرا جون پانی

اب رکھے پر پانی نا تھنہ | پیو راکھے ہے ہر دی ما نھ

پہیلی عینک

اک تیہ جاسون آنکھ ملاوے | دیکھن ہارا ناک چڑھاوے
ہے کوئی ایسا یان کون بوجھے | جو بوجھے جن تھوڑا سوجھے

ایضاً

ایک نار دیکھن کو آوے | جو دیکھے سو آنکھ لگاوے

پہیلی قبلہ نما

سُندر مُندر بیٹھ کے بجے نہ آپن ٹھور | آٹھون دسا پھرت ہے سرت پیا کی اور

ایضاً

ایک نار ست بہے تھرتھر اسب وسیہ | داہی کے سنکھ رہے جاسون لاکھ نیہ

پہیلی غربال

ایک نار تریا لیے ہو ہو | سہے جلے نہ چلنے کہے

پہیلی دودھ دہی

ایک نر کا اک ترین آوے | سبھی کہا یہ جسم جسم آدے
واکے ہوت منھن نرناری | نر پیارو اور نار کو پیاری

پہیلی بادکش

ایک پرکھ وہ سب کو بھاوے | بنا سین کوئی ہاتھ نہ لاوے
مین کہدیا واکا ناؤن | بوجھ پہیلی یا چھانڈ دگا نؤن

پہیلی عرق

دھوپ لگے سوکھے نہیں اور چھاؤن لگے کمھلائے
مین تجھ پوچھون اے سکھی لون لگے مرجائے

پہیلی چھپڑ

چار دسا کی سولہ رانی تین پرکھ کے ہاتھ بکانی
مرنا جینا واکے ہاتھ کبھی نہ سوئی پی کے ساتھ

پہیلی قندیل

سہرا باندھا پانون پہ اور سنگ ہوئے اُسکے ساتھی
پیٹ مین واکے آگ لگادی گلے مین اُسکے ڈالی پھانسی

پہیلی بندوق

اک ہتواری سے ہتیاری پر پر طوطا پالے
اُلٹا ہاتھی اپنے بھیتر ڈالے اور نکالے

پہیلی بھنورکلی

نان وہ بکھ نہ جیو سے نان وہ ماس نہ رنگ
کنٹھ بدھ بید ہو کہت ہین کلی کے سنگ

پہیلی شمشیر

مانجھ دھار اک ندی بہے جاکے وار نہ پار
وار دیکھ جیا جات ہے کہین اترے پار

پہیلی سپر

بردا کھون ہے نہین نان وہ وار پھول
یہ اچرج دیکھو سکھی ایک پات اور پھول

ایضاً

ایک تیہ کے اونچے چار
بن اُن کے وہ رہے اُگھار

نت سے کرے پرکھ کو ساتھ | راکھے سدا ہیٹ مین ہاتھ

پہیلی تیر و کمان

ناری کہت سینگ دو دھرے | اور پر بھکر لگا یا کرے
اُن دو جب ویہہ ملاسے | ناری رہے پرکہہ اُڑ جائے

پہیلی کمان

دو بھجا کہت سیس اور یہ واکے کان | رین دنان اُترے چڑھے سرتا کرو گیان

پہیلی کبادہ

گھاؤ گھاؤ جب انگ لگاوے | تب وہ ناری پرکھ کہاوے

پہیلی بندوق

جو پیوے سو ہے چری چلت رہی بن پانون | پران ہران وہ ہوئے ہے سوچ بچار و ناؤن

پہیلی

ایک نار کے ساج کھنیرے | ادھر راکھے گن بہتیرے
جو کی ناتھ اور سینکے پورے | ایک آنکھ سو چھپ چھپ گھورے

پہیلی بانسری

پتلی سیدھی ہے پٹ پھونکت اُٹھے پکار | تان بان مارے سدا لی بنی یہ بچار

پہیلی چاکو

بہت کام کا ہے اک نر | آدھے دھڑ مین اُس کا گھر
کیڑا ہو کر گھر مین بیٹھے | کام کرے نہین ٹھالا بیٹھے

پہیلی دوات قلم

ایک پرکھ اک تیہ سون کالا　　کالا منھ کر داسون بھاگا
بھاگ چلا کوئی لکھے نہ ادر　　دوئی ناری اک نرکی جور

پہیلی لوح طفلان

ایک نار دیکھی سکبان　　نت اُٹھ پرت کرے اشنان
اورگات چندن سولاوے　　سوردیوتا پوجن آوے
بوجھو من مین سوچ بچار　　کٹ پہیلی سی سُندر نار

پہیلی پاتی یعنی خط

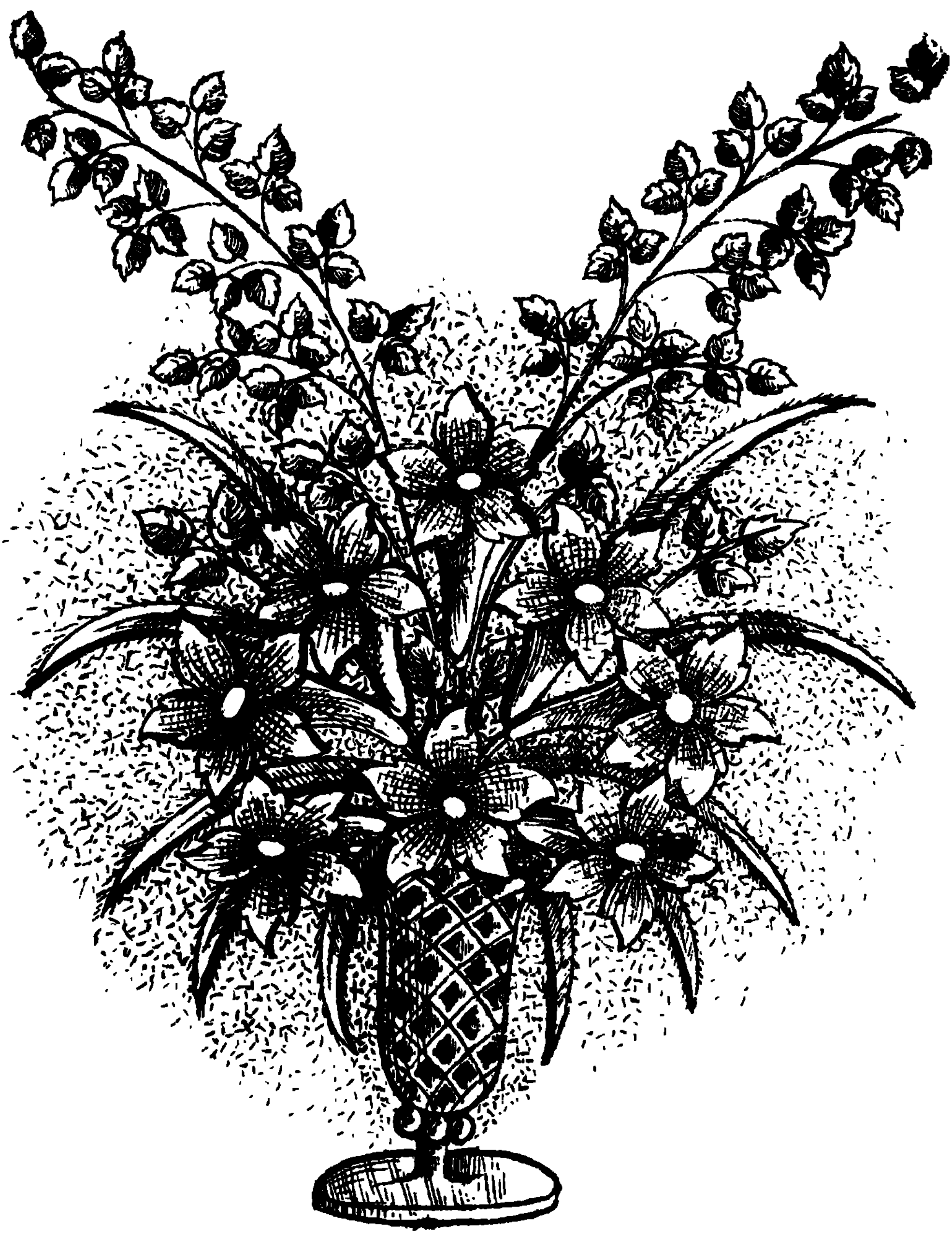
ایک نارات پاتری کچھ گوری کچھ سیام　　بن پگ ہاتھن سون چلی آوت ہے یہ کام
آوت ہے یہ کام دیس دیس کو دھاوے　　جہان جائے اُت ہی لہے جی اور بٹھاوے

ایضاً

گپت بھید پرگھٹ کرے جانے سب سنسار　　بوجھو بید یا بید ہے پتری اک نار

پہیلی مہر چھاپ

ناری ایک دھنی کے ہاتھ　　کبھو نہ چھانڑے واکو ساتھ
کارو منھ کرتا نون اُجارے　　تب واکے جگ منھ پتیا رے



واسوخت

واسوخت

یا الٰہی کہوں اب کس سے میں اپنا احوال — زلف خوبان کی مرے دلکو ہوئی ہے جنجال
یارب اس پیچ سے میرے دل شیدا کو نکال — کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تجھ سوا غیر سے میں کیونکہ کہوں دلکا حال — تیری ہی ذات سے میرا یہی ہر دم ہے سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیوں رہے دل میں نہ ہر آن مجھے کہتا تھا — بیوفاؤں سے نہ مل مان مجھے کہتا تھا
درد فرقت نہیں آسان مجھے کہتا تھا — اسقدر مت ہو تو نادان مجھے کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان مجھے کہتا تھا — کیوں تو لیتا ہے مری جان مجھے کہتا تھا

انچہ کردی تو دلا با خود و با جان من
کس نہ کردست چنین کارگہے با دشمن

مجکو اس شوخ سے تنہا نہ پڑا تھا پالا — مفت میں مجکو بھی لیجا کے بلا میں ڈالا
نکلے آنکھوں سے دوانے تو مرا گھر گھالا — کیوں رے دل کہہ تو بھلا اپنے ترا کیا ڈھالا
کیوں ہوا ہے تو مری جان کا لینے والا — ہائے رے ہائے میں دشمن کو بغل میں پالا

این زمان چاره نداریم وچه تدبیر کنیم
کردهٔ خود بکه گوییم وچه تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی بُرا ہے یہ محبت کا فسون
اس غم و درد و بلا بیچ کہان تک مین مرون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون
کب تلک دل سے مین اس کاوش بیجا کو کرون
آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کے جلون
کیونکہ احوال دل اس شوخ سے جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نهفتن تا کے

ہائے مجھ زلف کے سودے مین پریشان ہے دل
داغ ہجران سے ترے رشک گلستان ہے دل
اسقدر اپنے کیے سے یہ پشیمان ہے دل
تیرے دیدار کا جون آئینہ حیران ہے دل
گاہ پروانہ گہے شمع شبستان ہے دل
کیا کہون تجھ سے بہت بے سر و سامان ہے دل

حال دل خستهٔ شوقت چه شنیدن دارد
بیخود است آن قدر آئینه که دیدن دارد

سچ کہو کس سے تمھاری یہ لاگی ہے لگن
ہو گئی اور ترنگ ہی مین کچھ اب پھیر نہین
دل مرا لوٹ گیا تجھسے اب اے عہد شکن
کیا ہوا کس کو ٹھگا کس کا لیا ہاتھ مین من
کیا ہوئے تم نے جو ہم ساتھ کیے تھے وہ بچن
حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ مین جانی سجن

دل که طومار وفا بود من محزون را
پاره کردند ندانسته بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اٹھا مت اک بار
خوبرویون مین تجھے کن نے بنایا سردار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار
کچھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف لے یار
ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدهٔ مردم شده است
روئے زیبائے تو از دیدهٔ من گم شده است

پہلے ہی دلکو مرے تم نے لیا کس عنوان
مین نے معلوم کیا ہے غرض اس بات کی جان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیے ارمان
اب جھڑکتے ہو مجھے دیکھکے تم بھوئین تان
دلکو لیکر کے لیا چاہتے ہو میری جان
لیکن ہوتا نہین کچھ تم سے لیا مین نے جان

تو نہ آئی کہ غم عاشق زارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

واہ وا ایسی ہی دیکھی مین وفا تجھسے یار
غیر کیواسطے جو مجھ پہ ہوا تجھ سے یار
مین عبث غیر کا شکوہ یہ کیا تجھ سے یار
کوئی یہ طرز و ادا اسکے لے آ تجھسے یار
مین تو ناچار ہون سمجھیگا خدا تجھسے یار
دیکھ لینا تھا جو کچھ دیکھ لیا تجھ سے یار

گر بظاہر بکسی خلق نکو خواہی کرد
شوخ با ما چہ تو کردی کہ بدخواہی کرد

شیشۂ دلکو مرے سنگ ستم سے پھوڑا
تم جو کچھ ساتھ کیا میرے نہین وہ تھوڑا
خوبرویون کا جہان بیچ نہین کچھ تھوڑا
دل نے میرے بھی منہ اب تیری طرف سے موڑا
مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا انکھتوڑا
شعر وحشی کا دل اپنے پہ یہ مین رکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدل آرائے دگر
چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

صحبت بد مین تمھین آٹھ پہر رغبت ہے
دیکھکر طرز تمھارے یہ مجھے حسرت ہے
واہ وا اچھا ہے اھرکو یون ہین رحمت ہے
غیر کے ساتھ شب و روز تمھین خلوت ہے
گر ہو تم آدمی زادے تو یہ کیا غیرت ہے
ایسی برداشت کی اب کس کو یہان طاقت ہے

گر چنین ست کہ دائم بملامت باشید
ما بخیریم و شما نیز سلامت باشید

چشم بد دور میان خوب نکالے ہین ڈھنگ
بیٹھکر خندون مین سیکھے ہو بجانا منہ چنگ
چھوڑ دو یہ طور میان تم نہ کرو مجکو بہ تنگ
جا بجا چھوکرون مین قلح بھر کے لگے پینے بھنگ
اسقدر آپ سے اب تم نے اٹھایا ہے ننگ
عبث اب جا کے کسو ساتھ کرونگا مین جنگ

من اگر کشتہ شوم باعث بدنامی تست
موجب شہرۂ بیباکی و خودکامی تست

اسقدر یار برے کام اوپر مت تن دے
مت ملا کر تو رقیبون سے کہ وہ ہین خندے
کیا برے ہینگے سبھے مفت کے ہم سے بندے
مان میرا ابھی کہا بات مری سن من دے
کر کے بدنام تجھے جائینگے یہ سب فن دے
ایک جو ہین بھی کسو کے نہ ہوئے شرمندے

عاشقے ہم چو منت نیست خدا میداند
پاک بازم ہمہ کس طور مرا میداند

تم سے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرو　　دل ہمارے کو کُھٹا غیر کا دل شاد کرو
جرم کیا ہم سے ہوا سچ کہو تو ارشاد کرو　　تب ہمیں بندگی اپنی سے تم آزاد کرو
خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرو　　کچھ تو اُس اگلی بھی اُلفت کو میاں یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
بر زبان بود ترا آنچہ مرا در دل بود

کیوں ہے ہمیں تجھے یاد نہیں اگلی چاہ　　ایک دن میری جدائی کا تجھے تھا سو ماہ
کہو تو اب کونسا اثبات کیا مجھ پہ گناہ　　ہرگز احوال مرے پر نہیں کرتا تو نگاہ
بلکہ کہتا ہے رقیبوں سے نہ دو اسکو راہ　　اسقدر مجھ سے تو بیزار ہے سبحان اللہ

یاد آن شب کہ بہ بزمت رہ بیگانہ بود
گرد شمع رُخ تو جز من پروانہ بود

باندھنا ٹیڑھی پٹی دستار سکھایا ہم نے　　تنگ جامے کو ترے بر میں کھپایا ہم نے
رکھ کے جدھر کو تجھے بانکا بنایا ہم نے　　اکڑ کے چلنے کو تجھے سب سے بتایا ہم نے
شوخی و ناز کے طرز دن کو جتایا ہم نے　　ہاتھ اپنے سے غرض تجکو گنوایا ہم نے

این نہ گویم کہ من از دست تو گشتم دل ریش
کردۂ خویش مثل ہست کہ می آید پیش

اب تو کہتے ہیں حریفان دغاباز تمام　　کہ میاں ہیں محبت کے ترے ہم ہیں غلام
ہوگا معلوم نکالوگے جو خط اُنکے کلام　　سب چلے جاینگے آخر یہ تمہیں کر بدنام
پھر تو رسوا کرینگے ملکے تمہیں خاص و عام　　دیکھ اب بھی سمجھ لے یار نہ کر ایسا کام

زان میندیش کہ از کردہ پشیمان باشی
جمع با جمع نہ باشی تو پریشان باشی

کاش کے تجھ سے مرے مہر کے رشتے ٹوٹیں　　تب تو اے یار جلے دل کے پھپھولے پھوٹیں
غیر سے ملکے کبھو ہم کو نہ پوچھو جھوٹیں　　ہم ترستے ہی رہیں غیر مزے یوں لوٹیں
کب تلک زہر کے گھونٹوں کو بھلا ہم گھوٹیں　　ارے کچھ ڈالو بلا سے کہ بلا سے چھوٹیں

انیقدر زندگی خویش مراد شوار ست
گر تو ناحق بکشی حق تو بر من یار ست

کیا کوئی تجھ سا رے یار نہ تھا دنیا مین
کیا کسو کو کسو سے پیار نہ تھا دنیا مین
عشق سے کسکو سروکار نہ تھا دنیا مین
کیا کوئی اور طرحدار نہ تھا دنیا مین
کیا کہین اور گرفتار نہ تھا دنیا مین
یہ ستم اور یہ زنہار نہ تھا دنیا مین

ہیچکس ہمچو من از دست کسے زار نشد
خوار و رسوائے سر کوچہ و بازار نشد

دل مرا سر بسر نمط سنگ ستم سے ہے چور
لے میان دیکھ نہ بھادیگا خدا کو یہ غرور
ہاتھ تیرے سے کدھر جاؤن پڑا ہون مجبور
تو بھی آنکھون مین نہ رہے یار نہین ہون منظور
کیا کرون ہائے زمین سخت فلک ہیگا دور
دیکھ مہتاب مجھے حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد
صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

مت گنوا دل کو مرے پھیر تو پاویگا
کف افسوس کو ملتا ہی تو رہجاوے گا
آخر اس دلکو کوئی اور ہی بہجا دیگا
یہ دل اس بار گیا ہاتھ نہ پھر آوے گا
کیا کہون تجھسے ارے دیکھ تو پچھتاوے گا
کیا بھلا جانا ہے میرا تجھے اب بھادیگا

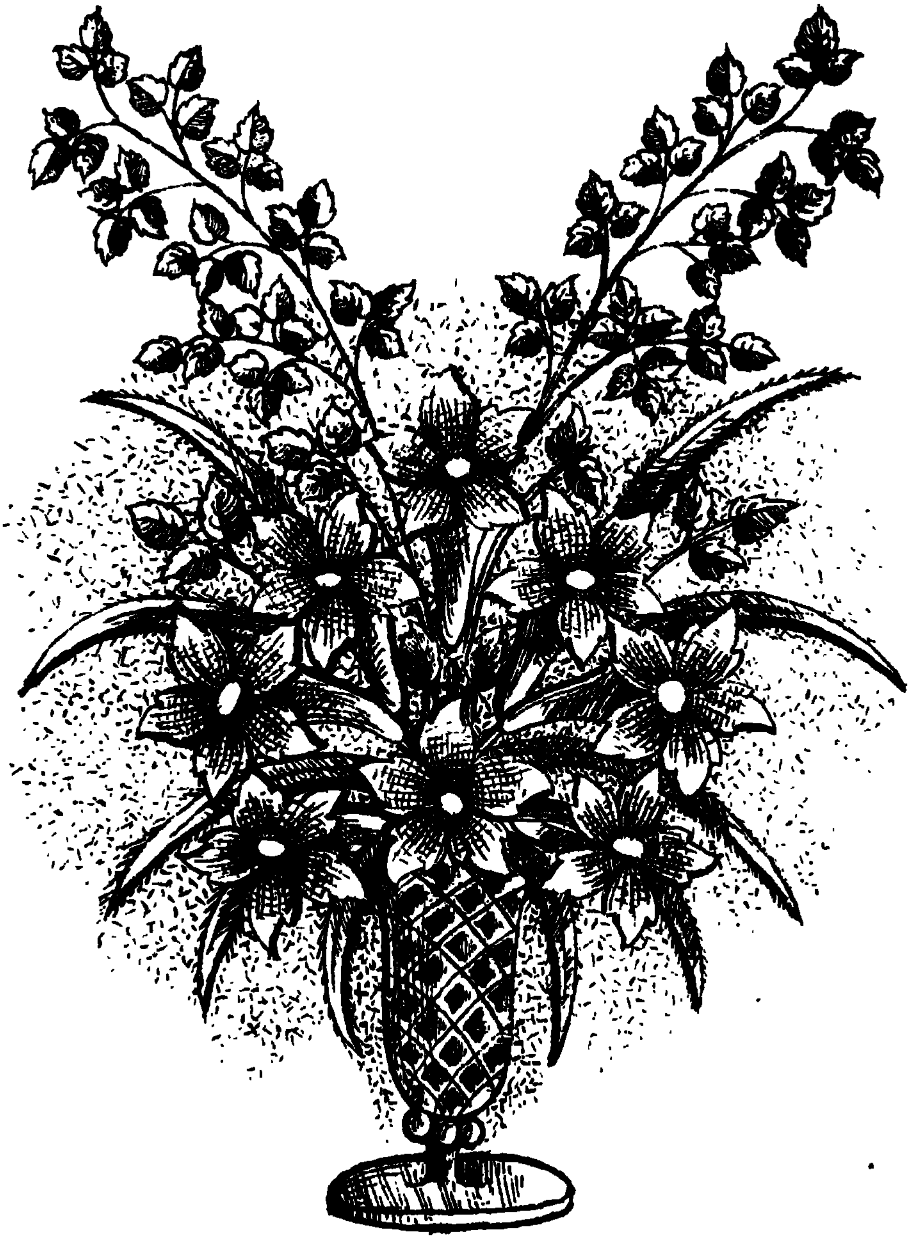
میروم از در تو باز تو ور و نہ کنم
گر درت قبلہ شود سجدہ بآن سو نہ کنم

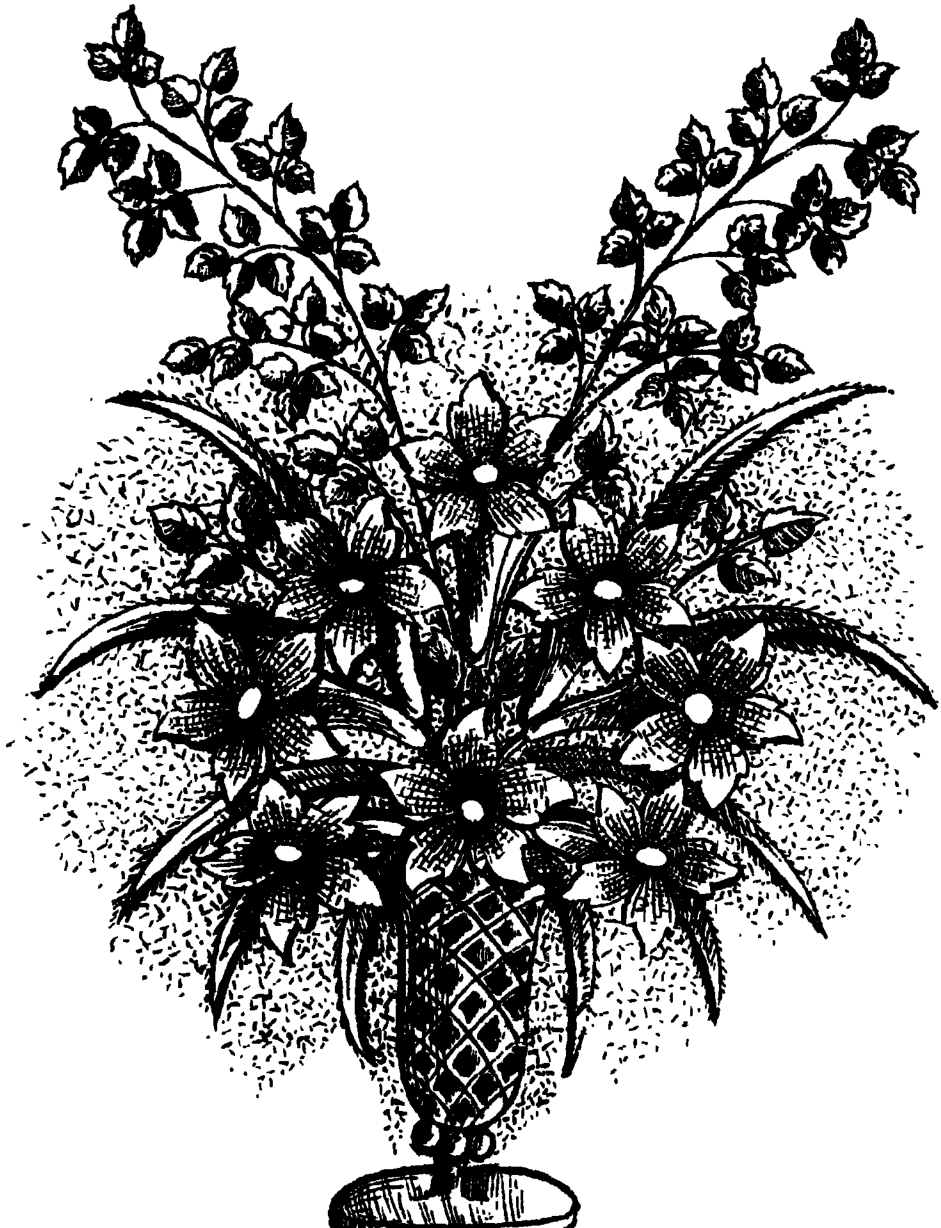
تجھ سوا غیر تغافل کو نہین دیکھتے ہم
دل نالان بنا بلبل کو نہین دیکھتے ہم
چھٹ ترے مکھ کو کبھی گل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
عرض اب جزو کو اور کل کو نہین دیکھتے ہم

آنچہ بے سوئے تو منظور نظر داشتہ ایم
آستین ست کہ بر دیدۂ تر داشتہ ایم

اسقدر کس لیے بیزار ہے مجھ زار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو
سن لے یہ بات میان اپنے گرفتار سے تو
مت چھپا منہ کو سجن اپنے خریدار سے تو
مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
دیکھ ادھر بھی کبھو ایک نظر پیار سے تو

نگہے جانب سودا گہ وگاہے کافی است
بلکہ از لطف باو نیم نگاہے کافی است





مناظر فطرت (نیچرل)

مثنوی تعریف چھڑی

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز
سب سے ہے سودا کو یہ لاٹھی عزیز

کوچ و مقام اسکا ہی سب اپنے ہاتھ
جب کہین چلیے تو ہے بے فذر ساتھ

ہاتھ مین رکھتے ہین اسے ہوشمند
ڈرتے ہین سب اس سے درندو گزند

کھینچ نہ سکیے جہان شمشیر و تیغ
اسکو لگا بیٹھیے وان بے دریغ

اتنا کم آزار اور ایسا شفیق
اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق

کس مین یہ توفیق ہے کیجو خیال
ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال

چوب نہین دلبر خوشخو ہے یہ
یار ہے یہ قوت بازو ہے یہ

مرتبہ اسکا ہے نہایت بلند
کوچۂ تحقیق ہے ہر بند بند

اسکے گھرانے کو جو کیجیے خیال
چھوٹے بڑے جتنے ہین سب ذی کمال

کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز
کوئی شکر ہے نے نغمہ ساز

تیر نمط ہے کوئی صاحب ہنر
کوئی ہے پنجا کوئی ہے نیشکر

خرد جو ہون ہمسر تیر و قلم
نام بزرگان یہ بزرگی علم

اوسکے بڑون کی ہے بڑائی قدیم
دال ہین اعجاز عصائے کلیم

ملنے مین انسان کے ہین دو ہی اثر
یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر

اوسکے فوائد مین تو نقصان نہین
اور مضرت کا سوا امکان نہین

اہل نظر کی یہ ہدایت پناہ
جادۂ تاریک مین ہے شمع راہ

بیہودہ کج بحثی سے وارستہ ہے
راستی اپنی پہ کمر بستہ ہے

گو کہ سخنگو نہین یہ راست باز
لیک یہ سمجھاوے نشیب و فراز

جو کوئی رکھتا ہے ٹک اک گوش ہوش
اسکو وہ ہرگز نہ کہے گا خموش

قدر خموشان وہی سمجھا ہے یار
تیغ زبان سے جو ہوا دلفگار

ہمسے زباندانون سے بہتر ہے یہ
بے سخن اللہ سخنور ہے یہ

پاس حقیقت اسے ملحوظ ہے
ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہے

جو کوئی سمجھے ہے رموز و نکات
اوس سے سدا کہتی ہے لاٹھی یہ بات

گو کہ ہوں اب نالہ گرہ در گلو
مین بھی تھی سر سبز جہانین کبھو

تازہ و تر جگ مین رہی سال و ماہ
زاغ و زغن کی ہوئی آرامگاہ

جب تئین دنیا سے تھی امید و بیم
سبھی تھی کچھ فرق سموم و نسیم

جون ہی زمانے نے کیا بارور
وون ہی دکھایا دم تیغ و تبر

بانس کا پھلنا ہے جہان کی مراد
شادی سے یا کئی کوئی کیونکر ہو شاد

شاد برآنکہ کہ درین دیر تنگ
شادی و غم ہر دو ندارد درنگ

زیادہ غرض کچھ نہین کہنا روا
بس ہے یہی آہ میری یہ صدا

سحر ہے یا لکڑی کی تقریر ہے
جسمین کہ عبرت کی یہ تاثیر ہے

دل ہے مرا برق نمط بیقرار
دیدہ ہین جون ابر سدا اشکبار

غم کی سیاہی کی گھٹا رات ہے
آج بھی یان موسم برسات ہے

چپ رہ اے **سودا** نہ ہو بر خود غلط
بس ہے ترے حق مین یہ نکتہ فقط

لکڑی کی نسبت سے تو مقدور ہے
آدمی ہونا تو بہت دور ہے

مثنوی موسم گرما

کیوں ہوا اسقدر ہے عالم سوز
آتشی رنگ پر ہوا نوروز

ابکی رت سے یہ ہوونے ہے معلوم
چمن آرا ہو شب برات کی دھوم

گرم ہے یہ بہار کا موسم
شاخ گل پھلجھڑی سے نہین ہے کم

یہ پٹاخا چٹکتی وقت گلاب
کف نرگس پہ چھٹتی ہے مہتاب

دستۂ گل کا کیا کہون مین رنگ
اسمین ہت پھول کے سے ہین ڈھنگ

غنچے کھلتے ہین یون ہو آتشبار
گویا پھٹتا ہے داغنے مین انار

جلوے دین جون چنبیلی کے بوٹے
اسطرح جائی جوہی کب چھوٹے

نہین گیندون کے یہ چمن مین درخت
دی ہے آتش ستارونکو یک لخت

کرد صد برگ و جعفری پہ نظر
چھٹ رہی ہین ہوائیان منہ پر

یہی بولے ہے پانی پھر پھر کر
سب ہے چکا بو کا حوض گھن چکر

کیا مین فوارون کا کہون عالم
جون پھنپا چھٹے ہے۔ لے لے دم

آدمی جس گھڑی طبیعت گل
گرم جوشی کو تک سوے بلبل

ان کی صحبت مین باغبان چھچھوندر
چھوڑ دیتا ہے ایک چھچھوندر

شور پانی کرے ہے رہ رہ کے
اسطرح چھوٹتے ہین جون پھکے

سنگ پریون ہے اب آب کی دھار
چھاتی پر جون گرے ہے نزلہ حار

مرغ آبی چمن مین اب جو ہے
منھ کھلا ہی رکھے ہے جون بطا ہے

گر گزک پر ہو میخوارون کا من
ہو رہے ہین کباب مرغ چمن

طوطی کی گر سنے کوئی آواز
نوحی گویا پڑھے ہے سوز و گداز

باولا اب وہ ہے جو کھاتا ہے
تپ سے مارے جو بو کھلاتا ہے

طائرون تک سے ہے یہ ہوا کا اثر
پر قمری سے ہے مشت خاکستر

سرو کا حال کیا کرون مین بیان
پاؤن اسکا ہے اور آب روان

جوش سے یہ بہار مین اس سال
لب جو پر ہے عکس کا تبخال

ہے عرق اس سے بھی گلونکے تئین
گرچہ پنکھا نسیم چھوڑتی نہین

گرم گل کا نہین فقط گلگون
ہے جلو مین صبا کے سیکڑون لون

رنگ گل اس طرح درخشان ہے
ہر خیابان اک چراغان ہے

لالہ کے ہر چراغ پر اس آن
لٹ دھوئین کی ہے شاخ نافرمان

ہے حرارت گلون کو اب یا تک
نہین شبنم یہ نکلی ہے چیچک

پانی کو بلبلین پھرین بھٹکی
طفل غنچون کو لگ گئی چٹکی

شاخ ہر گل کی ہو گئی گلریز
جل گیا آہ سبزۂ نوخیز

یہ نہ لار کی پاتی جھڑتی ہے
آگ جاے سے نکلی پڑتی ہے

گیا تالاب مین ہر ایک کنول
کنول کاغذی کی طرح سے جل

جل گئین بیلین رہگیا ہے کاٹھ
روشنی کا سا دار بست ہے ٹھاٹھ

خوشے انگور نے کہان پائے
آگ سے یہ پھنک گئے خاے

بوند کو دل صدف کا ترسے ہے
ابر نیسان سے آگ برسے ہے

ہے پسینے سے میخوارون کا یہ حال
باد گویا ہے آب در غربال

منھ کو ساقی کے یون وہ دیکھین ہین
آگ سے جون جلے کو سیکین ہین

ہووے جس سال یہ بہار کا رنگ
آگے گرمی کے کیا کہون مین ڈھنگ

شفق آفتاب شام و سحر
آگ دے ہے جہان کو یکسر

مہ کے پرتو کی کیا کرون تقریر
جوش کھا جون ابل چلے ہے شیر

ہین سیہ چردہ اب جو یہ محبوب
انکی اوقات کا ہے یہ اسلوب

پنکھے ہاتھون مین اور ہونکین ہین
رات دن کویلے سے دھونکین ہین

پنکھے سے تو تسلی اب معلوم
دم عیسیٰ بھی ہو تو ہووے سموم

ہے ہوا سے تنور چرخ یہ گرم
جو پڑے تان مہر ہو کر نرم

ساغر مہر گرم ہے یان تک
شیشۂ آتشی ہوا ہے فلک

رہے تب اور ہوا کی یہ تاثیر
غل دیوانہ ہے قلادۂ شیر

پی تبریدیون سے کہے رنجور
شمع کو نفع کیا کرے کافور

گلخن گرم ہے زمین تمام
ہر رخ سے سرد خانہ یک حمام

مہ کے پرتو سے مہر کی تب و تاب
ماہی جون موج آب مین بیتاب

اب زمین پر زبس پڑی ہے دھوپ
سرسون کے کھیت کا سا ہے کچھ روپ

رہ نوردون کی چال کا ہے یہ حال
جون بجھاتے ہین آگ چل ابدال

سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ
قرب سے دھوپ کے ہوا ہے سیاہ

مہر سے اندھون مین آ کے بجان
گل خورشید تک ہے روگردان

زمین سمجھے ہے تشنگی سے ہر آن
توسے کے بوند نوح کا طوفان

سو سمندر کا صرف کر کے جو آب
صحن یک خانہ سینچیے چھڑکاب

کیا عجب ہے نہووے اتنا نم
خاک رہجاوے اوڑنے سے یکدم

پانی سے پوچھیے عرق ہرچند
رسی کنکر کے کوزے کے مانند

خلق کا تشنگی سے ہے یہ حال
طفل کو مشک دو جوان کو پکھال

تو بھی نیت اونھون کی بھرتی نہین
پیاسے مرتے ہین پیاس مرتی نہین

پیالے پانی کے آرزو کے پیچ
خواہ گدلا ہو خواہ اس مین کیچ

شکل نرگس ہے سب کو حیرانی
نرخرے تک بھرا ہو گو پانی

یہی سوچے ہے دل مین تشنۂ آب
بحر کو منہ لگا دے شکل حباب

رنگ یاقوت کا زبانی سے ہے — آب آتش کی زندگانی سے ہے
پانی کیسا ہی پیٹ مین ہو اب — شکل آئینہ خشک رہتے ہین لب
پھوڑ کر حلق کو زبان کے خار — نکلے گدی سے طرح گل کے پار
ہوش جن بادہ خوارون مین کچھ ہے — کہتے ہین وہ نہین ہے شیشۂ مے
بسکہ گرمی کی آن مانی سے ہے — شرم سے آگ پانی پانی ہے
آگ سے دن کی جل گئی ہے رات — لی ہے اب سیاہی نے کے دوات
رات سووے زمین پہ جو انسان — کروٹین یون لے جون توے پر نان
سو جب کاٹے تب وہ مالے ہات — سر و سینہ کو پیٹے ساری رات
گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر — کیا کہون تجھسے مین کہ شہر بشہر
بادشاہون کی بادشاہی سے ہے — آگیا بیتال کی دوہائی سے ہے
بھیک مانگے ہے شہر مین جو فقیر — دم بدم اسکی ہے یہی تقریر
کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے — مجھ بیکس کی اب لگی کو بجھائے
ٹھیک ہووے ہے جس گھڑی دوپہر — لگے ہے ڈھر ڈھر جلنے دہر
چیلین کیا انڈے چھوڑ بھاگین ہین — پر فرشتون کے جلنے لاگین ہین
مہر ماتھے پہ اپنے پنجہ دھر — کرے ذرات پر جہان کے نظر
غرض ایسی ہی دھوپ پڑتی ہے سخت — جن و انسان و وحش و طیر و درخت
ہاتھ اوٹھا کر کہین ہین مثل چنار — وقنا ربنا عذاب النار
ہووے گرمی سے جب یہ حال جہان — کہہ تو کوئی زندگی کرے سو کہان
سر و خس خانہ پوچھنا ہے خبط — آگ اور پھوس مین ہے کچھ بھی ربط
غیر تہ خانہ ہمارے امن نہین — اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

مثنوی یازدہم در ہجو موسم سرما

سردی اب کی برس ہے اتنی شدید — صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش — نہین یہ کہکشان ہے دانۂ کیش مو
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا — بلکہ کہیے کہ زمہریر ہوا

اندنوں چرخ پر نہیں ہے مہر
گو دیں کانگڑی رکھے ہے سپہر

کہرہ پڑنے کو کہتے ہیں سب یار
ٹھنڈ سے ہے جہان کے دلمیں غبار

لیک دیکھا جو غور کرکے میں آپ
نکلے ہے منہ سے آسمان کے بھاپ

لے ہیں پوشش زمین کو پاتو سے جھاڑ
پا بدامن ہیں جسقدر ہیں پہاڑ

پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے
سبز وہ شال کی رضائی ہے

بسکہ یخ بستہ بحر پیچ ہے آب
برف کی ہے رکابی ہر گرداب

عکس پانی میں یوں ہے شکل پذیر
رہتی ہے زیر شیشہ جوں تصویر

نہیں ہے نہر باغ میں اسدم
بچۂ بط بھی یخ نہ کہ سے کم

تیغ سے کاٹتا ہے اب وہ چند
آب میں اسقدر ہوئی ہے گزند

جیسے جاڑے سے پڑ گیا پالا
سرد ہے داغ عشق جوں لالا

اکڑے جاتے ہیں دیکھ سنبل کو
ٹھٹری ہو جائے گل کی غنچہ میں بو

دیکھ گل پر صبا نہیب برد
بھرتی پھرتی ہے ہر طرف دم سرد

پات جھڑ شاخیں ہو گئیں ٹنڈ منڈ
رہ گئے اینٹھ ڈنٹھ کے ڈنڈ

گر پڑے برگ تاک جھڑ کے تمام
بلبلیں مر رہیں اکڑ کے تمام

مرمر صبح جان کھوتی ہے
تیر سی دل کے پار ہوتی ہے

باد سے برگ کھڑکے ہیں اس بھانت
کہیے تو باجتے ہیں دانت سے دانت

جسطرف اب نگاہ جاوے ہے
جو ہی جوں بید تھرتھراوے ہے

کانپتے ہیں درخت و کوہ و جبال
موسم دے ہے یا رو یا بھونچال

آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے
گودوں نے بیچ چھپتی پھرتی ہے

بے حرارت ہیں سردی کے مارے
طرح یاقوت کے اب انگارے

ہے یہ آفت چراغ تک در پے
لو گویا کہربائے شمع سے ہے

جاڑا اسکے کا تیغ تلک ہے حرف
لپٹی رہتی ہے نمدوں ہی میں برف

دیں میں برباد ٹھنڈ سے یکدست
جو کوئی ہے سو آفتاب پرست

کفری مے سے مست ہے جو ہے
غرض آتش پرست ہے جو ہے

گر کسی مہروش کو دیکھے ہے
شیخ بھی اپنی آنکھیں سینکے ہے

دن کی گھٹتی ہے دھوپ مین اوقات / کاٹے کمل مین رات کاٹے ہے رات

رعد سردی کے ہاتھ گرم خروش / ابر دوش ہوا پہ بالا پوش

برف نہین پڑتی ہو فلک نداف / بھرے ہے واسطے زمین کے لحاف

شب جو رخشندگی پہ برق آوے / ابر مین یون ٹھٹھرکے رہ جاوے

کیا کرون اوسکی یار مین تقریر / جون کسوٹی پہ سونے کی ہو لکیر

ہے گرفتار حال سے جو شخص / نہین مل سکتے گرم ہو دو شخص

گر کسی شخص کو مرض سے اب / تو وہ جاڑے ہی مین کرے ہے تب

فرط سرما سے دیکھیے جس کو / دست زیر بغل ہے مثل سبو

کرے ہے اندنون جو کوئی بیاہ / ساس سسرے کے آگے رو ہے سیاہ

پڑا سکڑے ہے نہ کنار نہ بوس / زانو آغوش مین ہین جائے عروس

منعمون کے گھرون مین آج اور کل / ہین پڑے پرچے دیکھے ہے منقل

پھرتے ہین سمور اور قاقم / ٹھنڈ سے کھینچے ہین ہم سو دم

نسیہ جاڑے سے ہے یہ انکا حال / ناک سے چھوٹتا نہین رومال

جھینکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین / اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین

کوئی اب جا سے ہل نہین سکتا / گھر سے باہر نکل نہین سکتا

پھر جو کوئی ندان نکلے ہے / ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے

بیٹھے رہتے ہین روئی مین مجبور / جس طرح ناشپاتی و انگور

اہل حرفہ کو دیکھیے جو نگاہ / کاروبار انکا ہو گیا ہے تباہ

پیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا / ہائے اب کیا کرون مین بیچارہ

سقا بولے ہے بھرکے آنکھون مین اشک / یا رو پانی بکا تو چیرے کے مشک

آہ قناد بھرکے یون بولے / بنی تھی قند ہو گئے اولے

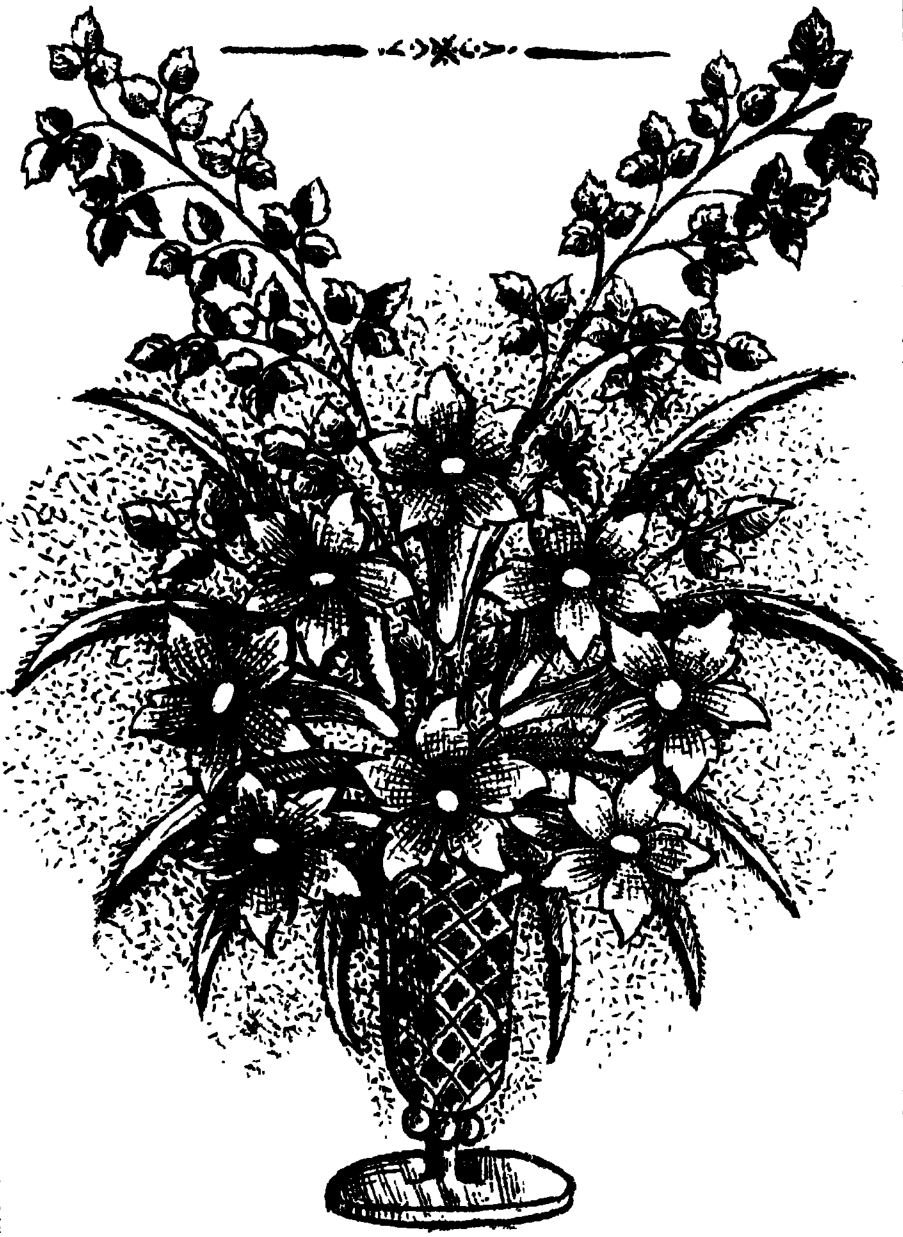
دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہین / برنی چھٹ کچھ دکان مین اوسکے نہین

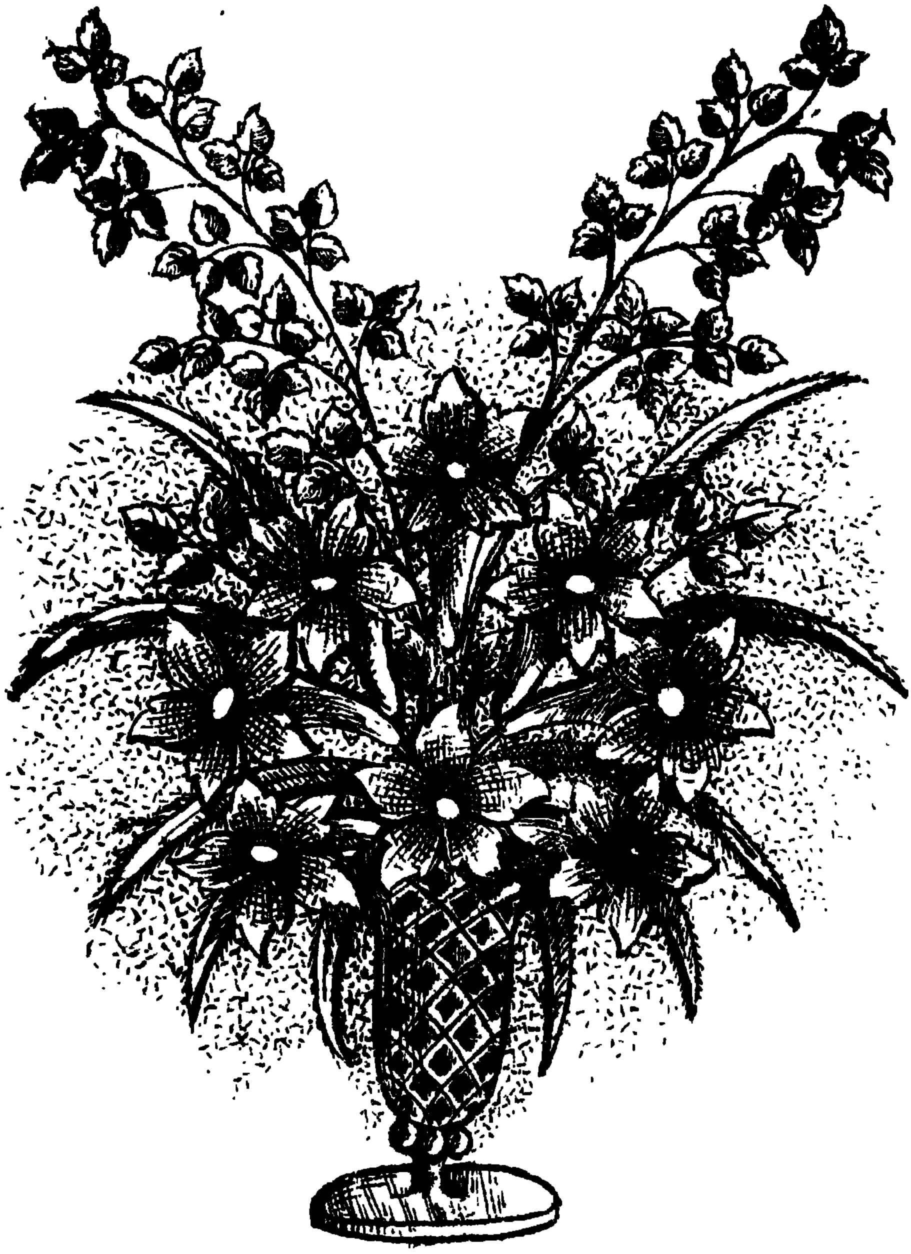
لگے ہے مرنے اب جو بیچارہ / یہی کہتا ہے ٹھنڈ نے مارا

غرض ایسی ہی کچھ پڑے ہے ٹھنڈ / مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ

سودا آخر ہے سردی کا مذکور / شعر بھی گر خنک ہون رکھ معذور

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہوگئی ہے زبان بھی اولا





اخلاقیات

قطعۂ کہ در سوال بادشاہ و جواب دُرویش گوشہ نشین بے پروا کہ ترک دُنیا کردہ بود

یون سُنا ہے کہ ایک خسرُو عصر ایک درویش کے گیا تھا گھر
دیکھا درویش کو جو خسرُو نے آیا اس حال مین وہ اسکو نظر
رو کیے آخرت کو بیٹھا تھا پشت دُنیا سے دون کو دہ دیکر
دست مطلب کو کھینچ عالم سے پاؤن دراز اپنے بوریا اوپر
بادشہ نے کیا جب اُس کو سلام سرسری سا ہوا وہ دست بسر
اور بعد از تامل بسیار کی اشارت کہ جا کے بیٹھ اُدھر
دیکھکر یہ سلوک سلطان نے ہو کے چین ابرو اور غصہ کر
کہا درویش سے کہ اے احمق کچھ بھی تجکو شعور سے ہے خبر
مجھ سے خسرُو کے تئین نہ کی تعظیم باج دیتا ہے جس کو اسکندر
کون دنیا مین آج ہے مجھ سا مالک تخت و صاحب افسر
کون ایسا جہان مین ہے کہ وہ زور و زر ساتھ مجھ سے ہو سر بر
تجکو بھتا ہے جامۂ نخوت نہ کہ تجھسے کو ہوئے زیب آور
کہہ تو کس چیز پر تجھے ہے دماغ گلہ و بوریا پہ اپنے مگر
جب سُنا یہ گدا نے خسرو سے کہا اے بادشاہ زور آور
یہ تو روشن ہے آفتاب کیطرح پر دبون مین نہ تجھسے ذرہ بھر
نہ مرے پاس مُلک ہے نے مال چھین لینے کا جسکے ہووے ڈر
نہ ترا زور میرے خاطر مین نہ مین لاؤن نظر مین تیرا زر
حق تعالٰے نے دیکے استغنا کھدیا ہے طمع کسو سے نہ کر
ور زر تو سُن لیا اپنا حشمت و جاہ سے تو پوچھے اگر
ن پھرین مین تیرے گرد شتر و گاؤ و اسپ و فیل و بقر
ان بنام اُسکے ساتھ فی الحقیقت وہ ان سے حیوان تر

جنبش پا کے گرد سے جن کے
حرص رکھتی ہے مجھکو خاک بسر

اور جسوقت بادشاہ و گدا
اس جہان سے کرینگے عزم سفر

نہ تولے تاج و تخت جاویگا
کلاہ و بوریا نہ مین لے کر

پس مین کس واسطے کرون تعظیم
مجھ مین کیا ہے کمال فضل و ہنر

تو ہی اب دیکھ اپنے کر انصاف
مین ہون احمق کہ تو ہے گیدی خر

غرض اتنا گدا کی باتون نے تو
کیا اس بادشہ کے دل مین اثر

پھینک کر سر سے تاج شاہی کو
گر پڑا او ٹھ کے اوسکے قدمون پر

آخر الامر اُن نے اے سودا
مال اور ملک سے اوٹھا کے نظر

چھوڑ کر بادشاہت دنیا
باندھی فقر کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی
یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد

سنے تھا جو اُسے سو وجد مین تھا
در و دیوار سے لیکر زن و مرد

بسان گل کسو نے جیب کی چاک
کرے تھا جون صبا سر پر کوئی گرد

عجب گلشن ہے یہ لیکن کسو سے
خبر اُسکی نہ رکھئے ہے سازندے پرد

گئے یان سے وہ محبوبان رعنا
گل نو رستہ آگے جن کے تھا گرد

لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے
نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد

لگی ہے اُسکے دیوارون مین جو خشت
حقیقت کی ہے وہ ہر ایک کی فرد

لب جو پہ سے جسکی کھلتی ہے آنکھ
حباب اوٹھ جائے ہے بھر کر دم سرد

تماشے سے غرض اس بیوفا کے
جنھون نے موندلین آنکھین وہ ہین مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے
کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نہ کرے

کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا
بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان نہ کرے

چکھا انھون کی جو لے یار دوستی کا شہد
وہ تلخ کام کہو زہر دشمنان نہ کرے

بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور
انھوں کا مہر و مروت کے درمیان نہ کرے
ہیں اُن سے سُنکے نہ ان اختیار عزت کی
دو چار اُنھوں سے خدا مجکو جہان نہ کرے
تجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون
کہ تو بھی ربط کبھو با منافقان نہ کرے
وہ آدمی ہے بہت دُور آدمیت سے
جو گوش دل بسوے حرف عاقلان نہ کرے
وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد
زبان نہین کہ وہ طعن ان پہ مہربان نکرے
یہ سُنکے اُس سے کہا ہنسکر کے سودا نے
شکایت اتنی کسو کی کوئی بیان نہ کرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام
یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نہ کرے

قطعہ بطور پند

ایک عاقل نے یہ سودا سے کہا از سر پند
دیکھتا ہون ترے الفت سگ سے با فور
نجس العین فقیہون نے انھین لکھا ہے
اُنسے جو ہوے مسلمان ہے آدوری ہے ضرور
صحبت اُن سے تو نہ رکھ اتنی دگر سنلے یار
حشر کے دن بھی تو ہووے گا انھین سے محشور
سُنکے بولا کہ تو لے دوست یہ سچ کہتا ہے
پر جواب اسکا تجھے دون ہون مین ہو کر مجبور
مس سے انکی نجس ہووے بدن مین جو عضو
دھونے سے پانی کے وہ پاک ہو اے اہل شعور
ایسے کہ کیا ہے نجاست وہ کہ میرا ترا
پاک کرنے پہ کسیطرح نہووے مقدور
میرے نزدیک ہے یون یہ جو ہین اپنے ہم جنس
حق نجاست سے رکھے انکے سگ نفس کو دور
غیر خوناب جگر یار ملوث اس کا
پانی سے چاہیے ہو پاک سو یہ کیا مذکور
اور جو اس سے کسی جی کو اذیت پہونچے
عاقبت پالنے والے کی ترا آوے بظہور
سو تو یہ سگ جدا تجسے ہوا نے ہوگا
اس نصیحت سے مگر دل شکنی تھی منظور
کاٹے ہی کاٹا ترے سگ نے مجھے زد لے یار
سگ مرا بھی جو تجھے کاٹے مجھے رکھ معذور

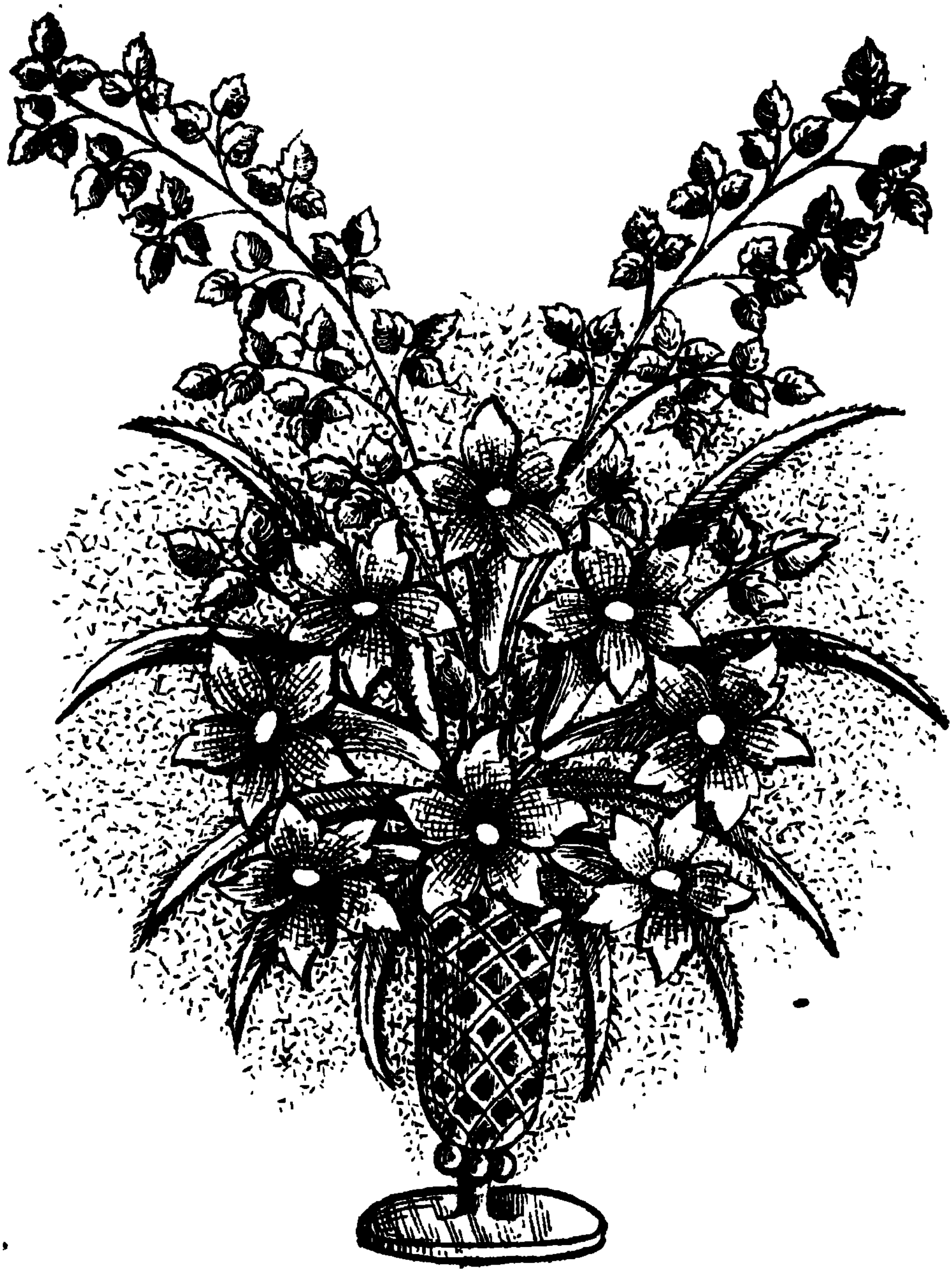
مسدس

صبحدم کو جو چمن بیچ سودا کا گذر ار
کہا اک بلبل نالان سے کہ اے عاشق زار
دیکھنا گل کا تنگ آٹھ پہر کاوش خار
کہہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار

دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سنکے مجھے زار و نزار　　شور غلغال مین پہچان کے بولا اک بار
کون ہے کہنے لگا دولت گیتی لے یار　　مین کہا خیر نہ اس بات کو تو زنہار

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست



مثنویات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی قصۂ در عشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت

تسبیح و دعاء پادشاہ

مرا دل نام پر اوس کے ہے شیدا
کیا ہے جن نے حسن و عشق پیدا

وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا
وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا

چمن مین ذکر سے اوسکے ہے تفریح
گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح

یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اوس سے
اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے

دلونکا عاشقون کے محرم راز
ادا و ناز کا خوبان کے دمساز

کہین نور چراغ خانہ ہے وہ
کہین سوز دل پروانہ ہے وہ

کسو کے دل مین پاتا ہون اوسے درد
کسی سینے مین تاثیر دم سرد

اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو
اوسی کی نافۂ آہو مین ہے بو

کسی جا گہ مین عیسیٰ کا ہو وہ دم
کسی جا ہو سموم آ کر براز سم

چراغ دیر کعبے سے نہین دور
یہ دونون روشن از یک عالم نور

ہر یک جا وہ باندا ز دگر ہے
گہر مین آب پتھر مین شرر ہے

نظر بھر دیکھ گر ہے تجکو فہمید
ہر اک ذرہ مین جھمکے ہے وہ خورشید

غرض وہ کیا ہے جو اوس سے جدا ہو
نہین وہ شے جو اوسکے ماسوا ہو

ثنا ہو کس زبان سے اوسکی ہیہات
قلم کو پھیر سے سوے مناجات

در توحید جناب باری

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد
عنایت کر دل گرم و دم سرد

محبت کا دے اپنے داغ دل پر
بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر

خم دل مین شراب درد بھر دے
پیالی چشم کی لبریز کر دے

تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق
نہ مجھسے کفر و دین مین ہو سکے فرق

عطا میرے تئین کر یا الٰہی　　جنون کی مملکت کی بادشاہی
کہ ملک عقل کو مین دے کے برباد　　کرون جا کوہ اور صحرا کو آباد
رہے روشن مری یون شمع ہستی　　کرون ہر آن جون پروانہ مستی
مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز　　تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز
زبان سے وہ سخن کر دے سرانجام　　رہے محشر تلک جس سے مرا نام
بسان شمع یہ دل آب کر دے　　گداز تن سے لذت یاب کر دے
چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ　　یہی میرا رہے تا زیست پیشہ
کرے یون بلبل نالہ دل زار　　کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار
مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب　　کہ ہو جل کے سمندر رشک سے آب
تمنا ہے یہ ہر اک چشم رو دے　　کہ رنگ آبشار اب سینہ ہووے
روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات　　لکھون تا حمد مین بعد از مناجات
تری حمد لے چمن آرا کہان ہو　　اگر جون سرو سر تا پا زبان ہو
ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش　　دہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش
جہان اس باغ مین آب روان ہے　　تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے
ثمر جب سے دیا تین شاخ کے ہات　　زبان سے ہے شکر کی خاطر ہر اک بات
چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ　　کرین ہین وصف تیرا سب بہر رنگ
بھنور تک دیکھ تجھ صنعت گری کو　　نظر کر نسترن اور جعفری کو
سدا پھر پھر کے ہر اک پھول کے گرد　　کیا کرتا ہے تیرے نام کا ورد
ترے بار کرم سے شاخ ہے خم　　بھرے ہے بلبل بستان ترا دم
چراغ شام کو ہر شب تری لو　　نسیم صبح کو تیری تگ و دو
نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل　　بنائی خلقت انسان بہ از گل
بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو　　خط پشت لب ان کا اور ابرو
رباعی مدح کی تیری ہے لے پاک　　سمجھتا ہے اسے عارف کا ادراک
عطا کی جب سے مشت خاک کو جان　　فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہے کام مین جبتک زبان تر　　نمک کا ہے چکھاوے گاہ شکر

براے پوشش تن بھی بہر حال — کبھو کمل اوڑھاتا ہے کبھو شال
ہمارے واسطے اے رب معبود — کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود
ترے احسان بیاں کیا ہمسے ہووین — رہے بیدار تو بندے جو سووین
رکھے ہے گرم جب ہو موسم برد — پڑے گرمی تو دے ہے گوشۂ سرد
رکھے ہے تجھ سے شیخ و برہمن راہ — تری کیا ذات ہے اللہ اللہ
سخن سننے کو تو نے بخشے ہیں گوش — سمجھنے کو دیا ہے فہم اور ہوش
زباں کی خلق منہ میں بہر گفتار — کریں تا درد دل آپس میں اظہار
بیاں کیا کیجیے تیری عنایت — دیے ہیں چشم اور نور بصارت
کہ تا معلوم ہو شام و سحرگاہ — چلیں پستی بلندی دیکھکر راہ
زباں کو ذائقے سے دے ہے تسکین — کیا معلوم جس نے ترش و شیرین
غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا — شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا

در نعت سید المرسلین صلعم

محمد باعث ایجاد افلاک — محمد علت غائی لولاک
محمد کنت کنزا کی گواہی — محمد عالم علم الٰہی
محمد ہے مشیر عالم غیب — محمد راز دار حق بلا ریب
محمد عادل و کامل و عاقل — محمد ہے جو کچھ تھا اوسکے قابل
محمد جگ میں سالار رسل ہے — محمد ماہر ہر جزو کل ہے
یہ بولے روز مولود اوسکے اطوار — نبوت کی ہے مسند کا سزاوار
دو عالم کی بنا وہ رہبری کو — جلالے منصب پیغمبری کو
نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک — نہ پھرتے آسمان گرد سر خاک
اوسکی ذات سے اثبات حق ہے — کہ اوسکی ذات عین ذات حق ہے
لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم — یہ فرمایا انا احمد بلا میم
خدا کا اوسکو ہم سمجھیں نہ ثانی — پر اس سے ہے حدیث من رآنی
ہمیں کیونکر نہ رحمت پر یقین ہو — کہ جب ایسا شفیع المذنبین ہو

جہان بخشش ہو ہو اوس شاہ کا حکم رکھے کوہ گنہ وان کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر وفور اپنی سے آمرزش ہو بیقدر
زبان پر اوسکے جب بخشش سے ہو قال بھرے جنت گنہگارون کے دنبال
کہون کیا خلقت انسان مین کیا ہے شرف آدم کا فخر انبیا ہے
کہ سے جو ہمسری اوس سے کسے تاب کہ نبیون سے ہین بہتر اوسکے اصحاب
کوئی صدق و عدالت حلم مین طاق کوئی علم و سخا مین شہرہ آفاق
غرض طاقت کسے وصف و ثنائی سوا اوسکے رسول مجتبیٰ کی
نہ ہوگا نہ ہوا ہے مصطفیٰ سا وصی جس کا علیؑ مرتضیٰ سا

در مناقب حضرت امیر المومنین حیدر کرار

علیؓ برحق امام رہنما ہے علیؓ ہی جانشین مصطفیٰ ہے
علیؓ ہی شہسوار راہ دین ہے علیؓ مہر نبوت کا نگین ہے
کرون کیا مرتبے کی اوسکے تقریر کہ تابع جسکی مرضی کے ہے تقدیر
علیؓ ہے دین کے ارکانون کی قوت علیؓ ہے زور بازوے نبوت
علیؓ کی ذات سے اللہ کا ہات ید اللہ نام پانے سے ہے اثبات
علی برحق نمونہ بے نمون ہے علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہے
اطاعت سب پر اوس بندے کی آئی کہ جس بندے مین جھلکے ہے خدائی
بہ نسبت امر اوس کا امر رب سے رکھے جون یک سخن نکلے دو لب سے
پیمبر سے اوسی کو ہمسری ہے دو عالم سے اوسی کو برتری ہے
زبس حق آگے انکا پایہ ہے ایک جہان بیٹھین یہ دو دوان سایہ ہے ایک
کشندہ عمر اور انتر کا ہے وہ کنندہ قلعۂ خیبر کا ہے وہ
کیا اژدر کو دادن نے چیر کر دو کہین ہین حیدر کرار جس کو
جہان میدان ہو وان شاہ مردان جہان بیشہ ہو وان وہ شیر یزدان
جوان ہمت جوان بازو جوان مرد دل اشکستہ کا چینندۂ درد
دیا دنیا مین سب کچھ سب کو بھرپور بعقبیٰ بخشوا دینا ہے منظور

علی ہے مظہر فیض فتوت　　علی کان سخا بحر مروت
زسرتا پا کرم ہے ذات اوسکی　　کئی بخشش ہی مین اوقات اوسکی
غرض ہے ذات حق اوس سے یہ خورسند　　عطا ایسے کیے اوس کو دو فرزند
دو محرم کنز وحدت کے وہ لاریب　　وہ ہین دو راز دار پردۂ غیب
دو حافظ عرش علیین کے ہین وہ　　دو حامی مصطفےٰ کے دین کے ہین وہ
دو شمع کلبۂ عرفان وحدت　　دو نور خانۂ چشم حقیقت
دو پروانہ چراغ امر حق کے　　دو بلبل ہین وہ باغ امر حق کے
دو عاشق ہین وہ مرضی خدا کے　　دو والہ ہین وہ تسلیم و رضا کے
دو دم تیغ جلال حق کے ہین وہ　　دو آئینہ جمال حق کے ہین وہ
دو والا گوہر تاج امامت　　دو روشن اختر برج سعادت
غرض سر دفتر اثنا عشر کے　　یہ دو معصوم ٹکڑے ہین جگر کے
سوا ان دو کے نسل انکی سے یکس　　امامت کے سریر آرا ہین وہ بس
وہ بارہ ہین ستون عرش اعظم　　رہا ہے سب کچھ اونکی ذات سے قائم

در فصل موسم بہار

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر　　تری دوری سے مجھے اسوقت ہے جبر
لگی ہے کرنے آگر سوے گلشن　　چراغ گل نسیم صبح روشن
گھمڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق　　مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق
تغافل کو نہ اب فرمائیو کام　　لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام
نہ اسکو دیکھنا آنکھون سے ہے بیر　　تخالف سے زمانے کے ہے یہ سیر
تماشہ ہے عجب گلشن مین موجود　　چراغان صبح سے تا شام بے دود
رکھے ہے سیر زیر نیلگون کا رخ　　بگرد لالہ فرمان کی شاخ
ستم ہے گر نہ ہو اب شیشہ و جام　　عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام
جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے　　مغنی پھونک دے بہر خدا نے
کہ آپہنچا ہے وقت بادہ نوشی　　نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

شوروشغب وجوشِ مرغانِ چمن کا
اوٹھا کر جلد رکھ کاندھے پہ طنبور
ترا گانا وہ پی کر ساغرِ مل
جو ہووے محتسب منھ توڑ اُس کا
سخن اس وقت ان کا بے محل ہے
کہے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو
کریم اپنے کو مین کرون گا راضی
سنے ہے ساقیا ٹک آن کر یان
رکھے ہے دست خندق بند کا رنگ
یہ مستی کو گھٹا کی ٹک نظر کر
زبس باد بہاری مین نشا ہے
گل محمل پہ بیداری ہے نایاب
کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین تو
اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ بیحس
قبا گل پھاڑتی ہے ہوکے سرشار
جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ
ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے
پھری ہے لوٹتی مستی سے دن رات
نسیم صبح تک آتی ہے ماتی
غرض اہل چمن مین اس قدر مست
زبس کھینچے ہے باد تند جاروب
پڑا ہے جس روش پر عکس گلزار
صفا سے ہر طرف کے ہے یہ امداد
نظر آتا ہے دونا اب پھل و پھول
معطر ہے زبس خاک گلستان

ہوا ہے پنبہ کیا تیرے دہن کا
صدا اپنی سے مے تین انکو سیندور
کہ ہووے سرزدہ آوازۂ بلبل
جو ملا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے
جواب میکشان مین دون خدا کو
دہن سے شیشہ کے سے ریش قاضی
مری آنکھون سے کر سیر گلستان
چمن مین اندنون ہر شاخ اور تاک
یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر
پڑا کیا عنبر تاک اینڈتا ہے
جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب
تو کف لائے ہین مستی سے دہن مین
جھکی ہی جائے ہے کچھ چشم نرگس
رہی ہے لپٹی یان سوسن کی دستار
نشے سے جھوم جھوم آئے ہی ہر شاخ
کہ آکر وہ لب جو چومتی ہے
چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات
خیابان مین پھرے ہے لڑکھڑاتی
کر بہکے بولتے ہین مرغ یکدست
ہوا صحن چمن آئینہ اسلوب
بچھی ہے اوس جگہ قالین خوش کار
در و دیوار پر ہے کار بہزاد
مضاعف ہو گیا باغون کا محصول
صبا سیار پر ہے عنبر افشان

تری زلفون کی سنبل مین مہک ہے
سراپا سرو مین قد کی لچک ہے

طمع یہ یار گر تیری نظر ہے
تو آمٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے

پچھا ور کو ترے مجھ دل کو مقبول
چمن مین اشرفی سو نیکے مین پھول

نہ ہوا سوقت تو مجھ پاس سے پھر
ہوا کیا دیکھ ٹک آکر سر نہر

برودت یان تلک ہے کر تو باور
کہ اوڑھی سنگ نے تختہ پہ چادر

اری ظاہر یہ ہے انصاف سے در
رکھے تو اس ہوا مین مجکو معذور

پیالہ کر ز آب آتش آمیز
بسان دیدۂ عشاق لبریز

نہ آنا یان ترا میری قضا ہے
مرا جینا اگر تیری رضا ہے

تو آجلدی کہ اب مجکو نہین تاب
قدح کر مجھے لبالب لیکے وہ آب

کہ جس کے آگے آب زندگانی
بھرے آخضر کے چشمے سے پانی

جو سیر باغ دل تیرا نہ چاہے
چلین صحرا کو ہم تو گاہ گاہے

بزیر آستان شایان گلگشت
ہوا ہے کیا چمن کیا کوہ کیا دشت

ہوئی ہے سبز صحرا مین بھر سو
شجر کے شاخ سے تا شاخ آہو

جہان دیکھو تو وان گلہائے خودرو
نظر جس جا پڑے سبزہ ہے اور جو

یہ جلوہ آب کا سبزے پہ گو ہے
نظر آتا ہے آتش در نظر ہے

غنیمت جان لے ظالم تو یہ دم
کہ عرصہ اس ہوا کا ہے نپٹ کم

نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد
نظر آتا ہے زیر دامن باد

خوشی کا جھلکے ہی جس بادہ مین رنگ
سدا مینا ہے اس کا مورد سنگ

سخن میرے کو گوش اپنے مین دے راہ
ابھی اس صفحہ کی خوبی پہ ناگاہ

جو کرتا ہے تلون دھر کا گل
کہان ساغر کدھر شیشہ کجا مُل

خدا جانے زمانے کا ہو گیا طور
ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور

نہ پھر بلبل ہے نہ گل ہے نہ یہ باغ
لبون پر ہے فغان اور دل پہ ہے داغ

روا مت رکھ تو میری تشنہ کامی
قسم تجکو یہ مولانائے جامی

قسم ہے تجکو اپنے زلف درو کی
قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی

تجھے اپنے دہان تنگ کی سون
تجھے غنچے کی آب و رنگ کی سون

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے | مرے دل کے جراحت کی قسم ہے
تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند | مکرنے دمبدم اپنے کی سوگند
تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند | تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے | تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے
تجھے ہر بار کی رنجش کی سوگند | مرے ہر دم کی آمیزش کی سوگند
قسم ہے نالہ نے کی ہے تجھے یار | قسم ہے نشۂ مے کی ہے تجھے یار
قسم ہے مجکو میری چشم تر کی | قسم ہے میری آہ بے اثر کی
قسم ہے میری فریاد و فغان کی | قسم ہے عندلیب بوستان کی
تجھے سوگند بسمل کے طپش کی | تجھے سوگند اس دل کے خلش کی
مری الحاح و زاری کی قسم ہے | مری بے اختیاری کی قسم کی
تجھے ان ساری قسمون کی قسم ہے | پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے
تغافل کو نہ اب فرمایئے کام | مرا ان آتش تر خشک ہے کام
تجھے دیوے اگر تو بادۂ ناب | کرین مجلس مین تیرا شکر حباب
کرون اس تشنگی مین اوسکو جب نوش | گہر سے پر ہو سب کا دامن گوش
تجھے گویا کرے ہے نشہ کا اوج | کلید قفل لب یان مے کی ہے موج
اگر دو چار دے تو ساغر مل | قصص تجھسے کہون رنگین تر از گل
کہ جن قصون کا یہ ہے اک نمونا | ہنسے جتنا تو سنکر روے دونا

قصۂ درویش کہ ارادۂ زیارت کعبہ کردہ بود

حکایت ہے کہ اک عابد بآفاق | عبادت کرنے مین تھے حق کے وہ طاق
خدا کی یاد مین رہتے تھے دن رات | نماز و روزہ مین گذرے تھی اوقات
بجز تسبیح رہتے تھے وہ بیکل | مصلے پر سے اوٹھتے تھے نہ اک پل
مریدون کی ہوئین یہ نور عینین | کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین
بلاشک اوسکا جنت مین ہو ماوا | اوٹھاوے جو انھون کا آفتابا
غرض کیا کہیے اون کی ذات عالی | نہ رہتی تھی کراماتون سے خالی

جہان وہ گاڑدیتے اپنی مسواک — لگے تھے ناشپاتی سیب او ستاک
ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے — کہ ہوون تا معتکف خالق کے در کے
ملے اک روز سودا سے وہ ناگاہ — کہا مجکو ہے قصد کعبۃ اللہ
مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم — کہ تا مقدور ادھر کا ہووے عازم
نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے — تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے
یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے — جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے
کہانتک اے دیوانے زیر افلاک — رہیگا میکدے کی در کی تو خاک
کریگا بادہ خواری بادف و نے — رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے
موذن کی صدا سننے سے رکھ ذوق — کہ ہے وہ لحن داؤدی کے مافوق
رکھیگا تو سخن میرا جو منظور — پیے گا جام شربت از کف حور
اگر یہ بات میری تین نہ مانے — کریگا یاد کہتا تھا فلانے
غرض اسکی کہان تک کیجیے شرح — کیا ہی ہمسفر سودا کو ہر طرح
نہین یہ بات خالی از کرامات — لیا ایسے کو ہمرہ کرکے دو بات
پھر اوسکے بعد سامان سفر کر — کیا دونون نے ملکر قصد ادھر
یہ فرمایا کہ مرکب پر کرو زین — کہ ہے وقت سفر کیجے رہ دین
جو اسباب سفر ہے کر کے طیار — اوسے ڈالو بہ پشت باربردار
کہا سودا سے ہم تم مین ہے یاری — کرین مرکب پہ پیش و پس سواری
وہ بولا یون سواری کا مری فکر — نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر
چلا گو پاؤن مین بہر زیارت — حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت
بہت فرمارہے اس کو بتکرار — نہ مانا اون نے جب تک تھکے ناچار
سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب — مرید اونکے ہوئے گرد آنکے سب
اوٹھا ہر اک کے عہدے کو ہوئے ساتھ — عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ
کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال — کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال
مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوس دم — چلا صلواۃ پڑھتا شاد و خرم
بوضع خویش اوس مجمع کے اندر — برہنہ پا و سر سودا قلندر

غرض دو چار کین تھین منزلین طے — کہ شیطان سے نکلے قزاق در پے
رہی جب پانچوین منزل کی کوس — وہ پہونچے کیسے حضرت کا قدم بوس
نصیبون کا مین آگے کیا کہون پھیر — مریدون کے سمیت اوسکو لیا گھیر
کیا غارت اونھین ایسا ہی اکبار — نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار
تھی اونکی یا تو وہ کچھ عظم اور شان — رہے یا ایک پیراہن کو حیران
کرون کیا آگے اب غارت کی تصریح — نہ تھی جز دانہ ہاے اشک تسبیح
پیادہ کس طرح یہ کاٹتے راہ — عصا گر رہ گیا پاس انکے سواہ
نظر کر بعد غارت راہ کا رنج — لگے کرنے دل اپنے مین شش و پنج
نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب — اب ان سے عزم کعبے کا بندھے کب
توکل پر چلین کعبے یہ کیا ذکر — انھین اسباب کی اپنے پڑی فکر
کبھو عمامے کے جانے کا مذکور — کبھو تھا فکر پیراہن سے دل چور
سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح — ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح
کبھو کہتے مصلا تھا چکن کا — کہ جس پہ تھا چکن کار دکن کا
کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا — بڑے حضرت کے میرے ہاتھ کا تھا
کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا — سفر در پیش آیا یہ کدھر کا
عقیق سرخ کا جو تاسدان تھا — اگر بکتا تو قیمت مین گران تھا
کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد — نہ جانین کونسی تھی ساعت بد
کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا — اور اپنے ساتھ یارون کو ڈبویا
لٹے جب اس طرح اسباب سارا — تو ہوا ایسے سفر کا کیونکہ یارا
مریدون کی نہ تھی یہ سنکے زنہار — جز آمنا و صدقنا کی گفتار
کیا اس غم نے انکو لیکہ دلریش — کہا سودا سے اے یار وفا کیش
تری اس امر مین اب کیا ہے تدبیر — ہمین آئی نظر کچھ اور تقدیر
ارادہ تھا کہ وان جا کر رہین ہم — بچا ہے گر خدا تو کیا کرین ہم
جواب انکو دیا سودا نے سنکر — جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر
پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن — بھلا وان جا کے منہ کسکو دکھاؤن

چلو گے گھر کو تم اپنے کس اسلوب | ہے اس سے قصد اودھر کا کہیں خوب

کہا حضرت نے سنکر تم ہو گمراہ | نہین مسلے مسائل سے کچھ آگاہ

حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف | گیا یان مال آگے جان کا خوف

سر پا از بس تھے گھر چلنے کے مائل | کہا سودا سے باہم ہوکے یکدل

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول | یہین سے حج اونھون کا ہوگا مقبول

کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار | سخن میرا نہ خاطر پر کرو بار

غرض جب بات پھرنے ہی یہ ٹھہری | نماز ظہر پڑھ وقت پہری

ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی | پھر آئے شام وان ہو کر تباہی

گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب | میسر تو نہ ہووے گا خور و خواب

کہا سودا سے قصہ ناگہانی | کہے جو وہ سنین اوس کی زبانی

کہا سودا نے حضرت کو تو ہی خبط | مجھے قصہ کہانی سے ہے کیا ربط

کہون اک شہر کی مین واردات اب | جو گوش ہوش سے اپنے سنین سب

حکایت پسر شیشہ گر کہ در حلب بود از سبب قضا و قدر او بر پسر زرگر عاشق و فریفتہ گردید

الا اے ساقی میخانۂ عشق | جھکا دے گر مجھے پیمانۂ عشق

مے الفت کا پیالے شیشہ لیکر | لبالب ساغر زرین کو تو بھر

مجھے اوس مے کے تو دو چار دے جام | سخن کو عشق کے مین دون سرانجام

حلب مین تھا پسر اک شیشہ گر کا | نہایت لاڈلا مادر پدر کا

پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا | پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا

بنایا حق نے سب سے دور اوسکو | پری پہونچے نہ ہرگز حور اوس کو

چمن کی سیر کو جاتا جو گھر سے | تو مان کہتی تھی یون اوسکے پدر سے

عجب ہوگا یہ رد چشم بد کا | تصدق سرو کو دو اوس کے قد کا

پیالی بیچ وان نرگس کے جا کر | کچھ آنکھون سے بھی تم دیکھو چھوا کر

غرض حسن و وجاہت مین تھا مشہور
دل اوس پر خلق کا جون شیشہ تھا چور

پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی
نہ تھا کچھ کام اوسے با عشقبازی

قضا کا کیا کہون آگے مین نیرنگ
کہ مارا اوس پہ ناگہ عشق نے چنگ

ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پر
دیا آئینۂ دل اک نظر پر

بہار اوس کی خزان کرنے لگی زرد
نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد

کبھو آنکھون مین اپنے اشک بھر لائے
کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجائے

جو پوچھو کیون ہے تیرا رنگ کاہی
لگے معقول بولے گاہ واہی

رہے وہ صبح سے تا شام بخواب
کہ جیسے چودھوین شب کا ہو مہتاب

کہا کرتے تھے ہمدم اوس کو رو رو
خدا کے واسطے تو ایک دم سو

سوے کس کروٹ آجی پر بنی تھی
کہ ہر مو تن پہ برچھی کی انی تھی

نگہ کرتا تھا حیرت سے ہر سو
حباب آنکھین تھین گویا بر لب جو

نہ فکر روزی و نہ خواہش قوت
ہوا زرگر پسر کو دیکھ مبہوت

ہوئی یہ دیکھ مادر تو دیوانی
پدر کو تلخ اپنی زندگانی

پدر تھا لیکن اس حالت سے غافل
کرے بیٹھا ہے یہ ظالم کہین دل

ہوا تحقیق کرنے کے وہ درپے
کہ سمجھے اوس کو یہ احوال کیا ہے

لگا وہ پوچھنے اوس سے بہ تکرار
نہ تھا جز خامشی اوسکو سروکار

بلا کر اوس کے ہر اک ہمنشین کو
رکھ اون کے پانؤن پر اپنی جبین کو

لگا کہنے کہ تم ہو اسکے دل خواہ
کریگا تم کو راز اپنے سے آگاہ

خدا کے واسطے ٹک کیجیو غور
کرو تفتیش حال اوس کا کسی طور

اونھون نے دیکھے جب اوسکے یہ حالات
کہی ہر ایک نے اک طرح کی بات

کوئی بولا کہ سایہ ہے پری کا
عمل ہے اس پہ یا جادوگری کا

کوئی بولا کہ یہ وہم غلط ہے
پری کی آپ ہی تو یہ نمط ہے

بنایا حق نے اوس کو حور پیکر
ہو اسکا چاہیے سایہ پری پر

بھرا ہے اسکی آنکھون مین وہ جادو
دوانہ ہووے ساغر دیکھ جس کو

لگا اونین سے کہنے ایک ذی فہم
کہ گذرے ہے مرے دل مین تو اک وہم

یہ لڑکا تھا تو شمع بزم افروز — کیا پیدا دل پروانہ کا سوز
بقدر فہم ہر کس یک گمان تھا — سخن ہر اک طرح کا درمیان تھا
اوسے تو پڑ رہی تھی عشق کی تپ — پڑا دیکھے تھا وہ کیا روز کیا شب
نگہ پڑتی جب اوسکے پیرہن پر — نظر آتے تھا خاکستر وہ تن پر
نہ کرتی تھی اوسے تدبیر کچھ سود — بدن پر موسے تھے یون آتش پہ جون دود
پر آخر سایہ اُوسپر سب نے ٹھانا — کوئی مُلّا کوئی لایا سیانا
کسو نے اوسپہ جب کچھ پڑھکے پھونکا — اوٹھا اوس آگ سے دونا بھبھوکا

بسبب جوش عشق بیقرار شدن پسر شیشہ گر بجانب صحرا رفتن از خانمان آوارہ شدن و آگاہ شدن پدر و تجسس کردن

پہونچ ساقی تو لیکر بادۂ درد — کہ ہو راز دل عشاق بے پرد
مجھے اوس مے سے کر جون شب سیہ مست — سخن آوارگی سے بولون یکدست
نہ کرتی تھی اوسے تفتیش کچھ سود — ہوئی یان تک یہ حالت اوسپہ فرسود
کہ یک شب پھاڑ کر اپنا گریبان — برنگ گل وہ گل رو تا بدامان
چلا اسطرح گھر سے بے سر و پا — کہ جاتا ہون کدھر جا کر دن کیا
ولے وہ شب تھی ایسی تیرہ و تار — کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار
عجب شب تھی بزیر چرخ وہ شب — بھری ہو جون دوات اندر مرکب
چراغ و شمع کا یون نور نایاب — سیاہی مین ہون جیسے قطرۂ آب
ثوابت یون فلک پر تھے سراسر — عرق کے قطرہ جون زنگی کے منھ پر
ہوئی تاریک یان تک چشم انجم — کہ رہ کی سبعۂ سیارہ نے گم
اور ایسے وقت وہ مجنون دلریش — ہوا راہی نہ دیکھا کچھ پس و پیش
تن تنہا وہ اور کوئی نہ تھا ساتھ — کہ ڈِگتے پاؤن کو تھانبے پکڑ ہاتھ
چراغ داغ دل جز روشنی اور — نہ تھی پستی بلندی جس سے ہو غور
نہ تھا وہ یوسف ثانی کچھ آگاہ — کہ میرے سامنے خندق ہے یا چاہ

کسی در پہ گہے تھا کھاکے ٹھوکر — کسی دیوار سے جا لگتا تھا سر
گرے تھا جا بجا با جان ناشاد — فغان کرنے مین اور اوٹھنے مین فریاد
کٹے تھی اوسکو ہر کوچے مین یون رات — کھڑکتا باؤ سے پھرتا ہو جون پات
بیان کیا کیجیے اوس رات کا طول — فلک گویا سحر کرنا گیا بھول
کٹی جب اس طرح سے وہ شب تار — ہوئی عالم مین صبح اوس دم نمودار
پدر بالین تلک اوس کے جو آیا — تو بستر خالی اوس کا اوس نے پایا
لگا کرنے تجسس اوسکی ہر سو — کسی جا گر نپایا گھر مین اوسکو
تب اوس کا نام لے لے کر پکارا — محلہ گرد سے سب ڈھونڈھ مارا
پھرا گھر گھر مین وہ حیران د خاموش — گرا بستر پہ اوسکے ہوکے بیہوش
ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ — کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

از جوش عشق آوارہ شدن از خانہ پسر شیشہ گر در شب سوئے صحرا و آگاہ شدن پدر و مادر و تجسس کردن آنہا

گھر آ جان دل محزون مادر — نہ کر قتل پدر اور خون مادر
جہان ہے وان سے تو جلدی پہونچ اب — پدر تیرا پڑا ہے جان برلب
کسی نے تجکو جانے مین نہ ٹوکا — نکلتے چاند بدلی سے نہ روکا
غرض جون رعد مان اوسکی تھی نالان — درافشان چشم ہے جون ابر نیسان
جو ہمسایہ سے تھے اوسکے ہمدم و یار — ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار
کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ — کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا
خدا کیواسطے ٹک دلکو دے صبر — جدائی اوسکی ہے پر بھی تو ہے جبر
کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک — لے آویگے اوسے ہر طرح تجھ تک
اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم — کہ آکر ہوش مین با چشم پرنم
پدر اوسکا لگا کہنے کہ یارو — مجھے بھی ساتھ تم بہر خدا لو
کہا اون سب نے بہتر اس سے کیا ہے — ہمارا بھی یہی کچھ مدعا ہے

غرض ساتھ اوسکے سب بھرتے دم سرد / چلے روتے وہ جو تھے صاحب درد
لگے کوچون مین کرنے گشت ہر سو / پھرے سے ہے جسطرح آب چکا بو
نہ تھا غیر از تلاش اونکی اونھین کام / نہ دن کو چین ہے نہ شب کو آرام
تکاپو جب ہوئی زائد ز مقدور / تھکے ڈھونڈھ اوسکو سب نزدیک او دور
لگی جانے ہوئی جب صورت یاس / منجم کے وہ اور رمال کے پاس
انھون نے چند مدت یون بسر کی / سکونت چھوڑ دی دن رات گھر کی
کٹے رمال کے یان دنکو اوقات / منجم کے پڑے رہتے تھے گھر رات
اونھون کو ایک دن رحم ان پہ آیا / عمل سے اپنے ان کو یون بتایا
نہ ہو تم زندگی سے اوسکے مایوس / طرف مشرق کے یان سے ہے وہ سو کوس
پر ایسے وہ بیابان مین کہین ہے / گذر انسان کا جس جا نہین ہے
مگر جاوے کوئی ایسا ہی جانباز / جو اپنی زندگانی سے ہو ناساز
کہا سنکر پدر نے سو وہ ہم ہین / کہ روز و شب میان درد و غم ہین
خدا پر کر نظر جاوینگے ہم وان / اور اوسکو ہر طرح لاوینگے ہم یان
نہین ہے ہمکو حفظ اوسکے سے انکار / ہوئی گلزار ابراہیم پر نار
جنھون کے ساتھ ہو حفظ الٰہی / بچین سو طرح کی کھا کر تباہی
غرض وان سے اوٹھے یہ شاد و خرم / کیا عزم سفر دل پر مصمم
گھر آکر اپنے یارون کو بلایا / منجم کا سخن اونکو سنایا
وہ بولے ہم بھی ہین چلنے کو حاضر / جہان ہو وہ چلینگے اوسکے خاطر
یہ کہکر سب نے مارا ہاتھ پر ہاتھ / کرسے ہے یہ قول ہم ہین آپکے ساتھ
پھر اوسکے بعد باہم ہو کے یکدل / چلے طے کرتے یہ منزل بمنزل
غرض پہونچے یہ جون تون بعد یک ماہ / نواحی بیچ اوس صحرا کے ناگاہ
پڑے نزدیک جسدم ان سے وہ ٹھانون / جگر کس کا کہ پھر آگے دھرے پانون
لگے کرنے سب آپس مین پس و پیش / یہان تک تھے وہ کیا بیگانہ کیا خویش
پھر آخر کیون نہ ہو زہرہ پدر کا / کہ لخت ایسی جگہ جس کے جگر کا
اسی پر گردش افلاک ہووے / تو وہ جی اوسکے پیچھے کیون نہ کھووے

دھنسا چلے وہ اس ویرانہ اندر
نظر آیا عجب صحرا لق و دق
عجب وہ موضع خوف و خطرناک
بیابان تھا وہ ایسا وحشت انگیز
نہ جاوے جند کی اس سمت آواز
کسی رو دیدگی سے تھا نہ وان پات
نظر آئین وہ حالات عجائب
کبھو آتش سے جون دہکے ہے جنگل
کہین نظر دین تھے وان رعد تب کم
لگے وان سوز تھا اور گاہ وان سائر
ہوا کا نام اوس جا تھا نہ زنہار
نظر آتا کبھو اون کو جو وہ دشت
بیان کیا کیجے یہ انسان تھے یا جن
پڑے پھرتے تھے وان لیتے ہوئے بے
کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے
گئی یوسف کی جب یعقوب تک بو
نظر آیا اوسے بیرون اشکا دلبند
دل اوسکا وان نہ تھا خوف و خطر مین
سبب تھا گرم یہ آنکھوں نے خون ناب
جمی تھی چہرے اوسکے پر زبس گرد
وہ آنکھین جس پہ جی دیتا تھا عالم
پڑے تلوون مین خار دشت سے چھید
جب اس صورت سے پایا وان بیہوش
جو اوسکے اور وان تھے ہمدم و یار
یہ تیرا حال کیا ہے اے فلانی

کمر ہمت پہ اون سب کی بندھا کر
کہ دیکھے سے جگر ہو شیر کا شق
دیا اون کو دکھائی زیر افلاک
کہ وحشت جسکی تھی عالم کی خونریز
کرے بوم اوسطرف منھ کر نہ پرواز
ہزارون طرح کی اوس جا بلیات
نہ دیکھا ہو کسی نے وہ غرائب
کبھو اس طرح جون برسے ہے بادل
کہین تھے یک جگہ خورشید و انجم
لگے رونے کی گہ ہنسنے کی آواز
کہیں تھی اوس جگہ اژدر کی پھنکار
تو جھکتے دیکھ مخدوم جہان گشت
کہ ایسی جانے سمجھے رات اور دن
کرین دریافت یہ تا وہ کدھر سے
جہان بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے
پدر نے ڈھونڈھ کر پایا پسر کو
کہ اوسین وحشت اوس صحرا سے دہ چند
وہ صحرا بلکہ تھا اوس سے حذر مین
کہ تھا گرد اوسکے اک آتش کا گرداب
کرے پاک اوسکو ایسا کون تھا مرد
نہ تھین کچھ زخمت دیوار سے کم
قدم تک ہو سے سر تھے صورت بید
پدر تو دیکھتے ہی کر گیا غش
لگے کہنے وہ یون با چشم خونبار
نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی

نظر بھر دیکھ تو حال پدر کو
خدا کیواسطے چل یاں سے گھر کو

ارے ظالم تری ماں کا ہے یہ حال
رہے ہے خون میں تر آنکھوں سے رومال

کبھو پوچھے منجم سے کہ تم ہو
وہ میرا مہ ہوا ہے کس طرف گم

کبھو رمال سے قرعہ پھنکاوے
کہ میرا لال گھر میں کب تلک آئے

جوانی پر نہیں اپنی اگر غور
تو پیری پر نظر کر اوس کے ہر طور

قد اوسکا بار غم نے یہ کیا خم
کہ ساق پا سے ہے اوسکا عصا کم

ہوئی تحلیل تجھ غم میں وہ یہ دوست
نہ اوسمیں استخوان نے گوشت نے پوست

بجز موے سفید اوسمیں نہیں کچھ
نہیں جوں آگہ کی بڑھیا نہیں کچھ

کسی کے منہ کی پھونک اوس تک اگر آے
کہیں سے وہ کہیں اوڑتی چلی جائے

خدا کیواسطے اس عمر میں یار
نہ رکھ اوسکو غم اپنے میں گرفتار

غنیمت زندگی اوسکی تو اب جان
کہ وہ تیری کوئی دم کی ہے مہمان

چاہیے حق صحبت کو کبھی مت بھول
محبت میں نہیں یہ بات معقول

او سے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار
کہ اسمیں باپ اوسکا ہوکے ہشیار

لگا کہنے کہ سُن لے اے مری جان
میں تیرے روم روم اوپر سے قربان

کہیگا تو جو کچھ وہ ہی کروں گا
رضا میں تیری جیوں گا مروں گا

براب بہر خدا چل گھر کو یاں سے
تجھے بیزار مت کر میری جان سے

یہ کہکر اوسکے قدموں پر گرا جب
ہوا راضی وہ گھر کے چلنے کو تب

غرض منت سماجت کر سکے ہر ایک
بہر صورت لے آئے اوسکو گھر تک

انھیں تھا فضل حق از بسکہ ملحوظ
طلب ہو پہنچے بلیاتوں سے محفوظ

پسر نے ماں کو جب صورت دکھائی
لبوں سے ماں کے تن میں جان آئی

ولے جس روز سے وہ گھر میں آیا
کسو نے خوش اوسے اکدم نہ پایا

لقا جوئی میں تھے سب اوسکے ہر چند
رکھا کرتے تھے پر اوس کو نظر بند

جو کچھ پوچھے تھا کوئی گاہ بے گاہ
جواب اوسکو وہ دیوے تھا با کراہ

زبان تو آشنا تھی گفتگو سے
نہ کہہ سکتا تھا پر دل کی کسو سے

ظاہر شدن عشق او بر ہمگنان و بیرون رفتن از خانہ بطرف زرگر پسر

پلا ساقی شراب آتش آمیز
مجھے جلدی پیالا کرکے لبریز

مجھی کو اوسکے ہے پینے کا یارا
کبھی ہوسے جو آتش پر دوبارا

جب آیا تنگ وہ گھبرا کے اک روز
چلا پھر گھر سے بھرتا آہ جان سوز

چلے ساتھ اوسکے سب روتے ہوئے زار
کہ جوں شبنم سے نمگین گرد گل خار

اور اوسکے والدین اون سب مین غمناک
برہنا پا سرون پر ڈالتے خاک

ہوا جسوقت یہ احوال طاری
در و دیوار سے تھی آہ و زاری

ہر اک اس واردات اوپر نظر کر
کف افسوس ململ آہ بھر کر

کہے تھا یہ سخن با چشم پر نم
اس آہو نے کیا بستی سے پھر رم

کوئی تھا دیکھ اس صورت کو گریان
کوئی انگشت حسرت زیر دندان

غرض اسدن تو ملکر مرد اور زن
لے آئے گھر اوسے با حیلۂ و فن

پر آخر آخر اوس کا یہ ہوا حال
کہ جس کوچے مین وہ اطفال نونہال

سحر سے شام تک مچتا تھا یہ رنگ
تن نازک تھا اوسکا مورد سنگ

سراپا سے وہ جب ہوتا تھا مجروح
اوسے ہوتی تھی اوسدم فرحت روح

گذر اوس کا کبھو جنگل کبھو شہر
دل اوس کے آ گئی جسطرح کی لہر

یہ شب بستی مین گر رہنے کا تھا ٹھاٹ
کسی کے در کسی بقال کے ہاٹ

اگر جنگل مین رہتا تا کسی رات
درختون مین کہین کٹ جاتی اوقات

نہ بیم گرگ اوسے نے خطرۂ شیر
ہوا تھا زندگانی سے زبس سیر

جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل
حرام اون پر ہوا کیا شرب کیا اکل

تھکے جب سو طرح کی کرکے تدبیر
کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر

پڑی زنجیر تو اوس کے قدم مین
ہوا اک خلق کا دل قید غم مین

پر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم
بیاد دوست لپنے شاد و خرم

تصور مین تھا اوسکے اسقدر غرق
نظر شکل اوسکی سے کرتی نہ تھی فرق

جو آجاتا کبھو آئینہ درپیش
کرے تھا سجدہ بر عکس رخ خویش

چھپانے سے محبت کب نہان ہو
کہ پنبہ مین شرر مخفی کہان ہو

حجاب آخر اوٹھا راز نہان سے
ہوئے سرزد یہ شعر اوسکی زبان سے

دلا مین تجھ سے کہتا تھا کہ زنہار
محبت ہے بری آتش خبردار

نہ مانی بات تو کیجو نہ وہ کام
کہ اس آتش سے جلتو نہین ہو بدنام

گریزاں اب اس سے خفت کو بکو ہے
اسی آتش کے اندر آبرو ہے

نہ سمجھا تو شراب عشق ہے زہر
ڈری موج اوسکی سے کالے کی ہی لہر

چراغ عشق مین تو دے کے روغن
نہ کیجو عاشقون مین نام روشن

کہے ہے پنبہ روغن سے کہین ددر
نہ پکڑے خون عاشق بن کبھو نور

جہان مین عشق اگر شان عسل ہے
مزا لینے مین اوسکے یہ خلل ہے

جو کیسا ہی کوئی ہو صاحب ہوش
بچے گزنش سے جیتا تو ہے نوش

ہوا ہے تو اگر پروانۂ عشق
تو جانبازی مین رہ مردانۂ عشق

تلے تیغ جفا کے سر علم رکھ
بسان شمع یان ثابت قدم رکھ

یہ باتین سنکے سب حیران تھے زہوش
رہا کیونکر یہ راز آتش مین خس پوش

سنی یہ جو کوئی خاطر مین لایا
اوسے عاشق کسی کا اون نے پایا

ہوا تفتیش کا ہر ایک مائل
کہ دے بیٹھا ہے یہ ظالم کسے دل

ملاقات کردن زرگر پسر از پسر شیشہ گر بجذب محبت و کشش عشق عاشق و معشوق

الا اے ساقی فرخندہ فرجام
طرب کی مے سے کر لبریز وہ جام

کہ جسکو پی کے ہون مین مست و سرشار
کرون پھر وصل سے دونون کی گفتار

ملاقات اسطرح دونون یک دگر مین
کہ آئینہ ہو جون سونے کے گھر مین

تجھے بھی ہو کہین الفت تو آ دیکھ
یہ تخم عشق کی نشو نما دیکھ

جو ہین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب — چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب
بہے تھے ہر مژہ سے اشک کے خیل — چلا سر مارتا ہر سمت جون سیل
اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا — چلا جس کہربا کے ساتھ آیا
جہان تھا وہ محبت کا گرفتار — کھٹکتی تھی بپا زنجیر ہر بار
سُنی زنجیر کی جب اون نے آواز — کھلا ہے دل پہ اوسکے پردۂ راز
ہوا سنتے ہی شوق اوس کو دوبالا — قدم پر اوسکے سر جاتے ہی ڈالا
دگا کہنے کہ میری جان عاشق — مین سر تا پا ترے قربان عاشق
جو تو عاشق ہے مین معشوق تیرا — تو مین عاشق ہون تو معشوق میرا
اب اوٹھکریان سے تو چل گھر کو میرے — کرون شانہ مین بالون پیچ تیرے
سلاسل تیرے پانون سے نکالون — مین تیرے موے سر دھو دھو کے پالون
سپش سر سے ترے چن چن کرون دور — تری خدمت مجھے لوزاً علے فور
ترے بندے کو مین مَل مَل کے دھوؤن — تری کلفت کو سر تا پا ہی کھوؤن
تجھے تن زیب اور خاصہ پنھاؤن — تجھے فرش اپنی آنکھین کر بٹھاؤن
بجالاؤن ترا سب طرح فرمان — ترے جاؤن سدا قربان قربان
یہ باتین دوست کی جس دم پڑین گوش — تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش
ترا گھر اس سوا ہے کونسا گھر — ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر
جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہے تیرا — یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا
مجھے یہ جو مری زنجیر پا ہے — ہتھوڑی کی تری اسمین صدا ہے
نہین مجھ حنجرے مین سانس میری — یقین ہے مجکو وہ پھکنی ہے تیری
کھٹالی دل مرا اور داغ آتش — محبت وہ طلا جس مین نہین غش
مرے سر تا قدم تو مو بمو ہے — مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے
یہ باتین کرکے مت کر تنگ مجکو — دوئی کا مت لگا اب ننگ مجکو
محبت کا جہان سرسبز ہو نخل — من و تو کے شمر کو وان ہے کیا دخل
دیا حق نے جو کام اون کا سرانجام — اور آپس کے سخن پہونچے باتمام
ملے باہم گلے بعد اوس کے رو کر — بہے دو بحر آتش ایک ہوکر

غرض دونون کی سن سنکر وہ گفتار
کھڑے اوس جاے پر روتے تھے حضار

پڑے کانون جب یہ حرف دلکش
کیا بہتون نے سنکر یہ سخن غش

کیا کتنون نے چاک اپنا گریبان
ہوئے اکثر بروے خاک غلطان

ہوئی جسطرح کی اوس وقت تاثیر
نہین کی جاتی اوس عالم کی تقریر

کسی سے مین نے یہ قصہ سنا تھا
بداب اظہار سے یہ مدعا تھا

طلب مین وہ جوان اک شیشہ گر کا
ہوا عاشق جو اک زرگر پسر کا

رہا ازبسکہ عشق اوسکے مین محکم
ہوے اک روح و دو قالب وہ باہم

جو کوئی آپ کو اس طرح کھووے
خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے

ہوا زرگر پسر جون اوسمین موجود
محبت یون ہو تو ہو عید معبود

محبت حق کی جس مین یون در آئی
کرے ہے بندگی مین وہ خدائی

جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو
مکان دیر بھی اوس کو حرم ہو

جو آگے اوس کے ہو دیوار یا در
نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر

خدا کب عشق کو ایسے کے مانے
جو اوس کو ہر جگہ حاضر نہ جانے

سنی حضرت نے یارو یہ کہانی
اگر سمجھین ز راہ نکتہ دانی

تو یون مین دوڑ کر اونکے قدم چوم
دگرنہ یان ارادت اپنی معلوم

بھلا ٹک منصفی سے ہوکے درپے
کہو یارو یہ سچ ہے یا غلط ہے

لگی ہو گر بری تم کو یہ تقریر
بحل تو کیجیے سودا کی تقصیر

دربیان دعائیہ مدح شاہ عالم بادشاہ ظل اللہ و نواب وزیرالممالک آصف الدولہ بہادر

پہونچ اے ساقی میخانۂ ہوش
لبالب دے مجھے پیمانۂ ہوش

کہ تا سرخوش مین اوس بادہ سے ہوکر
کرون کچھ تازگی سے اب سخن سر

سمجھ اے خامہ یان جاے ادب ہے
کہ یہ مدح شہ عالی نسب ہے

زبان آب گہر سے پہلے دھوکر
بروے مطلع تب کیجو سخن سر

جہان پر ہے سے روشن تر جب ہین
برنگ آفتاب اپنے نسب ہین

ترقی ہو اسے دل خواہ عالم
کہا وے تا ابد یہ شاہ عالم

مدام اوس کو الٰہی کامران رکھ
سدا زیر نگین اوسکے جہان رکھ

وزیر اعظم اوس کا تا قیامت
رہے آفاق مین یارب سلامت

کرم کے بحر کا یکتا ہے وہ دُر
جہانبین آصف الدولہ بہادر

سہے وہ مسند آرائے وزارت
کہ ہے وہ رونق جائے وزارت

فزود اوسکا سدا جاہ و حشم رکھ
اوسی کو صاحب سیف و قلم رکھ

جہان مین اب جو ہے خوان نعم کا
ہو اوس کے ریزہ چین خوان کرم کا

اوسی کے سایے مین ہو خلق مسرور
زمانے کے رہے آفات سے دور

کمیت خامہ کی سودا عنان لے
سخن کو زیادہ اس سے طول مت دے

خزف ریزے کو اپنے مت گہر جان
سخن کا رتبہ اپنے آپ پہچان

کہین ہین گو کہ سب اس فن کے ماہر
گہر تیرے وہ خوش ہو وینگے خاطر

سخن تیرے پہ ہر اک ہی جو مصروف
قبولیت پہ ہے یہ بات موقوف

خصوصاً خان عالم خان بہادر
سخن جنکا ہے گوش فہم مین دُر

زراہ دوستی بولے وہ سنکر
نہین یہ مثنوی ہے گنج گوہر

خیال اس مثنوی کا تجکو کب تھا
محرک ہونے کا اون کے سبب تھا

رہین وہ شاد یارب صبح اور شام
کہ آغاز اوس کا پہونچا تا بہ انجام

مثنوی بطور خط

خان صاحب مشفق والا نشان
مظہر لطف و انیس و مہربان

بعد اظہار تمنا سے دلی
در جواب نامہ لکھتا ہون جلی

ہاتھ مین ہے خامۂ گوہر فشان
تا کرون دُرریزی معنی بیان

معنی رنگین اگر لبریز ہو
صفحۂ قرطاس سب گلریز ہو

کیون نہ ہو شیرین کلامی کا اثر
بند بند اس کا ہے مثل نیشکر

سرنگون رہتا ہے کیا شام و پگاہ
جبہہ فرسا ہے سدا یہ رو سیاہ

گرچہ ہے مہر خموشی بر دہان — یک قلم ہے کام مین اوسکے زبان
غور سے دیکھو نظر آتا ہے صاف — جون در مقصود ہے سینہ شگاف
رفتہ رفتہ پا سے لیکر تا بفرق — عشق الفت مین سدا رہتا ہے غرق
سید ہی کہتے ہین اسکے اہل فن — ہے بجا شیر نیستان سخن
گرچہ سینہ صاف یان رکھتی ہے لوح — لیکن اس کے سامنے ہے سادہ لوح
کیا کہون تعریف اوس کی سربسر — آستین سے جھاڑے ہے لعل و گہر
سربسر تحریر خط ہے دل یہ اب — مو بمو کیجے رقم احوال سب
آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط — کچھ ہوئی تسکین نہ اس کو لکو فقط
شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار — رنگینی وا دیکھکر بے اختیار
ہے خیال اس دلمین یانتک آپکا — ابتدا کو ہو نہ جس کا انتہا
کیا لکھون بیتابی درد فراق — دیکھنے کا ہے تمھارے اشتیاق
تاب دوری کی نہین ہے دلکو اب — یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب
آپ سے صاحب نہین کچھ دور ہین — گردش افلاک سے مجبور ہین
شمع سان سر رشتہ الفت تمام — سب یہ روشن ہے کہ ہی تم سے مدام
کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہون — تشنۂ دیدار ہون بیخواب ہون
تم بن اب با چشم نظارہ کنان — روز و شب حیران ہون آئینہ سان
یاد مین شب کو بیاض صبح کی — چشم اختر سے لگی ہے ٹکٹکی
چشم طوفان خیز ہے کیا اپنی آہ — تار مژگان ہے رگ ابر سیاہ
دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہون — وا شد سرپنجۂ تقدیر ہون
مختصر کرکے کرون مین کیا رقم — قصۂ فرقت نہین ہوتا ہے کم
آپ نے لکھا تھا ہم نے چند خط — تمکو بھیجے یان نہین پہونچے غلط
خط اگر آتا تو لکھتے ہین جواب — اے کرم فرماے من وہ ہین شتاب
صورت مہر لفافہ چشم یان — انتظار خط مین تھی وا مہربان
یہ نہ تھا معلوم کچھ کیجے یقین — ڈاک بیٹھی ہے ادھر کو یا نہین
خط کے آنے پر نہ کرتا انتظار — نامہاے شوق لکھتا لاکھ بار

گر پہونچ سکتے نہ جلدی ڈاک مین
یک قلم نرگس منظر وہ تاک مین
بھیجتا با آرزو ہاے تمام
اپنی آنکھون سے تمھین اے نیکنام
کیا لکھون بس حال مہجوری بھلا
جب قلم کا سینہ شق ہونے لگا
اضطراب دل کی یہ مین نے لکھا
موج دریا کاغذ ابری بنا
چاہیے اپنی خبر لکھا کرو
بے قراری دور ہو تسکین ہو
تا ابد رہوے یہان بھی اور وہان
حرف رسم خط کتابت درمیان
رد کے کہتی ہے قلم اب مجکو تمام
ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

مثنوی چہارم بطور خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام
کہ یہی ہے طریقۂ اسلام
پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا
وہ قلم کی زبان سے کب ہوا ادا
یہ سخن جانیو یقین کرکے
شوق جس مرتبہ لکھا تم نے
ہو گنا اوس سے ہے ہمین واللہ
راست کہتا ہون مین خدا ہے گواہ
رسم دنیا مین ہے یہ مدت سے
کہ جہان واسطے ہے الفت کے
دلکو دل کی خبر پہونچتی ہے
چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے
بیت ہر ایک تازہ مضمون تھی
نئی طرحون سے خوب موزون تھی
ہوئی دلکو مطالعے سے خوشی
آفرین کی ہر ایک جاگہ تھی
خط نہ لکھنے کا جو لکھا تھا گلا
جب پڑھا وہ تو محض تھا بیجا
ہم نے سو طرح مہربان کیا
نسبتہ ملنے کا کیون گمان کیا
دیکھیے اسمین کس کی تھی تقصیر
جس کی ثابت ہو جیے تحریر
نہین اب خوب زیادہ طول کلام
یہین تک خط کو مین کرون ہون تمام
لکھی رندانہ اک دو ہی بات
ہے بکھیڑا اخرابی اوقات
لیکن اب دل کی بیقراری ہے
وصل کے دن کی انتظاری ہے
اب قدم رنجہ کیجیے جلدی
کہ نہین تاب صبر کی باقی
دل جو مشتاق ہووے ملنے کا
خط کتابت سے اوس کو فائدہ کیا

چاہیے یون کہ خط کے دیکھتے ہی
دو ہین تشریف لا کے جلدی

حد سے افزون ہے اشتیاق مجھے
نہین اب طاقت فراق مجھے

یہی ہے دل مین آرزو دن رات
کہ سدا ایک جا کٹے اوقات

مثنوی پنجم دربیان معانی بیت مثنوی مولوی روم

حق تعالے نے بہر صاحب کمال
کی عطا منہ مین زبان بہر مقال

مدعا پر وہ مقال اس سے نہین
گفتگو دنیا کی جس مین ہو کہین

یا سخن ایسا کہ جس مین ہووے شر
پہونچے اپنی جنس کو جس سے ضرر

چاہیے نکلے زبان سے وہ سخن
آفرین جس پر کرے ہر مرد و زن

سُنکے عالم جس سے ہووے مستفید
سر بسر ہو فائدہ اوس سے پدید

نطق کے ہے باغ کا پھل اور پھول
ذکر قال اللہ یا قال الرسول

یا کلام عارف باللہ ہے تو
سوے تحقیقات جن کی راہ ہے

پس مین اس صورت مین یارو یہ سوال
اون سے کرتا ہون جو ہین صاحب کمال

یا نہ ہے وہ شعر مولانا ے روم
جس کے معنی سو طرح اہل علوم

بیٹھکر آپس مین کہتے ہین بیان
پر نہین ہوتے بہم خاطر نشان

شعر وہ یہ ہے کرو تم گوش ادھر
دل کو ٹک لاؤ بفہم و ہوش ادھر

ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام
ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

اسکے معنی سے تناسخ ہے پدید
گر یقین کیجے تو ہے کفر شدید

مولوی ایسا سخن کیونکر کہے
جس کو نسبت کیجیے الحاد سے

کلمۂ کفر اوس سے کب ہووے ظہور
سمجھیے گر یون تو ہے نقص شعور

کوئی کہتا ہے کہ مستی کا کلام
مولوی پی کر مے عرفان سے جام

بول جاتا ہے وہا کثر اس طرح
بن پیے اوس مے کے سمجھین کس طرح

کوئی کہتا ہے بھلا ٹک کیجے غور
معنی گذرے ہین مری خاطر مین اور

مدعا اُگنے سے ہے نشو و نما
ہر جگہ کرنا خودی سے ہو فنا

سے ہے غرض قالب سے دل ہر ایک کا
خلقت خالق مین بد اور نیک کا

سیکھے انسانات سے تا وحش و طیر — دیکھنی قالب سے مطلب اونکی سیر
یون کلام مولوی دسے ہے خبر — یعنے مین جس دل مین دیکھا پیٹھکر
کچھ نظر آیا نہ غیر از اوس کی ذات — اس قدر پایا محیط کائنات
معنی ہم اس شعر کے سمجھے ہین یون — اور کی فہمید مین کچھ اور ہون

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان — یہ لکھتا ہے احوال وارفتگان
کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ — خداوند دیہیم و تخت و کلاہ
قضا کار وہ والی نامدار — ہوا درد قولنج سے بیقرار
طلب کی اطبا کی تجویز سے — طبیعت کی تلئین ہر چیز سے
پہ اوسکو نہ ہوتا تھا کچھ سود مند — ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند
دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح — کی ارکان دولت سے اپنے صلاح
کہ وست دعا کیجیے گر طلب — یہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب
گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس — کیا واقعہ اوس سے سب التماس
کہا دست دعوت کرون مین دراز — اگر بادشاہت کرے وہ نیاز
سنا شاہ نے جب گدا کا سوال — یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال
کہ جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی — تو کس کام پھر سلطنت آئے گی
غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر — دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر
رکھا اوسکو اور کرکے اون نے وضو — دعا اونکے حق مین کی ہو قبلہ رو
نہ گذرا تھا اس بات کو ایک دم — جو زائل ہوا نفخ درد شکم
جو مسدود تھی ریح رودونکے بیچ — ہوئی دفع کھلتے ہی سدونکے پیچ
بہر حال تب شہ نے پائی شفا — کہا کہ یہ وعدے کو اپنے وفا
کہا مرد درویش نے اے عزیز — اسے چاہیے شخص پر بے تمیز
کہ خواہش مین اوس سلطنت کے کہ جان — کہ وابستہ اک گوز پر تھی ندان
یہ دنیا جہان جاے یک چند ہے — عبث دل ترا اس جگہ بند ہے

سے ہے درپیش اک عدہ تجکو سفر رکھ احوال ٹک وان کا مد نظر
کہ یان تو جو کچھ پیش آجائے گی بہرحال دو دن مین کٹ جائیگی
اگر ہے گدا یان و گر بادشاہ ہے دو دن کا زیر زمین خوابگاہ
مسلم ہوا جب کہ ہونا ہلاک چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

حکایت

سُنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور جز اپنے نہ رکھتا تھا اسباب اور
جہان تھا وہان فارغ البال تھا ہر اک حال کے بیچ خوشحال تھا
کہا اوسکو اک شخص نے کیا بعید اگر ہم بھی خدمت مین ہون مستفید
کوئی دن تو اس جا پہ کیجے معاش معین ہو یکجا بہم بود و باش
کہا گرچہ یہ بات ہے بے وصول دلے خوب خاطر سے تیرے قبول
لے آیا یہ اوسکو بہ طیب تمام دیا خاص کر اپنے گھر مین مقام
یہ جب تک کہ اوس گھر مین کرتا انند در خانہ رکھتا سدا قفل بند
مگر وان سے جاتا کہین بہر کار کھلے چھوڑتا اوسجگہ کے کوار
کھلی جب کہ ہمسایگان پر یہ بات سبب کو یہ سائل ہوئے اسکے سات
اس عقدے کو کیجے گا ہمپر بھی صاف کہ وضع جہان سے ہے یہ برخلاف
کہا چیز کیا اس مین اشکال ہے موافق تمھین سے تو یہ چال ہے
محافظ اسی گھر کے ہین سب عزیز جہان ہے کچھ اجناس یا نقد چیز
غرض کونسا ہے مرا اختراع کسی کی ہے تجھ مین ہون اپنی متاع
غرض یہ کہ جو عارف اللہ ہین وہ کیا ہے کہ اپنے سے آگاہ ہین
جز غافل تو کچھ سمجھے اپنے تئین کوئی چیز یان تجھ سے بہتر نہین
جو رکھتا ہے کچھ اپنے دل مین ہوس تو اس رمز سے اک اشارت ہے بس

حکایت

سُنا جائے ہے ایک مہوس کا حال کہ رکھتا تھا نت کیمیا کا خیال

یہ کچھ کرکے دل بیچ اپنے قیاس / گیا ایک درویش کامل کے پاس
رہا اونکی خدمت مین تا چند سال / کیا ایک دن وقت پاکر سوال
اگر کیمیا آپ کو یاد ہوئے ہو / تو بندے کو بھی اپنے ارشاد ہو
کہا ہے یہی گر ترا مدعا / تو بہتر ہے دیتا ہون تجکون بتا
یہ اجزا ہین اسکے تو جا اوسے لے آ / یہ ترکیب ہے اس طرح سے بنا
غرض طور جب کر لیے سب بیان / کہا اسمین اک شرط ہے درمیان
یہ نسخہ تو جسوقت لے کر بنائے / کبھو دل مین بندر کا خطرہ نہ لائے
کہا اپنی یہ بات ممکن نہین / جو خطرہ ہو دل مین وہ جاوے کہین
تمھین اس کا دینا جو منظور تھا / تو اس حرف کا کون مذکور تھا
نہ سمجھا غرض اوسکے رمز نکات / کہ پردے مین تھی مرد عارف کی بات
کہ جب دلکو خطرے پہ قادر کیا / تو پھر ہیچ ہے خطرۂ کیمیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل / تب دل دے بقدر خواہش دل
وہ دل دے ہو جو نیش غم سے معمور / مشبک سربسر جون شان زنبور
ہو شور انگیز چشم گریہ آلود / لب زخم جگر کو رکھ نمک سود
رہے یون کلفت تن مین دل پاک / کہ پنہان ہووے جون اختر تہ خاک
کرامت کر وہ عشق آتش انگیز / کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز
مدام اک ناز پرور دے جراحت / کرے خلوت مین دل کی استراحت
ہمیشہ جون رگ تاک بریدہ / ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ
ز موج اشک دے خنجر گلو کو / نیابت جون سنان کے مو بمو کو
امید وصل کے اوٹھا خاطر سے دسواس / انیس شخص دل کر شاہد یاس
کر ایسا مشتعل داغ جدائی / ہو روشن جس سے شمع آشنائی
کھلے دلپر بد نیسان باب توفیق / کہ بے پردہ عیان ہووے تحقیق

نہ ہون من بعد محو پوچ باقی
کرون اہل سخن سے موشگافی

در حمد باری تعالیٰ

بنام آنکہ عشق آموز دل ہے — چراغ افروز شمع سوز دل ہے
عطا کی اون نے گل کو شکل زیبا — کیا بلبل کو اون نے ناشکیبا
جہان ہو اسکا غم ہنگامہ پرداز — ہے ماتم کے تئین شادی پہ وان ناز
لگا کر مو سے تا خار و خس و طور — ہین اوسکے شوق نظارہ مین مخمور
ہر اک پردے مین پنہان ہے وہ خورشید — تو اس دھوکے مین ہے یہ عمرو یہ زید
جو دیکھے ہے تو اس عالم مین موجود — ہے اوسکی بو سے ان سب کی بہبود
نہ ہو اوس سے اگر ذرہ کو تائید — اسے کیا رو کہ چاہے وصل خورشید
دم ماہی ہے جس صورت سے پانی — اوسی سے ہے ہر اک کی زندگانی
جو دیکھے تو ہر اک دم کو بامعان — تو کچھ سمجھے ہین یہ کیدھر کی فیضان
فضولی ہے اب آگے حرف و گفتار — کہ یک مشت استخوان بس ہے زخردار
اگر دریافتی بردانشت بوس — دگر غافل شدی افسوس افسوس

در نعت حضرت سید المرسلینؐ

الا اے ساقی فرخندہ فرجام — ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یان نقد فضولی ناروا ہے — نہین یہ حمد نعت مصطفےٰ ہے
زہے سر دفتر ارباب ملت — تداوی بخش صد انواع علت
محمدؐ وہ کہ ہین جتنے پیمبر — ہین اوسکے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک — تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک
جہان مین ہے یہ جتنا کچھ ہویدا — ہوا اوسکے لیے سب کچھ یہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبا ہے — خدا ہی عالم اوسکا یا خدا ہے
یہ منہ اوسکی ثنا لائق نہین ہے — ثنا گر انکا جبرئیلؑ امین ہے
بس اب بہتر ہے اس جا کہ خموشی — کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی
سکوت برمحل ہے دل کی تفریح — سخن پر اوسکو سو درجہ ہے ترجیح

دربیان مُناجات

خداوندا بہ آل پیمبر — بحق باطن ہر چار سرور
مین ہون گرچہ قابل نار جہنم — پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
شفیعون پر تک میرے نظر کر — اوس آتش کو تک اس پانی سے تر کر
کہ جس جاگہ ترا فضل و عطا ہے — مین کیا اور کسقدر میری خطا ہے

دربیان شروع حکایت

الا اے چارہ ساز بادہ نوشان — زبان گویا کن خاک خموشان
ہے عرصہ دلپہ خاموشی سے اب تنگ — رہے کب تک یہ آئینہ تہ زنگ
مری اس خاک کی دھو دل سے کلفت — کہون مین داستان جذب الفت
شب اک ماتم سرائے خانۂ عشق — بیان کرتا تھا یون افسانۂ عشق
کہ تھا پنجاب مین اک مرد درویش — گرفتار بلاے حالت خویش
ہمیشہ دست دل سے پیٹے کوبان — سدا آشفتہ جون زلف خوبان
حزین عشق مانند دم سرد — بسان جان عاشق سر بسر درد
گداز تن سے تھا از خویش رفتہ — ہو جون محو چکیدن موم تفتہ
بتجویز جنون دلدادۂ عشق — ولے عاشق نہ تھا آمادۂ عشق
برنگ شمع سر سے پاؤن تک تار — یہ تھی اک اشتعال اوسکو درکار
مقام اوسکا تھا اک جاگہ سر راہ — بوضع تکیہ ہے جس سے تو آگاہ
مدام اوس جا کو رکھتا اسقدر پاک — کہ گوئی آب گوہر سے ہے یان خاک
اگر تنکا تو وان سے ڈھونڈھ لاوے — تن لاغر سوا اوس کے نہ پاوے
عجب ہے لطف سے شاداب خرم — کہ ایسا قطعہ دیکھا ہے بہت کم
کئی اک صحن مین اوس کے خیابان — وہ گویا انتخاب باغ رضوان
شجر وان کا ہر اک اتنا عجوبی — نہ ہووے جسکی کیفیت کو طوبی
بہم اسطرح شاخین تھین نمودار — گلے مین باہین جون ڈالین ہین دو یار

غرض سایہ کے واں کے ہو سلاسل
کشاں تھی سو طرب سے دامن دل

مسافر جو کوئی اوس راہ آتا
وہ دل سے یاد منزل بھول جاتا

سرائے دہر تھی گویا وہ جا گر
کہ جو آیا وہ بھولا منزل و رہ

وہ ایک احوال سے بیچارہ درویش
مقیم اوس جا مین تھا با خاطر ریش

نہ اوس سے دلکو اک چیونٹی کے آزار
نہ اوس پر نیک و بد سے خلق کے بار

بسر کرتا تھا جس صورت سے دن رات
کہان پائی فرشتہ نے یہ اوقات

خوشا احوال یاران گذشتہ
کہ جنکی زیست تھی رشک فرشتہ

اک ہم مین خلقت انسان بے ننگ
کسی سے ہم کوئی ہم سے یہان تنگ

ہے بدتر مرگ سے وہ زندگانی
کہ جب تب دل پہ ہو بیم فلانی

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

غرض جبتک وہ تھا اس خاکدان مین
بخوبی شہرہ تھا سارے جہان مین

بد و نیک جہان سے چشم بستہ
ہمیشہ بر در دلہا نشستہ

دون کا پاس تھا آرام اوس کا
تھی خدمت ہر کسی کی کام اوس کا

قضا نے اس مین یہ بازی اٹھائی
کہ ناگہ اک برات اوس راہ آئی

زبس دیکھی جگہ مطبوع دجا سرد
اوترے بیٹھے ہر اک سو عورت اور مرد

جہان پر قافلہ اترا تھا سارا
وہین اک سمت دولھن کو اوتارا

ہوئی گرمی سے ڈولی کی وہ جب تنگ
کیا اون سنے ہوا کھانے کا آہنگ

نکالین انگلیان پردے سے باہر
رکھین اک ڈھب سے پشت دست اوپر

تعالی اللہ چہ فندق او چہ انگشت
کہ دین تھین خونبہائے خلق بکمشت

وہ کافر دیکھنے مین آنکھ کے مونج
وہ شوخی مین کرے تھی برق سے گونج

کہون کیا بات منھ کی جسکے آگے
کیے خورشید کو چک چوندہ لاگے

جو دیکھے یک نظر وہ روئے زیبا
نہ ہووے پھر کسی رو سے شکیبا

دوچار اوس سے ہوا یہ مرد درویش
گیا بیچارہ اک جھپکی مین از خویش

نہ جانے تھی نگہ یا تیر یا بار
کہ بے تحریک وہ دل سے ہوئی پار

کوئی یکدم جو تھی یکجا وہ خرسند
ہوئے باہم ہزاران عہد و پیوند

نگاہون مین رہا صد بحث و تکرار — نہ تھا ہر چند وان امکان گفتار
محبت نے کی دونون دل مین تاثیر — ہوا پر خانہ وہ تودے مین اک تیر
پر اس عرصہ مین کچھ دھیمی ہوئی دھوپ — مس خورشید کا سیمین ہوا روپ
طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت — کہ چلیے اب نہین اتنی تمازت
الا لے ساقی خون جگر نوش — نہ کر یان تک حق صحبت فراموش
کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہی — کہ مین مرتا ہون تو رخصت طلب ہی
عجب رہ ہے یہ راہ آشنائی — نہ ہون گر جا بجا خار جدائی
ولے یہ بات اندیشے مین کب آئے — کہ عشق و وصل یک جا گہ گرہ کھائے
کہین دو دل نظر آئے نہ خرسند — کہ لیوین کام دل باہم وہ یک چند
چنانچہ لوح سنج بزم تاثیر — کرے ہے اسطرح یہ بات تقریر
کہ جب وہ قوم اور یہ ماہ رخسار — ہوئے چلنے کو اوس تکیے سے طیار
وداع یار نے یہ کی منادی — کہ یان آخر ہے غم انجام شادی
کسے جون زخم گردون نے ہنسایا — کہ ہنسنے مین نہ خون اوسکو رولایا
غرض ایدھر تو جلتی تھی یہ دلریش — اودھر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش
نہ اوس کو کچھ سخن کہنے کا یارا — نہ اس کو جز خموشی اور چارا
یون ہی باہم سکتے یہ محو بلاہا ئے — کہ ناگہ وان سے وہ ڈولا اوٹھایا
ہوئی وہ قوم جب تکیہ سے راہی — اجازت اون نے اس محزون سے چاہی
کہا اون نے نگاہون مین کہ مختار — بدا قسمت مین کیون تھا تو ناچار
گئے وہ اوسطرف ادہر یان یہ غمناک — کہے تھا زیر لب با چشم نمناک
کہ اے گردون دون یہ کیا کیا تین — وہ دل سا نقد یون ارزان دیا تین
کوئی دیتا ہے اوس ظالم کو بھی دل — کہ جاوے چھوڑ صید نیم بسمل
وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے کہ اک بار — کیا تین وقف جان صد نیش آزار
مین جس خطرے سے نت لرزے تھا ز تشویش — وہ ہی آفت مرے لایا تو در پیش
بھلا اے سفلۂ دور از فتوت — یہی ہوتی ہے عالم مین مروت
مین ہون وہ تشنہ کام دشت حسرت — نظر آیا جسے پانی بکثرت

گیا نزدیک جب اوسکے پس از دیر تو دیکھا اک سراب خشک اور سیر

غرض پھر خلق مین آمادہ رنجور جو نظرون سے گیا ڈولا کچھ اک دور

کھڑے ہوکر کے اون نے ایکدو دم کہ آہین بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور

چڑھا اک پیڑ پر وہ شعلہ آسا تف دل سے لہو کا اپنے پیاسا

جہان تک قوت بد نظر تھی یہ تھا یان اور نگہ اوس کی اودھر تھی

نظر آنے ست مطلق رہ گیا جب ہوا وہ روز اوس پر تیرہ جون شب

گرا اوپر سے نیچے وان یہ مجروح گئی دنبال ڈولی کے چلی روح

اوٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور کے تو پھونکی اسرافیل نے صور

گریبان چاک کر دا اوسکے یک عالم کرے تھا نوحہ و فریاد و ماتم

دل اوسکے غم مین لاکھون کلفت اندوز ہزارون چشم و مژگان گریہ آلود

نہایت بعد جزع و فزع بسیار صلاح ما یہ لگے کہنے ہر اک یار

کہ یہ جا اوسکے جیتے ہی تھی مرغوب یہین رکھیے اگر اسکو تو کیا خوب

غرض جس طور پر ہے رسم و آئین کیا اوس مرد کا تجہیز و تکفین

دربیان تاثیر عشق درویش بدل عروس و مذکور آن ہو

الا اے ساقی خمخانۂ عشق ادھر دے تک دو سہ پیمانۂ عشق

یہ کیا پیمانۂ لب ریز غم یار ہو جسمین سر بسر فرقت کا تکرار

نہ جانے یہ محبت کیا بلا ہے کہ جسکی آگ سے عالم جلا ہے

نہ تنہا عشق اوس سے شیون آہنگ ہین خوبان بھی اسی اندوہ سے تنگ

جہان پاوے گا تو آشفتہ بلبل پھٹا دیکھے گا جیب طاقت گل

ہوا پروانہ جلکر کس جگہ ڈھیر وہان کھینچی ہو چندے شمع نے دیر

چنانچہ واقف راز نہانی کرے ہے اسطرح گوہر فشانی

کہ یان درویش نے جو وقت دی جان وہی ساعت وہی لحظہ وہی آن

وہ شوخ اسطرح وان آشفتہ تر تھی گویا اس حال سے اوسکو خبر تھی

غرض یہ عشق جب کھولے ہی پردے جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کر دے

یہ اوسنے اک محبت کا اثر ہے — کہ دلکو حال سے دل کی خبر ہے
پہ وہ پختہ اُسے جلنے ہے لے خام — بڑا ہو جسکو اس صورت سے کچھ کام
کہ یہ دو شخص گو ظاہر مین ہین دو — پہ باطن مین نہین فرق سر مو
خیال و وہم اونکے بیچ اسطرح — دو آئینہ مین اک صورت ہو جسطرح
جو کچھ اول مین دیکھی ہی تمثال — بعینہ ہے وہی ثانی کا احوال
ہے یہ بھی بلکہ اک حرف گدائی — جہان ہوتی ہے باہم آشنائی
نہین اتنی بھی وان آپس مین تفریق — ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق
سنا ہے مین کہ تھا لیلیٰ کا یہ قصد — کہ بہر دفع وحشت لیجیے فصد
ہوا فصاد حاضر حسب ارشاد — پہ کیا فصاد اس فن کا اک اُستاد
ہر اک نشتر تھا اوسکا شوخ سر تیز — کہ مژگان سے کسو کافر کا خونریز
سلیقے کا کہون اوسکے مین کیا حال — کہ جیسے تھا وہ آنکھین موج کربال
جہان ہوتا تھا گرم دستکاری — رگ خارا سے خون کرتا تھا جاری
اوسے خلوت مین جب اون نے بلایا — یہ لے آلات خدمت وان در آیا
ہوا گردون دون اوس سے مساعد — لی اپنے ہاتھ مین اون نے وہ ساعد
کہ جس کے ناز کا انداز محرم — اگر ہوگا تو کچھ مجنون مین تا ہم
غرض جس شکل سے تھی خواہش دل — کیا کام اون نے اوس ساعد سے حاصل
ہوا جاری رگ لیلیٰ سے یان خون — چھٹی بے نشتر وان فصد مجنون
ہزار افسوس اوس جا گر نہ تھے ہم — کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم
یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز — لے اپنے ہاتھ مین وہ ساعد نغز
ارے لے ساقی خمخانۂ ہوش — مین بد جلوے کی منزل فراموش
دے وہ مے تا یہ سب خطرہ بھلاؤن — سخن کوتہ کرون مطلب پہ آؤن
جو کوئی یان رکھے ہے طالع شوم — جو ہے بال ہما ہو جائے وہ بوم
اگر گوہر کمین سے ہاتھ مین لائے — برنگ ژالہ پانی ہوکے بہ جائے
دگر پاوے طلائی دست افشار — وہ ہو جون موم اوسکے ہاتھ مین نغار
چنانچہ نقد کا اس زر کے صراف — کہے ہے اسطرح احوال اسلاف

کہ جب وہ نازنین گھر بیچ آئی تو — دیا ہر ایک نے جی رونمائی
کیے سب نے نچھاور اس قدر دُر — کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پر
ہوئی جو چشم اس رو پر نظر باز — کیا اوس چشم پر نظارہ نے ناز
شعب سے وان ہر اک دلکا تھا یہ رنگ — کہ مثل غنچہ تھی تن پہ قبا تنگ
زن و مرد و قبائل سب تھے جو کچھ وان — خوشی سے ہمدگر سب تھے تہنیت خوان
نہ اوس کو صبر نہ طاقت نہ آرام — ہمیشہ گریۂ وزاری سے تھا کام
ہر اکدم تازہ اوسکو اک خلش تھی — مقیم سینہ جائے دل تپش تھی
برنگ زلف گہ آشفتہ اطوار — گہے چون نرگس مخمور بیمار
جگہ غلطانے کے منہ اوپر وہ بیتاب — کرے تھی گریہ سے تزئین مہتاب
بجان سب گھر کے لوگ اوسکے تعب سے — ولے واقف نہ تھا کوئی سبب سے
بقدر فہم ہر یک کوچک و پیر — کرے تھا اوسکے بہ ہونے کی تدبیر
پر اوس کا حال تھا ہر دم تباہی — تپان تھی جس طرح خشکی مین ماہی
نسیم آسا اوڑاتی تھی کبھو خاک — کبھو جون گل کرے تھی پیرہن چاک
کبھو نوچے تھی سر کے بال غم سے — کبھو نالان تھی فرقت کے الم سے
کبھی کہتی تھی ظالم سے یہ مظلوم — گیا ہے کن امیدون ساتھ محروم
و ماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد — دلے افزود تھا ہر لحظ وہ درد
غرض یہ دکھ ہے کچھ ایسی ہی بابت — جہان حیران ہے سو طب اور طبابت
نہ ملا پا سکے ہرگز یہ اسرار — عبث ضائع ہے یان تعویذ و طومار
عناصر سے ہو گر زیادہ کوئی چیز — طبیب اوسکی کرے تشخیص و تجویز
نشستہ ہووے جون دردتہ آب — اگر سودا تو کیجے فصد و جلاب
دگر صفرا کرے صحت کی غارت — ہو تبریدون سے اطفائے حرارت
مگر وہ جس کو اس کالے نے مارا — نہین جز مرگ اوسکا کوئی چارا
بہت کھینچی جب اوس دکھ نے درازی — نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی
کہ اس مجروح غم کو سوئے خانہ — بہر تقدیر کیجے اب روانہ
یہ لکھیے خط کہ تا لینے کوئی آئے — اسے جس حال سے ہو گھر کو لیجائے

ارے اے بادہ نوش گردش دہر
نہ دینا جام مجکو ہے یہ کیا قہر

ہون تشنہ لب نہایت مثل خامہ
دے وہ مے جس سے ہون سرگرم نامہ

نامہ نوشتن و فرستادن قاصد بطرف مادر و پدر عروس

دبیر واقف تفصیل و اجمال
باین تقریب لکھتا ہے یہ احوال

کہ اے تاج سر قوم و قبائل
سراسر شفقت و اشفاق مائل

وہ گوہر جسکے رشتہ سے ہر اک یان
بخود بالیدہ تھا مانند مرجان

نہ جانے کیا ہوا اسکو تپ و تاب
ہوا چاہے کچھ آپ ہی آپ بے آب

وہ نادیدہ خزان گل برگ نوخیز
ہے جون شاخ کہن ہر دم ورق ریز

خدا جانے کہ اس کو کیا بلا ہے
بدا تقدیر کا کیونکر ہے کیا ہے

جہانتک چارہ دان تھے سب ہین ناچار
یہ کچھ سمجھا نہین جاتا یہ آزار

مگر بعضے کوئی بعد از تامل
کرے ہے اس طریقہ پہ تعقل

کہ تھی یہ اقربا اپنے سے مالوف
ہے صحت اوسکی وان ہونے پہ موقوف

سو یہ گھر اور وہ گھر ایک سا ہے
یونہین گر مصلحت ٹھہرے بھلا ہے

کسی کو بھیجیے ایدھر روانہ
کہ لیجا اسکو یان سے سوئے خانہ

کیا یہ لکھکے خط ملفوف جسدم
ہوئے اس مصلحت سے سب وہ خرم

لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا
کرے گا کیا کوئی دم مین زمانا

دیا یہ خط کسو اک پیک کے ہات
کہ جانا یان سے وان تک جسکو اک بات

زہے تقدیر ہے اوس کی سراسر
ہے کیا دانش جو ہووے اوسپہ دائر

ہمارا کس قدر تو یہ سر رائے
کہ اوسکی کنہ ماہیت کو وہ پائے

کرین ہین حسب ظاہر ہم بھی تدبیر
یہ کیا جانے ہے کیا اسرار تقدیر

چنانچہ یون سنا ہے مین کہ جسدم
ہوا یہ پیک اوس منزل کا محرم

تھے اوس گھر کے جہانتک پیر و اطفال
ہوئے اوس سے وہ سب پرسان احوال

پس از تبلیغ چندین حرف جان کوب — دیا اون نے اونھین آخر یہ مکتوب
لیا اور بعد پڑھ چکنے کے یکسر — ہوئے اس ماجرا سے سب وہ مضطر
کہ یان سے گر ابھی چلیے تو ہی خوب — کہ ہو معلوم وان کا کیا ہے اسلوب
پس از بس ہو گیا تھا موسم شام — وقتین وان رات بیتی کام ونا کام
اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ — شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ
عجب حالت رہی اون سب پہ طاری — نہ تھا کچھ کام جز اختر شماری
اونھون کا حال بد کرنے سے ادراک — گریبان صبح صادق نے کیا چاک
شفق نے طرح اوس گل پیرہن کی — رنگی لو ہو مین سب پوشش بدن کی
پڑی پھیکی جو ٹک شب کی سیاہی — ہوئے وان کو کچھ اونکے لوگ راہی
پس از قطع مسافت یہ عزیزان — ہوئے وارد جو وان فتان وخیزان
جہانتک اوس جگہ کے تھے اکابر — ہوئے خدمت مین اونکی آکے حاضر
کھلائین کمرین اور جھاڑے سر ورو — بٹھایا اونکو اور بیٹھے ہر اک سو
ہین جس صورت سے خدمت کے سرانجام — بجا لائے وہ سب انواع اکرام
غرض بیٹھے یہ جب وان فارغ البال — ہوئے اوس خستہ سے مستفسر حال
کہ اب اوسکے مرض کا ڈول کیا ہے — اوسی صورت سے ہی یا کچھ شفا ہے
دکھایا ہے جنھین اس کو مکرر — کرے ہین کیا وہ بیماری مقرر
سر حرف وحکایت بسکہ وا تھا — کہا ہر اک نے جو کچھ ماجرا تھا
بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہات — یہ ناگاہ اس سبے ہے یہ کیا بات
غرض جبتک کہ یہ اجماع وان تھا — ہر اک اس ذکر سے رطب اللسان تھا
کر آخر صبح کا چلنا مقرر — ہوئے یہ مائل آرام یکسر

دربیان رخصت شدن عروس بر بخشش در عشق درویش

الالے ساقی جام مے ناب — رہیگا کب تلک تو بے خور و خواب

تنک اوٹھ اور سرانجام سفر کر
صبوحی سے لب ساغر کو تر کر

مجھے کریک دو پیمانہ مین تا لک الال
کہ لکھنا ہے مجھے رخصت کا احوال

نہ رخصت یہ کہ اوس مہ کی ہو پاس سے
یہ رخصت ہے کہ اے ظالم جہاں سے

ارے لے گردش افلاک بے مہر
ملائے خاک مین کیا کیا تو مہ چہر

وہ کس سبزے نے ایسا سر اوٹھایا
نہ جس کو خاک مین تو نے ملایا

کوئی پاکیزہ گوہر یان نہ چھوڑا
جسے سنگ جفا سے تین نہ توڑا

ترے ہاتھون سے بلبل نالہ کش ہے
تجھی سے گل سدا آشفتہ وش ہے

دی تو نے جان شیرین پل مین برباد
ترے سر پر ہے ثابت خون فرہاد

ہین یہ باتین تو یک مدت کی جو ہین
سنے ہین حال مین کیا کیا ستم تین

ہے کل کی بات وہ مارا ئین دردیش
ہے آج اس نازنین کا فکر درپیش

چنانچہ مشعل افروز معانی
کرے ہے اسطرح آتش فشانی

کہ جب شب پر ہوا خورشید فیروز
پڑا ہر چار جانب غلغل روز

ہوئے اوس خواب نوشین سے یہ بیدار
کیا سب ساتھ کے لوگون کو تیار

کرین سب گھر مین اس مہرو کی تزئین
ہے دنیا بیچ جیسی رسم و آئین

پہنا کر وہ قبا تن مین وہ بیباک
کرے تھی مثل گل دامن تلک چاک

یہ سب کرتے تھے ساتھ اوسکے مدارا
یہ وحشت اوسکی ڈھونڈے تھی کنارا

نہ تھا اوسکو کسی کے ساتھ آرام
وہی دیوانگی سے دمبدم کام

نہایت اک کنیز کہنہ عصر
کہ دلکش نظم سے جسکی ہے اک نثر

جہان گرم سخن ہوتی تھی وہ زال
تھی وان دلالۂ محتالہ کیا مال

ضعیفی سے کرون اوسکی مین کیا بات
کہ جس نے کی تھی بڑھیا آگہ کی مات

جھکا تھا بسکہ پیری سے وہ قامت
تھی سر پر ٹھوکرون سے نت قیامت

رکھے ہے ہات مین لمبے جو چماق
کہین تھی اونچی اوس سے پاؤنکی ساق

غرض تھی ڈول پر یہ کاروانی
تھی گویا مادر گیتی کی نانی

ہوئے وہ بے فنون سازیکی یہ جب
ہوئے اوس سے جدا جتنے تھے وان سب

نہ جانے کیا لگی اوس کا فرنے تدبیر
کیا دو ہی سخن مین اوس کو تسخیر

جب اس حالت سے آئی کچھ سر راہ | سواری مین وہ بیٹھی اور یہ ہمراہ
تھا گویا شاق اوس پہ پر تکلف وار | پہ کیا کیجے ہے لازم گنج کو مار
مگر وہ غم تھا کچھ اس کے لیے کم | کہ گردون نے دیا اس غم پہ یہ غم
غرض تب وان سے چل نکلی سواری | ہوئی دونی وہ اوس کی بیقراری
نہ تھا صبر و سکون اوس کو نہ آرام | پہ وہ باتو نہین کرتی تھی اسے رام
کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال | کہ تجھ بن زندگی ہے اوس پہ اشکال
بہ نحوے قصہ و دستان معقول | کبھو رکھتی تھی اوس وحشی کو مشغول
کہ اوسنے دل سے کیون ہی غم غلط ہو | پہ جو ہوتا نہ ہو وہ کس نمط ہو
ہین وہ بوئی کے جس صورت سے انداز | سر زلف سخن کرتی تھی وہ باز
کہین اس مین علی وضع روایت | کی اوس تکیہ سے بھی اون نے حکایت
کہ اک جا آئے ہے آگے سر راہ | بہشت دلچسپ اور مطبوع دل خواہ
جگہ اتنی تو کیا اک مختصر ہے | عجب کچھ لطف سے پر سبزہ تر ہے
زمرد تو نہ کہیے اوس کو زنہار | یہ خاتم سے ہے عالم کے نگین دار
گلو نہین سبزہ یون لہرا رہے وان | ہو جیسے مور ستی مین پرافشان
غرض وانکے خیابان کی ہر اطراف | ہے سینے سے بھی مہرویونکے کچھ صاف
چل اب بیٹھیے اوس جاگہ کوئی دم | فزو ہوتا دل محزون سے کچھ غم
گلونکے ساتھ وان کرنا تو بازی | ہوا بلبل کے دل کی چارہ سازی
پریشان گل پہ کیجو تار سنبل | بہم شرمندہ ہوتا سنبل و گل
نہین گل شاخ پر ابستہ مرغوب | جو پہونچے ہاتھ تک تیرے تو ہی خوب
سنے جو اون نے وہ حرف فسون دم | ہوئی دل مین نہایت شاد و خرم
پر اک نحوے تغافل سے وہ عیار | کرے تھی اس سے وان جانیکا اقرار
کہ تیری مصلحت گر ہے اسی طرح | نہین سر پیچنا مجکون کسی طرح
ہے اس سے اور کیا بہتر جو اکدم | خوشی سے گذرے یکجا گو یہ باہم
اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار | کہ وہ تکیہ ہوا ناگہ نمودار
ہوئی اوس سے جدا یہ دایۂ پیر | دیا ہر اک کو ان نے غرض تدبیر

کہ مین غمگین نپٹ پایا ہے اس کو
سو کچھ باتون مین پرچایا ہے اسکو

مرض کا اسکے مین سمجھا ہے اب تو پیچ
لے اک کلفت خاطر ہے اور پیچ

مناسب ہے جو یان اوتر ہے کوئی دم
فرو ہوتا دل محزون سے کچھ غم

غرض یہ بات تھی مقرون تفہیم
مہر اک نے اوسکی کی تصدیق و تسلیم

کہا حضار نے وان سے کنارا
اسے پردا کر اوس جاگہ اوتارا

دربیان رسیدن عروس بمکان درویش و بجاے درویش گور یافتن و ترقیدن قبر و در آمدن دران عروس .

الا اے ساقی میخانہ ناز
نہ رکھ مے کو لب ساغر سے تو باز

غنیمت ہے ارے ظالم کوئی دم
ہے عرصہ زندگانی کا نپٹ کم

کہ شمع بزم ہستی آہ زیاد
سدا رہتی ہے زیر دامن باد

نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ اوپر تنگ
خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے
مرے دل کے جراحت کی قسم ہے

قسم ہے تجکو اپنے زلف درد کی
قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی

قدح کو آتش تر لے کے بھر تو
طراوت دے گل داغ جگر کو

تنک ہکے جو اوس مے سے مرا کام
حدیث جذب الفت تا ہو انجام

خوشا تاثیر جذب عشق کامل
سراپا ہے اثر جس سے ہر اکدل

نہ لیجا کہربا اس طرح سے کاہ
کرے جو جذب جانان جان آگاہ

تصرف تا شریک آب و گل ہے
کشان آہن کو مقناطس دل ہے

کیا ہے دل نے آئینے کو حیران
دیا ذرہ کو دل نے شوق طیران

کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام
نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام

فسون سازی یہ اپنی جب کبھو آئے
جنازے پر نہین تو گور پر لائے

اسی صورت سے اس کافر کے ہین ڈول
چنانچہ ہے اوسی راوی کا یہ قول

کہ جب وہ نازنین تکیہ مین آئی
جگہ درویش کی اک ڈھیر پائی

وہ نیش غم جو تھا خاطر مین مرکوز
ہوا جون نیش عقرب نار آموز

کیا صد آہ آتشناک نے جوش
پہ غیرت اوسکو کہتی تھی کہ خاموش

پہنچے دل سے ہزارون نالے تا لب
و لے دل جانتا تھا اوس کو یا لب

ہزارون گریہ کے اوٹھتے تھے طوفان
نہ تھا اک رشحہ لیکن زیب مژگان

غم دلکا کرے تھی سو طرح ضبط
پہ ضبط و عشق لے غافل ہے کچھ ربط

شرار غم نے کی آخر شرارت
بدن مین یک بیک آئی حرارت

لگا کر ماہ سے اور تا بماہی
نظر مین چھا گئی یکسر سیاہی

گری بیطاقتی سے وان یہ غمناک
طرح پانی کے لرزی ہر طرف خاک

پکڑتے تھے اوسے ہر چند احباب
پہ نکلی جاتی تھی ہاتھون سے جون آب

گلون پہ تھی اوسے یون اضطرابی
انگارون پہ ہو جون سیخ کبابی

اسی صورت سے یہ غلطان تھی کچھ دور
کہ جذب عشق نے تکڑے کی وہ گور

اوٹھا وہ دول اُس جا گر کچھ ایسا
نظر آتا جسے کہتے ہین کیسا ہو ہو

نہ جانے پھر کہ وان کا حال کیا تھا
یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا

کیا جن نے تامل ایک دم مین
لیا اوس نازپرور کو شکم مین

اسے اُس گور نے اس طرح کھایا
نہ ماہی پیچ یون یونس سمایا

ہوئی جون آب پنہان یہ تہ خاک
رہے باہر وہ سارے مثل خاشاک

الا لے ساقی درد و غم
اوٹھا ہووے یہ ساری بزم ماتم

نہین یہ دور سے دور جہان سے ہے
تنک فرصت کو یہان عرصہ کہان ہے

شتابی کر تنک لے ظالم شتابی
نہین گر جام لا ایدھر گلابی

جو کوئی آب و گل سے یان بنا ہی
مآل اوسکا یہی آخر فنا ہے

ہر اک کو یان یہی ہی عقدہ درپیش
ہو شاہ خانہ یا تکیہ کا درویش

چنانچہ لوح خوان بزم ماتم
کرے ہے اسطرح سے نالش غم

کہ اس حالت کو گذری جب کچھ اک دیر
لگا آنے نظر درویش کا ڈھیر

نہ دیکھا رخنہ اُس جا گور مین نے درز
مسلم جس طرح تھا وہ اوسی طرز

جو تھے اون نازنین کے اقربا دان
ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیران

کہ یارب کس طرح اب گھر کو ہم جائیں — بھلا جائیں تو منہ کیا لیکے دکھلائیں
جو پوچھینگے ہمین خویش و برادر — کہان چھوڑی وہ تم نے نازپرور
جواب اسکے سوا ہم کیا کہین گے — کہ شرمندہ سے ہوکر چپ رہین گے
اگر ہم جانتے ایسا سرانجام — نہ لیتے یان کے رہنے کا کبھو نام
برنگ گل گریبان چاک و مضطر — پڑے یونہین تھے اوس مرقد کے اوپر
کوئی کرتا تھا تن پر پیرہن چاک — کوئی ڈالے تھا تن پر متصل خاک
کوئی کہتا تھا کھودین اپنی جگر کو — ہو شاید اوس تلک پہنچائین رہ کو
تھے غنچے وانکے سب اس غم سے دلتنگ — نہ تھا پھولون کے منہ پر مطلقاً رنگ
ہوا جو سرو اس حالت سے آگاہ — بنا سرتاقدم وہ صورت آہ
سرو شاخ وین اون جاگہ جو تھی پات — ملین تھین ہمدگر افسوس سے ہات
اک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع — ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع
پھر آخر جسطرح ہے رسم و آئین — لگے کرنے اونھون کی لوگ تسکین
کہ گو کیجے ہزارون نالہ و آہ — نہین وان کے گئے کو پھر ادھر راہ
ہے یان دم مارنے کا کس کو یارا — نہین بندے کو غیر از صبر چارا
چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول — یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول
اگر صد سال باشی ور یک روز — بباید رفت زین کاخ دل افروز
نہ جانو اشکال عالم دیرپا ہین — یہ سب سیلی خور دست قضا ہین
بگاڑین ہین ہزارون روے و کاکل — بنائے اس چمن کا سنبل و گل
یہ جتنا تختہ روے زمین ہے — ہر اک خطہ یہان اک نازنین ہے
جو آیا اوس گذرگہ مین سو گذرا — نہ وامق ہی رہا آخر نہ عذرا
نہین جز نام کچھ بھی ان سے اب یاد — کہان شیرین گئی کیدھر ہے فرہاد
یہ کل ہونا ہے اے فرصت کے غافل — کہ ہم مطلق معطل ہون تہ گل
یہی خورشید ہووے اور یہی ماہ — یہی وضع زمانہ اور یہی راہ
کچھ اشیاؤن سے یانکے کم نہ ہووین — یہ سب کچھ ہووین اور ہم نہ ہووین
بس اس صورت مین کیجے کس کا ماتم — ہے اپنا حال جائے گریہ و غم

غرض سمجھا کے اون کو چار و ناچار
کہا ہر ایک نے ہے صبر درکار

نہ دیکھا جب اونھوں نے کچھ حاصل
غم خاطر سے غیر از کاہش دل

اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر
کیا صرف گریبان رشتۂ صبر

گئے گھر کو بچندین محنت و غم
ہے جس صورت سے رسم اہل ماتم

بس اے سودا خموشی پیشہ کر تو
سخن کے طول سے اندیشہ کر تو

کہ اس حسن تکلم پہ طوالت
مبادا ہو کسی دل کو ملالت

سخن سے ہے گرچہ لذت میوۂ لب
یہ خاموشی کو کرتین شیوۂ لب

کہ اکثر بات مین سہو و خطا ہین
نہ کہنے مین یہ سب مطلب ادا ہین

کسو جا گر یہ تین دیکھا ہو تو کہتا
کہ ہووے معترض حرف نگفتا

وگر شاخ سخن طوبی کی ہے نخل
ہے دائم ساتھ اوسکے تیشہ کو دخل

چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم
کہ ہووے تا قیامت رونق بزم

کئی ہفتہ دماغ اپنا جلایا
بہت سا خون دل بیہودہ کھایا

بہر صورت کہا کہتے تو لیکن
یہی اب سوچ خاطر مین ہے ہر دن

کہ یارب پڑیو اک ایسے کے یہ ہاتھ
کہ جو کھولے اسے اشفاق کے ساتھ

اگر دیکھے کہین سہو و خطا سے
کرے پوشیدہ داماں عطا سے

بقدر وسع در اصلاح کوشد
اگر اصلاح نتواند بپوشد

الا اے ساقی خلوت سرانجام
کلاہ سر و مینا کر گل و جام

کہان تک لب پہ آوے یہ ترانہ
ہو مشغول حدیث و افسانہ

اوٹھی سب بزم آیا وقت خفتن
ہے اب گفتن سے اولی تر نگفتن

مثنوی

یار مشفق ہین ہمارے مہربان
خوب صورت خوب سیرت نوجوان

ناگہان اک روز ہم سے مل گئے
دیکھتے ہی شکل جون گل کھل گئے

جب ہوئے آپس مین ہم اور وہ دوچار
آہ نکلی دل سے اک بے اختیار

دیکھتا کیا ہون کہ عالم اور ہے
گرد رخسارون کے خط کا دور ہے

تلک دھوان سا اوٹھ رہا ہی آگ سے — اوڑ گئے ہین جیسے منہ کے بھاگ سے
سنے وہ شوخی سنے وہ لڑکا پن رہا — سنے وہ صورت ہے نہ وہ جوبن رہا
پڑ گئین ہین منہ کے اوپر جھائیان — ناک پر بھی آ گئی ہین سیائیان
چہرہ سون سے ہے سارا بدنما — رنگ منہ کا اوڑ گیا جیسے ہما
چاند پر بادل کہ جیسے چھا گیا — مورچہ جون مغربی کو کھا گیا
منہ پہ سبزی اور سیاہی جم گئی — جس طرح پانی پہ کائی جم گئی
ہوگیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ — جیسے آئینے کو کھا جاتا ہے زنگ
تب کہا مین یار یہ کیا ہے بلا — کہنے لاگا ذکر اوس کا مت چلا
چپ ہی بہتر ہے کہ اس مذکور سے — سینے آواز دہل کو دور سے
بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی — مین نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی
جب تلک اک عالم تجرید تھا — ہمکو ہر دن تھا سو روز عید تھا
کیا کرین اپنی مصیبت کا بیان — ہووے کم بختی کسو کی مہربان
کدخدائی کا ہے جب سے اتفاق — زندگانی ہوگئی ہے جی پہ شاق
ہوجیو مشاطہ کا خانہ خراب — ہاتھ سے جسکے ہے اپنا جی کباب
کیا کہون مین اوسکے رنگ اور ڈھنگ سے — لعل کو پھوڑا ہے جس نے سنگ سے
ایسا بدصورت ملا یا آدمی ہو — کہیے کیا اپنی ہے قسمت کی کمی
دوست و دشمن کا نہین کچھ اسمین دس — آسمان سے پڑ گئی یہ مجھ پہ اوس
رنگ جون گل اوڑ گیا ہے سربسر — ہوگیا ہون غم سے کانٹا سوکھ کر
درد دلکو کس سے ظاہر کیجیے — غنچہ سان اب اپنا لو ہو پیجیے
گو کہ ہے طاؤس بانقش و نگار — پاؤن اپنے دیکھ وہ ہے شرمسار
گرچہ تھا مین نازنین بدر کمال — ہوگیا ہون لیک اس غم سے ہلال
اپنی صورت کا تو اتنا غم نہین — پر یہ صورت ہے تو اک دم ہم نہین
جو کوئی آٹھون پہر غمناک ہو — شکل صورت اوسکی پھر کیا خاک ہو
آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی — جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
بیاہ کی تھی رات مجھ پر یون کٹھن — چاند کو لگتا ہے جیسے کہ گہن

وہ منی جلوہ لگی دینے جو ہین
اور وہان ماتھا مرا ٹھنکا دو ہین

آرسی مصحف لگا جب دیکھنے
آسمان اوپر لگا تب دیکھنے

ایسی ہی دکھلائی دی اک شکل زشت
پھر گئی آنکھون کے آگے سرنوشت

جو ہین پڑتی ہے مری اوس پر نگاہ
ہے گویا اک پارۂ ابر سیاہ

آنکھ سے آنسو چلے بے اختیار
جیسے برسے ہے کوئی ابر بہار

ابر غم کا دل کے اوپر چھا گیا
آنکھون کے آگے اندھیرا آ گیا

دیکھتے ہی جی گیا اپنا دہل
روح قالب سے گئی دو ہین نکل

جان برون رفتن ز تن نزدیک شد
عالمی در چشم من تاریک شد

ہو گئی اوس وقت اک صحبت عجب
ملگئے آپس مین گویا روز و شب

شکل سے اوسکے ہوئی جب آگہی
ہو گیا جون ماہ نو قالب تہی

کوئی اوس صورت کا دیکھا نے سنا
دیکھتے ہی مین نے سر اپنا دھنا

جب مین دیکھی شمع صورت اوسکی شان
رہگئی انگشت حیرت در دہان

منھ قضا کا دیکھتے ہی رہ گیا
جو پڑی سر پر غرض سب سہہ گیا

ہو گیا اوس وقت غمگین اور ملول
سینگ دے سر پر خدا تو ہے قبول

شمع بھی رونے لگی وان میرے ساتھ
شعلہ بھی ملتا رہا اس غم سے ہاتھ

چاندنی کالک سے ملے تھی منھ کے تئین
خاک اوپر لوٹتی تھی چاندنین

ایک میری ہی نہ تھی وان چشم تر
روتی تھی شبنم بھی میرے حال پر

قطرۂ شبنم کہ از گردون چکید
ہمچو اشک از دیدۂ پر خون چکید

چشم انجم سے گرے پڑتے تھے اشک
جون گہر افلاک سے جھڑتے تھے اشک

اور ثریا العقد گوہر بار تھی
چشم پرخون اشک خون افشار تھی

آستین رکھ منھ کے اوپر کہکشان
روتی تھی بادیدہ ہاے خون فشان

ایک تو اس غم سے دل شب تھا دونیم
تسپہ آہ سرد بھرتی تھی نسیم

صبح صادق نے کیا سینے کو شق
خون دل پینے لگی اپنا شفق

کیا کہون جیسی کچھ گذری تھی رات
صبح کو رخصت ہوئی وانسے برات

آئے اک ماتم زدہ سے گھر کے بیچ
جب رکھا ہم نے قدم کو در کے بیچ

ہر طرف سے اک مبارک باد تھی — پر ہمین دشنام سے وہ زیادہ تھی

لوگ تو خوش وقت اور خرم ہوئے — یک گرفتار مصیبت ہم ہوئے

بارے اپنے گھر مین اب رہنے لگے — چرخ کے جور و جفا سہنے لگے

گذرے جب اسبات کو کتنے ہی روز — ایک دن بولا وہ ماہ دل فروز

تم جو یون میرے مجازی ہو خدا — جس طرح سے امر ہو لاؤن بجا

جس سے اب فرمایئے اوس سے چھپون — کس کے آگے ہو نہین اور کس سے چھپون

جب سنی یہ باتین مین نے ہنس دیا — عرض اپنا اون کی خدمت مین کیا

جان میرے ہو جیے سب کے حضور — لیک اس عاصی سے رہیے دور دور

اپنا منھ سارے قبیلہ کو دکھاؤ — پر خدا کیواسطے مجھ سے چھپاؤ

سنکے مجکو یہ دیا اوس نے جواب — عورتون کو چاہیے سب سے حجاب

روئے نامحرم سے بہتر چشم کور — پر نہ دکھلاوے خدا جز روئے گور

جی مین سمجھا مین یہ اوس کی زرگری — عصمت بی بی ست از بے چادری

تب سے یون بیٹھا ہے جی پر اعتقاد — اوٹھ گیا ہے دل سے اپنے اعتماد

گر نشان دے کوئی مجکو حور سے — بھاگ جاؤن دیکھ اوسکو دور سے

جب سے ہون مین اس بلا مین مبتلا — رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا

یہ تو جلدی سے کہین یارب مرے — ایسا ایسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے

سن چکا جب اوس سے یہ مین ماجرا — ہو چکا قصہ سے اوس کے آشنا

تب کہا مین عقل سے یہ دور ہے — کونسا اے یار یہ مذکور ہے

جب سے دنیا مین ہے انسانی سرشت — کوئی روے خوب ہے اور کوئی زشت

ماٹی کی مورت بناوے ہے کمہار — کوئی بد صورت کوئی ہے تاجدار

بس ہے کیا لازم کہ صورت خوب ہو — آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو

جسکو جیسا کچھ بنایا بن گیا — شکل انسان مین جو آیا بن گیا

دیکھ بد صورت کو مت ہنس کھلکھلا — اسمین ہوجاتا ہے صانع کا گلا

جس کو دیکھا ہمنے سو معیوب ہے — فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے

گنج کوئی مار سے خالی نہین — دامن گل خار سے خالی نہین

چاند کو کیا دیا حق نے شرف
لگ گیا ہے ساتھ اوسکے بھی کلف

صورت اور سیرت کا باہم اتفاق
ایسا ہوتا ہے بہت کم اتفاق

خوبرو اکثر ہین اپنے مہربان
لیک بدباطن ہین اور وہ بدگمان

آدمی کے بیچ سیرت چاہیے
بر اسے چشم بصیرت چاہیے

آشنا سیرت سے ہوئے میرجان
صورت ظاہر تو ہے یہ کوئی آن

گر اسی سے تو قیاس آ میرے یار
کوئی دن بھی آہ تجھ پر کیا بہار

اب ترا وہ رنگ و روغن ہے کہان
وہ تری صورت وہ جوبن ہے کہان

کیجیے صورت کا بس کیا اعتبار
کوئی دن ہے یہ بھی جون فصل بہار

خوبصورت یار بھی اپنے گئے
مونس و غمخوار بھی اپنے گئے

جیسے عبدالحی تابان ہوچکا
ساتھ اوسکے اک سلیمان ہوچکا

گرچہ تھا وہ ماہ کنعان وقت کا
ہوچکا وہ بھی سلیمان وقت کا

یوسف مصری سے مصری کم نہ تھا
تلخی دوران سے جس کو غم نہ تھا

نام تھا اک خوبصورت کا عزیز
جان سے زیادہ ہمین تھا وہ عزیز

اوٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے
کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے

ہوچکا مالک بھی ملک حسن کا
تھا وہ بخشی الممالک حسن کا

میر قطبی قطب تارا ہوچکا ؎ ؎
کیا کہون مین زور پیارا ہوچکا

سانورون مین اک گمانی زور تھا
ہند مین جس کے نمک کا شور تھا

حسن و خوبی مین غرض یہ طاق ہے
کیا کہون مین شہرۂ آفاق ہے

ایسی صورت کے ہزارون خوبرو
ہوچکے ہین یار اپنے روبرو

ایک ہو تو جس کی خاطر روئیے
آہ اب کس کس کی خاطر روئیے

ایسی کتنی مورتین یان مٹ گئین
کیسی کیسی صورتین یان مٹ گئین

ہم سے اب کوئی نہین ہمدم رہا
وہ زمانہ اب نہ وہ عالم رہا

کیسے کیسے لوگ یان سے اوٹھ گئے
خوبرو سارے جہان سے اوٹھ گئے

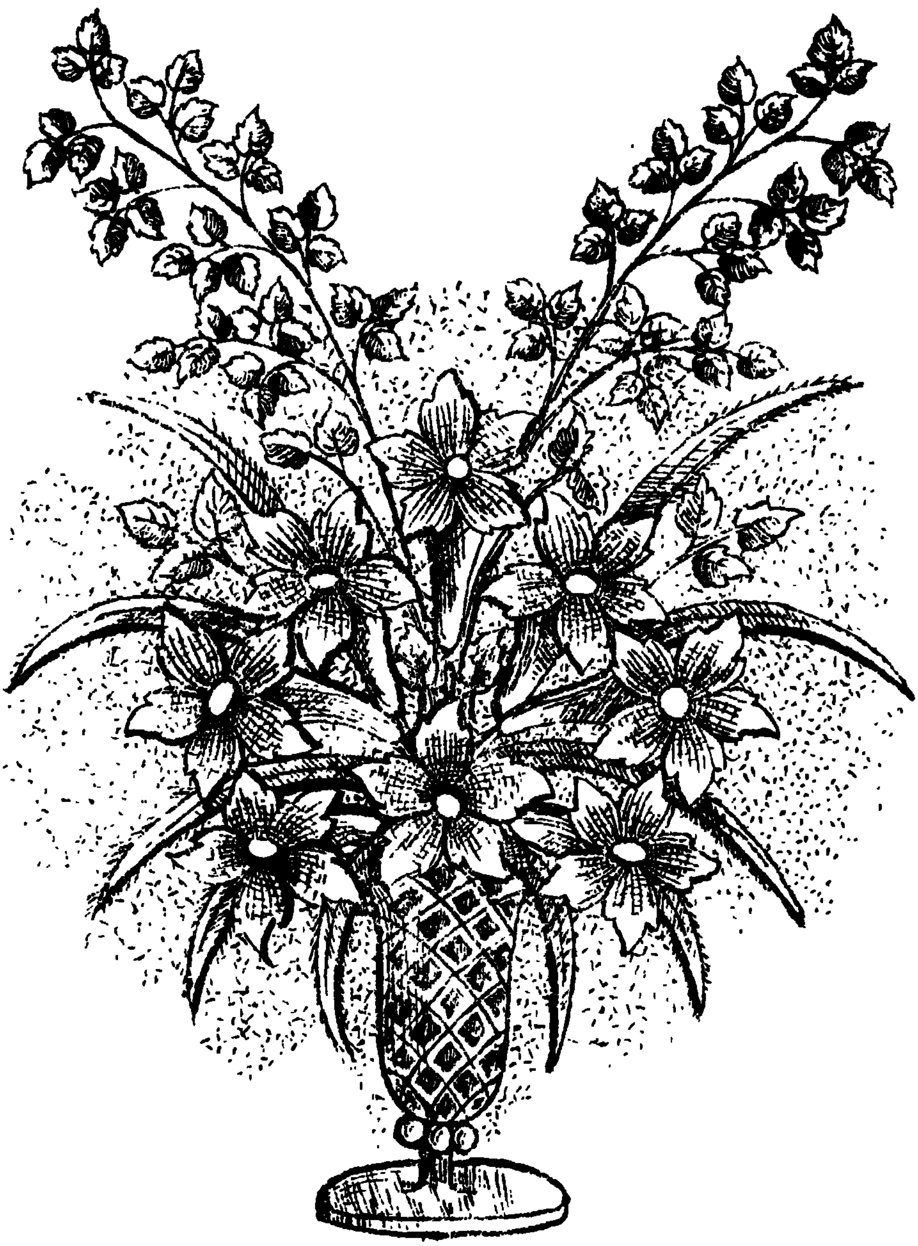
حسن و خوبی ساتھ اپنے لیگئے
لالہ سان اک داغ دل پر دیگئے

غم سے یارون کے ہے دل ایسا ہی داغ
حشر تک روشن رہیگا یہ چراغ

کیجیے آگے بس اب قطع کلام
یار اس کہنے کا تھا یہ مدعا
آدمی کو چاہیے وارستگی
زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار
پائداری ہے اوسی کی ذات کو
دوستوں کا غم نہ ہووے گا تمام
تا کر اپنا دل کسو سے مت ملا
صورت فانی سے کیا دل بستگی
شکل و صورت کا تو ہی کب اعتبار
بس ہے سودا نفی کر اثبات کو

تمت القصائد و المثنویات

توفیق ناظم امور عالم کہ مصرعۂ موزون قد شاہدان دبیت پر مضمون ابروے شوخ نگہان را نحوے آراستہ کہ آہو گیران را مجال نیست کہ بروے ناخن انگشت عیب بینی زنند در رباعی عناصر و خماسی حواس نبوئی بر داختہ کہ خردہ یابان را یارا نہ کہ جز قبول حرف گیریش نمایند تا این زمان از مجموعۂ کلیات فخر شعراے زمان و فخر نظماء دوران میرزا رفیع السودا کہ شاہین بلند پرواز فکر متیش صید مضامین را تا بعالم بالا نمی گذارد و شتغار سخت گیر خیال الایش شکار معنی را از عرش اعلیٰ می آرد خوش خیالی و خوش فہمی کہ دوران را باین دوران شبا روزی نظیرش در عالم کون بنظر نرسیدہ و بلند فکری و اعلیٰ دریابی کہ باہمہ کہ چرخ چنبری را از کہن سالگی پشت بخم آمدہ تا این زمان عدیلش را مشاہدہ نکردہ خاقانے اگر زندہ بودے در پیش گاہ شاعری کاسۂ درویشی بدست گرفتہ دریوزہ تلمذ استدعا نمودے و عرفی اگر بقائے حیات ماندے آوازہ معروف نظمش مجہول گردیدے قصائد و مثنویات باتمام رسیدند و ازینجا دیوان فارسی شروع گردیدہ واللہ الموفق بالاتمام و بیدہ المرام۔



دیوان فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

ایکہ در چشمم بہر صورت تو منظوری بیا
وے بدل نزدیک من از من چرا دوری بیا

در ملاقاتم بخود بتان مجبوری مبند
منکہ می دانم ترا نوعیکہ مجبوری بیا

من بدل جور ترا بہتر ز مہر انگاشتم
گرچہ در ذیل ستم کیشان تو مشہوری بیا

مانعت امروز اے چشم و چراغم گر کسی است
شب بکش در دیدۂ او سرمۂ کوری بیا

نامۂ وصل ترا خط بر رخت آوردہ است
رفت ایام فراق و وقت مہجوری بیا

یکسر مو شوکت حسنت نخواہد کم شدن
من گدائے کاسہ در دست و فغفوری بیا

گوش عالم ز اشتہار عشق پاک من پر است
جان من از دار ثان بگرفتہ دستوری بیا

منکہ از خود میروم ہرگہ تو می آئی برون
اے بقربانت چرا در خانہ مستوری بیا

بیتو گردون روز سودا را شب دیجور ساخت
اے سراپا رشک نور شمع کافوری بیا

غزل

گر بگفت وا کند تا آن دو لعل بستہ را
میخرد سودا بنقد جان در بشکستہ را

دادخواہ کیست یارب اینکہ از گل نوبہار
ہر سحر بر چوب بندد جامۂ خون بستہ را

میکنم ہرچند پنہان راز عشق اما چہ سود
چارہ نتوان کردہ غمازی حال خستہ را

غافل از حالم مشو صیاد ورنہ مشکل ست
باز آوردن بسوے دام صید جستہ را

جز صبا بند قباے گل نہ بکشاید ز حسن
آورد در قید خدمت مردم وارستہ را

بوالہوس کز خوی ہوا سوخت بازادرا مخوان
کار با آتش دگر نبود سپند جستہ را

مغتنم دان صحبت باہم کہ میسازد جدا
دہر چون بادام توام دل بدل پیوستہ را

من امید سرقہ کے دارم ز بیت پست غیر
دزد مایوس انہ بیند خانۂ نشستہ را

کے امان جوید دل بشکستہ از سختی دہر
اختلاط از سنگ باشد شیشۂ بشکستہ را

ما دل دیوانہ بر طور خودش بگذاشتیم
کز نصیحت ہیچ سوئے نیست از خود رستہ را

بادل صدپاره سودا میکند گلگشت باغ
میبرد دیوانه هر طرف چمن گلدسته را

من بساط عیش خود را برنه چینم تا کجا
خنده زن بر شادی من اهل ماتم تا کجا

خون دل تا کی خورد در سینه اندوه طرب
جان بفکر شادمانی طعمهٔ غم تا کجا

راضیم گر چرخ زیر تیغ بنشاند مرا
از برای منزلی سامان بگردم تا کجا

جز نمک پاشی بخاطر ره نمی یابد علاج
بر جراحتهای تیغ عشق مرهم تا کجا

همت فقرم نخواهد شاهی ناپایدار
زین کله بر خود حباب آسا ببالم تا کجا

اختلاط او بمن ناصح دو روزی بیش نیست
صحبت جنس پری با نوع آدم تا کجا

غافل از بدنامیم منشین که ناموس ترا
می برد رسوائیم والله اعلم تا کجا

هیچ سگ چون من بعالم تابع امر تو نیست
گفتهٔ هر گه بد و گاهی نگفتم تا کجا

در فراق رفتگان با غم نسازم تا بکی
در مقام فرقت چندین بگیرم تا کجا

از بیاض عمر جنبهای رنگین رفته است
یک ورق گردانی تا ندست انهیم تا کجا

از تلاش و سعی سودا با کش پیرانه سر
حلقهٔ در هازدن با قامت خم تا کجا

خاشاک شمردیم همه اسباب جهان را
با خس نبود دوستی آتش نفسان را

زخم دل کس بخیه و مرهم نه پذیرد
باید که باندیشه کشتی تیغ زبان را

اهل نظر آنند که چون شعلهٔ فانوس
بینند بیک پرده نهان را و عیان را

شایان جرس قافلهٔ ریگ روان نیست
کی ناله گلوگیر شود مرده دلان را

تنها نه موج خنده زند بر بقای ما
چشمک حباب نیز به نشو و نمای ما

از کوچهٔ فراغت دل کی توان گذشت
آزادگی ما شده زنجیر پای ما

بستیم در بروی دو عالم دراسے یار
جای فرشته نیست بخلوتسرای ما

آئینه ایم و طعمهٔ زنگار گشته ایم
تا زشت را ملول نسازد صفای ما

همچشمی یار در حق پردین زبان کشود
یک خوشه چین حسن تو اینهم سوای ما

مارا بدل امید رهائی خیال محض
دام از نگاه بست و قفس از وفای ما

حیوان طمع ز جنس خود اصلا نمی کند
این ننگ هیچکس نه پسند د سواے ما

نخورد آب بما هم دل درویشی ما
هست بیگانه ز ما رابطهٔ خویشی ما

سعی امروز کنم از چه براے فردا
میزند خنده بما عاقبت اندیشی ما

ما ننالیم ز جور فلک دون خود را
شانهٔ زلف جفا ساخته دلریشی ما

کس برون زان کوچه نتوانگر داین دلداده را
باد بردارد مگر خاک من افتاده را

ما بنقش پای مردم قطع منزل چون کنم
هر که ره گم کرد او جوید بصحرا جاده را

کفر و دین در عشق هم یارب نقیض دیگرند
یا بمن ده کفر یا دین آن برهمن زاده را

صد بهار آخر شد و از ساغر خود همچو گل
من بجز خون جگر گاهے نخوردم باده را

ناصح از راه کرم ما را نصیحت می کند
جز شنیدن هیچ نتوان گفت مرد ساده را

عاشق مهجور را از شادی عالم چه سود
روز عاشورست روز عید غم آماده را

بسکه پابند علائق گشتم اے سودا مپرس
زندگانی دائم الحبس ست این آزاده را

زد شعله بر دل از نفس سرد و داغ ما
روشن شود ز باد سحر گه چراغ ما

آتش بسان سنگ دهد آسیاے چرخ
خواهیم بهر نان چو شود گرم اوجاغ ما

از رهبری عشق بجاے رسیده ایم
صد خضر گم شود بتلاشش سراغ ما

چون لاله از درون و برون پر آتش ست
طاقت کرا که تا بلب آرد ایاغ ما

از اختلاط او دل یک غنچه وا نشد
شرمنده رو نسیم برون شد ز باغ ما

از تیرگی اختر ما لرزد آفتاب
شهباز خائف ست ز چنگ کلاغ ما

ما گر شویم یا شود او گنگ تا کجا
سازد بهرزه گوئی ناصح دماغ ما

آید به پیش ما که ز معمورهٔ جهان
رو کرده چغد هم نه پے دعوی راغ ما

خالی ز تنگدستی خود در جهان نیم
سودا نصیب شهرهٔ باشد فراغ ما

چون دل نتواند که کند ترک وفا را
انگاشته ام مهر به عشق تو جفا را

در سلسلام نیست بجز درس اسیری — من طرفه لغت می شمرم لفظ رها را
بوئے که برد هوش ز بشگفتن گل نیست — تا او بچمن وا نکند بند قبا را
تقدیر بجا ماند چسان حیرتم اینست — آن روز که مژگان ترا کرد صف آرا
بود ر گره طرهٔ سنبل نه چنین ست — این عقده که وا کرد بپرسید صبا را
او قاتل خلق ست هر آنکس که بیامیخت — در جلوهٔ حسن تو چنین تا زوا دارا
با من بدی ذکر عزیزان چه ضرورست — بشناختم اے دوست بخوبی همه ما را
بیمار تو میگفت سحرگه به پرستار — در صحت ما دخل دوا را نه غذا را
ممکن که لبش تا به لب ما برساند — در کوزهٔ خضر آنکه کند آب بقا را
وے شد طرف باغ چو سودا اگذرما — بودند همه مرغ چمن زمزمه آرا

ناگاه ز قمری چو شنیدیم صدائے
گفتیم و برفتیم که عشق ست صدا را

باشد ز گریه ام دل سوزان من در آب — این طرفه آتشی ست که دارد وطن در آب
مانند شمع ز آتش سودا و جوش اشک — باشد سرم در آتش سوزان تن در آب
زان آتشی که عشق تو در جان من زده است — گوهر شرر شود چو فتد عکس من در آب
گردید بسکه آب ز شرم لبت عقیق — شد غرق همچو خطهٔ یونان یمن در آب
از جوش گریه مردم چشمم شب فراق — گردید همچو مردم آبی وطن در آب
گردد گهر بحرف صدف قطرهٔ گلاب — شوید چو روے خویشتن آن گلبدن در آب

سودا بگریه شور و فغانم نگشت کم
حرفیست اینکه نیست صدائے سخن در آب

آن شعله که در خرمن موسیٰ شرر اوست — دیدم بمقامی که نهم قفل در اوست
آتش بدلم میزند این رشک که آن شوخ — مخفی ست پس پرده و بیرون خبر اوست
اے شیخ ز جاروب کش میکده ام پرس — رازیکه نهانست ز تو در نظر اوست
آن مے که بیک جرعه ز خود برد جهانرا — طرف دل عاشق تبلاغی اثر اوست
کے مرغ دلم را هوس سدره نشینیست — در چنگل شهبازنئے بال و پر اوست
من معتکف دیر از آن گشته ام اے شیخ — زان در چو منے را که نرانند در اوست

آن شمع که در پردهٔ فانوس خیال ست — این مجمع آراستهٔ قربان سر اوست
گلدستهٔ دوران که باین رنگ بهارست — نازم که کیست که بندد کمر اوست

قسمت چو بهم سید زآب خور سودا
منشی قضا گفت که خون جگر اوست

ستد زهش زمانه چو جانها نمی گذاشت — نازِ تو جان خضر و مسیحا نمی گذاشت
شد مبتلا مرگ و زیست چو یکسان زمانه کاش — بهتان زندگی بسر ما نمی گذاشت
دل آن قدر که تشنهٔ دیدار تست اگر — بودی به آب قطره بدریا نمی گذاشت
میداشت گر ز تندی خوی تو آگهی — آتش ز ترس دامن خارا نمی گذاشت
جنس دلم که پیش تو خوار ست بهر اد — اکثر هجوم مشتریان جا نمی گذاشت
بودی کریم را چو بهر احوال ما نظر — کار جزای خلق بفردا نمی گذاشت
بستی چو دو مهر برخ صرصر در جهان — تا حشر خاک مادر او را نمی گذاشت
ترک تعلقش ز جهان می شدی درست — عنقا چو نام خویش بدنیا نمی گذاشت
یاد آن زمانه که پسر را پدر بشهر — ناصح ز نشتار تو تنها نمی گذاشت
پشت فلک نه بار تو لطف عشق نمی شکست — تقدیر گر بلای تو بر ما نمی گذاشت

جانباز کس ندید چو سودا براه عشق
جای که سر ز تن برد و پا نمی گذاشت

عمر ز ایام جوانی یادگاری مانده است — نشئه می شد برون لیکن خماری مانده است
حسن جلی عشق میگیرد که بعد از کوهکن — نقش شیرین را ببین در کوهساری مانده است
مغتنم دان در قفس مرغ دلم را چند روز — ورنه بر بالش ز چندین دام تاری مانده است
آهوی چشمت به پهلو دارد از دنباله پر — آنکه زخمی نیست از دست شکاری مانده است
ذره هم از عشق او در دل بود غافل مباش — شعله روزی میکشد سر گر شراری مانده است
عشق او نگذاشت ای ناصح بمن هیچ اختیار — اختیارم گریهٔ بی اختیاری مانده است

رحم کن بهر خدا بر غربت سودا که او
در دیار تو ز خویش تباری مانده است

دانم که عشق هیچ منی قابل تو نیست — گز مهر و کینه هیچ ز من در دل تو نیست

بآنکہ من بدرد تو بادہ ساختہ ایم
آنہم بکام تشنہ ام از محفل تو نیست

باید کہ زیر تیغ تو دم بر نیارد درد
بر خاک بسملی کہ طپد بسمل تو نیست

خود را درون پردہ نہفتن چہ حاصلست
صد پردہ پیش اہل نظر حائل تو نیست

جز چاشنی درد تو دل را چہ لذت است
اے وائے بر کسے کہ دلش مائل تو نیست

بے سوز سینہ کس بتو حاشا نمی رسد
جز داغ دل چراغ در منزل تو نیست

لیلی وشی نماند درین بزم گر کہ او
مجنون صفت روانہ پئے محمل تو نیست

صد کار دست بستہ برآید از و مگر
رحمی بجان و دل شدہ کار دل تو نیست

سودا شبے بواقعہ دیدیم شاد باش
جز تیغ ناز یار اجل قاتل تو نیست

سخن ز ما بجہان و ز دیگران گہر ست
بگو کہ گوش ترا میل ما کہ بیشتر ست

سپردہ تیر تو پیکان و زان مرا خطر ست
کہ دل ز زخم سنان خانۂ ہزار در ست

ز سنگ و تیشۂ فرہاد ہر طرف خبر ست
بداد ما نرسد کس کہ ناخن و جگر ست

بگل وفا چو نباشد ز باغبان مہرے
درین حدیقہ ازین ہر دو ہیچ در نظر ست

ز ما پیام بآن گو کہ می برد ہیہات
زبان بریدہ بجای کہ صد پیامبر ست

ہمین مے چہ عجب گر شوم ز عصیان پاک
در آفتاب شود خشک دامنی کہ تر ست

کدام سوختہ را با تو گرم جوئیہاست
کہ شمع نامۂ و پروانہ مرغ نامہ بر ست

کدام گل ز چمن رفت باغبان کامروز
صدای مرغ سحر ہای ہای نوحہ گر ست

گمان مبر کہ شد از گریہ خشک چشم ترم
ہنوز سد رہ اشک پارۂ جگر ست

بیا بیا نفسے چند شمع بالین شو
کہ خستۂ غمت امشب بحالت دگر ست

بذیل بے ہنر الست کو سخن سودا
کسیکہ دل ز طلب کند صاحب ہنر ست

ساختم از حال دل آگاہ یار از دست رفت
کردہ ام کاری بنادانی کہ کار از دست رفت

شہسوار عرصۂ عشقم دلی در کوی دوست
تا گذر کردم عنان اختیار از دست رفت

گفتگوے ترک عشقت از نصیحت ما چہ سود
میکند باور کسی چون اعتبار از دست رفت

انچہ ما بردیم از دنیا ہمین داغست و بس
گر جفاے چو تو یاری بجو یار از دست رفت

قدر خاک عاشقان معلوم خواهد شد ترا — جان من روزی که این مشت غبار از دست رفت
بال مرغ نامه بر فرسود پای قاصدان — چشم شد از کار و کار انتظار از دست رفت
خوبی چشم بتان وابستهٔ حسن خط است — باده بی لطف است چون فصل بهار از دست رفت
داد از دست تو ای صیاد قصد صید من — کردهٔ وقتی که هنگام شکار از دست رفت
ما ز شوق وصل در اثنای ره خواهیم مرد — طاقت از پا سیر و صبر و قرار از دست رفت
توبه تو یکشب کردم امروز می از جوش خم — آن قدر خوردم که سیر لاله زار از دست رفت

موجب خاموشیم سودا چه می‌پرسی که من
داشتم دل نام شخصی غمگسار از دست رفت

بچهره راه خط مشکبار نتوان بست — در حدیقه بروی بهار نتوان بست
تو میروی ز بر ما بگو چه چاره کنیم — که پای عمر درین رهگذار نتوان بست
من از معاملهٔ خط و حسن دانستم — ز خضر شهره شهریار نتوان بست
ولا حدیث حسودان بکس نباید گفت — که بمشاهده تهمت بیار نتوان بست
مقر ما ز تو غیر از حریم جانان نیست — کمر بصید حرم روزگار نتوان بست
بگریه راه نوردی بدشت غربت گفت — که راه آبله بر روی خار نتوان بست
گشاد کار من از دهر موجب تنگی ست — گره چو وا نشود استوار نتوان بست
بگرد حسن تو یوسف نمی رسد لیکن — بروی خلق در اشتهار نتوان بست

علاج شانهٔ زلفش چه سازم ای سودا
ره گزند بدندان مار نتوان بست

افسوس پای عیش جهان را قیام نیست — جز گردش زمانه درین بزم جام نیست
نام و نشان مخواه بعالم که گشته اند — چندین نشان بخاک برابر که نام نیست
آخر مآل کار ترقی تنزل است — جز کاستن بطالع ماه تمام نیست
فرصت روز و شب همه دیدم خموش باش — ایفای وعدهٔ تو درین صبح و شام نیست
ما مرغ پرشکستهٔ گلزار عالمیم — پرواز ما بسوی چمن بی خرام نیست
قاضی اگر نگه بسوی قاتلم کند — خون مرا بحکم اش انتقام نیست
افتادگی مشاهدهٔ پختهٔ مغز نیست — کی آن ثمر بشاخ بماند که خام نیست

آزادگی با من اسیرے نمی رسد — در گوشهٔ قفس خطر خوف دام نیست
مومن ز جور گوید و ترسا ز دخت رز — ما را دماغ بحث حلال و حرام نیست
از فکر زاد راه چه غافل نشسته؟ — این منزل خراب محل قیام نیست
از شیشهٔ فلک مطلبے کہ این دنی — جامے بما کہ می دہد این ہم مدام نیست
میخواست پا بخلوت خاصش نہد ملک — دامن ادب کشید کہ باش اذن عام نیست

سودا بجای نامہ ہما استخوان برد
کس را بپیش یار مجال پیام نیست

عشق تو ز پروانہ تا بہ مگس سوخت — این شعلہ چو برخاست زجا ناکس و کس سوخت
در مجمرۂ چرخ نہ عودیم نہ عنبر — این شعلہ و دود بہر چہ ما را بہوس سوخت
گردید شرر اشک ز آہ دل گرمم تو — این قافلہ را شعلۂ آواز جرس سوخت
گاہی کہ بہ دیم در خلوت بکشادی — چون شمع دلم پیش تو از ضبط نفس سوخت
گر نکہت گل باد سحر سوئے من آرد — جا ہم بگرفتاری مرغان قفس سوخت
میداد گل ما سبق نالہ بہ بلبل — بود آنچہ بہ گلزار ز خار و چہ خس سوخت

اندیشہ نداریم ز خورشید قیامت
سودا تن ما تاب و تب عشق زبس سوخت

جوہر آئینہ از تاب رخش سوختہ است — حسن در آب عجب آتشے افروختہ است
خرمن صبر مرا میزند آتش ہر دم — برق انداز تبسم ز کہ آموختہ است
بر تن و توسن مشو غزہ کہ خیاط ازل — جامہ جسم تو از تار نفس دوختہ است
جز غم درد خود از عاشق دلختہ مخواہ — دیگر از دولت عشق تو چہ اندوختہ است

منہدم گر شد از دولت اولے سودا
شیخ ایمان بجہان انیمہ نفروختہ است

چرا روم بگلستان درین بہار عبث — کہ ہست سیر چمن بے مے و نگار عبث
کسے بکشور خوبان بداد دل نرسید — فغان و نالہ بود اندرین دیار عبث
مرا کہ بے مے و مطرب بوجد می آیم — سماع نغمہ و صہبائے خوشگوار عبث
برنگ نخل خزان دیدہ این ستارنگ — نہال من نفشاندست برگ و بار عبث

ز گرد کینه ما صاف کن دل ای سودا
مدار آئینهٔ خویش پر غبار عبث

در پرده بجان ناز سزاوار تو باشد
کو دیده که او قابل دیدار تو باشد

یوسف چه بجز مهره ببازار زد او
آنکس نخرد دهر که خریدار تو باشد

در آئینهٔ مهر بچشم همه ذرات
پیداست که عکس به رخسار تو باشد

دل دارم و جان دارم و دین دارم و ایمان
از من بستان آنچه که در کار تو باشد

بودن پی آزار دل ما تو آسان
غیر از نگه لطف که دشوار تو باشد

گوش همه نشناسد بجهان این دو صدا را
آنکس که دلش محرم اسرار تو باشد

گر بانگ صلوٰة ست وگر نالهٔ ناقوس
این زمزمهٔ مرغ گرفتار تو باشد

جان دل و دین و تن زارم نه عزیز است
چیزیست که اینهم پی ایثار تو باشد

سودا بنگاهی نخرد ظل هما را
تا در نظرش سایهٔ دیوار تو باشد

در کشوری که ناز و ادا می فروختند
عشاق جان به نرخ گیا می فروختند

داریم سادگی که ببازار خود بتان
دزدیده دل ز ما و بما می فروختند

افلاک را اگر بجهان قدر ما بدے
ما را چرا بطالع ما می فروختند

یوسف اگر بعهد تو می بود در جهان
او را که می خرید و کجا می فروختند

ایمان بحشر من نه گرفتم که شک درست
این اهل اتقا برضا می فروختند

از مفلسی بهند هنر بر آن سرفروش
اسپ و یراق روز وغا می فروختند

شد تشنه بسمت از تشنگی فنا
جائیکه موج آب بقا می فروختند

از دست شان بدیده بدهشت فتاده ام
آنانکه صید را بهوا می فروختند

سودا از آن بلاد سعادت نشان منم
کانجا بجای جغد هما می فروختند

شادم اگر بحیله دلم یار بشکند
این شادی دگر که ببازار بشکند

جنس دل مرا تو بمن باز پس مده
این کار قدر فهم خریدار بشکند

یارب به پیش آن ستم آموز من باد
صیاد بال مرغ گرفتار بشکند

بیماری مرا بدلاسای کس چه سود — هرگه طبیب خاطر بیمار بشکند

کس جز شکستگی به بر دمندیم ندید — چون شاخ پر ز میوه که از بار بشکند

دل برد از من و چه به بیرحمیش شکست — چون محتسب که شیشهٔ میخوار بشکند

پیمان یار نیست کم از رنگ دردی من — عهدش دل من است که هربار بشکند

بهر شکستنش ندهم دل چو ناصحا — ترسم از آن که خاطر دلدار بشکند

بر سر بنه کلاه مبادا که گردنت — زاهد ز بار گنبد دستار بشکند

بلبل بخواب باز نه بیند غرور گل — از گوشهٔ کله تو بگلزار بشکند

سودا بچشم سنبل و گل را چه عزت است
جایی که یار طره برخسار بشکند

شود دلم چو بهمدم دچار نالد و گرید — ستم رسیده بزنگسار نالد و گرید

مدام این دل سرگشته گرد آن چه عجب — بچرخ آید و دولاب وار نالد و گرید

سحر در آئینه یارب ببیند او رخ خود را — چو من مباش بشبهای تار نالد و گرید

دلم از آن مژه فواره وار گشته بیک — عجب مدار که چون آبشار نالد و گرید

که چشم تر کند اندر عزای چون من بیکس — بغیر ابر که او بر مزار نالد و گرید

بسینه خون شده از ضبط آه و گریه خدا را — اجازتی که دل بی قرار نالد و گرید

عجب مدار ز چندین جفا و جور که دارد — ز دست ظلم تو گر روزگار نالد و گرید

مکن تو جور بجای که بیدلی ز جفایت — به پیش حاکم روز شمار نالد و گرید

تو خنده میزنی ای دوست بر خرابی حالم — عدو چو بیندم از درد زار نالد و گرید

چنان مکن که ز دست جفا و جور تو سودا
ز دور شهر تو در هر دیار نالد و گرید

هر کی خواهان دل از جنس خوبان میشود — تا بدست آورد ظالم در پی جان میشود

کی کند از بیدماغی صبح گلگشت چمن — آنکه از عکس رخش آئینه بستان میشود

هر شبی مانند تصویرات فانوس خیال — گرد آن شمع شبستان بزم قربان میشود

رسم ملک عشق را نازم که در حق مریض — از طبیبان بعد مردن فکر درمان میشود

هیچکس یارب بحس باشد علی الرغم اینچنین — من اگر کافر شوم آن بت مسلمان میشود

از پریشانی درین بستان دلا غمگین مشو
غنچهٔ گل میگردد اینجا گر پریشان میشود

بارها گفتم نمی آید ز پند خویش باز
ناصح از گفتار خود روزی پشیمان میشود

مے مخور سودا که آخر زاهد از یمن عصا
بر در جنت بروز حشر دربان می شود

چون قدم بیرون ز مجلس آن بت بیباک زد
حلقهٔ بزم نکورویان گریبان چاک زد

خلقت آدم چه نسبت داشت با ایجاد عشق
برق این آتش چرا بر تودهٔ خاشاک زد

روح پاک ما سزاوار تن خاکی نبود
دهر از بیجوهری بر گوهر ما خاک زد

مشت خاکی نیست در کویش که بر سر ما کنند
بر زمین آب آنقدر این دیدهٔ نمناک زد

ولے بر زاهد که صائم ماند در فصل بهار
اے خوشا رندے که او ساغر تریاک زد

بیتو اکثر داد اشک من بطوفان ابر را
شعله اندر جوهر برق آه آتشناک زد

جز قصور فهم خود سودا کنهش پی نبرد
پشت پا آخر بروے قوت ادراک زد

گردنم را چو بآن تیغ سرو کار افتد
اے خوش آندم که سرم در قدم یار افتد

کار از دست من افتاد و از آن میترسم
که سر بخت زبون دست من از کار افتد

بیرسی از در خود گر بنهم پا بیرون
خار در راه طلب از سر دیوار افتد

مژدهٔ وصل تو اے شوخ بدان میماند
خبر عفو چو در گوش گنهگار افتد

قصد گلگشت چمن بیتو گر آید بخیال
پای این دل شده چون سر و ز رفتار افتد

سر مکن ناله به تقلید من سوخته دل
آتش اے مرغ مباد اکه بگلزار افتد

شیخ در صومعه ما خلوتیان را دیدیم
اے خوش آن مست که او بر در خمار افتد

مذهبی ده بمن اے عشق که از دولت او
گاه تسبیح بگردن گهے زنار افتد

خم درین باغ نکرده بطمع قامت ما
زیر هر نخل اگر از ثمر انبار افتد

میفروشم دل خود را بنگاهی لیکن
ترسم آن راز که در سمع خریدار افتد

پیش این مشتریان حال دلت اے سودا
همچو کالاے بدی کو سر بازار افتد

۲۶ تا کار من دل خده با سلسله افتاد
در بادیهٔ قیس عجب زلزله افتاد

خار رہ تفسیدہ ام و تشنہ لب برق
چشم طلبم کے بہ نم آبلہ افتاد

گم شد بطریقے رہ دیر و حرم از من
کز شیخ و برہمن بہ پیم قافلہ افتاد

در عشق تو شہرت کہ بجواری نگر فتیم
رسوائی ما از نظر غلغلہ افتاد

از وسعت ظرف دل عشاق میرسید
عاشق نہ چو منصور تنک حوصلہ افتاد

از گوہر انسان چہ بگویم کہ ز دریا
روزیکہ جدا شد بچۂ مزبلہ افتاد

در دین و دل و صبر و خرد تفرقہ روداد
عشق تو پلنگ ست میان گلہ افتاد

ہر راہ نوردے کہ بکوے تو قدم زد
از آتش عبرت بدلم آبلہ افتاد

در شعر چنانست توارد کہ بگردن
گویا پسر از عقد زن حاملہ افتاد

ہر عضو من از من بجہان تفرقہ گیرد
وقتے کہ میان من و تو فاصلہ افتاد

گر جان ز تنم بردی و گر تن ز تنے جان
اے عشق بدست تو عجب مشغلہ افتاد

گر در سخن پیر خرابات نگر دیم
امروز بگوشم سخن از مسئلہ افتاد

سودا ز حرم تا بہ نجف رفتم و دیدیم
دُر در کف پایم عوض آبلہ افتاد

نے گلے در باغ رنگ و بوے او در خواب دید
نے گل مخمل صفائے روئے او در خواب دید

شد ملک دیوانہ گشت از دست طفلان سنگسار
گر بسوئش نرگس جادوئے او در خواب دید

بر سر راہش فتاد آشفتہ خاطر صبح و شام
آنکہ بر رخسارہ اش گیسوی او در خواب دید

سر داز خاک مزارش سر کشد تا روز حشر
ہر کہ یکشب قامت دلجوی او در خواب دید

ہیچکس را اینچنین شبہا بہ بیداری گذشت
من ندانم چشم من چون سوی او در خواب دید

واعظا باز آ ز پند خود کہ دیشب چشم من
بہ ز غوغای قیامت کوی او در خواب دید

حق بدست اوست مفتون گشت اگر بر ماہ مہر
کے زلیخا این رخ نیکوے او در خواب دید

جز سیہ بختی برای او دگر تعبیر نیست
آنکہ چشمش دیمہ برابر دوے او در خواب دید

چشم ما تا کید سودا قابل زنجیر گشت
صبح یا زلف عنبر بوے او در خواب دید

در دم زد و دلے تو فزون شد شدہ باشد
آنہم اگر از بخت زبون شد شدہ باشد

عشق تو بصد رنگ چو بگداخت دلم را
این شیشہ اگر بوقلمون شد شدہ باشد

در عاشقی از مرگ چه پروا که بی دل
جانم اگر از جسم برون شد شده باشد

آن ساقی بیدرد من اندیشه ندارد
گل در نظرم ساغر خون شد شده باشد

هرگز برا سیب نچیدیم ازین باغ
از باغ ثمر شاخ نگون شد شده باشد

گاهی بدل از سحر نشد رام خیالش
در شیشه پری گر بفسون شد شده باشد

گفتم ز غم عشق تو دیوانه ام ای شوخ
گفتا اگرت خبط و جنون شد شده باشد

کی داشته بودیم ازینها طمع خام
گو کاسهٔ نه چرخ نگون شد شده باشد

کس موجب قتل من از آن شوخ چو پرسید
گفتا جرمی نیست که خون شد شده باشد

از رفتن سودا چه غم آن شاه بتان را
دیوانهٔ از شهر برون شد شده باشد

آنانکه بدست تو دل زار فروشند
صبر و خرد و دین همه یکبار فروشند

گر جور تو اینست بجانب که دگربار
عشاق ز جنس دل اگر تار فروشند

از حلقهٔ خوبان بدر آ نرخ بیفزا
آن گل بود ارزان که بگلزار فروشند

ما صورت داد و ستد دل چه بگوییم
چون مرغ اسیری که ببازار فروشند

عزلت نگزیند چه کند شیخ که رندان
تا کنده ز تن خرقه ببازار فروشند

مردم چه ببازار چرا غزه بغضب اند
رحمت نخرند از تو گر آزار فروشند

گر لذت درد کف پا را کنم اظهار
هر خار بنرخ گل و گلزار فروشند

اندیشه ز کالای دکاکین بیابان کن
اینها همه یکدست خریدار فروشند

مایوس ز اقرار مشو دل که خریدار
چسپان چو شود جنس بانکار فروشند

از خوبی سودا چو زدم حرف بفرمود
بالله که صاحب چه قدر یار فروشند

عید شد عالمت ثنا خوان باد
دشمن دولت تو قربان باد

تا قیامت ملازم در تو
عید با عشرت فراوان باد

بر جناب تو تا بروز قیام
کرم و لطف شاه مردان باد

خوان نعمت بگستری در دهر
خلق مرهون لطف و احسان باد

خلق گردند حلقه در گوشت
حکمت از هند تا بایران باد

دل و دست تو در بخشش و جود — رشک عمان و غیرت کان باد
همچو بحر محیط ابر کفت — بر همه خلق گوهر افشان باد
آستان تو باد قبلهٔ خلق — بر درت روی حق پرستان باد
روی بهبود از تو باد مرا — مشکلم جمله از تو آسان باد
دشمنت همچو چشم قربانی — بر سر حال خویش حیران باد
هر یک از اولیای دولت تو — چون گل تر همیشه خندان باد
صد هزاران ثواب حج یابی — لطف حق بر تو قبلهٔ جان باد
باد صد فرخی مبارک عید — بر تو تا دور چرخ گردان باد
دشمنانت کنند قربانی — دائم این رسم عید قربان باد

این دعای تو میکند سودا
دعوت او قبول یزدان باد

هرگز نمیرود ز سرش تا که جان رود — عاشق کجا ز کوی تو ای مهربان رود
در گوشش ار ز قصهٔ من داستان رود — آن گل تباز بالش خواب گران رود
رفتن ز باغ دهر بود ماتم عظیم — گل میدرد قبا چو ازین گلستان رود
زلفش چو منتشر شود از جنبش نسیم — آتش شود بلند ببالا دخان رود
سرگرم عجب گشتنت ای یار خوب نیست — دولت که آوری بکفت رایگان رود
چون شعله هر کسی که کشد سر بآسمان — مثل شرر شتاب ازین خاکدان رود
شاه نجف که هست درش قبلهٔ مراد — یابد مراد هر که بران آستان رود
بر درگهش نشسته ام امیدوار لطف — نومید بنده زین در دولت چسان رود

یارم ببزم غیر رود گر ز روی قهر
سودا ستم بجان من خسته جان رود

چیست الفت کیمیا کاندر جهان شاذست شاذ — دوستی در دوستان این زمان شاذست شاذ
در فراموشی شعاران کم بود یاد آوری — تو نویسی خط بجانب مهربان شاذست شاذ
گردش دوری بود در آسیای نه سپهر — خلق را آرام زیر آسمان شاذست شاذ
خالی از حکمت نخواهد بود ربط تازه اش — با منش این اختلاط دوستان شاذست شاذ

بوی کہ چشمم کر تشریف آوری از عین لطف / این کرم لے مایۂ آرام جان شادست شاد
نیو فائیما شعارا و بود خود دیدہ نو کو / ایدل انداز وفا از دلستان شادست شاد
تا در انصاف از زلفش دہد بس نادرست / از تو یا بد داد دل این خستہ جان شادست شاد
کم کسی در کفر برگردد با یمان درست / در دیار ہند بس اصفہان شادست شاد

گفت سودا شب شنید از نالہ ام رحم کرد
گوش از و فرمودن شور و فغان شادست شاد

سنے ہمین زان لعل خندانست طغیان گہر / با غذاز روی سر خاک تو طوفان گہر
صاف دل ہرگز نباشد از پی آزار خلق / لب گزیدن باشئے آید ز دندان گہر
آب میگردد برنگ تار سر تا پا ز شرم / تاب حسنت گر بہ بیند چشم حیران گہر
در جہان قدر سخن از مستمع گردد بلند / میشود پیدا بگوش دل نوا شان گہر

راز ما ر دشتدلان سودا لبی پوشیدہ نیست
ہست سوراخ جگر زخم نمایان گہر

عشرت مطلب بباغ تصویر / سے کے داہ دہد ایاغ تصویر
غم نیست ز چرخ بے خبر را / این زکمانست زاغ تصویر

نظارہ مجوز چشم حیران
بے نور بود چراغ تصویر

سودے ازین جہان خرابی ندید کس / گوہر بکف ز موج سرابی ندید کس
کے لذت عمت بہ تنگ مایگان دہند / خون جگر بظرف حبابی ندید کس
تخم امید کہ ترشح نصیب نیست / برکشت ما گذار سحابی ندید کس
یوسف بگرد شہرۂ حسنت نمیرسد / با آنکہ صورت تو بخوابی ندید کس
مردم بغمگساری دل تفتگان نیند / تر آستین ز اشک کبابی ندید کس
کاوش ترا بماست فقط ورنہ محتسب / چون چشم یار مست خرابی ندید کس
آئینہ را مقابل رویم گرفت زنگ / حال مرا بچشم پر آبی ندید کس
اشک از گداز دل چو نشد سرخ عیب نیست / خوبی رنگ گل بگلابی ندید کس
سودا خموش کم دو حرفست شرح عشق / درباب این مقالہ کتابی ندید کس

زاندم که برد جلوهٔ صیاد در قفس / نے گل بخاطرم ز چمن یاد در قفس

شادی نه از بهار و نه غم از خزان بدل / زین هر دو این اسیر شد آزاد در قفس

گل را نمی شناسم و نه روشناس گل / هستم ز تخم مرغ قفس زاد در قفس

نگشود کس بسلسله ام چشم در چمن / از بیضه تا برون شده افتاد در قفس

باشد نصیب سامعهٔ صید پیشگان / از بلبلان شنیدن فریاد در قفس

تیر است از برای دل دردآشنا / هر نالهٔ ز مرغ چمن زاد در قفس

سودا شنیده ام که بعهد اسیریم / ق / روزی عجیب حادثه رو داد در قفس

من مردم از تغافل داد و شد بقید غم
آزاد گشت بلبل و صیاد در قفس

در میکدهٔ ما چو رسیدی ز حرم باش / این خانه چو آن خانه نه تنگ است تو هم باش

در محفل مستان به ازین شیشکی نیست / یک جام بگیر از من و هم پهلوی جم باش

شب طفل سرشکم ز غضب پیش تو جانزا / میخواست کند غرق که فریاد ز دم باش

قربان غلط کردن راه تو شوم من / گر آمده گرد تو گردم دو سه دم باش

سودا بتو قلت بهر روز درندارد
ای شوخ بمنت بسماجت بقسم باش

باشد ز زهر آب به تیغ زبان خلق / ای وای بر کسی که فتد در دهان خلق

گشتیم سر بسر همه بازار دهر را / خالیست از دماغ محبت دکان خلق

گوهر معین بجگر زور یا جدا بود / عارف خداست گرچه بود در میان خلق

زان پیش کافتاب شود شمع بزم دهر / پروانهٔ چراغ رخت بود جان خلق

اگر اگر ز طینت اهل جهان شود / هرگز غبار سگ نخورد استخوان خلق

آن شوخ چون سوار شود بر سمند ناز / از دست اختیار رباید عنان خلق

گر خواهی اینکه واصل درگاه حق شوی
سودا بکش تو پای خود از آستان خلق

از بس ز بوی زلف تو گردید خوار مشک / مانند عاشقانست بروزگار مشک

جز زلف یار من که چکد مشک تر ازو / هرگز ندیده ام که برآید ز مار مشک

دارد ز بسکه بیم شب خون ز خط یار
بر گرد خود ز ناز کشیده حصار مشک

چون خلق را ز نکهت سیه هیچ باک نیست
نبود ز تیره بختی خود بے وقار مشک

آب سیاه گشت ز ناف غزال ریخت
از بس ز بوے زلف تو شد شرمسار مشک

تنها نه سنبل است ز زلفش به پیچ و تاب
در خون نشست از آن خط عنبر بهار مشک

سودا عبیر طرهٔ او کرده بر صبا
خیزد ز صحن باغ بجاے غبار مشک

دوست در آغوش تو ما را دشمن جان در بغل
تیر مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل

در فراق از داغهاے دل مرا عیش است عیش
بی تو شبها میکنم سیر چراغان در بغل

تا ز بیخیز د بجنبد این رنگ از دل دزد شب
ساخت عشق او مرا شیر نیستان در بغل

افسر شاهی کنم دارم ز خاک کوی دوست
گوشهٔ خاطر به از ملک سلیمان در بغل

بر سمور و قاقم و سنجاب پشت پا زدم
میگذارم دست هنگام زمستان در بغل

درد دل را با که گویم آه ازین مستان هند
بهر بخشش هر یکے دارد نمکدان در بغل

پاے عیش این جهان در لغزش است اے بیخبر
گو که جام امشب به مست است جانان در بغل

می برد جز هیچ از دنیا کسے الا که من
برده ام چیزے تمنا نام پنهان در بغل

ان بهار عمر کو سودا بیابے که من
صبح میرفتم سوے مکتب گلستان در بغل

جان ستم رسیده من دادخواه دل
دل آنچه کرده است بجان من گواه دل

بستانم از که این دو عدو بهلے جان
دل جرم چشم گوید و چشم گناه دل

یارب بدرد بے اثری نالهٔ جرس
گردید بهر قافلهٔ اشک آه دل

دل گشت ناتوان و نداریم در نظر
جز نوک خنجر مژه اش تکیه گاه دل

در برگ هر گلے بچمن رنگ حسن اوست
صاحبدلان چو سیر کنند از نگاه دل

اے شیخ گر بسوے حرم میروی چه سود
با صاحب حرم نرسی جز براه دل

یک شب اگر به بزم خودم جا دهی چو شمع
روشن شود بجان تو روز سیاه دل

دلدار حرف ما شنود حلق سوے اوست
گوییم در جهان بکه حال تباه دل

سودا بگو کجا برم من ز دست دل
باشد اگر صلاح روم در پناه دل

گو کعبہ راز کوے تو بہتر نگفتہ ام — اے بت یکا ک او کہ برابر نگفتہ ام
احوال خود ز تیغ تو دیگر نگفتہ ام — تسکین دل بدان کہ مکرر نگفتہ ام
رنگین ترست قصۂ دل خون شدن ز گل — لیکن بپاس خاطر دلبر نگفتہ ام
دل را ادائے شکر تو ہر گہ کہ تنگ ساخت — حرف از شکایت تو بجز گر نگفتہ ام
ساقی بگو کہ دست کشیدی ز من چرا — پرسیدۂ ز پا اگر از سر نگفتہ ام
نامحرم ست خضر بجائے کہ میروم — نام مقام دوست برہبر نگفتہ ام
در رشتۂ جفا دل من از چہ سفتۂ — دل گفتہ زادہ ام بتو گوہر نگفتہ ام
آتش بخوش کند چہ کند گر مزاج تو — گاہے سخن بروے سمندر نگفتہ ام
خون مرا بریز اگر بہر دعویش — ناصح ترا نوشتن محضر نگفتہ ام
از بہر دستگیری خود در میان آب — جان دادہ ام ولے بشنا ور نگفتہ ام
مے گشت چون دو آتشہ از ہوش میروم — زان وصف چشم یار مکرر نگفتہ ام
سودا برائے جرعۂ آبے درین دیار — ق — ہرگز بخضر ہمچو سکندر نگفتہ ام

احوال تشنہ کامی خود را بہیچ کس
گاہے بغیر ساقی کوثر نگفتہ ام

بچشم مردمان از رہگذار سرمہ می آیم — منم آن نور کز شبہاے تار سر می آیم
خراش پردۂ گوش کسی نبود سؤال من — گدائے بے زبانم از دیار سر می آیم
در دریائے فیضم رائگان ہرگز نخواہم شد — شکستم گر دہد دوران بکار سر می آیم
بنوعی بیزبان افتادہ ام در دامن گیتی — کہ گویا قفل اشکلم از کنار سر می آیم
جز این جائے پناہم نیست از گفتار بیجان — برنگ مردمک اندر حصار سر می آیم
ز حرف ہرزہ گویان مائل خاموشیم چندان — کہ نزد سرمہ دان بہر شمار سر می آیم
ز عشق آرایش خوبان دلم را باز میدارد — کہ قلاش آنچنانم زینہار سرمہ می آیم
بچشم کم مبین زنہار اوج خاکساری را — غبار راہم و در رہگذار سر می آیم
رسائی نیست فریاد دلم بارے بگوش من — مگر آن داد خواہم کز دیار سرمہ می آیم

بیاد چشم او سودا چنان از خویشتن رفتم
کہ من آلودہ چون اشک از غبار سرمہ آیم

خاکے بجگر از گل رخسار تو دارم
زردی برخ از نرگس بیمار تو دارم

چون شانۂ دل چاک ز پریشانی خاطر
از پیچ و خم طرۂ طرار تو دارم

خشکیدہ لب زخم پئے قطرۂ تمنا
از آب دم خنجر خونخوار تو دارم

بر بوئے گلے بستم و نالان و دل افگار
بلبل بنوا سنجی منقار تو دارم

خاموشم و نقد دل و جان سخن امروز
لے سیمبران قیمت گفتار تو دارم

خاموشم و گنج گہر اے اشک بدامن
از بہر نثار سر گفتار تو دارم

تا زلف فرو ہشتہ بر عارض چون ماہ
بس روز سیاہی ز شب تار تو دارم

آن سنگدل آخر سر بالین تو نامد
حیرت زدہ از مردن دشوار تو دارم

دل را کشید جانان تا در بر بتستم
زد می ز رنگ لعلش گل بر سر بتستم

بیجاست لے جا جو برپا کشیدن تیغ
مارا کہ می توان کشت از جوہر بتستم

ہنگام ناز دارد و پرداز خندہ روئی
چین جبین او ہم بال و پر بتستم

کو چشم تا ببیند انداز شوخیش را
سر تا بپا چو برق ست ایک پیکر بتستم

شادیم اے ستمگر کز تمہلے تیغت
شد باز بر دل ما صد جا در بتستم

ما و رقیب یک جا ہر گاہ می نشینیم
با ما سخن بہ تضحیک با او سر بتستم

کو ماہ ہر تبسم تا گویمش بہ بیند
اینجاست دست قدرت تہان گر بتستم

انداز خندہ او با غیر سوخت مارا
داغیست سینۂ ما از اخگر بتستم

کاریکہ بر نیامد سودا ز جوہر تیغ
آن کار مے بر آید از گوہر بتستم

در قتل گہم آئی و من روئے تو بینم
یک خلق ہمہ امید دمن سوی تو بینم

صد بار بر و پا بگذارم دم برگشت
نقش قدم خویش چو در کوی تو بینم

کو طالع بیدار کہ ہر صبح من از خواب
تا چشم بمالم رخ نیکوئے تو بینم

سر خواستن آئندہ بشمشیر چہ حاجت
آرم بکف از جنبش ابروئے تو بینم

سازم بچنین مرگ عوض عمر ابد را
سر را چو دم نزع بزانوئے تو بینم

یکتا گرہ از زلف کہ لہا بتان را
تا حلقہ بگوشش خم گیسوئے تو بینم

بخرام کہ خواہم سر شمشاد قدان را ۔۔۔ پامال خرام قد دلجوے تو بینم
گفتم کہ من از عشق تو دل برکنم اینک رخ ۔۔۔ تا کے بسر خود ستم از خوے تو بینم

گفتا کہ بود باور من حرف تو سودا
ہان زود بکن قوت بازوے تو بینم

یار را بر دیدن آئینہ مائل کردہ ام ۔۔۔ مہر و ماہی تازہ با ہم مقابل کردہ ام
شرح بیتابی فراوان بود بہر اختصار ۔۔۔ نامہ بر امروز مرغ نیم بسمل کردہ ام
دعوی خونم بفر زندان من کے میرسد ۔۔۔ منکہ خون خود بہشت و قف قاتل کردہ ام
ساکن دیر و حرم با ہم غبار خاطر اند ۔۔۔ من بہر جائیکہ رفتم خانہ در دل کردہ ام
با ملیحان زاہدان اکنون کہ ساغر میزنم ۔۔۔ من نمک حرمی ز تشنیع تو داخل کردہ ام
داشت خط بندگی از من رخ بموے تو ۔۔۔ آرزوے خط منش آن عنبر خط باطل کردہ ام
خاک کویش تا نگردد سرمۂ چشم رقیب ۔۔۔ من ز خوناب جگر آن خاک را گل کردہ ام
سینۂ من کان صد جوہر ملالا درد دل ۔۔۔ این در یکتا ز بحر عشق حاصل کردہ ام

بسکہ سودایت تنم کاہید ہنگام بہار
من ز موج شک خود دریا سلاسل کردہ ام

ہرگز مدان بوصل تو بیجا گریستم ۔۔۔ امروز بہ جدائی فردا گریستم
از پردہ تا برون نفتد راز عشق دوست ۔۔۔ رفتم برون ز شہر و بصحرا گریستم
کشت مجتم نشد از آب دیدہ سبز ۔۔۔ گویا چو ابر بر سر دریا گریستم
چون چشمہ چشم من نشد از گریہ بہرہ مند ۔۔۔ روزانہ گریہ کردم و شبہا گریستم
یک خلق را بگریہ در آورد گریہ ام ۔۔۔ گاہے نشد بیاد تو تنہا گریستم
چون نخل آب دیدہ ز باران بباغ دہر ۔۔۔ یادش نمودہ از ہمہ اعضا گریستم
کردم زبسکہ بر سخن ابلہان عمل ۔۔۔ آخر بحرف مردم دانا گریستم

سودا دمال بالہ بعمرے چو دست داد
در برکشیدہ تنگ من او را گریستم

جلوۂ معشوق ہر جا بود و من می سوختم ۔۔۔ داغ عشق او بدا بہا بود و من میسوختم
آتش ہجر ایمنجنان تیز ست کب چشم من ۔۔۔ از سر ہر یک مژہ بالا بود من میسوختم

چهره‌ات را شعله کس می‌گفت و کس مانند شمع
همچو تشبیهات بیجا بود و من میسوختم

عالم آب امشب آتش زد مرا در بزم او
با رقیبان باده پیما بود و من میسوختم

وعده‌هاے وصل با اغیار پیغامی نمود
با منش امروز و فردا بود و من میسوختم

بسکه با روے تو نسبت داشت شمع انجمن
بر رخش پروانه شیدا بود و من میسوختم

بیتو لے رشک گل گلزار در فصل بهار
لاله آتش زن بصحرا بود و من میسوختم

خط بگرد عارض آن شمع رو چشم ندید
دود از یک شعله پیدا بود و من میسوختم

جنس حسن او فتاد آخر چو در بازار عشق
هر یکے سرگرم سودا بود و من میسوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا افتم
بپاے ره نوردان تا کجا خیزم کجا افتم

غرور با دایامے که هرگز سر فرو نارد
اگر صد بار چون رنگ حنا در دست و پا افتم

تو هر جورے نه خواهی کن نخواهم هرگز نخواهد شد
میان دادخواهان تو در روز جزا افتم

گلستان بلبل طبع مرا شد معنی رنگین
چو شاخ گل بگیرد صبح من باز از نوا افتم

اجل از جست و جوے او مرا کے باز میدارد
شوم گر خاک در عشقش که دنبال صبا افتم

بعشق خوش نگاهان راضیم گر صد جفا بینم
خدا آن روز ننماید که از چشم وفا افتم

باب خضر کے لب تشنه ناز تو رو آرد
لب خود در الستا زنم تر چو در آب بقا افتم

بالباس عارضی آزادی من بر نمی تابد
که چون من سایه میخواهم ز چشم خود جدا افتم

بابناے زمان کے همت من سر فرود آید
بروے خاک لے سودا اگر از پشت پا افتم

هرگز بجهان ما غم دستار نداریم
چون مهر ز عریانی سر عار نداریم

چون گوهر ناسفته از اسباب معیشت
وابستگی خویش بیک تار نداریم

در کعبه یهودیم و مسلمان بدر دیر
آرام بجز خانه خمار نداریم

با ناله بسازیم عزیزان که دل خویش
در سینه کم از مرغ گرفتار نداریم

ما بنده عشقیم و بری از مذاهب
با شیخ و برهمن سر پیکار نداریم

بلبل دل نالان و خیال رخ او گل
با بلبل و گلزار جهان کار نداریم

بر عرض تمنا بهی گوشش چو امروز
فرداست که ما طاقت گفتار نداریم

آئینۂ غبار از نفس ما نپذیرد | بر خاطر کس ز اہل جہان بار نداریم

ناز و نگہ و عشوہ بہا سے دل سودا ست
زین ہر چہ خرد یار کہ انکار نداریم

اشک از بسکہ گرہ گشتہ مرا بر مژگان | مینماید بنظر رشتۂ گوہر مژگان
شب خیال سر زلف تو بچشمم گذشت | گشتہ چون سنبل تر دود معطر مژگان
بسکہ بر یاد لبش گریۂ خونین کردم | سرخ چون پنجۂ مرجان شدہ یکسر مژگان
نے ہمین دیدہ ز خورشید رخش یافتہ نور | ہمہ چون خط شعاعی ست منور مژگان
چشم از لخت جگر غیرت آتشکدہ شد | مینماید بنظر بال سمندر مژگان

این قدر آب نماند از تف دل لب سودا
کہ با فشردن چشم بشود تر مژگان

از دلم چون آہ آتشناک می آید برون | دود از ہر یک خس و خاشاک می آید برون
می برآید آنچنان از کلبۂ احزان من | چون ز چشم خستہ جان پاک می آید برون
طاقت و صبر و تحمل را تغافل سے برد | جان ز تن زان غمزۂ چالاک می آید برون
صید گردیدم بیا نما زبکہ بر احوال من | خون ز چشم حلقۂ فتراک می آید برون
اشک را نسبت نباشد ہیچ با چشم صدف | این گہر از دیدۂ نمناک می آید برون
تا بلب از بردن ساغر نفیس شد بر دلم | مے بذوق بوسہ ات از تاک می آید برون
غافلی از حال آن بیمار کاندر خانہ اش | ہر کہ خرم میرود غمناک می آید برون
آخر شبہا بکوے او نمیدانم کہ کیست | یک صدائے از دل صد چاک می آید برون
حرف لب سودا برائے اعتراض معترض | از زبان ہر یک بیباک می آید برون

از تو می پرسم بمرگ من ترا لطف از سخن
تا نباشد قوت ادراک می آید برون

لالہ بید و چراغ ست چہ می بینی تو | این ہم از دست تو داغ ست چہ می بینی تو
سینۂ تفتۂ ما در دل سوزان در دے | ہیچو اخگر بادماغ ست چہ می بینی تو
گل درین باغ ندیدست کسی اہل نظر | خون بلبل بایاغ ست چہ می بینی تو
چشم را بستہ درون دل یک حلق درآ | این عجب کنج فراغ ست چہ می بینی تو

چون نظر کردستی نامۀ من گفت رقیب
خلل او را بدماغ ست چه می بینی تو

گفت رندی بتامل چو ترا دیدم شیخ
بر رخ انس و اللاغ ست چه می بینی تو

همنشین دور زد دور نظر با گلشن
گلشن امروز بباغست چه می بینی تو

سوی دنیا منگر زیر فلک ای سودا
جیفه بهر سگ و زاغ ست چه می بینی تو

بسکه برباد قدش بگریستم در پای سرو
زد سر شکم خویش چون فواره از بالای سرو

هست پیش چشم تر دایم بخیال قامتش
راست میگویند با خود بر لب جوهای سرو

در دیار حسن میدارد بهار بی خزان
هیچ معشوقی نباشد در جهان همتای سرو

رشک آن شمشاد قامت بسکه آتش زد بدل
خند برنگ شمع صرف سوختن اعضای سرو

سر دم سرکش ز آئین تواضع فارغ ست
سخت دشوار ست سودا خمیدنهای سرو

تلاش مرهم داغانه کردی کاش میکردی
سراغ خضر چون موسی نکردی کاش میکردی

ز رخ بند نقاب وا نکردی کاش میکردی
جهان را بهر من شیدا نکردی کاش میکردی

سرا هی با امید نگاهی بر تو بگرفتم
فغان کز شرم سر بالا نکردی کاش میکردی

ز حرف خویشتن ای ماه کنعان در چه افتادی
ز اخوان راز خود اخفا نکردی کاش میکردی

دل از دستت رمیده پرفریبی کرد تسخیرش
تو رام این مرغ وحشی را نکردی کاش میکردی

ببین تاثیر آه گرم ما عالم که بت کردی
حذر از شعله دلها نکردی کاش میکردی

بخلوت هم گهی بند قبا از ناز نگشودی
مرا این عقده از دل وا نکردی کاش میکردی

تو ای مه از غرور خویش خود بر آسمان رفتی
تماشا روی زیبا را نکردی کاش میکردی

بدست محتسب آخر گرفتار آمدی سودا
تو غافل توبه از صهبا نکردی کاش میکردی

بنادانی دل ما را ز دست آموختی رفتی
فغان انجم شهوار را نشناختی رفتی

قیامت رفت بر سر آن زمان محفل نشینان را
تو چون از انجمن قامت بناز افراختی رفتی

بمن بسیار پیر و شیخ لاف از عقل و دانائی
سرت گردم بیک نظاره کارش ساختی رفتی

در اول چشم رو بمن ساختی ای گوهر یکتا
در آخر چون صدف در سینه چاک انداختی رفتی

پس از عمری که با صد جستجو در راه بر خوردی
فغان کز سستی طالع مرا نشناختی رفتی

هزارت آفرین کاندر قمار عشق او سودا
جگر دارانه چون منصور سر را باختی رفتی

دارم من آشنائی کز روز آشنائے
هرگه دو چار گشتم پرسیدم از کجائی

بر نامدن زسنت از خانه گر سرم راست
ما میر ویم از خود بیرون در چو آئی

غفلت بروز محشر در جرم بخشی ما
خط سفارش آرد در عالم جدائی

مشکل که دل برآید از تاب طرهٔ او
گرد و ز چنگ شهباز کی مرغ را رہائی

اُمید وصل جانان این طالعم نباشد
عمرم رسید پایان در بخت آزمائی

دیر و حرم بعالم فانوس یک چراغ اند
بر هر دری که آئی پروانه اش در آئی

ما را بهر تو از ما هر جا دلت نخواهد
اے عشق در ره خود تو پیشوائے مائی

گر سد راه همت شد تنگدستی ما
تا هم ز خار بخشد پوشش برهنه پائی

در پردهٔ دو عالم دل برده بصد رنگ
اے آنکه وا لے رو نمے بے پرده رخ نمائی

سودا چسان زنم من لاف خدا پرستی
هم جلوهٔ بت من گرداند از خدائی

هست از ما تیره بختان خشت ها افتادگی
زلف معشوقم وهی بیند ز ما افتادگی

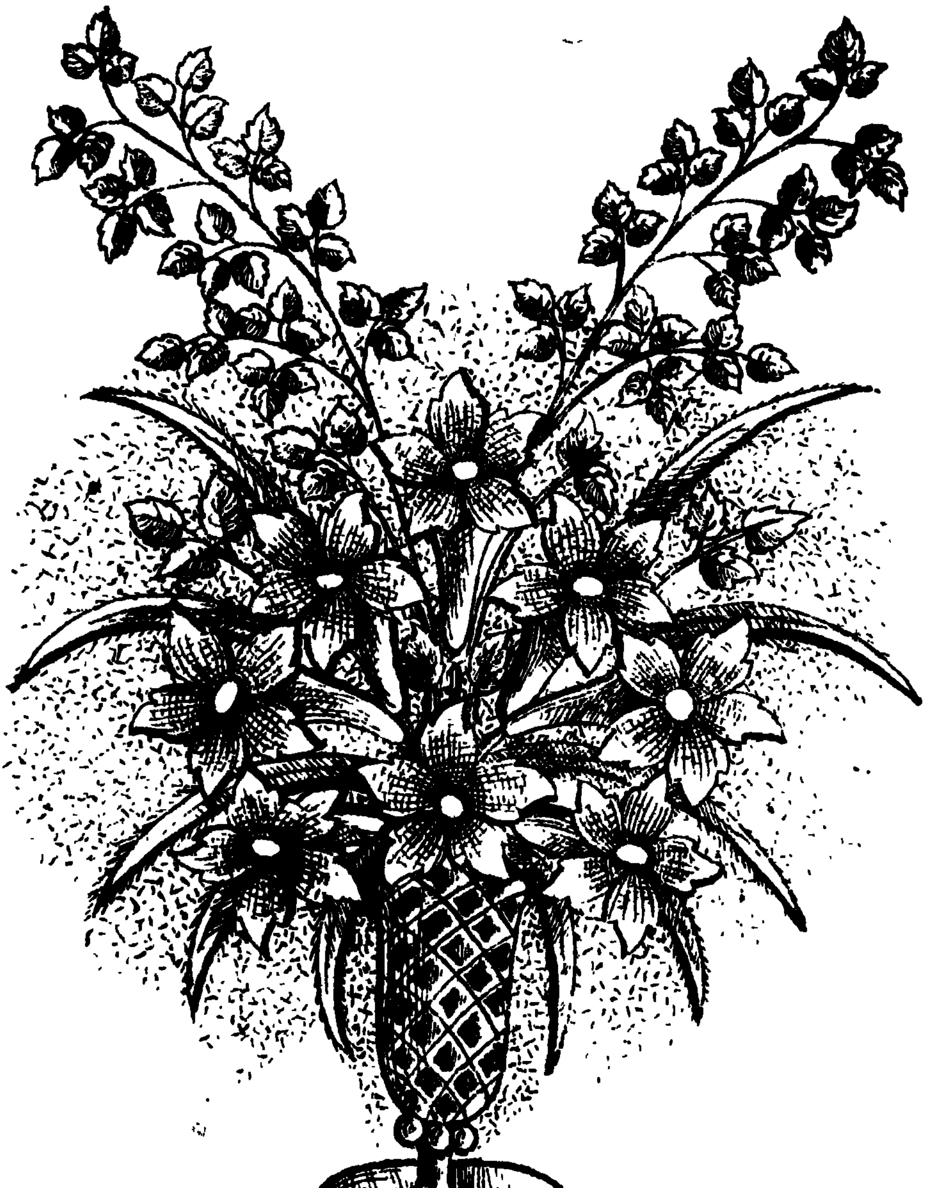
پخته چون گردد ثمر از شاخ می افتد بخاک
هست شاید نتیجهائے مرا افتادگی

از تو ناز و عشوه می زیبد ز من عجز و نیاز
سرکشی از شعله آید از گیا افتادگی

در فن افتادگی از بسکه کامل گشته ام
از من آموزد سرشک و نقش پا افتادگی

دل امید بنا ز خاک آستانش برده بود
دستگیری گر نمیکردی مرا افتادگی

سرخرو خیزد بروز حشر سودا چون شهید
هر که میدارد بخاک کربلا افتادگی



سلام و مراثی

مرثیہ چاندرات محرم

دن سے محشر کے نہیں عالم میں کم یہ چاندرات / کہہ نہیں سکتا جو کر گذری ستم یہ چاندرات
صفحۂ اوراق دین پر تھے جو وہ مطلب کے حرف / کر گئی حک انکو وان سے یکقلم یہ چاندرات
نام کو شدت سے محرم میں کھڑے کرتے ہیں لیک / غم کی ہر اک دل پہ گاڑے ہے علم یہ چاندرات
بار سے غم کے نہ تنہا پست ہے روئے زمین / پشت نہ افلاک کو رکھتی ہے خم یہ چاندرات
کام میں اسکے جہان میں ہے جو کوئی ذی حیات / زندگی کے شہد کو کردے ہے سم یہ چاندرات
آب ہو بہتا ہے پتھر کا جگر کہسار میں / اسطرح کا خلق کو دیتی ہے غم یہ چاندرات
گل گریبان چاک و نالان مرغ و گریان آبشار / دے ہے باغ دہر کو اتنا الم یہ چاندرات
حال خلقت کا خدا کی پل میں کردے ہے تباہ / سطح پر دنیا کے رکھتے ہی قدم یہ چاندرات
منحصر ہی یہ کیا انسان و کیا حیوان کے / رکھتی ہے خون جگر سے چشم نم یہ چاندرات
فاطمہ کو خلد میں لگوا پیمبر کے گلے / اشک خونی سے رلاتی ہے بہم یہ چاندرات
مہر تقدیر قضا سے محضر خون حسینؑ / لائی تھی دنیا میں گویا کر رقم یہ چاندرات
تن جگر گوشہ کا پیغمبر کے خاک و خون میں ڈال / کر گئی ہے سر کو نیزہ پر علم یہ چاندرات
تازہ کرنے کیلئے داغ غم سبط رسول / از سر نو ہر برس لے ہے جنم یہ چاندرات
سر پہ اہل بیت کے گذرا ہے جو کچھ ظلم و جور / یاد دلواتی ہے اسکو دم بدم یہ چاندرات

ضبط کرنے پر بھی رو دینگے سودا ہر گھڑی
دیتی ہے شاہ شہیدان کی قسم یہ چاندرات

سلام

ادب سے بھیجے ہے تجھپر ترا غلام سلام / قبول ہو تری خدمت میں یا امام سلام
تو وہ امام ہے جسپر کہ روح نبیون کی / درود بھیجے ہے دن رات صبح و شام سلام
پری و دیو و دد و دو آدمی و جن و ملک / ہر ایک بھیجے ہے تجھپر علی الدوام سلام
جو عرش پہ ہے مخاطب ترا جبرئیلؑ امین / ہمیشہ بھیجے ہے تیرا وہ لیکے نام سلام
تو وہ امام ہے جسپر نماز کے بعد از / جو مقتدی ہو سو بھیجا کرے مدام سلام

قبول ہو نہ عبادات روزہ دار دن کی
نہ تجھ پہ جب تئین بھیجے مہ صیام سلام

جناب اقدس خالق سے روح کو تیری
ہمیشہ بھیجے ہے اے شاہ دین پیام سلام

رکھین ہین بات سے تیری یہ آرزو ملکوت
کہ سرنگون ہو کرین لیکے اُس سے جام سلام

غرض زمین سے تا آسمان کی خلقت تک
سبھون پہ دین تری بندگی ہی دام سلام

تری وہ ذات مکرم ہی اے امام شہید
کہ تجھ پہ بھیجین گے تا حشر خاص و عام سلام

یہ سودا عرض بعجز و نیاز کرتا ہے
شروع مرثیہ ہو نیکو اب تمام سلام

سلام دیگر

حسینؑ تجکو یہ عرش برین کرے ہی سلام
وہانسے آن کے روح الامین کرے ہی سلام

فقط نہ گردن ہی تسلیم مین آ کے تیرے خم
تجھے تو عیسی گردون نشین کرے ہی سلام

وحوش خاک پہ جتنے ہین اور ہوا مین طیور
جہان ہے جو کوئی تجکو وہین کرے ہی سلام

فلک پہ جو ہے سو کرتا ہے بندگی تیری
ہر ایک ساکن روے زمین کرے ہی سلام

جو اہل شرع کا ہے رکن وہ سدا تجکو
سمجھ کے صاحب شرع متین کرے ہی سلام

ترا وہ نور ہے جسکے تئین چہ مہر و چہ ماہ
ہر ایک خاک پہ گھسکر جبین کرے ہی سلام

تری وہ ذات مکرم ہی اے شہ دو جہان
کہ جسکو خلقت دنیا و دین کرے ہی سلام

تری جناب تو وہ خلق کی ہی خالق نے
جسے ہمیشہ تمام آفرین کرے ہی سلام

عبودیت ہے تری فخر ایک عالم کو
ترے غلام کو فغفور چین کرے ہی سلام

یہ نقش صفحۂ عالم پہ ہے ترا جس کو
ہر ایک صاحب تاج و نگین کرے ہی سلام

نہ موج آب ہی پیاسی ہی بندگی کی تری
حباب بھی بدم واپسین کرے ہی سلام

کسی خوشی مین ہو کوئی سنے جو تیرا نام
تو جان و دل سے وہ ہو کر حزین کرے ہی سلام

تری جناب مین ہو جسے قبول یا شہ دین
ادب سے سودا بصدق و یقین کرے ہی سلام

سلام

کہیں ہیں ساکن جنت نزیب و زین سلام / جو ہی جناب میں یا حضرت حسینؑ سلام
علی کے لخت جگر اور نبی کے نور بصر / ہماری حضرت زہرا کی دل کے چین سلام
کہے ہے ناز سے حور بہشت سے آکر / مرے محمدؐ عربی کے نور عین سلام
ہمیشہ مشرق و مغرب سے ماہ اور خورشید / رسوخ دل سے کریں ہیں زجانبین سلام
امام ہر دوسرا شاہ شش جہت تم ہو / شفیع روز جزا تم پہ فرض میں سلام
تمہیں سلام کریں پہلے تو وے پاویں خجلت / اوسی سے فرض ہوا ہی بمذہبین سلام

امیدوار شفاعت کا تم سے ہی سودا
قبول ایک سے ہو اسکا تا بہ عین سلام

تجھ پہ پروردہ جیب کے ابر سیہ پوش السلام / بولے اوسکے ساتھ برق شعلہ بر دوش السلام
ماہ ادھر دیکھا محرم کا کہا یہ ہر غم ترا / بولتا ہے ہو کے ہر دل سے ہم آغوش السلام
دیکھکر ہر آن تیرے اہل ماتم کے تئیں / ور دسینے میں کہے ہے مارکر جوش السلام
غم دلوں میں رات دن تسلیم کرتا ہے تجھے / بولتی ہے شادی خاطر فراموش السلام
طوطی و غنچہ یہ گلشن کے نہیں موقوف کچھ / بولے تجکو دیکھ ہر گویا و خاموش السلام
کچھ نہ تنہا دیکھکر تجکو طواف کعبہ میں / بولتا ہے زاہد سجادہ بر دوش السلام
یاد کر تیرا جمال اے ساقی کوثر کے پور / میکدے میں کہتے ہیں مست و مدہوش السلام

اس چمن میں جب پڑھی سودا نے تجھ اوپر صلوٰۃ
بولا اس آواز کو کر گل سے فرد گوش السلام

سلام

نبی کے نور بصر پر کہو درود و سلام / علی کے لخت جگر پر کہو درود و سلام
کہے ہے عرش کے سکان سے جبرئیل سدا / امام جن و بشر پر کہو درود و سلام
شجر جو باغ نبی میں ہے بہتر از اشجار / اب اس شجر کے ثمر پر کہو درود و سلام
خدا کا امر ہے لے آدمی سے تا بہ ملک / سحاب دین کے گہر پر کہو درود و سلام

ہوا ہے سبعۂ سیارہ تک یہی اب حکم | کہ فاطمہ کے قمر پر کہو درود سلام
امام بر حق و مطلق پہ حق تعالیٰ کا | ہے امر شام و سحر پر کہو درود سلام

یہ جبرئیل کا مطلب ہے یعنی اے سودا
حسین تشنہ جگر پر کہو درود سلام

سلام

میں بھیجتا ہوں تجھے فاطمہ کے لال سلام | علی کے باغ کے اے سرو نونہال سلام
تمام حور و ملک صبح و شام جنت میں | کہیں ہیں دیکھ ترا سرخرو جمال سلام
نہیں ہے بدر ہی تجھ در پہ جبیں فرسا | تری جناب میں جھک جھک کے ہر ہلال سلام
پیمبران سلف چاہیے کریں تسلیم | جو بھیجے ہے تجھے بارگاہ ذوالجلال سلام
بزیر چرخ زمیں پر یہ جتنے ہیں ساکن | وہ لے جنوب سے بھیجیں ہیں تا شمال سلام
سما درود پڑھے کر ستاروں کی تسبیح | ہمیشہ بھیجے ہے ارض و ہم جبال سلام

غلام از دل و جان ہے ترا جو یہ سودا
بدن کا اسکے تجھے بھیجے بال بال سلام

سلام

عمدۃ السلاح ہل اتیٰ پہ سلام | معنی حرف انما پہ سلام
صدق دل سے مدام بھیج ولاء | صاحب شان قل کفیٰ پہ سلام
روشنی بخش چشم اہل یقین | مظہر نور کبریا پہ سلام
جنکے حق میں ہے بضعۃ منی | فاطمہ سیدۃ النسا پہ سلام
لحمک لحمی جنکی شان میں ہے | بھیج اوس جزو مصطفیٰ پہ سلام
منتفی ہووے جنکی یاد سے خلق | کہ تو اُس شاہ اتقیا پہ سلام
صورت شمر دیکھ شرمایاء | کہ تو اُس صاحب حیا پہ سلام
ہکتے ہیں ساکنان باغ بہشت کو | گل دگلزار مرتضیٰ پہ سلام
صدق دل سے یہ کہتا ہے سودا | ہر دم اس شاہ انبیا پہ سلام

سلام

ادب سے دور ہے اٹھا پہ اے محرم سلام اپنا
خدا بھیجے ہے جن اشخاص کو ہر دم سلام اپنا
دو عالم میں یہ کچھ رتبہ وہ ذات پاک رکھتے ہیں
اگر سچ پوچھیے وان ہم تو حکم خاک رکھتے ہیں
بچشم فہم ٹک دیکھو کر انکا رتبہ ہے کیا کچھ
انھوں کے رتبے کے آگے سلام اپنا ہی ایسا کچھ
جہان ہے بید اوسکے جھکنے میں کورنش کا عالم ہر
جدھر دیکھو گے ٹہنی گل کی وہ تسلیم میں خم ہر
جنھوں کا مرتبہ نزدیک حق دو جگ میں ہے فائق
جناب ایسے میں تم بھیجو سلام اپنا نہیں لائق
صلواۃ اوسپر خدا بھیجے محمدؐ نام ہے جس کا
ادب سے دور ہی وہ اور بالغ کون ہی اسکا
غلامی بندگی چھٹ گہ نہ اے سودا کچھ اسجا گہ
نظر چشم عنایت کی کرے وہ مہر جس جا گہ

خطا اس میں ہے کہتا ہے جو وان عالم سلام اپنا
کریں جز بندگی وان عرض کس منھ ہم سلام اپنا
کہ سرور پر انھیں کے سجدے کو افلاک رکھتے ہیں
نہ بھیجیں چاہیے وان حضرت آدم سلام اپنا
انھیں کیواسطے ہے یہ دو عالم میں ہے جتنا کچھ
کہ جیسے بحر بے پایان کو بھیجے تم سلام اپنا
جو پھل ہے شاخ پہ سر اسکا وان سجدے میں ہو خم ہر
کیا باغ جہان نے انکو کس موسم سلام اپنا
ملائک کے نہوں جو کورنش و تسلیم کے شائق
تمھیں زیبا ہی یارو بھیجنا باہم سلام اپنا
سلام اولاد پر اسکی ہے کب مقبول جب تک کا
جو پہونچے مرتبے کے یکدگر ہم جم سلام اپنا
کہ رتبہ ہے امامت کا کہاں اور تو ہے کس جا گہ
سمجھ وان خاک کے ذرے سے بھی ہیں کم سلام اپنا

سلام

اس منبع حیا کو خدا کا سلام ہے
اس راضی رضا کو خدا کا سلام ہے
آتے تھے جسکے در پہ مدینے میں صبح و شام
غلطان ہے خاک و خون میں دوجگ کا وہ امام
سو کربلا میں جا کے شہید اسطرح ہوا
کربل کی خاک و خون میں جو تنہا پڑا رہا
چالیس روز دشت بلا میں وہ شاہ دین

اس معدن سخا کو خدا کا سلام ہے
اس شاہ کربلا کو خدا کا سلام ہے
آدم سے لیکے حور و ملک جملہ خاص و عام
اس شاہ اولیا کو خدا کا سلام ہے
باقی رہا نہ جسکے کوئی خویش و اقربا
اوس مصدر عزا کو خدا کا سلام ہے
بے سر پڑا رہا تھا فقط بر سر زمین

گذرا یہ جسکے تن پہ زبیداد اہل کین
اس کشتۂ جفا کو خدا کا سلام ہے
ماتم مین جسکے روتے ہین انسان اور ملک
پیٹین ہین اپنے سر کے تئین تا بہ نہ فلک
یہ غلغلہ سما سے ہوا جا کے تا سمک
اس غم کے مبتلا کو خدا کا سلام ہے
نانا ہے جسکا حضرت پیغمبر خدا
اور باپ ہے علی ولی شاہ مرتضیٰ
مان جسکی ہوئے حضرت خاتون کبریا
اس شاہ قل کفا کو خدا کا سلام ہے
جسکے پدر کو لحمک لحمی کہا نبی
نازل ہے اسکو ناد علیاً سی جلی
حضرت حسین تمکو کہین ہین سبھی ولی
اس لطف لافتا کو خدا کا سلام ہے
جن نے خدا کی راہ مین اسطرح سر دیا
گذرا جو اسکے تن پہ اسے صبر سے لیا
غیر از رضائے حق نہ کیا اون نے جو کیا
اوس حامل بلا کو خدا کا سلام ہے
سودا خموش اب کہ جگر آب ہو بہا
جز اشک کچھ بھی آنکھون مین باقی نہین رہا
جس شاہ اولیا کا لکھا تونے ماجرا
اس رمز انما کو خدا کا سلام ہے

سلام

حسین کی جناب کا جو کوئی غلام ہے
انکے غلام کا یہ غلام اب مدام ہے
وان عرض بندگی کا مری صبح و شام ہے
جنکے جناب بیچ خدا کا سلام ہے
کہتا ہے جبرئیل انھونکو بصد یقین
حق کیطرف سے آن کے سو بار آفرین
من بعد اسکے بولے ہے یون با دل حزین
یا شاہ تمکو عرض و سما کا سلام ہے
پیدا ہوا تمھارے لیے جنت النعیم
اللہ نے کیا ہے وہان کا تمھین مقیم
نازل تمھاری شان مین ہے آیت عظیم
تمکو وہان کے صبح و مسا کا سلام ہے
سب ساکنان جنت اعلیٰ ہین اب امام
یا ذکر ہے درود کا یا ورد ہے سلام
آپس مین متفق ہو یہ کہتے ہین یا امام
تا حشر تمکو اہل وفا کا سلام ہے
وہ جو تمھارے واسطے ہے جنت برین
نازو ادا سے اسمین خرامان ہے حور عین
کہتے ہین پھول پھول نبی ہر گل زمین
تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہے
تم نے جو کربلا مین سہے رنج اور تعب
کسکی مجال ہے جو بیان کر سکے وہ اب
روح الامین کہے ہے تجھے دیکھ خشک لب
یا شاہ تمکو صبر و حیا کا سلام ہے

جتنی ہے کائنات جہان زیر آسمان
تجھپر فدا ہے اے خلف شاہ انس و جان
سودا ترا غلام ہے اے شاہ دو جہان
اس خاکپائے اہل ولا کا سلام ہے

سلام

ہر سحر لیجا ادب سے اے صبا میرا سلام
پہونچے انکو جو ہین دین کے رہنما میرا سلام

اول ایجا پیمبر کے تئین مجھ سے درود
بعد ازین نزد علی مرتضیٰ میرا سلام

جاکے پھر مدفن پہ اوسکے دے بعد عجز و نیاز
جو ہوا ہے کشتۂ سم دغا میرا سلام

بعد اسکے دیجیو جاکر بدشت کربلا
ہے جو وہ مقتول شمشیر جفا میرا سلام

اُسکے پھر فرزند کو کہہ با ہزاراں اندوہ و غم
وہ جو تھا اک مورد رنج و بلا میرا سلام

حضرت باقر امام پنجمین برحق جو ہین
خلد مین خدمت مین اُنکی کہکے آ میرا سلام

بعد ازان پہونچائیو جاکر شتابی سے صبا
حضرت جعفر کو با صدق و صفا میرا سلام

موسی کاظم امام رہنما ہین سے جو وہ
جاکے اُنکی بندگی مین کر ادا میرا سلام

بعد اُسکے پہونچ کے شہر خراسان کیطرف
کہیو جاکر جانب موسی رضا میرا سلام

بعدہ حضرت تقی کو کہہ باداب تمام
وہ جو برحق ہین گے شاہ اتقیا میرا سلام

عرض کیجو پھر نقی سے باخشوع و باخضوع
ہر دو عالم کا ہے جو وہ پیشوا میرا سلام

اُسکے بعد از کہنے کو جا نزد حسن العسکری
دو جہان کا ہے جو وہ اک رہنما میرا سلام

تجھسے کہتا ہے یہ سودا اس سخن کو دمبدم
مہدی ہادی سے کہہ صبح و مسا میرا سلام

سلام

اے محمد کی دو عالم مین نشانی السلام
اے امام رہنما حیدر کے ثانی السلام

کہتے ہین قرآن ناطق شیر حق کی ذات کو
اس کلام اللہ کے تم ہو معانی السلام

فخر ہی آدم کی خلقت کو تمھاری ذات سے
اے خدا کے مظہر راز نہانی السلام

بضعۃ منی کہا خیر النسا کو مصطفے
اس سرور سینۂ احمد کی جانی السلام

کہتے ہین جسکو شہادت رتبۂ اعلی ہے وہ
اے امام رتبۂ اعلی کے بانی السلام

عرصۂ دنیا پہ ہے سایہ ترا تا روزِ حشر	نورِ چشمِ شاہبازِ لامکانی السلام

دین و دنیا مین یہی امید ہے اے شاہِ دین
رکھیو سودا پر تو اپنی مہربانی السلام

مرثیہ حضرت امام حسین علیہ السلام

نہین ہلال فلک پر یہ محرم کا
دل اسطرح سے یہ گھائل کریگا عالم کا
چڑھا ہے چرخ پہ تیغا مصیبت و غم کا
کروان نہ لگ سکے ٹانکا نہ پھایا مرہم کا

دلون مین آتش غم یہ لگے ہے اب تب تاب
کہ اسکو یاد جو آل نبی پہ بند تھا آب
کرہو خاک مین اور مرغ ہون ہوا مین کباب
ہر ایک چشمہ رواں ہوگا چشم پرنم کا

زمین پہ یہ فلک سے ہے جو خلقت آدم
جدھر کریگی خوشی منہ تو یون کہیگا غم
سرون پہ ڈالین گے خاک اپنے اپنے ہر اک دم
ادھر نہ آیو ہرگز یہ گھر ہے ماتم کا

خوشی رہیگی نہ موجب سے اسکے پوچھے بن
اسی مہینے کے مارا پڑا وہ دسوین دن
کہیگا غم اوسے آسودگان کی اے ساکن
شرف جو آدمیونکا تھا فخر آدم کا

کرین نہ اہل جہان کسطرح سے شیون و شین
ہوا ہے آج کے دن قتل کربلا مین حسین
سرون کو اپنے نہ پیٹے سو کیون وہ کر کے بین
یہ تعزیہ ہے رموز خدا کے محرم کا

بڑا کیا تھا محمد نے جسکو گود مین پال
گیا جہان سے پیاسا وہ فاطمہ کا لال
پھرے تھا ساقی کوثر کے دوش پر وہ سال
عطش ہی تن سے ہوئی روح کی سبب رم کا

ہزار طرح کے دریا روان تھے دنیا مین
کئی غریب جو تھے کربلا کے صحرا مین
جو کوئی تھا سو وہ سیراب تھا ہر اک جا مین
نصیب انکے نہ قطرہ ہوا کسی یم کا

یہ ظلم کسکی زبانکو ہے کہنے کا یارا
جو انمین طفل تھا شش ماہہ اسکو بھی مارا
نبی کا قتل کیا ظالمون نے گھر سارا
کیا نہ عمر نے کچھ فرق زائد و کم کا

قضا کی تیغ کا جب سبکو کھا چکا جوہر
زبان نکال کے بولا یہ شمر کا خنجر
رہا نہ اس شہ مظلوم کا کوئی یاور
کرین ہی اب تو ہون اک آشنا ترے دم کا

کہے جو تو تجھے جد کے کنے مین لیجاؤن
ترا اخی جو ہے کہ اسکے ساتھ ملواؤن
جو مرضی ہووے تو والد کے پاس ٹہلاؤن
ملاپ چاہے ہے جو تو اس شہ مکرم کا

سخن یہ سنکے لگا کہنے وہ شہ آفاق
رضائے حق کی ملاقات کا ہون مین مشتاق
اُنھونکا دلکو مرے اسقدر نہین ہی فراق
جو ہووے ایسے مین تو ہو ملاپ باہم کا

خدا کی مرضی سے دلکو مرے محبت ہی
جنھون کے ذائقے سے دور اسکی لذت ہی
جو آب تجھ مین ہی تجھ تشنہ لب کو شربت ہی
اثر مزاج مین اُنکے رکھے ہے یہ سم کا

ہمین یہ مرتبہ پشتین سے چلا آیا
اور اب جو تجھ تک اُسے تیرے ہاتھ پہنچایا
مرے پدر کو بھی حق نے یہ جام پلوایا
ہمارے واسطے احسان ہی یہ پہم کا

سن اسکو دشمن گلے شہ کے لگ کہ رو دیا
شہ اُس سے ملکے فراغت سے اسطرح سویا
غبار تن پہ جو تھا اپنے اشک سے دھویا
کہ تا ابد نہ کھلے پردہ چشم پرنم کا

حرم کی اور کہون پھر کیا نصیبون سے
فلک نے پھینک دیا سر پہ ان غریبون کے
گرینگے لخت جگر چشم سے حبیبون کے
سمیٹ کر ستم و جور سارے عالم کا

چلے جو شام وہ آفت رسیدہ ہو کے اسیر
سنا ہے مین کہ عابد کی تا بہ عمر اخیر
نجانے انکی کس طرح سے کیا زنجیر
نشان گیا نہین گردن سے طوق پرخم کا

نہ ساتھ تھا کوئی ایسا بجز خدا کی ذات
سکے تھی جنکی رفاقت سے راہ مین فرات
تھکے جو پاؤن تو اُس ناتوان کے پکڑ سہات
جگر پہ داغ پدر دل مین غم بنی عم کا

پیادہ وہ حرم اونٹون پہ بیحجاب سوار
برہنہ پا وہ غریب اور دشت یہ پرخار
ہر ایک پاؤن مین زنجیر ہاتھ بیچ مہار
غبار ہوئے تھا گل خون سے اُنکے مقدم کا

کبھو تو مانگے تھا پانی کسو سے وہ معصوم
کبھو کہے تھا کہ اے دل ہے قسمت محروم
کبھو تو چاٹے تھا ہونٹھ اپنے پیاس سے مغموم
پیالہ پانی کا اب مجھکو جام ہی جم کا

کوئی جو دیوے تھا پانی بھی تو اس امین سے
گرا دے تھا وہ ملانے مین خاک کین سے
کہے تھا وہ کسے پی نہ اتر و نگا زین کسے
کہ تا نہ پھر سکے حلوہ شہ معظم کا

ہر ایک عضو مین شدت سے تپ کی ایسا درد
کہ ہونے تسپہ نہ دیتے تھے ملک کین نامرد
کہ رنگ چہرہ کبھو سبز اور گاہے زرد
چلو چلو ہی سخن تھا ہر ایک اظلم کا

گذر انھون کا ہوا حرب گاہ پہ ناگاہ
بھری وہان دل پرسوز سے اک ایسی آہ
پڑی جو اُس تن بے سر پہ عابدین کی نگاہ
کہ وہم سب کو ہوا شعلہ برق کا چمکا

زمین وہ دیکھکے چھینٹوں سے خون کے رنگین
کہا مدینے کو منہ کر کے اے رسول امین

خزان باغ رسالت مین مجکو علم نہین
چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا

یہ وہ حسین ہی بے سر پڑا ہی جس کا تن
یہ وہ حسین ہے جسکو ملا نہ گور و کفن
یہ وہ حسین ہے جس پر نہین ہے پیراہن
کہ جس حسین کا تو غمگسار ہر دم کا

چمٹ کے اس سے گئے آبدیدہ ہوئے تھا
ہر ایک زخم سے یون منہ لگا کے روئے تھا
کہ اپنے اشک سے اسکا غبار دھوتے تھا
کہ جس طرح سے گرے گل پہ دانہ شبنم کا

کہا یہ رو کے نہین سر جو لے پدر تیرا
علم پہ سر ہا د تن اس جا مدینہ گھر تیرا
مین سر کے تیرے تصدق کہان ہی سر تیرا
مجھے نظر نہین آتا ملاپ باہم کا

برہنہ اد سون یہ بے جان جواہر د مادر
چلے ہین شام کو یون چھوڑ کر نبی کا گھر
گلے مین اسکے نہ کرتا نہ اسکے سر چادر
بیان انھونکے ہے یہ صورت مجسم کا

عمل یہ کیا کیا ان اشقیاے امت نے
کہ فائدہ نہ کیا کچھ تری نصیحت نے
انھونکو یان نہین گھیرا ہے انکی شامت نے
مجھے نواسہ نہ سمجھے رسول اکرم کا

غرض وہ نعش پدر سے یہ حرف کہتا تھا
شفیق اس سے ایسا وہ کون رہتا تھا
اور اسکا خون دل آنکھونکی راہ بہتا تھا
لہو جو پاک کرے اس کے دیدۂ نم کا

اگر خوشی سے کسی غم نے یہ حکایت سب
ہر ایک رویگا تا روز حشر روز و شب
تو پھر جہان مین یارو خوشی رہیگی کب
بجا کرے گا دمامہ حسین کے غم کا

زہے نصیب جو سودا اور اوسے یارو وے
یہ روسیاہ تو ایسا نہین جسے ہووے
جز اشک نامۂ اعمال کس طرح دھووے
تلاش مرثیہ گوئی سے دام و درہم کا

مرثیہ امام قاسم

یارو ستم تو یہ سنو چرخ کہن کا
سنجوگ یہ کچھ باندھا ہی دولھا سے دلھن کا
ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابن حسن کا
جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

دھرنا لگن اس بیاہ کا زنہار نہ مانون
گرد اسکے کھڑے پیٹے ہین سب سینہ و زانون
گر دار فلک مین نہ سمجھتا ہون تو جانون
پھر طاس دھراخین کا ہے نام لگن کا

غم دلبیہ خلائق کے عوض منڈھے کے چھایا
دولھن کو بدل جوڑے کے رنڈسالہ پنھایا
سر شہ کا جگہ تیل کے نیزے پہ چڑھایا
ہے خلعت نوشہ کیلئے فکر کفن کا

اور کیا کہوں میں بیاہ کی نوبت جو دھری
گھر کو بعوض روشنی کے آگ لگائی
چھاتی ہے زن و مرد کی دن رات پٹائی
لے سیلی سے ہرگز نہ بچا تار رسن کا

کیونکہ یہ تماشے نہ کرے چرخ نظارے
ہر نالے سے لپٹے ہوئے آتے ہیں شرارے
آہیں تو ہوائی ہیں اب اور اشک ستارے
منہ دلکا انارونکی ہوا رشک دہن کا

آرائش اب اس بیاہ کی کیا میں کروں اظہار
ہر زخمی کے واں گھاٹ تھی اک تختۂ گلزار
کس طرح تھی وہ چشم خلائق میں نمودار
ہر لوتھ پہ چادر تھی گویا رشک چمن کا

سینے کو یہ کچھ دیکھ زن و مرد نے کوٹا
آرائش شادی کے بدل گھر کو یہ لوٹا
اُس کو ہجوم آکے تماشائی کا ٹوٹا
چھوڑا کسی سمدن کے نہ پھر رخت بدن کا

رنگ کھیلنے کا شادی کے دیکھا یہ عجب طور
معلوم ہوا تب جو براتی ہیں کیے غور
جز خون کی چھینٹوں کے نہ تھا کپڑوں پہ کچھ اور
رنگ کھیلنے کی جا تھیں میدان تھا رن کا

کاٹا ہوا وہ سر تھا جو ساچق کا جتادا
دولہن نے لیے آیتیں دولہا کی پڑھاوا
گردن کا خط زخم تھا مثلے کا کلاوا
ساچق کا یہ دستور ہی کہ کس کے دلہن کا

جو خوان کہ دولہن کے لیے سندی کا آیا
دولہا کا لہو ہاتھوں میں دولہن نے لگایا
تھا خسرو خسر پورہ کا خون اسمیں جمایا
یہ رنگ ہی شادی میں نہ ملنے کے چلن کا

دولہن کو شب عقد جو ہیں ملکے سنوارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رنگین وہ مارا
بولا یہ رنڈاپا کہ خدا سے نہیں چارا
کیا فائدہ اب اُسکے سنگار اور بدن کا

تجھ کو تو اتارا اُس سے کر دیسے حوالے
لوتھ آئی ہی اُسکی ہیں کہاں پیٹنے والے
اور خاک کہو اسکو سر اپنے میں یہ ڈالے
اب وقت نہیں اور کسی حرف و سخن کا

کیا شہ کی سواری کی کوئی قصے کو باندھے
سہرے کے تئیں سیس تھے سے کھاتے کے باندھے
بن سر لیے آتے ہیں اُسے چار کے کاندھے
اسطرح چڑھا بیاہنے شہزادہ مدن کا

گرد اُسکے براتی سر و صورت سے ملے خاک
فریاد و فغان اونکی سے پر گنبد افلاک
سب چاک گریباں کیے با دیدۂ نمناک
نے اشک تھا مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

کہتا تھا ہر اک دیکھ کے دولہا کی یہ سنگت
ماں باپ کی لڑکی کی گئی ہائے کدھر مت
اس گبرو کی شاید ہوئی ہے گور سے نسبت
چھوڑیگا سہاگ اُسکا نشان اسکے نہ تن کا

دولہن سے کے جو گھر پہونچے تو سب جہیز پہ مل کر
پیٹے سر و صورت کو ہم ملکے زن و مرد

کہتا تھا ہر اک رو رو یہ پھر پھر کے دم سرد   تھا عقد کہ عقدہ تھا یہ پانی دیون کا

کہتا تھا سو سینہ بجائے دبل و دف   نام کی بجھی شادی کے منڈوے کے تلے صف
تھا عود کے مجمر کے عوض سینہ پر تف   ہر ایک کا دل آمین تھا انگارا اگن کا

دولھن کی گل انجوان کی لڑی ٹوٹ تو نکلا ہار   دولھا کے لیے سہرا تھا توڑی کی ہر اک تھار
چھاتی پہ نظر آتا ہی جس تیر کا سوفار   دیتا تھا نشان خلق کو یان خورد دہن کا

شربت کی تو وان رسم کا کیا ذکر تھا اس آن   پانی کیلیے سارے قبیلے کی گئی جان
بد بھون کی جگہ خون جگر کھا گئے مہمان   شادی تھی کہ طوفان تھا اک رنج و محن کا

دولھا جو سلامی کے لیے ساہوری آیا   گھوڑا تو کہان تختۂ تابوت بنایا
اور اسکے لیے خلعت شادی جو بنگایا   ڈوبا لہو مین بیاہ کے دن رخت بدن کا

لیجائینگی دلھن کے مین کیا لاؤن زبان پر   آگے تو جدا تن سے ہو دولھا کا چلا سر
پیچھے تھی دلھن ناقے پہ بے مقنع و چادر   تھی ہاتھ مہار اسکے جو تھا بھائی دلھن کا

مان کہتی تھی دولھن کی یہ رو رو کے ہر اک دم   بیٹی کے رنڈاپے سے بھی ہی مجکو بڑا غم
اب لوگ کٹم کے یہی کہتے ہونگے باہم   اس دولھا کو پیرا نہوا نیک دلھن کا

یہ بولتے ہونگے جو وہ ہین لوگ جوائی   کرتا ہی تب تخت کوئی گھر سے جدائی
دولھا کے تئین شکل نہ دولھن کی خوش آئی   دیکھ آرسی مصحف جو لیا قصد عدن کا

کوئی تو کہیگا ہی عجب بھاگ کی دولھن   بیوہ یہ کہانے لگی ہوتے ہی سہاگن
بولی کوئی مین کیا کہون شادی کا یہ اوگن   گھر کھوج رسالت کی مٹا سرو و سمن کا

چھیدے ہین سینے کو مرے خلق کی باتین   سن سن کے گذرتی ہین مجھے بیٹی راتین
اور خلق سمجھتی نہین یہ دہر کی گھاتین   کیا فکر کرون انکی زبان اور دہن کا

بیٹی کا جلایا جو ہے کیونکر وہ بتاؤن   بن سر تیرے داماد مین کس کسکو دکھاؤن
آنکھین کہو کسطرح مین سمدھن سے ملاؤن   اس شادی مین جب نور گیا اسکے نین کا

منہ دیکھنا بیٹی کا مری اسکو ہوا ننگ   اس بیاہ مین اب زندگی اپنی سے وہ ہی تنگ
شیشے سے فلک کے یہ شب عقد گرا سنگ   تن ٹکڑے کیا جن نے کہ یون اسکے رتن کا

کرتے تھے جہان مین غرض اب مادر و دختر   اسجا یہ نظر آئے تھا ہنگامۂ محشر
چھٹا اسکے کہون کیا کہ مین ان باتونکو آکر   ہوتا تھا جگر آب زمین اور زمن کا

سودا نہ لرزلے تو احوال مجنون بید
جس روز تمازت پہ قیامت کا ہو خورشید
اس مرثیہ کے کہنے سے رکھ دین یہ امید
سایہ ہو ترے سر پہ شہیدونکے چمن کا

مرثیہ

احوال روزگار مورخ لکھا کیا
تحریر جب سے واقعۂ کربلا کیا
کوئی پڑھا کیا اُسے کوئی سُنا کیا
مجلس مین پڑھکے ملاعین نے کیا کیا

راوی سے ہے یہ جنگ نے پایا جب انصرام
کاٹا تھا چڑھکے چھاتی پہ جن نے سر امام
آل نبی کے خون سے وضو کرکے اہل شام
پیچھے کھڑے ہوا سکے دوگانا ادا کیا

پڑھکر نماز جمعہ کی اور خطبۂ یزید
لوٹا سب اسطرح سے کہ نے دید نے شنید
غارت کیے اسطرح سے خیمے مین وہ پلید
گھر سیل نے بھی یون نہ کسی کا صفا کیا

یہ دخل کیا بچا ہو کسی پاس تار زر
باہر کیا نکال کے سب کو برہنہ سر
چادر رہی حرم مین کسو کے نہ سر اوپر
جتنے تھے اہل بیت انھیں بے ردا کیا

پہلے یہ چلتے تھے لعینان کربلا
بولا انھو نمین ایک نہین کام یہ بھلا
خیمہ سمیت اہل حرم دیجیے جلا
شاید کہے یزید مری بے رضا کیا

آپس مین پھر یہ بولے کہ مت لوٹ پر مرو
نیزون پہ لیے اپنے انھین جلد تم دھرو
لوتھون سے بوترابیون کے سر جدا کرو
مال و منال تھا جو کچھ ہم ایک جا کیا

القصہ پہلے کاٹ کے سر انکے وہ لعین
پھر کاٹ سر انھونکے جو تھے اور مومنین
ان لوتھو نمین جو تھے کوئی ذی رحم شاہ دین
نیزونپہ لیئے رکھکے انھین بر ملا کیا

بیسر مین جو لوتھین دیا خاک و خون مین ڈال
پہونچا جو ایک شیر تو ڈر ان سے وہ شغال
چاہا کہ انکو گھوڑ دوڑنسے کرواوین پائمال
لیکن خیال خام کو دل سے جدا کیا

پھر ابن سعد پاس وہ آئے سیاہ رو
نیزونپہ سر کٹے ہین یہ ہم انکو دیکھ لو
بولے کہ کیسے وہ بھی جو کچھ اور کام ہو
کچھ دو ہمین کہ کام یہ ہم نے بڑا کیا

سنکر یہ اوس لعین نے دیا انکو یہ جواب
اب گھیر لاؤ جاکے اسیرون کو تم شتاب
جا شام مین یزید سے تم ہوگے فیضیاب
پھر قصد اس مکان سے اسنے کوچ کا کیا

لانیکو جب حرم کے گئے سب وہ نابکار
اونٹونپہ مار مار کے کرنے لگے سوار

ہوئے حرم کہ مارے تم اپنے گناہگار
ہم نے نہیں تمہارا گناہ و خطا کیا

کہنے لگے ہمارے وارثون کے تمنے اب گلے
اب پالنے تم بتاؤ کدھر ہمکو لے چلے
ہوئے لٹائے راکھ پہ بیٹھے ہین گھر جلے
چھوڑا نہین کر اپنا تم اب مدعا کیا

گذرے ہین وارثون کے ہوئے آج تین دن
کانٹے ہماری حلق مین پڑ گئے ہین بن پن
آنسو نہین ہمارے اکھنے ہین ایک چھن
جنگل کا چار پایہ بھی پانی پیا کیا

پانی سے بھی نہ تمنے کیا آجتک سلوک
آتی ہے منھ پہ بولنے مین لو ہو کی ہلوک
قطرہ تمہارے ہاتھ کا ہے ہمکو جون خوک
اس غم مین بسکہ سینہ ہمارا کٹا کیا

سمجھو جو یہ گناہ کہ جتنے ہین آج تک
مر نکلو تو مرینگے کبھو اسمین کیا ہے شک
جگ مین کوئی موا نہین بن آب آجتلک
مر تو نہ گئے پر آب کو ہم ادھموا کیا

لوتھین ہم اپنی گاڑلین فرصت تم اتنی دو
آل نبی پہ اتنی تو اب مہر تم کرو
جیدھر کو جا ہو پھر ہمین اودھر کو لے چلو
جو کچھ کہ کر چکے ہو سو تم نے بھلا کیا

اس سے زیادہ ہمکو تم اب زار مت کرو
رسوائے شہر کوچہ و بازار مت کرو
چڑھوا کے اشتران پہ ہمو وار مت کرو
کم ہے یہ جور تم نے جو ہم پر روا کیا

بہتر ہے گر کرو ہمین رخصت مدینے کو
ٹھنڈا اگر کرو تنک ایک تو زہرا کے سینے کو
دل سے بھلاؤ آل محمد کے کینے کو
مدت ہوئی کہ ہاتھ تمہارے جلا کیا

کہتا تھا عابدین یہی با منت تمام
ماین تھے یہ سخن کوئی وہ زادۂ حرام
رخصت انھون کو تم کرو لیجاؤ مجکو شام
اپنا ہی ان لعینون نے آخر کہا کیا

القصہ نکتیون پہ وہ غارت کو کرکے بار
نقارہ دے روان ہوئے کربل سے نابکار
اہل حرم کو جبر سے اونٹون پہ کر سوار
چالیس دن مین آپ کو وان پہونچا کیا

لکھتا ہے آگے ناقل جانسوز یہ سخن
بولا یہ سن یزید وہ ملعون سگ دہن
پہونچے حرم جو شام مین بارنج و با محن
اس دبدبے سے فوج نے مجکو رہا کیا

ایسا انھون نے دلکو مرے شاد کر دیا
لا کر مجھے حسین سے غاصب کا سر دیا
اس خرمی کو میرے سراپا مین بھر دیا
جو کچھ کرون اب انکے لئے مین سب بجا کیا

جسدم سنا یزید سے شقیون نے یہ بیان
اسکے حضور لے گئے بس ہو کے شادمان
رکھ طشت زر کے بیچ سر شاہ دوجہان
اس سر کو دیکھ دیر تلک وہ ہنسا کیا

سن بعد انبساط کے کہنے لگا وہ یون
بیعت مری قبول کرین جون یہ چاہین تون
مین چاہتا نہ تھا یہ قتیل اس جفا سے ہون
پر اپنے جہل سے نہ مرا مدعا کیا

پھر بعد اسکے اہل حرم وان گئے طلب
عابد انھونمین ضعف کے مارے تھا جان بلب
آئے حضور با غل و زنجیر سب کے سب
آگے سب اُن اسیرون کے اُسکو کھڑا کیا

پوچھا یہ اُس لعین نے ان سب کے پیشوا
بولے وہ عابدین ہی بیٹا حسین کا
یہ کون ہے بتاؤ تم اسکا ہے نام کیا
ان سب نے اسلئے ہم اسے پیشوا کیا

سن اسکو عابدین سے ہنسکر کیا خطاب
اکثر لڑائیو نمین ہوا ہے وہ فتحیاب
دادا ترا کہ کہتے ہین سب جسکو بو تراب
تیرا پدر بھی تا دم آخر لڑا کیا

بھائی ترے بھی آنکے میدان مین لڑے
سر انکو یکدگر کے نہ دیکھا کیے کھڑے
ہو کر رفیق باپ کے سب انکے ہو پڑے
تو نے تردد آنکے لڑائی مین کیا کیا

عابد نے یون جواب دیا سنکے وہ کلام
مرضی بغیر حق کے نہو ہم سے اور کام
مین بھی امام اور مرا باپ بھی امام
جو کچھ کیا ہے ہمنے سو حق کے رضا کیا

دنیا مین تم ہین کے طمع کی دلق کو
معلوم روز حشر یہ ہوویگا خلق کو
کاٹا ہے گو کہ باپ ہمارے کی حلق کو
کن نے عمل بھلا کیا کن نے بُرا کیا

سنکر لعین یہ کہنے لگا ہوکے زہرخند
تدبیر سے ہوئے ہین سدا ہم تو بہرہ مند
تقدیر اور رضا کے نہایت ہوا ہے بند
جس سے تمھارے باپ کے سر کو جدا کیا

عابد یہ سنکے بولے کہ سمجھے ہو جسکو سود
یان جس طرح سے چاہیے کر لیجیے نمود
آتی ہے اُس سے نار جہنم کی بوے دود
نقصان ہے وہ جن نے تمھین فائدا کیا

اتنا ہی اس کلام کے لکھتے ہین راویان
تو بھی تو اسکا پوتا ہے آخر اے نوجوان
بولا یزید تھا ترا دادا بھی پہلوان
کشتی سے تو بھی آپکو کچھ آشنا کیا

میرا بھی ایک بیٹا ہے تیرے ہی سن و سال
دونو مین دیکھین کسکو ہے اس فن اب کمال
تجھ سے وہ کشتی لڑنیکا رکھتا ہے اب خیال
تم مین سے کس نے کشتی کا فن خوب سا کیا

سجاد نے غضب سے کہا ہوکے چشم تر
کشتی ہے کام اُسکا جو تیرا سا ہو پسر
کشتی کا لڑنا کار اراذل سے ہے خبر
یہ کام کس امام نے کہہ تو بھلا کیا

یہ بات تین کہی ہے سمجھ کے یہ تجھے نحیف
نزدیک حق قوی ہے تو سمجھے جسے ضعیف

چاہے جو لو کہ کشتی مین مجکو کرے خفیف — اس امر مین سو کب مین یہ تیرا کہا کیا

مری جو آزماے تو یہ مان میری بات — اک تیغ آپنے بیٹے کو اک تیغ میرے ہات
آپس مین ہم لڑین کرین نظارہ کائنات — دیکھین کہ کس کی تیغ نے کسکو دوتا کیا

کشتی لڑون مین اس سے جو سمجھا ہو امید — باپ اسکا میرے باپ کے مانند ہو شہید
قاتل ہو اسکے باپ کا بھی سمجھا اک یزید — تب کشتی لڑکے سمجھون کہ مین نے بجا کیا

نانا بھی اسکے باپ کا ہو ختم مرسلین — دادا علی سا اسکا ہو سالار مومنین
زہرا سی اسکی دادی ہو مسجود اہل دین — جسکو خدا نے حامی روز جزا کیا

اور باپ کے الم مین گرفتار مجھسا ہو — غربت مین بے برادر و بے یار مجھسا ہو
بیدست و پائی اپنی سے ناچار مجھسا ہو — اتنا سو کس کو دہر نے بے اقربا کیا

طے بیٹر یون مین کس نے کی چالیس منزلگاہ — کھینچی مہار اونٹو نکی تا شام از نگاہ
تیرے پسر کو باپ کے کرتا ہوا نگاہ — یون کن نے تجھ تک اپنے تئین ہو نچا کیا

ایسا حضور تیرے جو کوئی ہو مجھ سوا — تب کشتی اسکے ساتھ تو میرے مین لڑا
بیٹے سے تیرے کشتی کی نسبت مجھے سو کیا — کینچے وہ کام تا کہے کوئی بھلا کیا

خاموش ہو رہا یہ سخن کہہ کے عابدین — تاثیر ازت اسکے سے روتے تھے حاضرین
دیوان سے اٹھا وہ لعین ہو کے شرمگین — عابد کے حق مین پھر نہین معلوم کیا کیا

سودا خموش ہو کہ یہی نظم دل فگار — رد دے بہت سا عاقل و مجذوب و ہوشیار
محشر مین اسکی دیوے جزا تجکو کردگار — حق مرثیہ کے کہنے کا تو نے ادا کیا

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

فلک نے کربلا مین ابر حسیدن ظلم کا چھایا — کمان جور کو قوس قزح کی طرح چڑھوایا
سوا پیکان کے اک قطرہ نہ اس ظالم نے برسایا — کہون کیا تیر باران سے نبی کے گھر کو ڈبوایا

صدائے العطش فریاد سے مور فلکی تھی کیا کم — زمین پر عنکبوت سرخ خونکی بوند تھی ہر دم
کیا تھا لے پہ پے چلنے نے وان تیر فلکی عالم — گھٹا مین وار کر پلکون کی یہ گیری کو دکھلایا

نظر کر کو کلا کو کے تھی اوس ساون کی اندھیاری — بھرے جن جل تھل دریائی جہان دیکھو وہان جاری
وفور آب پر اتنی فلک ایسی جفا کاری — جگر گوشے کو پیغمبر کے پیاسا ذبح کروایا

یہ موسم وہ ہے جسمین ہر کوئی چھپر چھواتا ہے
کوئی اسوقت چھونے سے بھی ظالم گھر چھڑاتا ہے
پکھیرو تنکے چن چن گھونسلا اپنا بناتا ہے
پڑا ہے سرور دین وان جہان نہ سر ہے نہ سایا

مقام ہو نظر آتا ہے وہ دشت بلا سارا
پڑے ہیں اسمین وہ بیجان وطن سے ہوکے آوارا
جو شب کو برق چمکے تو اجالا ورنہ اندھیارا
کہ جسکو فاطمہ نے بر مین پیغمبر کے پلوایا

فراہم اُس جگہ حشرات اس موسم کے سارے ہین
اندھیری رات ہے چارو طرف جھینگر جھنکارے ہین
تن نازک پہ اُسکے ڈانس جا جا ڈنک مارے ہین
پڑا ہے اسطرح مذبوح وان زہرا کا وہ جایا

زمین اُس دشت کی جن نے سر فصل آکے جوتی
بنی کے کھیت سے کشتے کی صورت یون نظر آئی
کبھو اُسکی زراعت مین سے اک پتی نہ مرجھائی
جو سر کو یان پڑا دیکھا تو پاؤن وان پڑا پایا

پپیہا منھ مین لاکر وان کہین سے بوند پانی کی
پیے پانی تو وہ کوئی کہ جسکے تن مین ہوفسے جی
اُڑے ہے آکے ہر اک نعش پر کہتا ہوا پی پی
ترحم لیکن اُسکے دلمین اُس کے حال پر آیا

روایت ہے کہ جب ان کافرون نے روک کر پانی
حرم پر تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی
کیا تنگ اُس جگہ عرصہ زراہ نامسلمانی
مسلح ہوکے پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت بھائی سے کر میدان کی تیاری
یہی آئی ہے دلمین لہرین عورات کی زاری
کیا عزم اب جسے چاہو اُسے سونپو عملداری
دیا سر یا تو مین دریا پہ جا یا مشک بھر لایا

سُنا عباس سے جب اسکو شاہ دین و دنیا نے
کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے
کہ رو رو کر وہ رون اشک آنکھون سے لگے آنے
کہیگی خلق سر بھائی کا آگے دیکے کٹوایا

غرض رخصت پہ یکدیگر مین یہ الحاح و زاری تھی
کبھو مانند برق آپسمین انکو بیقراری تھی
کبھو جون ابر باہم منھ پہ منھ رکھ اشکباری تھی
مرخص اسطرح سالار دین نے اسکو فرمایا

چلا عباس جب قربوس زین پر مشک کو دھر کر
رکھا جن نے قدم تک آکے اپنا چھوڑ کر لشکر
تو لائے رد بمیدان کافر اُسکے قصد پر اکثر
جہنم کو اُسے دو تین اجل کے ہاتھ بھجوایا

جگہ سے اپنی کوئی خوف کے مارے نہ ہلتا تھا
کوئی دیکھ انکے حربونکو وہ اپنے ذہن سے کمتا تھا
چلے تھا نیزہ اُس جا سے جا نسے تیر چلتا تھا
لب دریا تلک اپنے تئین ہر طرح پہونچایا

جو ہین چاہا پیے جلومین پانی بیشتر کم بھر کر
چلا پیاسا ہی وان سے مشک کو سوے عدم بھر کر
بیاد تشنگان وہ رہگیا پھر سرد دم بھر کر
عنان کو پھیر کر مرکب کے دریا سے نکل آیا

یہ ماری بانگ تب لشکر پہ ابن سعد ملعون نے
کہ یہ تنہا چلا کر خانۂ زین سیکڑون کے سنے

جو پہونچا مشک اب لیکر تو مارے جاؤگے دونے
اسے پہنچنے دیا تم نے تو سب کو قتل کروایا

یہ سنکر فوج شام اُس پر گھٹا سی چھا گئی آکر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کے بل کھا کر
پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جا کر
کہ بہتون کا جگر پھٹکر لہو آنکھوں سے تر آیا

کہا اتمام حجت کے لیے عباس نے اُس دم
جو اس پانی کو تم دوگے تو کب دریا سے ہوگا کم
سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
دواب اپنے کو جس پانی سے تم نے سیر کروایا

حرم کے بیچ مستورات میری راہ تکتی ہین
نبی کی دختران اک بوند کے خاطر بلکتی ہین
زبانین تشنگی سے اونکی تالو سے جھٹکتی ہین
انھین پانی پیے کو آج یہ دن تیسرا آیا

کیا ہے بند فرزندوں پہ آب از چار سو تم نے
سخن میرا یقین ہی جان لو اس مشک کو تم نے
جگہ رکھی نہ پیغمبر کے دکھلانے کو رونے
جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا

اگر اس مشک کو مین جا کے دون فرزند حیدر کو
عوض اس آب کے دون بلکہ آب حوض کوثر کو
قسم لو گر قصاص ظلم کا لون روز محشر کو
غرض سب طرح ان اشقیو نکو اُس سرور نے سمجھایا

سنا نا جب تو پیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم
جدھر کو رخ کیا کشتو نکے پشتے وان لگے اُس دم
لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
اُدھر خون کے بہے نالے جدھر اُسکا پڑا سایا

کہوں کیا جسطرح چھایا تھا ابر آہن کا اُسی پر
نہ جانے آہ واویلا کہ اسمین کن نے وان آکر
سنان پر تیغ برسے تھی پڑی اور تیغ پر خنجر
حوالے تیغ کی اُسکے کہ دست چپ لٹک آیا

جوانمردی سے وہ ہین مشک دست راست پر یون کی
فلک ناخوش ہوا اتنا شجاعت دیکھ پیاسے کی
کہ بوند اسمین سے پانی کی زمین اوپر نہ گرنے دی
کہ دست راست بھی اُسکا دہین شانے سے گروایا

جو تھامی مشک دانتون سے تو کی بوچھار تیرونکی
ستمکیشون نے کی پیکان اپنی پار تیرون کی
لگی چار و طرف سے ہونے مار امار تیرونکی
کہ اُسکو مشک سے اک پل مین کر غربال دکھلایا

سبب زخمون کے حالت اُسپہ جب طاری ہوئی غش کی
صدا جو ہین یہ شاہ کربلا کے کان مین پہونچی
ندا کرتے ہوئے کی یا اخا ادرکنی ادرکنی
بسان ابر گریان آپکو اُس پاس پہونچایا

پر اُس احوال کو راوی نے یون اخبار مین لکھا
بطعن نیزہ تن کا گوشت اسکے لے گئے اعدا
کہ جب تک پہونچے ہی پہونچے سرور سینہ نہرا
نشان جز استخوان اُسکا نہ شاہ دین نے کچھ پایا

چشم سودا کو گریان بہائے جائینگے نالے
جہانکو دیکھتے آئے جہانکے دیکھنے والے
ہوئے ہین اولتی مژگان خلق اور چشم پرنالے
فلک نے لیکن ایسا مینہ نہ دیکھا ہے نہ کو ملایا

مرثیہ

کہا اساڑھ نے یون جیٹھ کے مہینے سے
گیا ہی بادیہ پیما فلک کے کینے سے
طپش یہ پوچھ نبی کے سر در سینے سے
جسے نکال کے اس دھوپ مین مدینے سے

جو چارپایہ ہی جنگل مین سب ہپاتا ہے
گھر اندرون کوئی جیونٹی سے بھی چھڑاتا ہے
پنکھیرو یا تون مین رد کھونکے منہ چھپاتا ہے
ہوا ہے کیا یہ عمل سرزد اس کمینے سے

مثال آگ کے تپتا ہے کوہ اور ہامون
سوار گھوڑے پہ با چند کس دل محزون
زیادہ آنچ سے ہی گرم ان دنون کی پون
جلا وہ جاتا ہے منہ پوچھتا پسینے سے

کجاوے اہل حرم کے لگے ہوے دنبال
نڈھال شدت گرما سے انمین وہ اطفال
مخدرات سراسیمہ اور پریشان حال
کہ دل جنھون کے ہین نازکتر آبگینے سے

غبار راہ سے چہرہ تمام گرد آلود
ہوا ہے سوچ مین دونون جہان کا وہ مسجود
شعاع مہر سے سانولا کے ہو گیا ہی کبود
ہراس جائے ہے چھوٹے بڑے کے جینے سے

تمام روز ہی اُس پر تمازت خورشید
جہان ہو شام تو منزل کی پھر نہین ہے قید
جو چاہے چھاؤن نہین ٹھہرے تو دکھ ہی ناپدید
سحر لے سے وہین ہو جائے ہے بیتنے سے

غرض مین کیا کہون اس شکل سے شہ مظلوم
وہ رو رو وان گیا آخر جہان رہا محروم
کرے تھا قطع منازل کٹانے کو حلقوم
تن اُس غریب کا چالیس دن دفینے سے

ادا کرے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
یہن اور وقت مرا یان برابر آ پہونچا
کرام حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا
کہے یہ جا کوئی ہر ساکن مدینے سے

مدان گذرے جب اُس بادیہ مین دن دو چار
طبیب سے مرے پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار
لگا ہر ایک سے یون کہنے عابدین بیمار
کہ اس ہوا مین کیا منع پانی پینے سے

خدا کے واسطے گرمی پہ ٹک کرو تو قیاس
یہ بات سُنکے شہ کربلا نے جاکر پاس
جیونگا کیونکہ بجھے گی اگر نہ میری پیاس
کہا اُس اپنے جگر گوشۂ نرینے سے

طبیب کا سخن اس امر بیچ واہی ہے
تڑپ تڑپ ہمین مرنے مین بادشاہی ہے
ہماری پیاس مین کچھ حکمت الٰہی ہے
سواے مرضی حق پانی پیکے جینے سے

جو مجھکو نہین کہ لے آب یان دیے سے زر
تو پاس پردگیان حرم کے ہے زیور

ویلے عدو عوض آب چاہتے ہیں سر
غرض نہ مال سے بافعل نے خزینے سے

نکال ہاتھ سے انگشتری کو پھر شہ دین
لیے دہن میں رکھا اپنے خدا یہ کرکے یقین
لگے یہ کہنے اُسے دے کے عابدین کے تئیں
بجھیگی پیاس تری اسکے اب نگینے سے

لکھے ہے آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
غرض تو مجھسے ہی تمکو نہیں کسو سے کام
دیا بجانب سرکردہائے لشکر شام
رکھو نہ تشنہ لب اوروں کو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ لیجو
بچارے دل جو ہیں میدان میں دور کر لیجو
عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجو
مآل کار لعین کیا ہے پانی پینے سے

مخالفوں نے دیا سنکے عابدین کو جواب
اور اپنے قبضے میں ہووے اگرچہ انکا آب
سبب عطش کا جو کیا ہی تمپہ ہو تب و تاب
رکھیں گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

عبث کرے ہے تو پانی کیواسطے منت
اگر تو نہیں نہ چلے شام کرنے کو بیعت
بغیر اسکے تو ہرگز بندھے نہ یہ صورت
کہ جسطرح سے تو آیا ہے یاں مدینے سے

سخن یہ سنکے لعینوں سے شاہ خلق پناہ
اجل کو اپنی جو کچھ خویش و قوم تھے ہمراہ
خموش ہو رہے کر آسمان کی سمت نگاہ
وہیں سمجھ گئے اس بات کے قرینے سے

اب آگے کیا ہی کہوں میں آہ واویلا
برائے آب بدریائے خون سمیت از شاہ
سوائے عابد بیمار جتنے تھے ہمراہ
ہر ایک کو دیڑا بحر کے سفینے سے

خبر ہے یوں وہ لعین بعد قتل آن سرور
زمین پہ ڈال گئے دھوپ میں تن بے سر
بسوئے شام چلے رکھکے سر کو نیزے پر
دیا کفن نہ اُسکے چار گز گزینے سے

علی نے سجدہ میں لوہو سر اپنے کا چاٹا
حسین تشنہ دہان کا گلے سے سر کاٹا
حسن کا ریزۂ الماس سے جگر پھاٹا
چڑھا ہے تیرے یہ سر اس ستم کے زینے سے

جفا جو گذری ہر آگے سو اب کہوں کس سے
زیادہ سوکھے ہے عریاں دھوپ میں جسکے
خموشی خوب ہی اظہار کرنے سے اسکے
خوشی تھی فاطمہ کو پیرہن کے سینے سے

فلک نے کرتے تو کی سودا اگرچہ یہ بیداد
سمجھ نہ مہر کو بالائے چرخ بد بنیاد
پر اُس گلے پہ چلا جب سے خنجر فولاد
یہ رکھیا ہی ٹھٹک ہاتھ مار سینے سے

تنہا تو دے تجھے توفیق گریہ و زاری
کیا کروں میں ترے تعزیے کی تیاری
اور اُسکے ساتھ کسی مملکت کی سرداری
ہمیشہ آگے محرم کے اک مہینے سے

مرثیۂ دیگر

ہین ایک نصارٰی سے یون از رہ نادانی
عیسیٰ کے نواسے کو ہم عید کی قربانی
فرزند اگر ہوتا اپنے بھی پیمبر کے
کہتے کہ مسلمان ہین تب ہم بھی یہ منھ بھر کے
جسوقت کہی مجھسے یہ بات نصارٰی نے
سوچا مین جواب ایسا کیا دون کہ جسے مانے
تن بعد تامل کے یہ اس کے سخن کا رد
نزدیک ہمارے تو کافر سے بھی ہین وہ بد
سنکر یہ نصارٰی سے بولا متبسم ہو
مومن ہی یزید اسکی لعنت کے مزاحم ہو
از روے کتب ہم یہ سنتے ہین تمہارے یان
کی سعد کے بیٹے نے فریاد کی ہان یاران
سر جلدی سے کاٹ اسکا نیزہ پہ اٹھا لو تم
مت وقت نماز اپنا اس مجلس مین کھو تم
سنکر یہ ندا آئے صف باندھ وہ بد آئین
القصہ زمین اوپر کر قتل امام دین
کہنے لگے پھر باہم غارت بھی چلو کر لین
نیزونپہ اور اونٹونپہ آگے انھونکو دھر لین
یہ مشورہ کر ملعون پھر آئے جو خیمے پر
اسوقت ہوا برپا ہنگامۂ صد محشر
چادر سے حرم مین جو چہرہ کو چھپاتے تھا
شمشیر برہنہ کر اور اس کو ڈراوے تھا
ہاتھ ایک لعین رو رو سر اپنے پہ مارے تھا

پوچھا کہ مسلمان ہے بولا یہ وہ نصرانی
کرتے تو ہمین پھبتا دعواے مسلمانی
سر کے تئین ہم اُس کے رکھتے تلے خنجر کے
اور اب تو ہین وہ کافر جن کا نہین ثانی
ہر موے لگا میرے سنتے ہی عرق کرنے
یہ پوچھکے کیون ناحق کھینچی مین پشیمانی
لایا کہ عمل ایسا جن سے کہ ہوا سرزد
کب راہ مسلمانی ان شقیونکی ہم مانی
یون دین مین تمہارے ہے تم جیسے کہ قائم ہو
ہر چند کہ وہ عاصی اس امر کا ہے بانی
گھوڑے سے گرا جسدم فرزند شہ مردان
ہوویگی یزید آگے تم سبکی ثناخوانی
فرصت نہ تڑپنے کی ذرہ بھر اسے دو تم
آخر تمھین شکل اپنی ایزد کو ہے دکھلانی
شمر آگے بڑھا سب کے لے ہاتھ مین تیغ کین
سب شکر کے سجدے مین گھسنے لگے پیشانی
تھا سب کچھ ہی خاطر سیم لین اور زر لین
سر کاٹ کے مردون کا گر زندونکو ندانی
تیغون سے سراپردونکو پھاڑا دھسے اندر
جسمانی سے لے لرزا تا عالم روحانی
ہر ایک لعین اُس سے چادر وہ چھناوے تھا
کی اپنے پیمبر کے گھر پہ ستم رانی
اور پاؤن سے زینب کے خلخال اُتارے تھا

کو کہ یہ عمل کرنا قسمت میں ہمارے تھا
نزدیک خدا جس سے کھینچیں گے پشیمانی

زینب نے کہا اس سے گر تو یہ سمجھتا ہے
بولا نہیں رہنی تم پاس تو اب یہ شئے
خلخال چھپانے کے تو کس لیے در پے ہے
بہتر ہے کہ میں ہی لوں تجھ سے تو ہے یہ جانی

اسطرح کیا غارت گھر اس نے پیمبر کا
چھوڑا نہ کمینوں نے کپڑا بھی بدن پر کا
زیور کی جگہ ہرگز چھلا نہ رہا زر کا
لٹنے سے بچا وہ کچھ کیسے جیسے عریانی

خیمہ کے حرم سارے اور آگ دی خیمے کو
مقتل کی طرف لا کر کہنے لگے اب مل لو
ایک ایک شتر اوپر بٹھلا کے انھیں دو دو
نعشیں تھیں انہوں کی جاتی ہیں جو پہچانی

زینب نے کہا رو رو ان شقیوں سے یہ سنکر
دکھلاؤ ہمیں تن سے ہر ایک ملا کر سر
تم سر تو ہمارے ان کو رکھے ہی نہیں تن پر
صورت ہمیں انہوں کی جائیگی تبھی جانی

سنکر یہ لگے کہنے وہ حضرت زینب سے
سرکردوں کی بے مرضی یہ کام جو کہا تجھے
کچھ پاس بچا ہو تو اجرت میں وہ ہم کو دے
کیوں کھینچتی ہے بے حاصل ناحق کی پشیمانی

تب کہنے لگی زینب اے قوم ستم پیشہ
بے مرضی حق لیکر تیغ و تبر و تیشہ
سرکردوں کی مرضی کا آیا تمھیں اندیشہ
واں جان نبی مارا جس جا کہ تھا پانی

فرزند کیے ٹکڑے فرزند پیمبر کے
مہر آئی نہ ذرہ بھر سن پر تمھیں اصغر کے
لوہو میں کیے غلطاں اعضا علی اکبر کے
اُسکا بھی نچھوڑا جی ہو کر عدوئے جانی

کٹ سر کئی قاسم کے نیزے سے لٹکتی ہے
اور نوچنے کی خاطر بال اپنے جھٹکتی ہے
سر اونٹ کے کوہان سے دلھن بھی پٹکتی ہے
آلودہ ہے لوہو سے اس بیوہ کی پیشانی

عابد جو بچارا ہے اس بیوہ کا وہ بھائی
اتری نہیں تب اسکی جیدن سے آسے آئی
طوق اسکے گلے ڈالے تن ایک کی بہنائی
اس حال یہ اونٹوں کی سونپی لئے سربانی

عباس جو دریا سے بھر مشک نکل آیا
مینھ تیروں کا تب تم نے اس مشک پہ برسایا
دانتوں سے لیے پکڑا جب ہاتھوں کو کٹوایا
چھلنی کی طرح اُسمیں آخر نہ رہا پانی

کیوں طنز و تعرض سے باتیں یہ بناتے ہو
آپسمیں عزیزوں کو اس طرح ملاتے ہو
جلتوں کے تئیں ناحق کاہے کو جلاتے ہو
یاں لا کے گر حالت یہ تھی ہمیں دکھلانی

یہ عین کرم ہے گر اسطرح سے ملواؤ
نیزوں پہ ہمارے بھی سر شام کو لے جاؤ
کر قتل ہمیں بھی یاں ساتھ انکے ہی گڑواؤ
خوش ہوئینگے ہم تم سے یہ بات جو تم مانی

حیران ہون کہ محشر مین کس طور سے آؤگے
افعال یہ پوچھین تو کیا بات بتاؤگے
عقبے مین محمدؐ کو منہ کیونکر دکھاؤگے
لعنت کرینگے تمکو کیا انسی کیا جانی

یہ حرف سن اکثر کے آنسو چلے ترا کر
کتنے ہی شقی انمین اس بات سے جھنجھلا کر
خاموش ہوئے بعضے دل اپنے مین جل کھاکر
خاطر مین سے لگے لانے یہ وسوسہ شیطانی

چاہا یہ لعینون نے وان گھوڑونکو گرما دین
عترت کے تئین انکی یہ ظلم بھی دکھلا دین
اس نعش مطہر کو سمون سے کھندلوا دین
جس ظلم کو دنیا مین کہیے کہ ہے لاثانی

یہ ٹھان کے وہ ملعون گھوڑونپہ چڑھے جس دم
اک شیر ہوا پیدا ہیبت مین یہ از رستم
نزدیک یہ تھا ہو دین اوراق فلک برہم
اُس نعش مطہر کی کرنے کو نگہبانی

مین بعد کہ وان انکے جتنے تھے گئے مارے
اور آل محمدؐ کے تھے قتل جو بیچارے
دے غسل و جنازہ پڑھ سوپنے برین سارے
بے دفن و کفن چھوڑے انکے تن نورانی

اس کام سے ہو فارغ پھر لیگئے وہ ملعونان
گذری کجو غریبون پر دن رات مصیبت وان
عترت کو محمدؐ کی کرتے ہوئے سرگردان
اُسکے تئین کیا کہیے قصہ ہے یہ طولانی

گر سمجھو کہ یہ قصہ کچھ ہم نے بنایا ہے
سنکر اسے اپنی تو خاطر مین یہ آیا ہے
تو دیکھ کتب اپنی وان کن نے لکھایا ہے
کچھ یہ بھی عمل ہوگا مشروط مسلمانی

قصہ یہ کہا مجھسے جس وقت نصارا نے
پھر آکے افاقے مین بولا مین جو تو مانے
یا تنک مین رد وا سنکر غش مجکو لگا آنے
دون اُنکا نشان وہ جو اس امر کے ہین بانی

خلعت جو محمدؐ کو دی حق نے نبوت کی
ایمان کئی لائے تب راہ صداقت کی
ہر قوم کو حضرت نے اسلام کی دعوت کی
بہتون نے کیا سنکر انکار مسلمانی

منکر جو تھے انکو ہر طرح سے سمجھایا
تب اُنکے لیے حق نے سرور سے یہ فرمایا
پر انکی نہ خاطر مین سرور کا سخن آیا
مارا اُسے راہ دین جن نے کہ نہین مانی

جو امر الٰہی تھا پھر اُس کو بجا لائے
تب مصلحتہً ڈر کر اسلام مین تو آئے
کتنے ہی جہنم مین شمشیر سے پہونچائے
پر تھی وہ محمدؐ کے دل مین عدوئے جانی

اولاد وہ انکی ہین جو آل محمدؐ پہ
لڑنے کے لیے لیکر تیغ و تبر و خنجر
آئے تھے یزید اپنا سردار مقرر کر
آخر وہ قصاص اپنا لے جگ سے ہوئے فانی

فرق اسمین نہین ذرہ جو کہ کہا ہے مین
یہ بات بھلا تک ہی سنتا ہے نصارا مین

اگر سنے کو یزید اور پر جو لعن کے مبالغ ہین … ہین نسل انھون کی وہ کیا اُن کی مسلمانی
سنکر یہ نصارا کو جب شک نہ رہا مطلق … بولا کہ تمھارا دین سب دینون مین ہی برحق
ایجاد سے تب نکلا کر کفر کا پردہ شق … آیا کلمہ پڑھکر اسلام مین نصرانی
لکھا ہے جو سودا تین یہ مرثیہ اس کد سے … محفوظ رکھے خالق تجکو نظر بد سے
پاوے گا صلا اسکا محشر مین محمدؐ سے … روتے ہین صدا سنکر ایرانی و تورانی

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

کیا چرخ واژگون کا ستم اب کرون بیان … تاریک کر دیا ہے محمدؐ کا خانمان
سونا ہے بے مکین مدینے کا ہر مکان … پیٹے ہین سر کو آج ہی کیکے انس و جان
خورشید آسمان و زمین نور مشرقین … پرورده کنار رسول خدا حسینؑ

کاری رین دراونی گھر مین ہوے تراس
جنگل مین جا سوے رہے کو فراس پاس

جب رہ نہین آکے گھور وہ سالار دین رہا … یون ہیک غم نے آکے وہین گھر بگھر کہا
آل نبی سے نہائے یہ کیسا ستم سہا … اہل حرم پھرے ہی یہ کہتا بہا بہا
کشتی شکست خورده طوفان کربلا … در خاک و خون فتاده بمیدان کربلا

دار دسے یاں نیر بن کیہو بٹا کو مار
بیری بھیے پانا ؤگے بیچ ٹیک کے دھار

جب نیر تیغ لیکے چلے دشت بلا مین سب … جز عابدین رہا نہ کوئی زینت نسب
ہیہات کیا بیان کرون اُسوقت کا تعب … جسوقت گرد خیمے کے پہونچے وہ بے ادب
آن دم فلک بر آتش غیرت سپند شد … کز بیم خصم در حرم افغان بلند شد

بیری پہونچے اے کے تیری دہلی پاس
بیگ خبر لو یا نبی اب یت کی نہین آس

جسدم گرا وہ زین سے بصحراے کربلا … جس لحظہ اسکے سر کو بدن سے جدا کیا
جس آن سب شہید ہوئے اُسکے اقربا … جسوقت خیمہ گاہ مین بیٹھے وہ اشقیا
کاش آن زمان سرادق گردون نگون شدے … این خرگہ بلند ستون بے ستون شدے

پہنچ پہنچ جیوں ادھر سے پڑے وہ ظالم ٹوٹ
بیودن کو ڈرپائے کے لے گئے گھر کو لوٹ

یوں لیچلے حرم کو سوئے شام جبر کیش
نیزوں کی نوک پر تھے سر اقربائے خویش
اونٹوں پہ بیبیاں ہیں دل افگار و سینہ ریش
سر شاہ دین کے دیکھ کر ان سب کے پیش پیش

روح الامین نہادہ بزانو سر حجاب
تاریک شد ز دیدن او چشم آفتاب

کہیں حرم سر پیٹ کر کھا کر اپنی لاج
ماٹی مین تورل گیو دین دنی کے تاج

جسدم کہ قتل گہ مین حرم کا ہوا گذر
دیکھا کہ تن ہے خاک مین نوک سنان پہ سر
بھائی کے تن پہ جا پڑی زینب کی وان نظر
منھ کر طرف مدینے کے بولی یہ پیٹ کر

این کشتہ فتادہ بہامون حسین تست
این صید دست و پا زدہ در خون حسین تست

سیس کاٹ کے لے چلے تن ماٹی کے بیچ
کہت جینا دیکھ لے جگ کی اونچ اور نیچ

ایدھر پڑا حسینؑ ادھر اصغر حسینؑ
پشت شتر پہ بیٹھی ہوئی خواہر حسینؑ
گرد اسکے ٹکڑے ٹکڑے علی اکبر حسینؑ
کہتی ہین اس سے ہوتی اگر مادر حسینؑ

اے مونس شکستہ دلان حال ما ببین
ما را غریب و بیکس و بے آشنا ببین

بھائی بھتیجے سب رہنین جو جھے آئے
کوؤ نہین جو آئے کے منھ مین پانی چوائے

مرجان سے کے پسر نے چھوڑا ہم سے اب وطن
نے پیرہن ہین نہ انھونکو دیا کفن
کربل مین قتل و قید کیے سارے مرد و زن
چھوٹین جو اس لعین سے تو پہونچین سوئے مدن

یا بضعۃ الرسول ز ابن زیاد داد
کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد

جیت دیس کو پہونچو کٹھن ہے یا کی بات
ہتو سنگھالی مار کے بیری دینی ہات

زہرا کا غم مجھے ہے اوسے تھا غم نبی
پشتین سے ہین تو صعوبت نصیب کی
عابد کو غم حسین کا اس کو غم علی
روز ازل سے ہمکو مصیبت ہی دی گئی

بر خوان غم چو عالمیان را صلا زدند
اول صلا بہ سلسلۂ انبیا زدند

منتر پڑھی بپت کہی کبھو نہ ہیو سکھ
بھر تے آئی ہمین ہین جنم جنم کو دکھ

اس دشت پُر بلا مین نہ تیغ آبدار لیکر ہوئے جوان سے تا طفل شیر خوار
یالان نہین ہے جنکے اُن اونٹون پہ ہم سوار عابد برہنہ پا ذ نگی سے ہے ہاتھ مین مہار
تا چرخ سفلہ بود خطائے چنین نہ کرد بر ہیچ آفریدہ جفائے چنین نہ کرد

دیکھین نے سنسار کی ہمون دیکھ کہی
کن نے جگ مین آئے کے ایسی بپت سہی

گو گو فیان ستم سے ہمارا بھی جان لین ظلم اُنکا اس جگہ تو کسی سے نہ ہم کہین
جتنا دیا ہے دکھ ہمین اس سے زیادہ دین معلوم ہو رہیگا مزا حشر مین انھین
آل نبی چو دست تظلم بر آورند ارکان عرش را بتزلزل در آورند

جب دکھیاری عرش کو پاؤن پکڑ ہلائین
تب ہین تمکو ای کرتب جانین جائین

زینب غرضکہ کرتی تھی جو وقت بیان سُن سُنکے اُن کی باتونکو روتے تھے انس و جان
کرتے تھے ہر چہار طرف نالہ و فغان پھر سر اُٹھا خطاب کیا سوئے آسمان
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ وز کین چہا درین ستم آباد کردہ

کھو یو تین سے نیر بن بنی کے من کو چین
جالم تیرے ہاتھ سون پیاسا گیو حسین

ہر چند ذات حق ہے مبرا الم سے اب کیا کام اُس جناب کو شادی و غم سے اب
مطلب نہ ضحک سے نہ غرض چشم نم سے اب لیکن یہ ایک رمز ہے تم سن لو ہم سے اب
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال او در دل ست و ہیچ دلے نیست بے ملال

سنکے یہ غم نیر ہو پربت جائین بہہ
چپ ہی رہجا این سودا آگے کچھ مت کہہ

مرثیہ خمسہ بجناب حضرت امام حسینؑ و قاسم

کہا یہ دل کو مین راضی ہے کیون تو چشم پُر نم سے محبت تجکو شادی سے نہین الفت ہے ماتم سے

یہ دل بولا کہ یا شادی نہ بک اے بیخبر ہم سے
اُسے پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے
قدم پھر نکو دیتے کہ یہاں کے ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے گنتے سو برس گئے
اگر کیجے بیان اُسکا فلک نا داد رس آگے
تو مریخ کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے
عجب کیا ہے کہی درد کو وہ اے یار بس آگے
فلک بہ جائیگا پانی ہو اس تذکرہ بیم سے

تھے اس شادی کے جو جو کار کن سو کیا بتاؤں میں
غضب آفت بلا رنج و تعب اُن تو دکھاؤں میں
وگرنہ منکروں کے پاس کاذب کیوں کہاؤں میں
کہیگا ہر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤں میں
اُٹھے کب بیاہ ایسا خلقت انسانیں باہم سے

وہ شادی کیا کہوں اک جوانکی کدخدائی تھی
نہ تھی وہ شادی یارو بلکہ اک آفت بپائی تھی
قضا مشاطہ ہو نسبت کا اُسکو قہر لائی تھی
مصیبت بہر تحقیق نسب ساتھ اُسکے آئی تھی
لگے دکھ درد غم کہنے نسب میں پوچھ لے ہم سے

نسب نامہ ہے یہ اُسکا اُٹھے ہے جسکی یہ شادی
حسن ہے باپ اور دادا علی اور فاطمہ دادی
وہ عبداللہ عم گردنیہ جس کے خط آزادی
یہ نوشا چاہتا ہے گور کے گھر خانہ دامادی
کہ تا چھوٹے زمانے کے جفا و جور ہر دم سے

مصیبت نے سُنا جب یہ تو از راہ وفاداری
یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں سے کروں جاری
کہا غم سے دل عالم یہ کر مہندی کی تیاری
لگن تو ہو سکے رکھ بھر کر زیر چرخ زنگاری
وہ رونق کر نہ ہووے ہو جو اینک عہد آدم سے

غرض جس وقت منگنی کا نشان اُس گھر کو آیا تھا
اُسے شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
عوض مصری کے دولھن نے جگر کا لخت کھایا تھا
اور اُسکے بیاہ ساچق کا یہ سامان کر دکھایا تھا
کرا ایسا کچھ نہ دیکھے گا کوئی پھر ہر دو عالم سے

غم دل آکے اُس مجلس میں پیچ و تاب جتاتا تھا
جگر جوشے کے دان خون جگر ہر ایک کھاتا تھا
بھبوکے کسی کو آ کوئی شربت پلاتا تھا
جو اشک آنکھوں سے بہکر تشنگان کے منہ کو آتا تھا
سمجھتے تھے اُسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادی کی تھا مسند زمانے کا
کہ جب یہ طور ہو دولھن کے گھر ساچق کے جانے کا
حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانے کا
صدا شہنا سے آہ و نالہ تھا بجنا شہانے کا

فغاں کرتا ماناتھی اسرافیل کے دم سے

گل آرائش کے تختہ پر ہوئے جامے شہیدوں کے — وہ آلے خون تھے بستے رنگ کے اُن برگزیدوں کے
بجائے مشکیاں نیزوں پہ سر تھے خوں چکیدوں کے — اب آگے کیا کہوں احوال اُن آفت رسیدوں کے
جو ٹپکے خون دل سامعوں کی چشم پر نم سے

کہوں کیا نقش مہندی کے جو مہندی کی نرالے تھے — سیاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے تھے
طبق مہندی کے اس صورت میں بناسنے رکھے تھے — زمیں پر منجمد ہر اک جگہ لوہو کے تھالے تھے
زبس ٹپکے تھا خوں ہر ایک جا شانے سے پیہم سے

لگا ناشہ کی قسمت سے کب اس مہندی کا ملنا تھا — قبیلہ دیکھ دیکھ اُسکو کھڑا سب ہاتھ ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندی کا جگر دولہن کا جلتا تھا — زسرتا پاتن اُسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلہن اس رات شمع بزم ماتم سے

سوا تمیں جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے — فلک کو سینہ و زانو و سر غم میں بنانے تھے
صدا ہر نوحہ گر کے واں بدھاوا ور شہانے تھے — یہ نوبت اور نوبتیو نکو شور و غل مچانے تھے
کہ لرزے تھی زمیں ہر آں سینوں کی دھمادم سے

دلوں کی آہ آتشبار چھٹنا تھا اناروں کا — جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا سو کہ ستاروں کا
ہوائی نالہ تھا ہر ایک اُن غربت کے ماروں کا — بیاں کس منہ سے کیجے اور حال اُن بیقراروں کا
جو رم اُنکے تھے زیادہ رعد کے تھی وہ دم سے

سواری چلنے کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا — سر و تمکین جھومتا نیزہ پہ سر دولہا کا جاتا تھا
غبار اور گرد اس رہ کا بچھا درشہ کے سر کا تھا — نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق میں اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی ہم سے غم سے ماتم سے

کوئی تن دیکھکے پوچھے تھا دولہا کا کہاں ہے سر — کوئی کہتا تھا اس سے دیکھ وہ جاتا ہے نیزے پر
کوئی سر دیکھ کے بولے کہ تن اس کا ہے کیدھر — کوئی اس سے کہے یاں ہی ڈھونڈھو ہوگا خاک خوں اندر
کوئی سوچے جدا تنہ کا سرتن کیوں کیا ہم نے

کہوں میں کس زباں سے حال اس شادی کی مجلس کا — مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہو کس کا
پڑا تھا کٹ کے ٹکڑے دولہا تن ہر ایک بیکس کا — زمیں پر ہر طرف جاری تھا خوں خلق جس تس کا
یہ مجلس اسطرح تھی البتہ نتیجہ ہم غم سے

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا
غنا آواز تھی مذبوح کی رقاص بسمل تھا
گلے میں ہار سب کے زخم شمشیر حمائل تھا
برا زخون جو دامن تھا پان کھانیکے مقابل تھا
یہ بزم وحشت کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بندھنوار شادی کی بندھی دولھا دولھن کے گھر
قبیلہ کٹ گیا زنجیر میں دونوں کا سر تا سر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کے دلپر
چڑھا پائیل دولھا کو لہو سر تا قدم ملکر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزہ کی برچم سے

بوقت آرسی مصحف نہ تا یکی بیان بن ہو
کہ دولھا رونمائی جان دے اور بیوہ دولھن ہو
سر نوشتہ تو نیزے پر ہو خاک و خون میں تن ہو
پگھل جاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہو
جفا و جور جیسا انپہ گذرا چرخ اظلم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولھا کا جب کوٹا
پھر اسکے بعد لشکر شام نے دولھن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرائش نمط اسطرح سے لوٹا
کہ تن کے کپڑے دے کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا
گزی گاڑھا تلک چھوڑا نہ زیب تن شبنم سے

جفا و جور کیا کیا کیے اس قوم ستمگر نے
کہ جب خیمے میں پیٹھے طمع پر مال و زر کے
نہ چھوڑا ہاتھ میں چھلا دولھن دولھا کی مادر کے
ردا تک سب کے سر سے لیگئے وہ دھجیاں کر کے
جب ان غربت زدوں سے کچھ نہ پایا دام و درہم سے

غرض میں کیا کہوں دولھا کا سر ساتھ دولھن کو
لیا نیزے پہ سوئے شام زمین چھوڑ کر رن کو
جلایا غم نے اس شادی کے اک عالم کے تن من کو
تاسف حشر تک اسکا رہیگا مرد و زن کو
اوٹھی شادی نبی کی آل میں قاسم کی جسدم سے

محبو اوس گھرانے میں جو یہ شادی کی صورت ہو
تعجب کیونکہ شادی سے تمھے ہو راست ہو لو
کرو غور اسکو تم کہتا ہوں جو یہ بات میں در رد
سخن کا میرے اے نادان جواب انصاف سے تم دو
تمھے الفت زمانے میں ہو کسطرح باہم سے

جو دھویا چاہتا ہے نامۂ اعمال اے سودا
تو درد و کر کے بھگو رومال یہ رومال اے سودا
خوشی کو رات دن کر غم کر تو پامال اے سودا
الم سے اپنے رکھ سینے کو مالا مال اے سودا
بچاتا ہے اگر تو آپ کو نار جہنم سے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

جو مجھ سے کہتے ہین کہ مرثیے سوا کچھ اور
کہون نہ مین تو کہون کسلئے ماورا کچھ اور
وہ چاہتے ہین زبان سے مری سنا کچھ اور
الم سے آل محمدؐ کے ہی بھلا کچھ اور

حدیث آئی ہے جب من بکی کی مجھکو یاد
اس امر مین جو ہوا ہو نبی سے یون ارشاد
بغیر مرثیہ سمجھون ہون اسکو مین الحاد
ممانعت ہی بھلا اسکی کفر یا کچھ اور

بپا عزای زمانہ ہوا ہے جب سے خلق
پر اس ستم کو تو دیکھو کہ کاٹا کس کا حلق
وہ دل نہین نہ ہوا ہو الم سے جسکو فرق
عزا ہی لاکھ طرح کی ہے یہ عزا کچھ اور

سمجھتے ہو کہ یہ ماتم ہے واسطے کس کے
کہا نبی نے جسے ہین سو الدین اسکے
علی و فاطمہ ہین مادر و پدر حسن کے
مرے حسین کو مجھسے نہ جاننا کچھ اور

یہ گفتگو ہے محمدؐ کی اس سخن پہ دال
گلا یہ کاٹ نبی کا کیا ہے خون سے لال
رسول کا ہے وہ قاتل جو ہے کشندۂ آل
ہین اس گلے سے گلا وہ نہ سمجھونگا کچھ اور

حدیث لیک کمی سے یون ہوا مفہوم
سر حسین جو لے کے چلے وہ مرتد شوم
وہ نبی جو چاہو نبی اور علی ہین سو معلوم
سر نبی ہی تھا نیزے پہ وہ نہ تھا کچھ اور

جو اشقیا نے لٹایا میان خون او رخاک
کیا جو ظلم کے دشنے سے سینہ اسکا چاک
تن حسین نہ تھا تھا تن رسول پاک
نہ تھا وہ سینہ بجز صدر مصطفیؐ کچھ اور

کیا حسین کا جب کام ظالمون نے اخیر
بنات قساوت قلبی سے کر انھونکو اسیر
غریب وہ جو بچے تھے ز طعمۂ شمشیر
کہون مین کیا کہ پھر ان پر کیا ہے کیا کچھ اور

جو انکے پاس تھا سب لوٹکر کیا یہ سوال
کہا انھون نے تمھارا غلط ہے وہم و خیال
بتاؤ وہ بھی ہین گر رہ گیا ہے مخفی مال
برہنگی کے سوا ہم کنے رہا کچھ اور

کسو طرح کا نہین سایہ جز خدا کی ذات
جو سوئین شب تو جگہ تکیے کے سر لے نہات
ہماری کٹتی ہے روزانہ دھوپ مین اوقات
نہ فرش خاک یہان ماسوا بچھا کچھ اور

بٹھا کے اونٹون پہ جب لے چلے حرم کے تئین
جفا تو ہو چکی ہم پر گروہ دشمن دین
لگی یہ کہنے ستم کیشون سے وہ پردہ نشین
جفا و جور کے درجے سے ہے بقا کچھ اور

دیا جواب لعینون نے انکو یہ سنکر
پسر کسی کا موا ہم ہین اور کسی کا پدر

عوض میں اسکے جفا کچھ نہیں ہے یہ تقصیر　　جفا نہ کچھ تم اسکو سب جفا کچھ اور

جو میا باپ کو آتا ہے باپ بیٹے کو یاد　　تو ایک ایک کی خاطر کرے ہے یاں فریاد
زمین پہ رہنے نہ دیں ہاشمی کی ہم بنیاد　　عوض میں اسکے نہیں ہمکو سوجھتا کچھ اور

اسیطرح تمھیں لیجائیں گے نزد یزید　　تب اُسکے ہاتھ سے دیکھو گے تم جفائے شدید
تمھارے فائدہ رکھتی نہیں یہ گفت و شنید　　عوضکہ کہتے ہو تم یاں ہے مدعا کچھ اور

قصاص میں تمھیں اپنے نہ جیتا چھوڑینگے　　نہ منہ کو قتل سے زین العبا کے موڑینگے
تمھارے خون سے دامن کو سب نچوڑینگے　　نہیں تسلی دل اپنی اس سوا کچھ اور

نہ کی حرم کی انھوں نے یہ تشنگی پہ نظر　　کہ قطرہ آب سے ہو حلق خشک اُنکا تر
غذا کا ذکر تو کیا ہے بغیر خون جگر　　ملی نہ عابد بیمار کو دوا کچھ اور

نت اُنکے پیاس سے اُسکا بدن گیا ہے سوکھ　　بغیر پانی کے ہو جائے خشک جیسے روکھ
لگے تھی جس گھڑی منزل میں اُس غریب کو بھوکھ　　غم پدر کے بن اُسکو نہ تھی غذا کچھ اور

ہر ایک لعنتی کیا کیا نہ اُس سے بکتا تھا　　جو کچھ کہے تھا کوئی منہ وہ اُسکا تکتا تھا
نہ نکلی اس سے وہ از بس نہ بول سکتا تھا　　بغیر پاؤں کی زنجیر کے صدا کچھ اور

نہ کوئی محرم حال اُسکا نے کوئی ہمراز　　سخن دلاسے کا اُس سے کرے نہ وہ دمساز
کہیں سے گوش تلک اُسکے پہونچی یہ آواز　　نہ اُن سے طعن و تعرض سوا سنا کچھ اور

سوال کر کے روا انکا غرض وہ دشمن دیں　　کشاں کشاں گئے لیکر سوئے یزید لعیں
نہ لے گئے وہ نکال اُسکے اپنے دل کا کیں　　سوائے لعن کے دنیا سے بھیجنا کچھ اور

نہ کر بیاں آگے تو سودا یہ ذکر رہ خاموش　　فلک کی پشت سے گذرا ہے سامعوں کا خروش
لہو ہر اک کے جگر کا یہ مارتا ہے جوش　　کہ آئی چشم سے جز خون جگر بہا کچھ اور

مرثیہ بجناب حضرت قاسم

نئی یہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے　　کس دکھیاری کا ہے جایا کس دکھیا کی جائی ہے
سر چھاتی نقارے ہیں فریاد و فغاں شہنائی ہے　　سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے

آرائش کے تختوں اوپر بپا ہو بیٹھیں ہیں شمع و چراغ　　اسکے بدلے یاں ہر ایک کی چھاتی پر ہیں لہو کے داغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آگے پھولا باغ　　روشنی کے جھاڑ نکے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے

نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو پیچھے آگے ہیں
گھوڑیوں میں سر اپنا گر خاک اڑانے لاگے ہیں
اپنے اپنے لہو سے اُنکے سب کے سوہے باگے ہیں
لوگ کہیں یہ دولھا ہے یا لوتھ کسی کی آئی ہے

جلوہ کی رات اور وہ نکلے گھر میں ہیں سب دلھن فگاریں ہیں
دولھا کے منہ اوپر دیکھو سبھی لہو کی دھاریں ہیں
ناک سے نتھ ماتھے سے بینیاں رو رو کے اتاریں ہیں
یوں کفنی کر چاک گریباں خلعت پیرہن پہنائی ہے

کسی نگر میں بیاہ کا یارو کہیں یہ دیکھا ہے دستور
کاندھے سے نوشہ کے چلکے ہاتھ پڑیں ہیں کٹکر دور
پیاس کے مارے مریں براتی تال تلیاں ہوں معمور
شربت کا مذکور سو کیا جب پانی پر یہ لڑائی ہے

اب تک دیکھا ہے یہ کسی نے بیاہ کی شادی کا معمول
صندل کی جا ہر سمدھن نے منہ سے اپنے ملی ہے دھول
یاں جو پھیل ہیں سو جدھر کے پھول جو ہیں دولھا کے پھول
ہاروں کے بدلے اب ہر اک زنجیر پہن کر آئی ہے

بیاہ ایسا دیکھا ہے کسی نے جب سے ہے یہ دور زمن
سہرے سہرے بگڑے تو ہے دلھن نے پٹکا اپنا منہ اور سر
تن دولھا کا خاک میں لوٹے سر جاتا ہو نیزے پر
نوشہ کے لوہو سے منہدی بھر بھر ہاتھ لگائی ہے

تڑپ تڑپ کر پڑا ہے جسجا سر کٹے اس دولھا کا تن
سمجھو ہو یہ کون ہے دولھا یعنی قاسم ابن حسنؑ
لہو کی چھینٹوں سے وہ جا گہ ہوئی ہے گویا رشک چمن
چاؤ سے جس نے نیرنگی یہ پھولوں کی سیج بچھائی ہے

آگے بھی ہوئے دیکھے ہیں لوگوں کے گھر بیاہ برات
کوئی دولھن جھٹ اس دولھن کے قضا نے لا کر کن کی رات
اس شادی میں ہم نے یارب جو دیکھی سو الٹی بات
مایوں بدلے دولھا کے ماتم میں لا بٹھلائی ہے

شادی میں اصغر کو باہم بیٹھ کھلاویں شیر و شکر
لوگ کٹم کے پیٹ سر اپنا اُنکے اوپر کر کے نظر
انکے آگے ملبوں میں یاں کٹے پڑے آئے ہیں سر
کوئی کہتے بابا ہے میرا کوئی کہے یہ بھائی ہے

لوگوں کے گھر دھونڈھے کے نیچے بیٹھ شہانا گاتے ہیں
کسی کے بھی دولھن کو گھر سے یوں لیکر کے جاتے ہیں
نوحہ گر ڈھلوایاں بلوا کر شتر کو نیل چڑھاتے ہیں
پشت شتر پر ساس کے پیچھے محمل پر بٹھلائی ہے

کہتے ہیں یوں دولھن کی ماں اب کوٹکے اپنے سینے کو
شربت میں دولھا کی ماں سے کہاں سے لاؤں پینے کو
یہ بھی ہے کوئی زیست ہماری حیف ہمارے جینے کو
آب خنجر نے دولھن کے بابا کی پیاس بجھائی ہے

کیا گتی ہوگی وہ جسنے تجھ گھر بیاہا اپنا پوت
واں دامن آکے جو پوچھو ملا نہیں یاں کچا سوت
جوڑے کی جا پہنے ہے کفنی گھوڑے کے بدلے تابوت
سر دولھا کا لٹ یہ ڈھنگا ناجوڑا کہہ دکھلائی ہے

ماں یوں بولی دولھا کی اب لہو کے آنسواں پیتے ہیں
سانجھ پڑی جنگل کے بیچ یہ جگ آ گھر رہتے ہیں
بنا بنی آپس میں کیسی یہ دوری کے دکھ سہتی ہیں
پھر تم نے منہ کیا نا ادھر جیسے بیٹھ کھائی ہے

لدھ کیا ہے بنرا تیرا کہتے ہیں سب بنی سے
لیکن وہ یہ سمجھ چکی ہے یوں جو روٹھے سو نہ منے

کیے ہیں یون ہر پیٹ کے اپنا لوگون نے پیٹ سے بنے
بہلانیکو مجھ دکھیا کے کیا کیا بات بنائی ہے

کیا جانے کس طور پڑے ہو کونسی ہے وہ جاے بھائی
نہین ہے معلوم اب مجکو کچھ حال تمھارے کا سر پاؤن
دھوپ تمھارے تن پڑی یا جنگل کے روکھون کی چھاؤن
جلد بدن کی ہے تازی یا پانی بن مرجھائی ہے

گل سا تو کمھلا تھا تیرا سنبل سے تھے تیرے بال
حسن تیرا ایسا ہی تھا پر کیا کہیے اے میرے لال
سو تجھا برچھے کا پیاسے انکو ہم کرتے ہین خیال
گردون کو وہ شکل نہ بھائی یہ صورت خوش آئی ہے

نین دکھیا جا کس سے پوچھون کون بتاوے ہائے پسر
نکلون یان سے ہین کس کو لیکر ساتھ اپنے رہبر
بستی مین ہین نہین ہون واقف ڈھونڈھنے جاؤن گھر گھر
لوگ کہین گے ماں قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے

کہوں مین کس سے بیت کی ماری کون سنے تجھ دل کی پیر
جو دکھ مین تھے اپنے سنگھاتی فنا ہوئے سب کھاکر تیر
گھر سے تو باہر آنیکو شرم ہوئی ہے دامنگیر
خبر تری لاوے سو کس کو ایسی پیر پرائی ہے

ہیکل مین ڈالے تھے تیرے لاکھ طرح کے مین تعویذ
تجھسا بچہ مارا انھون نے سب ملکر جو تھی وہ چیز
بُری گھڑی کچھ کام نہ آوے جو ہے حفاظت کی کچھ چیز
قضا نے ہاتھ الیون کے تیری گردن آپ کٹائی ہے

غرض کہ جسدم ماں قاسم کی رو رو کرتی تھی یہ بین
لہو نہ جسنے برسایا ایسے تھے وہ کس کے نین
خلقت چارون عنصر کی سیماب کی صورت تھی بیچین
ان باتون نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

بھیج درود آل نبی پر سودا اگر تو ختم کلام
ساقی سے کوثر کا ملیگا بھرا ہوا ایسا ہی جام
روئے بہت اس نظم کو سنکر جتنے تھے وہ خاص و عام
آنکھ ہر اک کی آنسو سیتی جیسے بھر بھر آئی ہے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین

کربلا سے شام ہو کر جب مدینے آئیان
رو رو کہتی تھین کہ طعنہ دینگی یون ہمسائیان
زینب و کلثوم دونون فاطمہ کی جائیان
کھو کے سارے وارث اک عابد کو جیتا لائیان

دیکھکر ہمکو یہی آپس مین بولین گے وہ لوگ
کربلا جا کر بھتیجے بھائیون کا اپنے سوگ
کیا دلون کو لگا یا ہے انھون نے غم کا روگ
تحفجات اہل وطن کیواسطے یہ لے آئیان

تشنہ لب بھائی کو جسدن ذبح دریا پر کیا
رات پانی تم نے اسدن جینے کی خاطر پیا
اور بھتیجون نے تڑپ کر آنکھون آگے جی دیا
حیف یہ کچھ دیکھ جینے سے نہ تم شرمائیان

جبکہ دلبند علی لاشین تم نے دیکھین خاک پر
کیونکہ تم جیتی رہین وہ گل ملی تسکین دیکھکر
اور نظر آئے کٹے تمکو جگر گوشون کے سر
نیزون اوپر تابش خورشید سے مرجھائیان

کیا جواب اسکا کوئی دے جب کسو نے یہ کہی
اب تلک آنکھوں میں تمھاری کیونکر بینائی رہی
رہیں تن سے جوئے خون ایسی عزیزوں کے بھی
جب فلک نے موتیں اسطرح وہ دکھلائیاں

طعن اگر وہ یہ کریں ہمپر تو ہم بولیں سو کیا
منہ تمھارا دیکھنا ہمکو نہیں یاں تک روا
بہنیں جیتی آئیں سرہانے بھتیجوں کا کٹا
بیچ چھین والنے تمھاری موجیاں پرچھائیاں

طعن ہمپر سب درست انکے نہیں لیکن یہ سچ
وہ کشمکش زندگی اپنی ہی سے آیا ہے بچ
کھوکے وارث سب کے اک عابد ہی کہ جینے کی بچ
ورنہ وہ کب جیوے یہ ایذائیں جن نے پائیاں

کب یقین تھا ہمکو یوں جیتا پھریگا عابدین
لیگئے کربل سے جوں تا شام اسکو اہل کین
پر اجل اسکی حفاظت کو ہوئی اوس پر معین
چرخ کو کیا جانیے کیوں وہ جفائیں بھائیاں

دیکھ لے کوئی رکھے ہے آج تک وہ ناتوان
اور تپ تھی اسکو شدت سے پیادہ تھا روان
گردن اور پاؤں پہ اپنے طوق وبیڑیکا نشان
دیکھتے ہیں یہ کہیں ہم خرچ کی دکھ پائیاں

پاؤں ننگے سر برہنہ جاں بلب تھا وہ دلفگار
پشت پا اپنے سے ہر منزل میں اُن نے باربار
اونٹوں پر بیٹھے تھے ہم اور ہاتھ میں اسکے مہار
نوکیں کانٹوں کی بھری یوں ہو ہی میں دکھلائیاں

صبح سے تا شام تھا اُسپر یہ کچھ رنج و تعب
گر سیاہ شام سے پانی کیا اُن نے طلب
وہ مریض ناتوان جاتا تھا منزل تشنہ لب
برچھیوں کی آبدار انیاں اُسے بتلائیاں

بسکہ اسکو ہاتھ سے تھی ظالموں کے کشمکش
رو کے ہمکو جب پکارا وہ کہ پھپھوں العطش
پیاس کے مارے اُسے ہر بار آجاتا تھا غش
بوندیں اشک لینے کی منھ میں اُسکے ہم ٹپکائیاں

پانی ہی وہ شئے کہ جسکو آدمی سے تا دواب
تھیں فرزند محمدؐ کے نہ دینے میں ثواب
پیچکے ہوں سیراب اور اس سے کو وہ خانہ خراب
تھے مسلمان وہ خدا نا ترس نا ترسائیاں

پیاس کی حالت تو یہ تھی اُس جگر بریانکی
اور ہم اپنی مصیبت کیا کہیں اُس آن کی
لاکھ اذیت اس سوا خواہاں تھے اُسکی جانکی
واسطے غارت کے جب خیمہ پہ فوجیں دھائیاں

آئی ہی تھیوں نے دی جو بیٹھ کر خیمے کو آگ
لیکے لڑکے بالے مستورات نکلیں وانسے بھاگ
سمجھے ہم کیا فتنۂ محشر اٹھا سوتے سے جاگ
پھنس مریں آپہیں تھا نزدیک یہ گھبرائیاں

دست برد اسطرح پھر کرنے لگے وہ نابکار
آخرش اُن چادریں تک بھی سروں سے دیں اُتار
سنے نے زر و زیور نہ چھوڑا جنس سے کپڑیکا تار
وقت رخصت بھائی نے جو چادریں اوڑھوائیاں

بعد ازاں اونٹوں پہ بٹھلا ہمکو سوئے قتل گاہ
لائے وہ ملعون بابے شامیاں روسیاہ

جا پڑی جسدم ہماری جانب مقتل نگاہ
سب کے لاشے نام لے لے کر ہین بتلائیان

کیا کمون آگے عزیزون کے سر انکے نیزون پر
اور یونہین ڈال ہماری خاک و خون مین ڈالکر
حضرت خیر البشر کے جو تھے دلبند جگر
اپنے خویش و اقربا کی لاشین سب دفنائیان

ظالمون نے یون ستم سب کے عزیزون پر کیے
طعنہ زن کا جرم کیا گر ایسے کو طعنہ دیے
دیکھے کہا اور وہ دنبالے قافی مین پہنچے کم
زیست سے لے باتین تعرض کی ہین سنوائیان

ہین سزاوار اسکے ہم جو دین وہ طعنہ بار بار
مرگ کو ڈھونڈھا کیے پتھر دن سے ہم سر مار مار
مرنے جینے مین نہین پر کچھ کسی کا اختیار
تن سے جی نکلا نہ اور لاکھون پچھاڑین کھائیان

اسطرح باہم وہ کہتی تھین بچشم خونفشان
سامعین تاب نہین سودا نہ کر آگے بیان
جو جو سنتا تھا یہ باتین اشک تھے آنکھ سے روان
ابر مژگان نے تو بوندین خون کی برسائیان

مرثیہ حضرت امام حسین رض

بانو کہتی تھین کہ رن کا قصد مت کر سائیان
ایک تو تنہا رہا جاتا ہے کیدھر سائیان
مرچکے تیرے تو سب خویش و برادر سائیان
تجھ بن آفت آئیگی ہم سب کے سر پر سائیان

تو چلا مرنے ہمین کسکے حوالے کر چلا
کیونکہ تجھ بن ہمکو اس جینے سے مرنا ہی بھلا
کاٹ اپنے ہاتھ سے پہلے ہمارا بھی گلا
لوٹ لیوینگے ہمین یان سب ستمگر سائیان

تجھ سوا کسکا ہے اس جنگل مین ہم کو آسرا
رحم ہمپر کسکو آوے یان بغیر از مصطفا
کون ہے حامی ہمارا یان بجز ذات خدا
کون پہونچاوے مدینے ہمکو پھر کر سائیان

کون ہے جسکو ہمارے حال پر افسوس آوے
کون ہمکو اس بیت مین آکے ٹک ڈھارس بندھاوے
کون بچونکو لگا چھاتی سے پہلو مین بٹھاوے
کس سے اپنا دکھ کہین اس بن کے اندر سائیان

تو ہمین یان چھوڑ کے جاتا ہے تنہا یا نصیب
دشمنون کا ہے ہمارے گرد بلوا یا نصیب
آسرا کس کا کرین ہم وا دریغا یا نصیب
دیکھتے ہین آنکھ اٹھا کر آج جیدھر سائیان

یہ حقیقت تیرے نانا نے نہین شاید سنی
دیکھین ان معصوم بچونکی ذرا تشنہ لبی
جو نہ آئے اب تلک لینے خبر حضرت نبی
مرتے ہین پیاسے یہ سب آل پیمبر سائیان

کیا نہین پہونچی جنان مین مرتضی کو یہ خبر
ظالمون نے سب کو اس بن مین رکھا ہے بند کر
ہائے سر پر ہے ہمارے ظلم ناحق کس قدر
کی علی کی قتل سب اولاد اطہر سائیان

ہائے مجھ بیٹے کی حالت سے نہیں غافل مرتضیٰ
کیوں نہیں لیتے خبر پیاسوں کی اس جنگل میں آ
کیوں نہ لے اب تلک افسوس ہے شیر خدا
کیوں نہ پانی لائے ہاں ساقی کوثر سائیاں

حضرت زہرا تری ماں نے کیا یہ ماجرا
کیا مدن میں جا کسی حور و ملک نے نہیں کہا
پیاس سے مرنیکا فرزندوں کے مطلق نہیں سنا
ابتلک آئی نہیں زہرا سے اطہر سائیاں

دیکھیں مجھ بیٹے کو جو مرنے چلا ہے رن میں آج
دیکھیں معصوموں کی روحوں کو مسافر ہیں آج
مجھ بہو کو دیکھیں ہوگی رانڈ جو اس ہیں آج
دکھ سنگھاتی آکے ہوں خاتون محشر سائیاں

دیکھیں آکر کس طرح اکبر مرا مارا گیا
بے کفن بے گور ہی خیمے کے اندر وہ پڑا
کس طرح ہو کر وہ زخمی جور گھوڑے سے گرا
جسکی صورت تھی بلا تشبیہ پیمبر سائیاں

وہ شباہت اسکی ثانی اور لہو میں اٹ گئی
اسکی حالت دیکھکر میری تو چھاتی پھٹ گئی
ہائے تن پر سے یکایک گردن اسکی کٹ گئی
رات دن ہوں اسکے غم میں خاک بر سر سائیاں

پھول سا مکھڑا یکایک اسکا یوں کمھلا گیا
کیا برا دن ہائے مجھ ماں کو تئیں دکھلا گیا
بند بند اسکا برنگ شاخ گل کاٹا گیا
ہائے یوں مارا گیا جب سے وہ دلبر سائیاں

دیکھیں آکر اپنے پوتے شیر خوار کی طرف
دیکھیں اس معصوم بے تقصیر مارے کی طرف
دیکھیں حلق اسکے میں گھیرے کی گذارے کی طرف
دیکھیں اور رکھ کے رو دیں سے اصغر سائیاں

ہائے اب جھولے میں میں لیکر جھلاؤں گی کسے
ہائے میں دودھ پلا اسکو جگاؤں گی کسے
ہائے میں ٹوپی شلوکا سی پہناؤں گی کسے
ہائے کسکو کہہ پکاروں جان مادر سائیاں

دیکھیں اسکی ننھی سی گردن کے ڈھل جانیکو ہائے
دیکھیں آکر میری پھر چھاتی کے پھٹ جانیکو ہائے
دیکھیں اس بچے کو لوہو میں نہا آنے کو ہائے
پار ہے گردن سے اسکی تیر کا سر سائیاں

ہائے وہ بالی سکینہ پیاس سے ہے جان بلب
جیبھ پر اسکی ہیں کانٹے پڑ گئے یکلخت سب
مرتی ہے پانی کی خاطر ہے ستم ہے ہے غضب
ہے کوئی ساعت کی مہمان اب وہ دختر سائیاں

اک طرف شادی کنا عباس ہے خیمے کے بیچ
سخت دہشت ہے غضب وسواس ہے خیمے کے بیچ
لاشہ اکبر کا ہے اسکی باس ہی خیمے کے بیچ
ایسے جینے سے تو اب مرنا ہے بہتر سائیاں

مشک لیکر کیوں گیا پانی کی خاطر ہے غضب
کیوں گیا ان ظالموں کی فوج میں گھر ہے غضب
کیوں نہ آیا واں سے وہ جیتا ہوا پھر ہے غضب
کیوں کٹا کر ہاتھ لائے آیا وہ دلاور سائیاں

دو صف میں لاشے ہیں بے گور و کفن عریاں پڑے
خاک ساتی میں اٹے لوہو میں سب غلطاں پڑے

سب بزرگ و خرد میں اس دشت میں یکساں پری
یہ مصیبت سر پہ پہونچی ہے سراسر سائیاں

تیرے جانے کے الم سے جان اپنی کھوتی ہیں
کوئی دم میں جان سے بیجان دونوں ہوتی ہیں
بیٹھی ہیں سر کو اور آنکھوں سے آنسو روتی ہیں
زینب و کلثوم ہر اک تیری خواہر سائیاں

ہائے اس دشت بلا میں یہ مصیبت تھی دھری
ہائے روتے ہیں ہمارے حال پر جن و پری
ہائے ہم سے دشمنی قسمت نے ایسی کچھ کری
ہائے تھا تقدیر میں یہ کچھ مقدر سائیاں

ہائے وہ فرزند میرا عابدین بیمار ہے
ہائے وہ مرنے کو تجھ سے پیشتر تیار ہے
چارپائی سے جسے اٹھنا بہت دشوار ہے
ہونٹھ سوکھے اسکے ہیں اور جسم ہے تر سائیاں

تو سنجا میدان کو جب تک آئیں حضرت مصطفا
یا نہ جب تک بابا میرے بھائی نجم الدین ان کر خیر النسا
یا کہ آ پہونچیں نہ اس دشت بلا میں مرتضا
مجکو جب تک چھوڑ کر مت جا و مضطر سائیاں

مجکو یہ تبلا تو لے سرور کہ جب تو رن میں جائے
کون یاں تیری خبر تحقیق مجکو آ سنائے
دشمنوں کے ہاتھ سے کیسا غضب واں تجھ پہ گئے
زندہ ہے یا مر گیا بانو کا شوہر سائیاں

آ نہ ہی مجکو اب میدان میں جا تا شتاب
دیکھیے ظالم دکھادیں اور کیا کیا کچھ عذاب
ہائے میرا سب طرف سے ہو چکا خانہ خراب
تھا مرے سر پر ترے سایہ کا افسر سائیاں

ہائے میں بیکس ہوئی اب سب طرح سے ناامید
ایک ساعت میں نظر آتا ہے یہ قوم یزید
کیونکہ اس جا کہ مقدر ہے تجھے ہونا شہید
پیاس میں تجکو پلادیں آب خنجر سائیاں

سجدہ کرنیکی بھی دیں فرصت نہ تجکو اہل کین
خون تیرا اسقدر جاری ہو بہر روئے زمین
چڑھکے چھاتی پر ترا سر کاٹ لے شمر لعین
جسمیں بال دیر ڈبو نکلے کبوتر سائیاں

جب کریں وہ قوم ظالم سر ترا تن سے جدا
رکھ کے نیزے پر ترے سر کو کریں قبلہ نما
تب کریں دل میں نماز جمعہ کا قصد ادا
پھر کہیں تکبیر سب اللہ اکبر سائیاں

داد اس ظلم و تعدی کی خدا دلوائے گا
یا وصی اسکا علی مرتضیٰ دلوائے گا
یا رسول پاک اس کا مصطفا دلوائے گا
فاطمہ لکھوائے گی اس خون کا محضر سائیاں

مرحبا ہے مجکو سودا مرثیہ ایسا کہا
سنکے پتھر بھی جسے یکبار پانی ہو بہا
دین و دنیا کے ترے بر لائیں سارے مدعا
حضرت شپیر شاہ بندہ پرور سائیاں

✶⁖⁖✶

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

آج وہ دن ہے کہ سب اہل زمن روتے ہین
خاک مین مور جہان دیکھو تو وان روتے ہین
جتنے ہین زیر فلک پیر و جوان روتے ہین
مرغ ہو کر یہان بال فشان روتے ہین

اولیا کو نہین حواس اور نہ نبیون مین ہوش
سرنگون گر محمد کے بہم دوش بدوش
طاقت نالہ نہ اتنی کہ نہ آنکھین تاب خروش
چپ جیسے بیٹھے ہوئے سب خیرہ نگاہان روتے ہین

عرش سی حورین تو دیکھو بیٹھی ہین دیوار کو پشت
اور روح الامین افسوس کے مارے انگشت
سینے کو اپنے ملک کوٹتے ہین باندھکے مشت
شمع کی طرح لگا کر یہ وہان روتے ہین

شرح اس غم کی کسیطرح نہین کی جاتی
لکھنے بیٹھے ہین تو کاغذ کی پھٹے ہے چھاتی
شارحون سے نہین کچھ بات نہین بن آتی
جون قلم حرف کے آتے بزبان روتے ہین

واہ بیداد زدست فلک دون پرور
صورت کارجہان دیکھکے سو تیز دون پر
سر انھون کے جو کٹاتے ہین دو جگ کے سرور
تن کے زخمون کی طرح خندہ زنان روتے ہین

جو بلا پر مین محمد کے سوا اسکا تن پاک
اسکو دے اہل حرم کر کے گریبان کو چاک
آج بے سر ہی پڑا دشت مین آلودہ بخاک
موے سر اپنے پراگندہ کنان روتے ہین

اسکی عترت کی کہون کیونکہ مین لٹنے کا حال
پاک کرنے کے لیے اشک نچوڑا رومال
نہ رہی دست مین انگشتر و پا مین خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگان روتے ہین

روز و شب پیتے ہین وہ خون جگر کی پیالے
بل مین بندھ جاتے ہین اس جا پہ لہو کی تھالے
زخم ہین انکے دلون کے ابھی اسنے آلے
جس جگہ بیٹھکے وہ ماتمیان روتے ہین

نہ کوئی مونس انھون کے نہ کوئی ہے غمخوار
رو مدینے کی طرف لاکے یہ دن مین صد بار
یہ کرین درد دل اپنے کو یہ اس سے اظہار
اس طرح سے غم دل کر کے بیان روتے ہین

یا نبی اپنے یتیمون کی خبر لو آکر
گوشۂ دامن اشفاق سے پونچھو آکر
اس مصیبت مین تسلی ہمین ٹک دو آکر
کب سے با دیدۂ خونابہ چکان روتے ہین

جسکے بن دیکھے نہ تھا ایک گھڑی تمکو چین
رن مین بیجان تمہارا ہی سو وہ نور العین
دور نظرون سے ہوا ٹک تو پکاری کہ حسین
اسکے ماتم مین ہم افسردہ دلان روتے ہین

خنجر اس پیاسے کی گردن پہ دو دھارا ہو چکا
پانی میٹھا نہ اسے اور نہ کھارا ہو چکا

حال یون دست ظلم سے ہمارا ہو بچا
دیکھ جنگل کے ہمین جانوران روتے ہین

نہ رمق باقی ہے اصغر مین نہ اکبر مین دم
رن مین بیجان پڑے انکے تن نازک درہم
اور قاسم کی کہین کیا جو ہوا اسپہ ستم
دیکھکر زخمی شمشیر و سنان روتے ہین

اقربا آپکے سب قتل ہوئے بزیر شمشیر
دیکھ دیکھ آنکی پڑی خاک مین ہونین ہم اسیر
نہ رہا ایک کبیر انمین سے نے ایک صغیر
ابر کی طرح بفریاد و فغان روتے ہین

بسکہ اس دشت مین آکر وہ حق اپنے پہ لڑے
ہم مصیبت زدگان قتلگہ ان کی مین کھڑے
جو زخمی ہو بدن خاک مین سب سر بین پڑے
تن پہ ہر ایک کے جون نوحہ گران روتے ہین

چرخ کی ہمسے عداوت کی تئین کیجے سیر
اور فرزند تمہارے جو ہین سو آب بغیر
وحشی سیراب ہین جنگل مین ہوا مین ہین طیر
لب دریا وہ کھڑے تشنہ لبان روتے ہین

دین کا جسکے خلائق کے تئین دعوا ہے
پوچھتا ہو جو کوئی تمپہ مصیبت کیا ہے
اسکی اولاد کے سر پر یہ ستم برپا ہے
دشت غربت مین پڑے بیوطنان روتی ہین

کربلا سے ہمین جاتے ہین لیے شام لعین
کرتے ہین خاک گئے سر پہ اُترتے ہو بزمین
ہاتھ سے ہمکو ستم کیشون کے آرام نہین
گاہ ہم چڑھکے بہ پشت شتران روتے ہین

غرض اب کہتے ہین اسطرح سے دکھ اہل حرم
دیدۂ جن و ملک خون سے دل کے ہین نم
تھرتھراتے ہین پڑے سن کے جسے لوح و قلم
روز و شب لخت جگر آدمیان روتے ہین

اس ارادے پہ تو کر ختم اے سودا یہ کلام
شام سے صبح تلک صبح سے لیکر تا شام
کہ تجھے حشر مین بخشائے وہ مظلوم امام
جسکے عالم مین اسے عالمیان روتے ہین

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اٹھائے حسین
اُٹھاکے سر کہا اب کرلے خدا سے حسین
گرے بر وسے زمین پشت زین سے ہائے حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہے رضائے حسین

چنانچہ یون ہے روایت کہ بعد قتل امام
کہا ہے حق سے نے یہ سوگند تجکو بعد سلام
دیا یہ نعش کو روح الامین سے آکے پیام
جو کچھ حسین کہے دون مین خون بہائے حسین

دیا جواب یہ اُس نعش نے معاذ اللہ
آگے اور اُنکے تئین کاٹین پھرکے یہ گمراہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بجائے کلاہ
تو کبریائی سے اُسکے نہ منھ پھرائے حسین

چلے چرخ مجھی پہ نہیں ہے تنہا کچھ
عوض میں اسکے کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
پیمبران سلف پر ہوا ہے کیا کیا کچھ
اس امر میں نہیں طاقت زبان ہلاے حسین

ہوا ہے آرہ سے دو ٹکڑے زکریا کا تن
تمہیں پہ کٹتے کٹا تا اگر نہ میں گردن
دیا ہے کھینچ کے عیسی کو دار رنج و محن
کہ سب ہیں تابع مرضی حق ورائے حسین

دیا میں اس لیے سر زیر خنجر بران
توابعین رضاے خدا جہان مین وہان
کہ روز حشر کہیں مجکو یون نہ محشریان
کھڑا ہے آن سوئے جیب سر نولاے حسین

مجھے ہی یاد کہ اک روز میں اور ابراہیم
نبی کی گود میں بیٹھے تھے کر کے جا تقسیم
تو دیکھ دونون کو کہنے لگے رسول کریم
یہ دونون آنکھیں ہیں میری یہ ہیں فداے حسین

کہ امین تم سے لے آئے پیام کر کے نزول
تو دلمین سوچ کے اسدم خدا کا وہ مقبول
خدا کہے ہے کہ مرگ انہین سے ہے کسکو قبول
کہا کہ لے بے جاے تو ما ورائے حسین

جگر مرا ہی جلادیگا داغ ابراہیم
پھٹے گی چھاتی حسن کی یہ سنکے رب کریم
کرے گا دل کو علی کے غم حسین دو نیم
کہے گی فاطمہ یون جھگڑ کر واے حسین

اسی مرتبہ بس مجھپہ ہو گئے ہیں تمام
ولے ہی میرے تئین اپنی بندگی سے کام
کہ میں ہون سرور علم میں امام ابن امام
کچھ اس تعب سے یہ کیا معنی دین لاے حسین

جو مجھسے پوچھو ہو روح الامین دیت کے سخن
کہ خلق گر کرے مجھ ردم ردم پہ گردن
برب کعبہ کہے جاؤنگا یہی میں سخن
یہی ہے امر اسیطرح سے کٹاے حسین

یہ جو کہ راہ خدا میں ہوا جدا تو ہوا
لب فرات پہ عباس جا موا تو موا
گلوے تشنہ سے میرے لہو چوا تو چوا
کہا کیا کہ دم آب از براے حسین

یہی نہ پانی سے تر کر کے لب کیا نہ کیا
کہ ہے ہی پیاس سے شکوہ کوئی پیا نہ پیا
کہو تو پانی بھی کچھ چیز ہے دیا نہ دیا
رہے رہے کوئی دن تشنہ اقرباے حسین

غریبی بس ہے وطن کی حرم چھٹا تو چھٹا
قضا کی تیغ سے میں بھی جو آپ کٹا تو کٹا
رہینگے دھوپ ہی میں خیمہ گو لٹا تو لٹا
اگر کٹے تو کٹے رن میں دست و پاے حسین

بخاک معرکہ گر یہ بدن رلا تو رلا
مرے لہو سے جو زینب نے منہ ملا تو ملا
سنان نیزہ پہ سر بھی اگر چلا تو چلا
اگر روئی تو روئی کر کے ہاے ہاے حسین

زمین ہی بس ہے بچھونا ردا رہی نہ رہی
برہنگی تو ہے تن پر قبا رہی نہ رہی

جو چیز کام سے ہو با سوار ہی نہ رہی
یہ خاک و خون بھی فرش ہے برائے حسین

اگر مرا سے محاسن بھی لہو سے لال
جلال ہے کہ سمجھتا ہوں اوسکا عین جمال
تو یہ دعا ہے کہ تو سرخ رو ہو روز قتال
کسیطرح نہ بکی اس سخن سے رائے حسین

سرے ہر ایک موالی کی آج صورت دسر
یہ وہ کہے کہ جو انصاف پر رکھے ہے نظر
دھرے ہیں ظالموں نے کاٹکے یہ نیزے پر
ہے سر بلند دو عالم میں آشنائے حسین

ہوئی جو شادی قاسم تو کچھ خیال نہیں
بجز سکوت پر اس امر میں مجال نہیں
وطن جو ہو گئی بیوہ تو کچھ ملال نہیں
کہ حرف شکوہ شکایت زباں پہ لائے حسین

نشانہ تیغ ہو گر عضو عضو اکبر کا
گلے میں طوق پڑے عابدیں کی من بھر کا
ہر استخوان ہو قندیل تیر اصغر کا
حقوق حق نہ کبھو دل سیتی بھلائے حسین

جو چھوٹ نکلی مرے تن سے ایک تیر کی بھال
کروں گا اس ہی پہ میں شکر قادر متعال
تو خوش ہوا اسے یوں دیں اپنے کرکے خیال
زبان تازہ ہوئی خلق از برائے حسین

جو زخم تیغ کا اس آن ہیچ مجھ پہ لگا
تو میں بھی کی بجناب خدا یہ استدعا
کھلا وہ زخم بدن پر بشکل دست قضا
حلاوت اس کی نمک ہوا گر تو پائے حسین

غرض کہ ایسی ہی لذت اٹھائی ہو کے شہید
سنے جو اس اگر لوٹ کرکے تیغ یزید
یقیں ہی جانیو روح الامیں نہیں یہ بعید
بجائے سبزہ اُگے خاک سے فنائے حسین

مری طرف سے کرو جاکے جبرئیل یہ عرض
ادائے دین پدر ہے پسر پہ کرنا فرض
قرض تیرے کا میں نے ادا کیا ہے قرض
دیت لی تب کی سر اپنے کو جب کٹائے حسین

کہا امام سے روح الامیں نے اے سرور
دیت پہ انکے تئیں دیوے خالق اکبر
جو عرض میں کروں ارشاد ہوئے بار دگر
شہید تیغ ستم وہ جو ہے سوائے حسین

کہا امام سے روح الامیں نے پھر اُسدم
خدا کی راہ میں آکر قتیل تیغ ستم
دیت کے دینے میں انکے مجھے نہ شادی و غم
اگر موئے تو موئے خویش و اقربائے حسین

نہ درد بیٹے کا مجکو نہ دکھ ہے بھائی کا
یہ روم روم تصدق ہے کبریائی کا
نہ فکر بیٹی کا دل میں نہ غم جدائی کا
حسین اس پہ فدا ہے یہ سب فدائے حسین

مجھے تو عین ہی راحت ہوا یہ رنج و تعب
پر اس عطا سے بھی منہ پھیرنا ہی سوئے ادب
دیت ہی دینے میں حق کے اگر خوشی ہو اب
تو ہو یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسین

یہ سن امام سے روح الامین نے بھر دم سرد
حسین جان گرامی فدائے امت کرو
چلا یہ عرش کو کہتا ہوا بہ روز نبرد
روا ست امت اگر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
نہ ہووے چشم بھی اس کی بجز محرم نم
الٰہی غم نہ ہو سودا کو جز حسین کے غم
ہو بعد مرگ ہو مدفن تو کربلائے حسین

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

جسکو دیکھا زیر فلک سو غم سے آج مکدر ہے
بسکہ رہا خونابۂ دل سے جسکا دامن کیا لگا
غور کرو دیوار سے در تک جس گھر کو تاکئے بیچ
آہ و فغان سے بھری ہوئی ہے نگر نگر کی گلی گلی
غم ہے کا کس کا جی میں برابر سر ہیں برہنہ شاہ و گدا
ماہ رکھے ہے داغ جگر پر مہر کے دلکو ہے تب و تاب
آمد و شد شادی و الم کی آج تھی ہر سینے میں
سو چون ہوں یہ دلمیں اپنے عزا ہے کسکی یہ جس سے
ایسا کوئی اور نہیں ہے جسکی مصیبت کے یوں ہو
سو یہ مصیبت جان پہ اسکی زمین پر ہے اعدا سیتی
ظلم کے دریا میں یوں یار ڈوب گیا ایسا
پانی آجس جا گر ہیوں مور و ملخ سبحان اللہ
قطع ہوا ہے تن پر اسکے مظلومیت کا جامہ
ایک تن تنہا کی خاطر اتنے حربی ہوئی جمع
تیر جو بیٹھا سینے پہ اسکے جور و جفا کی چڑھکے کمان
تیغ و تبر کے زخموں کا میں حال کہوں کیا ہائے ستم
خنجر کا کیا زخم بتا دوں ہائے مصیبت و داد بلا
فاطمہ کیکر جسکو سو میں کیسے کیا قسمت کی بات
دودھ سے دھو دھو پالا جسکو ظالم نے تا سال بسال

اب جو صورت نظر پڑی ہے خاک کی ڈھیری سر پر ہے
جسکی اشک آنکھوں سے ٹپکے ہے لخت جگر کا ہے
بھرا ہوا ہو ہوئے سر کے اسکا ہر اک پتھر ہے
جنوں کو جیسے زنجیر کا ہووے یوں شیون اب گھر گھر ہے
بدر سے ہونٹ ماتھے میں یکساں شکل کلاہ و افسر ہے
جتنے ثوابت ہیں سو حیران جو سیارہ سو مضطر ہے
خوشی کے اسکو اب دلمیں یہ غم سد سکندر ہے
چھوٹے سے لے بڑے تلک احوال سبھوں کا بدتر ہے
مگر وہ جس کا باپ علی ہے فاطمہ جسکی مادر ہے
پیادہ پانی پیاسا اسکے خون کا سارا لشکر ہے
حال یہ جسکا سنو ہو تم سو ابن ساقی کوثر ہے
پیاس کے مارے دان جیب اسکی حلق و دہن سے باہر ہے
واسطے اسکے تیر سے لیکر تیغ و تبر یا خنجر ہے
مہر تلے کیا آج قضا کے قتل کا اسکے محضر ہے
ادھر تو سو فار ہی تکا بھال سرے سب ادھر ہے
سر سے لیکر تا بقدم سب ٹکڑے ٹکڑے پیکر ہے
قتر کیا ایسا تھا ان نے جسکے سبب وہ بے سر ہے
سو وہ خاک کے اوپر یوں اب لے بالش خشت بستر ہے
سو پرچم اب نیزے کا وہ ہر گیسوئے معنبر ہے

اسے تو دو دن بلکیں کر مارا لکھو کو کیا ہی لوٹ تاراج
برگ سے گل کے تلوے نازک تر ہیں جنکے سو ہیہات
اُسکے سوا اک در معیبت واسطے انکے کام تمام
نہیں گذرتا آتنا ہر گز جی میں اہل شقاوت کے
جاتی ہیں جو خوار و نزار اونٹو کی پشت پہ بے محمل
جھون کی جانب مایس اوبے نہ کی ملک نے کبھو نگاہ
شام لیے جاتے ہیں اُنکو اس صورت سے بائی ستم
پھرے جلو میں ناوے بکارین تک ہمسای اہل عناد
کون ہی ایسا رحم کرے جو حالیہ اُنکے آجکے دن
غرض جو کچھ گذرے ہی اُسے تاب کسے ہی سننے کا
عقل فلاطون جگر میں ہی کون اس جور کا ہی موجد
اشک کی جا گر خون کے قطرے ہر اک چشم سے گرتے ہیں

نہ بیٹے کے سر پر چیرہ نہ بیٹی پر چادر ہے
پاے برہنہ جاتا ہے ہر خار جنگل کا نشتر ہے
دھوپ کی شدت سے ہر کنکر روے زمین پر انگر ہی
قتل کیے سب ہمنے باقی ایک سبط پیمبر ہے
کوئی ماں اُنمیں ہے اُسکی کوئی اُسکی خواہر ہے
صورت نہ سر پر اُن لوگوں کے نے مقنع نہ چادر ہے
کوئی نہ اب مونس ہے اُنکا کوئی نہ اُنکا یاور ہے
بے تاثیر اُنکے نالے میں سے نے فریاد موثر ہے
کس سے کہیں وہ درد کو اپنے داد رس نہ داور ہے
بس تو اب خاموش ہو سودا حالت صبر کی بہتر ہی
جو ظلم اُسپر آج ہوا مقدور فلک سے باہر ہے
خوب رُلایا سب کو تو نے اسکی جزا اے اکبر ہے

مرثیہ

کیا ہوا ہائے خدا آج حسین مظلوم
کشتۂ تیغ جفا آج حسین مظلوم
تشنہ کربل میں موا آج حسین مظلوم
کس جگہ ہو گیا پڑا آج حسین مظلوم

کہنے سے کوفیوں کے کرب و بلا میں آکر
تیغ اور تیر کے زخم اپنے بدن پر کھا کر
خویش و فرزند و برادر یہ سبھی کٹوا کر
ذبح خنجر سے ہوا آج حسین مظلوم

مکر سے شامیوں نے اسکے تئیں بلوایا
آخر الامر سر اپنے کے تئیں کٹوایا تو
قول و فعل اُنکے سے وہ کرب و بلا میں آیا
کھا گیا اُن کی دغا آج حسین مظلوم

لڑنے میدان میں سپاہی جو کوئی جاتا ہے
ٹکڑے اس طرح کوئی آپ کو کرواتا ہے
یوں بھی ہوتا ہے کہ لڑ بھڑ کے وہ پھر آتا ہے
ٹھور جوں رہ گیا رہا آج حسین مظلوم

لاڈ کی بات نبی جن کی سدا سہتا تھا
جسکو آفاق حسین ابن علی کہتا تھا
رات دن دوش مبارک ہی پہ جو رہتا تھا
اُسکو عالم نے کہا آج حسین مظلوم

وہ جگر فاطمہ کا اور علی کا دلبر
خاک پر دھوپ میں تن اُسکا پڑا ہے بے سر

ظلم کی تیغ سے کربل کی زمین کے اوپر
سویا لو ہو مین بہا آج حسین مظلوم

سبھی میدان مین بیٹون کا پڑا ہے نیارا
اوسکا بھائی لب دریا پہ پڑا ہے مارا
ٹکڑے داماد کا دیکھو تو بدن ہے سارا
لے عزیزون کو گیا آج حسین مظلوم

راوی لکھتا ہے کہ جب چور ہو وہ زمین گرا
امر بر خالق اکبر کے ہو راضی برضا
کیا گھوڑے سے کہ جا کہہ یہ سوے زین عبا
کر گیا جان فدا آج حسین مظلوم

جسطرح سے ہو رضا حق کی تو راضی رہیو
گاہ مین حرف شکایت نہ زبان سے کہیو
گذرے جو سر پہ ترے رنج و محن سب سہیو
یون مجھے کہہ کے گیا آج حسین مظلوم

تابع مرضی حق میرے الم مین رہیو
اور دعا دوستون کو میرے وطن مین کہیو
جو بدی ہو ترے سر پہ اُسے تو سہیو
یہ سخن کہہ کے موا آج حسین مظلوم

جانا قسمت سے اگر ہوئے مدینے کی زمین
سب جیونکو کیا کشتۂ اعدائے دین
یار اور دوست سے کہیو تو مری پاس آئین
کہہ سلام اور دعا آج حسین مظلوم

پوچھے گر تجھ سے سکینہ کہ نہ بابا آیا
پھر یہ کہیو جو نہ بابا نے وہ ترا ابتلا پایا
کہیو منزل مقصد مین اسے پہونچا یا
رہن جا چھوڑ رہا آج حسین مظلوم

کہیو زینب سے سکینہ کو کیا کیجو پیار
تم سوا اور کوئی اُسکا نہین اب غمخوار
اُسکے تم در پئے دلداری ہی رہیو ہر بار
اُس سیتی دور پڑا آج حسین مظلوم

اس وصیت کے ہوا بعد جو مقتول وہ شاہ
یون زبان اپنی مین کہنے لگا وہ بھر کر آہ
پھر جبین لو ہو سے لی گھوڑے نے خیمے کی راہ
گیا کٹوا کے گلا آج حسین مظلوم

ہو گیا دیکھ اُسے محشر کا حرم مین آئین
رو رو کہتے ہین حرم اُس سے باواز حزین
کر نظر لو ہو سے گھوڑے کی بھری ہوئی جبین
ہین کہان جا کے کھو آج حسین مظلوم

بولی زینب کہ جبین پہ ہے ترے خون کسکا
بولا گھوڑا کہ نشان خاک مین دون اب کسکا
جلد کہدے تو مجھے اب یہ لو ہو ہے کس کا
پشت سے میری گرا آج حسین مظلوم

حلق کے کٹنے مین اُسکا جو ہوا خون روان
واسطے کہنے کو وصیت کی مین آیا ہون یہان
میری پیشانی پہ اُسکے ہی لہو کا ہے نشان
ہے پڑا خون سے جا آج حسین مظلوم

سنکے گھوڑے سے وصیت کو حرم مین برپا
تاب آگے نہین سودا سے مجھے بولون سو کیا
ہو گیا روز قیامت کا سا اس دم غوغا
حیف یون جگ سے گیا آج حسین مظلوم

مرثیہ

چمن میں آئی ہے کیسی یہ رت مری بین کے کوئی بہار کے
ہوا کی چھاتی پہ بال ہر مرغ کھینچتا ہے الم کے آرے

جو جیا ہے اک لحظہ جگ میں آدمی نہیں عیش خرسندی کو
فلک سے گویا غم و الم نے لیا ہے باغ جہاں اجارے

بحال آتی نہیں ہے گو دن ہی نسیم گلشن میں ضعف غمسے
پھڑک پھڑک کر چمن کے نالی سکھا سکھا کر سحاب بارے

نہ نین سے نرگس کے نیند ایسی گئی الم سے کہ پھر نہ آئی
اٹھائی لکنت سے طوطے ہارے تھکا ہے یہ بھی دکھ ہکارے

تمام سرو آج پاؤں پہ کھڑے ہوئے آہ بھر رہے ہیں تو
الٹک کر اور تنگ اپنی پگڑی برہنہ سر ہو گئے ہیں سارے

یہ رنگ نالے کا ہے الم سے ہر ایک بلبل کا شاخ اوپر
کہ کیسی جسطرح نعش اوپر کھڑا ہو نوحہ کرے پکارے

کوئی یہ سوچ کرے یارو سوسن کی نیلی کسوت کا کیا ہے موجب
سبب ہے آشفتگی سنبل کا دیں اپنے کوئی بچارے

فقط نہ لالہ کی بھول ہی کچھ جگر یہ کھاتی ہیں داغ غم سے
تمام ٹکڑے ہوا ہے اپنا الم سے نوچیں ہیں منھ ہزارے

بلائے ماتی ہیں جیسے پانی لحد کے بھر نیکو سانتے ہیں
چمن میں رو رو کے رات شبنم اسطرح سے گری ہے گا رے

نہ آہ گلشن میں سرد ہی کہ جگر کو تھا کری ہے سوہن
جو نعرہ قمری کا جا کے سینے تو وہ بھی الگی درق آ لارے

بندھی ہے نرگس کی ٹکٹکی یوں طرف ہزاروں کے ہر چمن میں
کہ لوتھ جسطرح خون ناحق کی ہو کہیں کوئی نہارے

صبا کھلاتی ہے جن گلوں کو تو گو زخموں کے وہ نئے ہیں
جو اور غنچہ کہ ادھ کھلے ہیں کہو گلو کے ہیں وہ ابھارے

ادھر جو دیکھو تو صحن گلشن میں دھاڑ مار اشکبار سو دیں
ادھر کناری سے موج جو کے حباب ہر ایک پیٹ مارے

نہیں ہے یہ بوجھ کچھ یہ حالت خبر تو جلدی کہ آج کوئی
ہوا ہے پیاسا ستم کی خنجر سے ذبح دریا کے جا کنارے

مجھے تو معلوم ہوئی ہے یوں ہی شخص وہ ہے کہ جسکو جب تب
رسول کہتے تھے گود لیکر ترے تصدق حسین پیارے

سوا سکی تن پہ سوا ہے شمشیر و تیر و نیزہ کے زخم ہیں یہ
قیاس کیجے تو نہ فلک پر نہ ہونگے اسقدر ستارے

کنارے دریا کے یہ ہوا ظلم ہو رسا کی کو تو اوپر
کہ دھار پانی کی حلق اس تک گئی نہ غیر از خنجر دو دھارے

جگر کا ہو بند فاطمہ کا پڑا ہے یوں آج حوض خوں میں
کہ اسکی رگ رگ سے چھوٹتے ہیں لہو کے سر تا قدم پھوارے

پڑی ہیں گرد اسکی ٹکڑے ٹکڑے جو خویش و فرزند خاک خونیں
نہ گور انکو ہے نہ کفن اب نہ انکو تابوت نہ گہوارے

سر اسکا ان گیسوؤں سمیت باندھا ہے ظالموں نے سناں کے اوپر
کہ جنکو دھو دھو کے شانہ کر کر مدام نت تھی نبی سنوارے

سروں کو ساتھ اسکے سر کے نیزوں پہ آگے رکھ کچھ لیے چلے ہیں ظالم
اسیر اونٹوں پہ اسکے پیچھے ہیں اہلبیت اسکے سب بچارے

جو ایک فرزند تیغ کیں سے عزیز دیں اسکے بچ رہا ہے
کوئی ڈراتا ہے اسکو برچھی سے کوئی لے تازیانہ مارے

[illegible] تشنگی سے بغیر پانی قدم قدم پر
کہ ایک قطرہ کے واسطے جو زمیں میں کو ہنچہ منہ پسارے

دے ساتھ ایسا رفیق کوئی سنبھالے اس ناتواں کو آکر
نہ ہاتھ اسکے عصا ہے ایسا چلے وہ جسکے ذرا سہارے

سکینہ دختر جو انکی ہے سو لہو کے آنسو سے رو رو کر اب
سر اپنے بابا کا دیکھ نیزہ پہ بابا بابا ہی کہہ پکارے

سوا اسکی ہی یہ مصیبت اب اپنے یارو سو کیا کہوں میں
ہنوز بچی ہی خون کانوں سے جن کی چھینے ہیں گوشوارے

کہیں ہیں زینب سخن یہ ہر دم طرف پیمبر کی منہ کر اپنا
خبر ہماری لو یا محمد نہیں ہے تم بن کوئی ہمارے

سوا تمہارے نہیں اب ایسا کہ جس سے کہیے مصیبت اپنی
جو والی وارث تھے ان انھونکی پڑی ہیں نعشیں سر دیارے

زمین کربل کی آل تیری کیواسطے اب ہوئی ہے مسلخ
کہ اس جگہ میں ہوئی ہیں تیغ ستم سے آکر ذبیح سارے

ہے تحت دل اپنی کوئی تیرا کوئی ہے تیرے جگر کا ٹکڑا
یتیمی لو تعین پڑی ہیں ہمیں نہیں ہیں ترے سب اپنے عزیز پیارے

پدر کو میرے ظالموں نے جیتا رکھا نہ چھوٹی تلک ہمارا
کسیکو ہوگی یہ شقاوت جو چھ مہینے کا طفل مارے

انھوں نے امت کہا کے تیری یہ ظلم ہم پر کیا ہے اب تو
یہ روز محشر میں منہ کو اپنے دکھاوینگے تجکو خدا کیا رے

غرضکہ زینب یہ باتیں کرتی تھی رو رو کے شاہ ہیں جب
سرشک گرتا تھا یوں بہے کہ فلک سے ٹوٹے ہیں جوں ستارے

بس آگے خاموش ہو تو سودا زیادہ اسے نہیں ہے طاقت
کہیگا کب تک کہ اس بیان کو ہوئے ہیں بیہوش سنکے سارے

مرثیہ منفردہ

کیا نظر بھر بھر کے دیکھو ہو محرم کا ہلال
یہ مہینا وہ ہے یارو جس سے رو گرداں ہے سال

تیغ غم کھینچے ہے اُن نے جس سے منہ پر خلق کے
پنجۂ مژگاں کی ہتوانی ہے آنسو انکی ڈھال

آب ہے آتش فشاں یہ میں کہ ہے اس تیغ کا
زخم سے مرہم دلوں پر زخم شعلہ کی مثال

دانۂ تسبیح خاک پاک ہے ہر دانہ اشک
قطرہ جو گرتا ہے آنکھوں سے پر از گرد ملال

موجب اس غم کا نہ پوچھو مجھسے اے یارو کہ میں
کیا کہوں تاثیر دور آسمان بدخصال

موتیوں کی آب سے اے ظالم صدف کی کام میں
تشنہ لب مر جائیں یہیں ساقی کوثر کے لال

سننے والو اس سخن کی شرط ایسا سنئے ہیں دو در
پیکے آب سرد گر انکو نہ آوے انفعال

روز عاشورہ بھی کچھ کم روز محشر سے نہیں
دین کا خورشید دنیا سے گیا وقت زوال

گوش تک جبرئیل کے پہنچی نہ تھی جنکی صدا
آج رو رو یوں پکاریں ہیں وہ سر پر خاک ڈال

یارسول اللہ وہ گیسو بخون آغشتہ ہیں جو
دیکھتا جنکا غبار آلودہ تھا جبہ دو بال

شامیاں کہتی ہیں سر نیزہ پہ رکھ از راہ طنز
بار لایا شاخ بر باغ رسالت کا نہال

اسپ و خلعت لینے کی امید پر بیش یزید
داد دلوادی ہماری اب کہ نزدیک خدا
ناقہ جو مرکب تھا صالح کا سو اسکے واسطے
یہ تو آپ دردش کا تیرے تھا جسکے سر کو آج
اہل بیت اسکے جو ہم باقی رہے سو اب ہمین
لکھتے ہین اکثر کتب مین راویان معتبر
جا پڑی نعش برادر پر جو زینب کی نگہ
یہ جگر گوشہ وہ تیرا ہے نہ لاتے تھے جسے
تابش خورشید سے سوکے ہی گرد و خاک مین
خلد مین کیا فارغ البال آ لگی حالت سہی تو
عضو عضو اسکا جدا ایسا کیا ہے تیغ نے
کھینچ ڈالے تیر چلے اسکی کس کو ہے خبر
آکے جنت سے شتاب اب کربلا کے دشت مین
اولاً تجہیز و تکفین آکے کر اس نعش کی
جلد ہمکو بھی چھوڑا ان ظالمونکی قید سے
بضعۃ منی پیمبر نے کہا تیرے تئین
گفتگو ے دختر زہرا سے کر ختم سخن

لیچلے ہین آج ہم اس باغ کا میوہ رسال
ناقہ صالح سے تو بہتر کہین ہی تیری آل
اسکی امت پر خدا کے امر سے آیا زوال
کاٹ نیزے پر رکھا اور تن لیا لوہو مین ڈال
لیچلے ہین شام کو زنجیر کر یہ بدسگال
جس گھڑی وہ قافلہ وارد ہوا جاے قتال
منہ بقیع کی طرف کر یون لگی کرنے مقال
آسمان نیچے نظر لگجانے کا کر احتمال
آج تک اسکے نہین دفن و کفن کا کچھ خیال
آج رہین آکے دیکھ اسکو کیا ہی اسکا حال
یون درخت خشک کا کاٹے نہ کوئی ڈالڈال
ٹوٹ کر تن مین رہی ہی موے تن سی زیادہ بھال
ٹکڑے ٹکڑے ہے یہ بدن مین جو ہی اس کو سنبھال
بعد اسکے خانہ زنجیر سے ہمکو نکال
رات دن ہمپر اسیری مین صعوبت ہی کمال
یہ روایت رکھ جگر گوشہ ہون تیری پائمال
کہون سے سودا ہوے تر اہل مجلس کے رومال

مرثیہ دیگر سوم

مین تم سے کیا کہون یارو یہ کیا سحر ہی آج | کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج
ہر ایک سمت جہان مین یہی خبر ہے آج | سوم نبی کے جگر کا نگر نگر ہے آج

جو پھول باغ مین ہین آج سو ہین آگ پھول | ہی نرگس آج پیالے کا ارنجی کے اصول
صلواۃ بھیجے ہی بولی بھی اسپہ ہو کے ملول | چمن مین جو کوئی بلبل ہی نوحہ گر ہی آج

روے ہی سنگ سے سر مار آبشار چمن | جگر کے خون سے لبریز ہی کلی کا دہن
سواے نالہ نہین باغبان کے لب پہ سخن | ثمر نہال محمد کا خاک پر ہے آج

ستمگر ہے یہ ہاوی جانسوز اب باطن آئین
کہا بلا کے یہ سرگروہ ہائے شام کے تئین
سوم کے روز شہ دین کے ابن سعد لعین
اٹھاؤ خیمے کہ یان سے مرا سفر ہے آج

اسیر ہین جو انھین نصف پیاس پانی دو
اب آب و نان سے لنے انھین نہ باز رکھو
غذا جو چاہین تو آدھا ہی پیٹ تم دیکھو
کہ فاقہ تیسرا سجا ہین اُن اُپر سے آج

کہا ہین اسلیے تم سے یہ تا نہ مر جا دین
جو پہونچین جیتے یہ انعام تو لتو ہم پا دین
ہم انکو جیتے تو پیش یزید پہونچا دین
جو یان مرین یہ تو قصہ ہی مختصر ہے آج

زیادہ اس سے بشر بھوک پیاس سہتا نہین
تمھارے نفع کی پر بن کہے مین رہتا نہین
کچھ انکی دوستی سے مین یہ بات کہتا نہین
سخن مرا تو یہ قابل یہ آپ زر ہے آج

غرض کہ لیگئے پانی حرم مین ملعونان
لگے یہ کہنے انھون پانی تم پلاؤ یہان
پڑے تھے غش ہوئے سب تشنگی سے خرد و کلان
کرم خلیفہ کے نائب کا تم اُدھر ہے آج

یہ سنکے عابد بیمار نے دیا یہ جواب
ہمارے باپ کو جس آب سے کیا سیراب
کرم ہے یہ جو پلاؤ تم اب ہمین وہ آب
یہ آب ہمکو تو خونابۂ جگر ہے آج

ہمارے باپ کے مرنیکو تیسرا ہے روز
ہمین جو پوچھو تو یہ آب ہے غیظ جانسوز
بریدہ حلق سے جاری ہے اسکے خون ہنوز
ہمارے دل پہ ہر اک قطرہ جون شرر ہے آج

پھر آگے اسکی مفصل خبر نہین معلوم
غریب و بیکس و بیچارے وہ جو تھے مظلوم
ہوا کہ یا نہ ہوا اسدن انکا تر حلقوم
کہین سے تھے پانی ہمین زہر سے تر ہے آج

ندان جتنے وہ مظلوم تھے کر انکو اسیر
سوار کر انھین اونٹون پہ لے چلے وہ بے پیر
جدا جدا کیا ہر ایک کے تئین زنجیر
چلو شتاب ہمین عزم بیشتر ہے آج

جو گذری انپہ سو بات وہ کہون سو کیا
تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی اپنا
کہ تھا سر انکے پہ تا باز گشت حشر بپا
بیان جسکا سبھون کی زبان پر ہے آج

سوم کا مرثیہ کیا خوب مین نے سودا کہا
بھولیو کن مین ترا نام تا بحشر رہا
دیا ہے خون جگر چشم سامعون سے بہا
سنا ہے جن نے لسے اسکا دیدہ تر ہے آج

مرثیہ دیگر

جب کہا ہو کر نبی نے زار امت کے سبب لیے
بعد میرے کون ہے غمخوار امت کے لیے

تب نواسے کر اٹھے اقرار امت کیلیے
سر بھی ہی حاضر جو ہو در کار امت کے لیے

ایک صاحب نے قبول اوس زہر کا پیالہ کیا
دوسرے نے بعد ازین شربت شہادت کا پیا
جن سے ٹکڑے سب جگر آنا فانا کر دیا
ظالمون پر باندھکر تروار امت کیلیے

کچھ نہ آیا غم اسے اپنے جوان و پیر کا
کربلا مین آنکر طعمہ کیا شمشیر کا
کر دیا سینہ سپر سب نے جفا کے تیر کا
سارے خویش و اقربا کیا ر امت کیلیے

آچکے بھائی بھتیجے جب تہ تیغ و تبر
آج فرزند محمدؐ نے کیا ہے آپ پر
تب لگا یون کہنے اپنا رکھکے سر زیر خنجر
سب طرح کے ظلم کو ہموار امت کیلیے

یون روایت ہی کہ بعد از قتل شاہ کربلا
گھر کی تاراجی کو اپنی نور چشم مصطفا
خیمہ لٹتے دیکھکر بھر آہ عابد نے کہا
ظالمون کو کر گیا مختار امت کیلیے

اوڑھکر اسوقت سر پر چادرین اہل حرم
اے فلک اس سے اگر وہ چند ہو تیرا ستم
خیمے سے باہر لگے آنے یہ کہتے دم بدم
اس سے بھی ہمکو نہیں انکار امت کیلیے

کیا کہون لیجانیکا اہل حرم کے مین ملول
پوچھے تھا جو راہ مین یہ کیا ہی فرزند رسول
یہ ادب سے دور ہی گر دیجے اس قصے کو طول
یون کہے تھا عابد بیمار امت کیلیے

دیکھکر پانی کہے تھا رد کر یون زین العباد
لیکن آتی تشنگی سے مین ہون خرم وہ ہی شاد
کیونکہ پیوین پیاس بابا کی مجھے آتی ہی یاد
جام کوثر کا ہوا تیار امت کیلیے

پیاسے مرنیکے فوائد پوچھو اس مظلوم سے
قطرۂ خون جو گرا مانی یہ اس حلقوم سے
حلق تر جسکا ہوا ہے آب تیغ شوم سے
خلد مین ہوگا گل و گلزار امت کیلیے

جب ہوا اس کاروانکا حرب کہ پر سو گذار
یون پڑا ہی خاک پر تیغ ستم سے بیشمار
دیکھکر نعش برادر بولین زینب آہ مار
اس تن نازک یہ کھا کر وار امت کیلیے

ہوا گر فرصت مجھون اشکو نسے تیری نمی خاک
کیا کرون پر بس نہین چلتا مرا ای جان پاک
سوزن مژگان سے مین انکا سیون ہر ایک چاک
یون رہا یان تجلے تو گھر بار امت کیلیے

ہائے بھائی تجھ بن اب پھرتی ہین سب ہم دربدر
کربلا کے آج میدان مین مع خویش و پسر
کون ہی ایسا کہ دیوے مصطفے کو یہ خبر
جو مرا دین کا یہ سالار امت کیلیے

غرق یہ خونین بدن تیرا ہی ابن بو تراب
تجھ سوا تھی اس جفا سہنے کی کسکے دلکو تاب
یا شفق لیکر زمین پر گر پڑا ہے آفتاب
تو ہی سمجھا سہل یہ دشوار امت کیلیے

جب سے خون حلقوم سے ٹپکے اسے بھائی بھی
کچھ نہ آیا صد ہزار افسوس ان طفلوں کے بھی
گود خالی شہر بانو کی بن اصغر کے رہی
جان کا خطرہ تجھے زنہار امت کیلیے

سوچ رہتا ہے یہی دلکو مرے ہر ایک آن
کر دیا اک پل مین اسکو تو نے ای خواہر کیجان
عابدین تنہا جیے گا کیونکہ زیر آسمان
بے برادر بے پدر بے یار امت کیلیے

جب کیا نانا نے بخشایش کا بند و فکر سوال
نے تجھے بیٹی کا فکر آیا نہ بیٹے کا خیال
غیر تسلیم و رضا پائی نہ تو نے کچھ مجال
یان تلک تو ہو گیا ناچار امت کیلیے

پھر کیا قاتل نے سمجھا تو شہادت فرض ہین
ہو گیا راضی رضاے حق پہ ای میرے حسین
سر حوالے کر دیا ان ظالمون کو مثل دین
ایک ذرہ بھی نہ کی تکرار امت کیلیے

ہین سوار بختیان بی بی حجاز اہل حرم
تن ہے خاک و خون مین غلطان تجکو یہ بھایا ستم
پیش پیش ان سب کے سر جاتا ہے نیزے پر علم
ہائے ابن حیدر کرار امت کیلیے

کاش مین بھی مر گئی جس دم تو رہا میدان مین چھوڑ
سر برہنہ تو پڑا ہو خاک و خون کے بیچ اور
مجکو جیتا چرخ نے رکھا دکھانیکو یہ جور
سر ترا ہو نیزہ کی دستار امت کیلیے

حضرت زینب عرض کرتی تھین دان یہ گفتگو
چپ ہو سودا اب بھلا اس رمز کو سمجھے گا تو
ہر سخن ارض و سما سن سنکے روتا تھا لہو
کر گئے جو دین کے سردار امت کیلیے

کیون نہ آخر ہو پیمبر کے نواسے واہ واہ
جان تک اپنی گنوا پیدا کی آمرزش کی راہ
جو سخن منہ سے نکالا تھا کیا اسکا نباہ
ایسی بد اعمال و بدکردار امت کیلیے

مرثیہ حضرت

عزیزو روضۃ الشہدا مین ہمنے جو لکھا دیکھا
مصیبت اولیا دنیا کی سی نہ کیا دیکھا
پڑھا ہمنے بھی وہ احوال اور سب کو ترچا دیکھا
ولے دیکھا نہ وہ جو ماجرا ے کربلا دیکھا

تعب آدم نے کیا کھینچی ہے حوا کی جدائی سے
پڑے کیان تن مین کرم ایوب کے صبر آزمائی سے
عداوت بھائیون نے کی ہے کیا یوسف سے بھائی سے
بلا کے آرے سے تن ذکریا کا بھی دو تا دیکھا

غم فرقت سے حوا کے یہ آدم زار گریان تھے
اور ایسا ہجر مین یوسف کے روتے پیر کنعان تھے
گر آب چشم سے انکے سدا سیراب حیوان تھے
کر انکی چشم مین نور نظر کن نے رہا دیکھا

سنا ہوگا جو کچھ فرعون سر موسی کے لایا تھا
بظاہر دار پر عیسی کو امت نے چڑھایا تھا

ستم کی تیغ سے صالح کا ناقہ پی مین آیا تھا
تن یحییٰ سے ہر اک عضو عالم نے جدا دیکھا

نبی جو تھا رہا ہر آن مرضی الٰہی مین تو
پڑی طوفان کے باعث نوح کی کشتی تباہی مین
صعوبت کھینچی کیا یونس نے جا کر بطن ماہی مین
جو گذری ان پہ سو اہل جہان نے بر ملا دیکھا

خیال آتے ہی مین دلبر اپنے لاکھون رات اور دن مین
سب کچھ دیکھتے پر ایک نے دیکھا نہ وہ انمین
کہ سختی کے زمانے کا ورود آ کر ہوا کن مین
نبی کی آل سے جو اپنے سر پہ نا روا دیکھا

تعجب اک طرح کا ہر ایک پہ عالم مین ہو گذرا
نہین سکنے کے قابل مصطفےٰ کے گھر پہ جو گذرا
کوئی فرزند کی خاطر کوئی یان ان کو رو گذرا
نہ کانو سے سنا نے آنکھون سے وہ اجرا دیکھا

انھون نہین کاہے کو گذری کسی کی یہ جفا سر پر
پسر کا تن نظر آیا پدر کو خاک و خون اندر
کہ ہر اک لوتھ پر بھائی کی جا اپنا کٹا جسے سر
پدر کا سر پسر نے نوک نیزہ پر دھرا دیکھا

کسی کے سر پہ کاہیکو جہان مین یہ غضب ٹوٹا
سرے پر ولد تو نکلے کسنے یون ناموس کو لوٹا
بغیر از جی دیئے یان طفل شیر خوار نہین چھوٹا
کہ ہر اک بیوہ کے سر پہ چادر نی زر دا دیکھا

ہوا ایسا ستم یہود مین کسکی دختر و زن پر
جو بیٹی کا پڑا ہاتھ ائی گڑی امان کے دامن پر
کہ بعد از مرگ والی یہ غضب تو اہل بیتون پر
قوان نے ہاتھ بیٹی کا کسی کو کھینچتا دیکھا

بدن بیٹی کا مان کو بیٹی سے عریان نظر آیا
بہن کو بھائی کا تن خاک پر غلطان نظر آیا
سر مادر بھی دختر کو برہنہ وان نظر آیا
بھتیجے نے پھوپھی کو اونٹ پر سر پیٹتا دیکھا

پھوپھی کو یون بھتیجے کیطرح گردون نے کھلائی
چھپا تلوو مین کانٹا نوک پشت پا نکل آئی
گلے مین طوق تھا ہر پاؤ مین زنجیر پہنائی
ہر اک منزل مین یون پائی نا توانو پیادہ پا دیکھا

سسر داماد نیزے پر نظر مین ساس کے آیا
الم مین سمدھی کے سمدھن نے سو خون جگر کھایا
بہو نے ساس کو شوہر کے غم مین بیٹھا پایا
گلے کو بھانجے کے اپنے خالہ نے کٹا دیکھا

کہو تو تخت کی رات اس طرح سے کسکی آئی ہے
کبھو دولھن نے مہندی خون سے دولھا کی لگائی ہے
کہ رشتے کے باندھتے ہی سہرے گردن کٹائی ہے
کسی نے اس طرح کا بیاہ دنیا مین سنا دیکھا

نہ ہو جس بیاہ مین نوبت بغیر از سینہ کوبی کے
گر آرائش سے پوچھو کچھ کنول جلتے تھے دل ہی کے
جو روشن مشعلین دیکھین تو وان جلتے تھے سہرے
کہون کیا جا کے آتشبازی وان عالم نے کیا دیکھا

جو پوچھو پھلجھڑی سے کچھ تو ہر دم تھک رہے ان سے
اناروں کی جگہ دل سے شرارے وان نمایان تھے
اگر مہتاب سے کہیے تو سارے چشم حیران تھے
ہوائی کے عوض وان نالۂ سرد رہوا دیکھا

عجب شادی تھی جسمیں خون دل شربت کا پیالا تھا
گلو میں تسمہ کی لڑیوں ذبح کا ہار ڈالا تھا
نکاح کے بیان وہاں چھل کا کٹاری کے حوالا تھا
مقام پائندان کاٹے سر دلہکو وہاں دھرا دیکھا

کہوں کیا آہ اے یارو شست بیاہ کی گلبرگ کی
جدا اس سے پڑی تھی خاک و خون میں لاش میں اس کی
جو کچھ صورت تھی دولہا کی مصیبت کیا کہوں اس کی
کر پا ادھر نظر آیا تو دست ادھر پڑا دیکھا

جنھوں کی شادی یہ کچھ ہو تو ان کے غم کو کیا کہیے
جنھیں ہم سنتے ایسا کچھ تو یارو ہم کو کیا کہیے
پھر ان کے عشق میں ماریں نہ دم ہم کو کیا کہیے
کیا جو غور ہم اپنے تئیں دور از وفا دیکھا

پیمبر کا جگر گوشہ بر لیے آب دو دن ترسے
پیئیں ہم آب سرد اسجار کہیں امید کوثر سے
شفاعت پھر طلب کیجیگا عقبیٰ میں پیمبر سے
نہایت شرم دیں سے ہم دل اپنے کو جدا دیکھا

سو تین فرزند انکے خاک و خون میں ہم نہالی پر
حرم خاک سیہ پر بیٹھیں اور ہم فرش قالی پر
مسلمان پھر کہاتے ہیں ہم اس بے انفعالی پر
مروت سے نہایت آپکو نا آشنا دیکھا

نہ ہو ناموس پیغمبر کو زیر چرخ جب پردا
بٹھا دیں لے کے ہم ناموس کو پردے میں وا دردا
نہ جانیں کیا جواب اس بات کا دیوینگے ہم فردا
کہ ہم اس امر میں ہر ایک کو دور از حیا دیکھا

ملے نا انکو تا نان خشک وہ جو کونسے دکھ پاویں
اور اپنے واسطے ہم اطعمہ اقسام پکوا دیں
سبے پھر صبح کا خطرہ جو بعد از شام ہم کھا دیں
غرض اس طرح کے جینے کو اپنے بے مزا دیکھا

محبو مینھ لتو وہ ہی ہی جو اس دکھ کو سن رو دے
جفا میں دل اسے کہتے ہیں جسمیں نے ردیہ ہوئے
مسلمان وہ ہے عمر اپنی اسی غم بیچ جو کھو دے
نہیں دیں اب ہمارا سا کہ کفر اس سے بھلا دیکھا

ترے اس نظم پر سودا خلائق آپ ہی رو دی
سیاہی پیقلم تا مرے سے عالم کے لیے دھوئی
یہ دست آویز تا محشر کی ہے یا مرثیہ گوئی
کہ ہر اک بند پر جسکے در جنت کھلا دیکھا

مرثیہ دیگر

آج روتے ہیں احمد مختار
ہاتھ ملتے ہیں حیدر کرار
آج ان کے جگر کے ٹکڑوں کو
ظلم کی تیغ سے لیا ہے اتار

راکب دوش کا محمد کے
آج نوک سنان پہ ہے سوار
دھوتے جن گیسوؤں کو پیغمبر
سو وہ آلودہ ہیں گرد و غبار

آج فرزند ساقی کوثر
تشنہ دریا کے جا موے بکنار

آہ افسوس آج صید حرم
ہو گئے رنین شاہیونکے شکار

جن کی خاطر بنا ہے ارض و سما
خاک و خون مین پڑا ہے میرا لال
دو جہان چشم مین ہے انکی تار
کہین ہین فاطمہ پکار پکار

بدن نازنین پہ اس کے آج
ہوئے وہ گیسو برچھی سے مجبا
لگے تیغ ستم کے وار پہ وار
جن کو دھوتی تھی مین سنوار سنوار

آج میدان کربلا کے بیچ
ہاتھ سے باغیون کے اب ہیہات
گھر کا گھر ان کا ہو گیا مسمار
لٹ گیا دین کے باغ کا گلزار

آج بیکس ہین اہل بیت تمام
رو رو کہتے ہین وہ بجلے اب
نہین کوئی انھون کا یاور و یار
کیا ہوا آج دین کا سالار

جسکے مرنے سے ہم سبھی بیکس
سب چلے جاتے ہین اشتر دن پہ سبھی
ہو گئے سب طرح سے اور ناچار
قید مین شامیون کے زار و نزار

جسکا خادم تھا جبرئیل امین
حیف صد حیف آج طوق گران
گھیرے جاتے ہین انکو یون کفار
عابدین کے ہوا گلے کا ہار

اور وہ پا برہنہ جاتا ہے
تشنہ اب کھینچنے کو صد افسوس
آج اس دشت مین جو ہے پرخار
ہاتھ مین دی ہے اشتر دن کی مہار

ہائے اس بیکسی و غربت مین
طعن و تشنیع سے لعین ہر دم
کون انکا ہے مونس و غمخوار
کرتے جاتے ہین انکے دلکو فگار

باپ کے غم مین ہے وہ اتنا غرق
دن اسے چین ہے نہ شب آرام
نہین رونے سوا اسے سروکار
یونہین گذرے ہے اسکو لیل و نہار

تاب اسکے نہین ہے سننے کی
حزن اشکو لنے روتے ہین حصار

سودا اب تعزیے مین اسکے تو
عمر طبعی تلک ہو ماتم دار

مرثیہ مسدس حضرت امام در زبان پنجاب مع دوہرہ

کوکدی زینب پیٹکیے سر لوٹنا دے جھنڈ کپاون
تجھ جیسا اک پیر گنوان کر کسنون مکھ دکھلاون

تینڈھی نون لے جان دے ناہین کنول منہ دن جاؤن — جان ورسا تو جتھی گھبرا دتی کسنون نیچ فرگاؤن

ہیر ائینڈی حال دی ہن کہبر کب پائے
اُہنی جینوں بھیجے اُہنی پھیر نہ آئے

روس تو جاندا تو ہن ہیر انجھ لون جا مناوے — ہٹ پیر دن مین پی کی تینڈی جانڈی جون گلاندے
کھبر تو سانو جو کمنڈ اہی کل اس دیہی روہاندے — ان گلان تین کھلک دے مینو باس لہو دی آندے

بن منادن اوندی رس جالے جس کھاؤ
کیا جانے کت ہوی دھیپ ہرات چھاؤ

ساڈی گول پھر اور روریون چھپدی یہو جائے — کس گن چھاندگیا وہ مینو جس دے تون ناجائے
کنون وچ اس کل دے بوڈی موت نہ سانو آئے — اٹھ دکھیا تو تکی سمجھاوان سمجھے کب سمجھائے

ننڈل او سنون بھانیا لیکھ ہن سمجھائے
سائیں جیدا میٹھا پھیر کمہ پھر نا دکھلائے

سہرہ دینا جب تین جھدا اُنہی وہ گھوڑی گلمندے — کاش لکھے نون تحو نڈی مین اُنی جگر سرہندے
لوتھ تو تینڈی جنگل دی وچ یون تو پئی نرہندے — اصغر نون لے گودین پانور دروہن یون گمندے

کون ستم دی میٹھ وچ بجھے پولرے ہو
میٹھے نفع نون روندے لوکی تہ سی کھو

تیکر تینڈی لو وچ ہیر اچین دلاندا کھوندے — تخمل کھیلونے جھدکرا اپنی ہیہیو کہہ روندے
کب کب اپنی کل مین مینڈی برچھی میک چھوندے — سوتی نون ہین جون جون جھیکون تین نیکل ندے

مینڈا ندے کی اکھی بن دے جون پنکھ
پھرک پھرک تھک جال وچ میٹھین نیکھ پنکھ

تینڈی کھاطر آج سکینہ پیٹ پیٹ سر روئے — بانو دے بیلائے بھائی پیکل نیند نہ سوئے
اکھو تو وہ دکھیا رو دو کیکر چند نہ کھوئے — جیدا بابا دشت بلا وچ ذبح پیاسا ہوئے

ہک دکھ تینڈی مرن وابھالے مینڈی نال
دوجے ساڈے میر پیا نیتر دا جنجال

تیر تھا جو نیکا جہیا اصغر تینڈا پیارا — اُس نون بھی گودی وچ تینڈی پیاسا تیروں مارا
اکبر وی کل کی آنکھوں مین اسدا سیس اتارا — کس کس نون ہن رو وان شالا مارا کنبا سارا

دل نوں اپنے بھایا ہے وہ لوگ
اک اک ٹکڑے جو پانٹے جسم نہ کتنی ہوگ

میں میں یا نو اصغر دی میں بول یہ بولا کری چپ　　کیوں انکھیں میں تیندی مندی میں لکھ پر کیوں انکھ روی
گرم نہیں کیوں چھاتی تیندی دوچ کیوں ہے سردی　　کنندی ہے یہ رو رو کر اور ٹھنڈی سانسیں بھردی

ہیرے نو سا لوٹے گیا چمکا جیسا نال تو
تھوں دوچ پل مارتے بلا کہا تیں لال تو

جاندی میں جو کافر لینگے عہد نبی دا کینا　　چھدنی دیندی کا ہے تینوں بیرا شہر مدینا
بچی تیندی پالدی سیکر مزدوری دا سینا　　عمر دا پائی گٹ جاندا دان یون بھی سال مہینا

یہ تو قہر نہ دیکھ دی اس بن اے بیر
اکبر وی گل ہو جیہڑے حلق اصغر دی تیر

پاک وطن ڈالی سر کسدے کربل وچ بکایا　　دریایاں بہتا تھا تیر پانی نا دلوایا
یک بیک تنے اوپر اپنی جو بردا پھل لایا　　ہر ہیاری وا سیں اسانوں بہ بھی یہ دکھلایا

سائی جندی بیٹھکر گندے سے دکھ سکھ
سواری تیں جلم دی کٹ گئے دے رکھ

موت سے میتوں نال جو تیندی ہو جاندا منہ پھیرا　　سادا ابھی یہ جگ جاندا ہرا عمر دا جھیرا
دب گیا پانی رنہیں جب پیا روندا ہیرا　　جلکے وطن نوں سونا دیکھو کیکر وسدا کھیرا

جگ وچ جو دم ہوش تھی آنکھوں یوں موت آئے
زینب یہ کچھ دیکھکر وطن نوں جیوندی جائے

لاڈلا اپنی اما دا تو ہیودا اپنی پیارا　　نا نا تیندا دیکھ کے مکھ نوں جاندا تھا بلہارا
بنا ندی تو جگ اجیاری انکھیاں دا تھا تارا　　کس پاپی نے مار کے تینوں جگ کیتا اندھیارا

جڑھ چھاتی یہ گل تیری کھنجر دیتا پھیر
کسی نہ پوچھائی ہوا ایسا بیا اندھیر

میلا دیکھ کے رو رو ڈھونڈیں جن نوں بی بی ہر　　سو مختول سے کیسو تیندی بدھی دی ہر جھیا
پھل پھٹی پر مرجھایا سا سر تن سے پروسدا　　بکھڑا تیندا گل چھپا سو رہے دھپ میں کملا
کنتول میں جو فاطمہ لینے من کا چین تو　　ہن دیکھیں اس حال وچ آمیں ہائے حسین

حاکم ہو جو منصف کوئی اُنہدی نیڑے جاوان
جھبٹلان جا دہن ہو تیندی کسنو کوک سناوان
اوہو بھی جا مے نون تیندی کسنون جائے دکھاوان
لاب نہین کچھ آمین دسدا ایتھو لیچ لگاوان

کسنون ایسی کہوندی نیا دجکن دے آس
جاے نہ جسدی لوتھ دی کوئی ہوسی پاس

جب دنیا وچ رہا نہ کوئی داد دلیون ہارا
لٹ لیا گھر بارا ساڈا مار کے کنبا سارا
تب کربل وچ بیر اتینون پیاسا تیرون مارا
داد جو منگے کوئی کسو سے کسنون یہی یارا

کردی پھران مین بھائیا ملی جو سالو داد
لوتھ لون کاندھے ڈالکر نگر نگر فریاد

مین تو ساڈو بچھڑی بھائی یہ تینون کی ہو یا ئو
جانا تو سی یہ لال جکیندا کاہی وچ ڈبو یا ئو
جو تو تجھے چھاو بھراوا اماڈی اوپر سو یا
تن تیندا بے سیس پیا ہے سر لون کتول کھویا

بچھڑے ہون ابکی گھڑی رو رو تیندی کول
مان جائے سے بھائیا صدکے تیندے بول

چھاڈکے تینو کتول جانوان بیرا مین گھوکھوئی
تنہائی سے تیندی برچھی ساوی جگر چبھوئی
غم دی وچ تیندی جنم جنم ہن رو واگی ور روئی
نا ہین کیدا سچ ہے جگ وچ وقت بری وا کوئی

ایسا مجھ پر تفرقا پیا سر گ دے ہاتھ
سر تیندا تن چھانڈ کے چلا ہے تیرے ساتھ

ہوتا تیندی قسمت واجو وطن دی وچ یہ ہونا
یان تو پیا اساون تیندی گور گڑھی داد انانا
خاصی وانہ کفن ملدا تو گاڑھا دھو تر جھونا
مینو بھی ہن چھانڈ بھراوا ہیلو تیندی سونا

سکھ دچ تیندی بھائیا تیتی تیندی رنگ
لیکر جھدیے دکھ ہے جنم جنم وا سنگ

موت کا تیندی بہن نے دیکھا جگ سے چلن نرالا
ایسا قہر کسی دے سر پر دیکھا کتنے ستالا
نے بھائی نون کفن ملے نے بھاوج نون نہ دسالا
گور بنا تیندی بیٹھونگی کر جگدا منہ کالا

چھانڈ دیتندی گور دی کرونگی اپنے کیس کا
کہتی جاوان چھانڈ کر یہ ہے یان پردیس

مطلب زینب یون اُکھے تھی کٹ کٹ اپنا سینا
کہندی تھی مین تجھ بن ہوگا کیکر ساڈا جینا

لوہو گئے وان مینا جس جا تیندا گری پسینا
سو تیندی ہین کول کرونگی چھدا شہر مدینا

کرنے دی آسے نہین ان گلاندی تاب
سن ہوندا سن سن اسے اہل حرم دا آب

گلاں نے زینب دے سودا جین لاند کھویا
جن نے سنا یہ حال اُس ہمک مین لہو دی انجھو دیا
ما بھی نون اعمال دی اپنی مل اُن نے دھویا
امرزش و الختم یہ تو نے خاطر سب دی لو یا

رہیو تو نت دین وچ احمد و آلِ بتول ۔ تم
دنیا مین سایہ تلے اُنکے پھل اور پھول

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

جاؤ بھوے اے بنرے قاسم تیری گھر مین سو وے
سیس کٹا کر لادے لیکے تو بن مین سکھ نیند دن سووے
نول بیاہی تجھ بن دیکھے نول بیاہی جیکو کھووے
جو تو صورت آن دکھاوے تو اب اسکو تسکین ہووے

لوگ کنم کے سب تجھے یون کہتے ہین بات
چل بنرے مل بنری سے آج تخت کی رات

تو ہو مین رنگ کر بیاہ کے کیسری رنگ بسنا تو سا کھلایا
کس ساعت مین باندھا سہرا جن نے تیرا سر کٹوایا
ماں تیری سر پٹک کے ہی ایسا جیورا مفت گنوایا
جو ہر کر تو مجکو مرتا کیون نہ یہ تیری دل مین آیا

تجھسا بیٹا بیاہ کے دن سر کو جب کٹوائے
تجھسی دکھیا مان تیری کیون نہ پچھاڑین کھائے

تیری لگن کے دن اے بنرے موت مشاطہ ہو کر آئی
جن نے کر بیوہ بنری کو ماتم مین تیری بھلائی
کٹوائی تن باندھ کے کنگنا ہاتھ کی اپنی آج کلائی
کیونکر منہ اب اُسکو دکھاؤن تیری بنری کی جائی

آرسی مصحف دیکھ کر ٹوٹی اُس کی آس
رووے گی جب تک ہے سانس تن کے پاس

کون ہے ایسا جو کوئی اب تن سے تیرا سیس لگاوے
ورس ترا تیری بنی کو دن سے لیجا کر دکھلاوے
ڈولکے میلا جی تن مین پہلو اسکے تجکو بٹھاوے
کبتک دیکھون ہو کا یہ دکھ کاش مجھے بھی موت آوے

بینا نتھ یہ سنگار سب پل مین دیو گنوائے
چادر اوڑھے ملگجی بیٹھی سیس لنوائے

موت کی نیند آئی ہے تجکو کیونکر تو اب آنکھیں کھولے — بیٹھے دولہا بنڑی کی اپنی رین بتائیں کس طرح سے بولے
چپکے ہو جانے سے تیرے ہیں مجھ دل میں لاکھ بلولے — چھائی ہیں اس شوخ کے باعث غم کی اگن ہر پڑے پھپھولے

قاسم کس سے روس کر رہا ہے بن میں سو
گھونگھٹ میں بنڑی تیری جی دیوے رو رو

روتے روتے یاد میں تیری انکھیاں ہی بنڑی کا دم — ٹکڑے جگر کے گودی میں اب دھرے ہے انکی چشم پرنم
انکی صورت دیکھ گئی ہے میرے دل پر برچھی پیہم — جی میرا بھی تن سے میرے کاٹے لیجا دے اب یہ غم

بیٹا تو بے جان سے ہے یہ بہو کا حال
کیا اب جی کر میں کروں ہے زیست وبال

تیری بہن پوچھ نہ اس سے جا بھی ملیر ہیر کمان ہے — بتلاوے تو اسکو مجھے بھی معلوم اسکا اگر نشان ہے
وہ من مارے چپ ہے ایسی منہ میں نہیں گویا کہ زبان ہے — بہت جو پوچھو تو گھبرا کر ہے اس دم فریاد و فغان ہے

دل میں اپنے وہ غریب کر بیٹھی یہ غور
جس جا سے آنا نہ ہو گیا ہے وہ اس ٹھور

کیسی کری وہ نول بیاہی دکھ سہتی ہے ہے ہے ہے — لوہو کی ندی انکھیں سے اب بہتی ہے ہے ہے ہے
پیٹتی ہے سر اپنا ہر دم وہ رکھتی ہے ہے ہے ہے — بیوہ ہو کر یاد میں تیری یوں کہتی ہے ہے ہے ہے

جو میں ایسا جانتی چھوڑ جاسے گا موہ
تو بنرے میں بیاہ کر پل بچھوڑتی توہ

جرمی جنسکیں کو بھی سنکر غم سے بھولا چکنا چوگا — ظلم ایسا جو گذرا اپنر دنیا میں نے ہوا نہ ہو گا
قسمت میں تھا اس بنڑی کی ایسا بنڑا مرنے جو گا — جو سنتا ہوئیگا نہ رو رہی سخن وہ کتنا ہو گا

جس بنڑی کا بیاہ میں بنڑا یون مر جاے
کیا گذرا اب ہوئیگا اسکے دل میں ہاے

غم کی شدت سے وہ پیٹے سر اپنے کو نوچے ہے مو — اور پچھاڑیں کھا کر دکھیا زخمی کرتی ہے ناخن سے رو
دوست نہیں ہے کوئی اسکا دیکھے ہے دشمن ہیں سو — کون ہے اب جو راہ بتاوے تیرے غم کرنے کی اسکو

روتی ہے بنڑی تری لے لے تیرا ناؤں
کہتی ہے تجکو نے چھوڑ کدھر کو جاؤں

جڑی نہ جانے کس ساعت میں پڑھی ہے اسکی لگن کی پاتی — پاؤں کے رکھتے اسیر تری اب جو قضا نے گردن کاٹی

کیا کہیے جو بیان کری ہی منہ سے وہ ململکر ماتی — سن سنکر یہ باتین اسکی پھٹتی میری چھاتی

کیون نہ ملون مین راند ہو لمہ سی آج بھبوت
جسکی بیاہی ساس جی موا تمھارا پوت

مٹتی نہین ہی مجھسے ہرگز یون کہ کہ مین بہت منایا — بیٹا بوجھ چچا کا تیرے پوت لپنے سے بیاہ رچایا
کیا جانے کیون اسکا قضا نے سہرے کی دن سیس کٹایا — اپنی جو قسمت مین لکھا تھا اس شادی مین سو مین پایا

باندھا کنگن تیرے سکھ کرنے کو ہاتھ
کیا مین جانے تھی بہو یون بچھڑیگا ساتھ

دشمن سی نہ بدی وہ کی مین چرخ ذکی جو مجھسے کوئی — دولھا کی مان بیاہ مین خوش ہو لو ہوئی مجھو ایسی مین کھوئی
چاؤ مین شادی کی مین تیری راتونکو بھر نیند نہ سوئی — قسمت کا جو لکھا ہو پایے بیٹا سکی کب اکو کوئی

بیاہ کی شب سارا اکٹم سر پر ڈالے دھول
دولھا کی چوتھی کے دن تیجے کے ہون پھول

ایسی کسو نے بھی دیکھی ہو کہنے کی نوشہ کی حالت — ناتے ٹرے مین گرد برائی تو ہوئی اپنا جای تربت
آرسی مصحف بھی ٹک دیکھین دی نہ فلک نے اتنی مہلت — دیکھی نہ تھے یہ دولھا دولھن وصل ہو روز قیامت

دولھا کی قسمت مین مرنا بیاہ کے روز
جیوے دولھن جب تلک دولھا کا ہو سوز

کوئی بھی مان دیکھی ہی ایسی بیٹی کو جو بیاہنے جاوے — بدلا ہو گی گھر مین اپنے بیٹے کے تابوت کو لاوے
کھانا جو اس بیاہ مین چاہی خون جگر وہ اپنا کھاوے — پانی آتا ہو نہ میسر حلق مین جو مرتو نکا چھاوے

یہ شادی دیکھی نہین سکتے ہون گے لوگ
جس شادی کی رسم مین لوہو رس بھوگ

جور جو اس دولھا نے سہا ہے کون جفا یہ سہتا ہو گا — اس نوشہ کے آٹھ پہر لوہن تن سے لوہو بہتا ہوگا
آتش غم سی شادی مین اسکی دل عالم کا دہتا ہو گا — پوچھتا ہو گا جو نام اسکا سننے والا کہتا ہو گا

بیٹا تھا یہ حسین کا قاسم اس کا ناؤن ہو ہو
بن مین جو بے سر ٹرا یہ چھوڑ مدینہ گاؤن

دولھن تیری کہتی ہی تجکو دولھا ہے یہ میرا کیسا — دولھا اور دولھن کا جگ مین دیکھا کسو نے سنجوگ ایسا
یاد ر تجکو نہین وہ آہ حال اسکا سکتے ہین جیسا — میری طرف سے اس سی کہے یہ کون کہ میری پاس ایسا

قاسم کس کے کنے سے آج رہا ہے روٹھ
سب کہتے ہیں مر گیا میں جانوں ہوں جھوٹھ

کہتی ہے یوں کبھی میں اس سے ہوتا جو وان جانیوالا
مجھے مائی اسکو جو مؤا ہو جیتا ہو تو اسکو منا لا
غم سے ٹوٹا ہے عجب طرح کے اس دکھیا کے دلکو پالا
بیٹھ کے جس جا کہ روتی ہے لوہو کا اُسجا بندھے ہے تھالا

کرتی ہے غم میں ترے روز و صبح و شام
پیٹے ہے وہ دم بدم سے لے تیرا نام

گہ تو رو رو کر سر پیٹے ہے گاہ کبھی ہے یوں گھبرا کر
تم میں سے جو کوئی اُسکی خبر نہیں دیتا ہے لا کر
چھوڑ دو مجکو واسطے رب کے ڈھونڈوں اسکو میں ہی جا کر
مجھے دلیں یہ باتیں اُسکی برچھی سی لگتی ہیں آ کر

کرتی ہے اسطرح سے رو رو کر یہ بین
خلقت میں ہے جو کوئی رہتا ہے بیچین

جو منفعل اس دکھیا کی شادی کا قصہ یہ سنے گا
غم کی آگ سے جی جیتے تک دل اسکا جوں مرغ بھنیگا
وہم ہی اپنے تخم خوشی رو رو کر پھر عمر چنے گا
اُس دہر کو پڑھ پڑھ کا وہ سیس اپنا ہر آن دھنے گا

یہی دعا یارب مری مستجاب اب ہوئے
جبتک جیویں سائیاں تب تک جیوی جوئے

سودا آل نبی نے تب اُٹھ دیکھا جور فلک سے
کب نظر آیا ظلم و ستم بن اُنکو کچھ اُدھر فلک سے
دیکھی بدی ہے مطلب اُنھوں نے ساتھ ہی ہر طور فلک سے
شادیوں میں بھی غم کی صورت انکو بندھی فی الفور فلک سے

شادی کا جن کے سنا تم نے یہ کچھ حال
غم کا اُنکے کیا کہوں پوچھو مت احوال

مرثیہ مسدس

خامہ ام حرفے حکایت می کند
عالمے را ابر غارت می کند
خنم بدلہا کار آفت می کند
گریہ بے حد و نہایت می کند

برق چشمک زن اشارت می کند
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر
کربلا کے عزم پر باندھی کمر

تب کہا ہر دوست سے با چشم تر ۔ حق نے یوں چاہا نہ تھا قصد سفر
سب سے یہ بندہ چلا شاکر مگر
از جدائیہا شکایت می کند

میرے جینے کی خبر جب تک سنو ۔ در گذر خط لکھنے سے مت کیجیو
بھول جانا تم نہ دور افتادوں کو ۔ پر اٹھا کر جب قلم لکھنے لگو
بھر کے آہ سرد یک دیگر کہو
بشنو از نے چون حکایت می کند

جد کے جا مرقد پہ بولا پھر امام ۔ دل میں تھا زیر قدم ہوں میں تمام
دھر نے چاہا نہ یاں میرا قیام ۔ شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام
پر یہ دل آزردہ اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت می کند

اس سفر کا دکھ کروں میں کیا بیان ۔ ساتھ ہے عابد مرے وہ ناتوان
تن پہ جسکے میں رگ و پے کا نشان ۔ سر سے لے تا پا ہے اک خشک استخوان
بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہان
بشنو از نے چون حکایت می کند

ضعف کے مارے اب اسکا ہے یہ حال ۔ اٹھ پہر اسکو پڑا رہنا نڈھال
اس مصیبت کو مری کیجو خیال ۔ ساتھ لیجانا تو ہے اسکا وبال
رہنے کو کہتا ہوں تو میرا وہ لال
از جدائیہا شکایت می کند

میں تو ہوں سب طرح راضی برضا ۔ پر تاسف ہے تو اتنی بات کا
راقم تقدیر جب لکھنے لگا ۔ خامہ لیکر میری قسمت کا بدا
کیوں نہ اس نے مجھسے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

عرض یہ کرتا ہے شبیر غریب ۔ کر مرخص جلد اے حق کے حبیب
کربلا تا پہونچے یہ محنت نصیب ۔ صبر نے سر میں نہ خنجر میں شکیب

اب بہم ہر اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت می کنند

آل تیری اے ز سر تا پا کرم … عین لطف اپنے سمجھے ہے ستم
پر مجھے اس بات کا ہے سخت غم … جب جزا اس کام کی ہوگی رقم

اتم امت سے کیے کا دمبدم
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین القصہ کرتا تھا کلام … چشم حاکم مین تھی یکسان صبح و شام
ڈالتے تھے خاک سر پر خاص و عام … اقتدی کہتے تھے رو رو کر تمام

آگے پیغمبر کے اے یارو امام
از جدائیہا شکایت می کند

جب چلا رخصت ہو وہ عالی نسب … یون کہے تھا بھر کے آہ سرد تب
دیکھیے یہ اے دل محنت طلب … سر کٹے ہے دوست بن تا روز و شب

خامۂ تقدیر کیا کہتا ہے اب
بشنو از نے چون حکایت می کند

آخرش جس خانہ پایا قطرۂ آب … ڈالی وان بستی مدینہ کر خراب
تشنگی سے جب ہوا سینہ کباب … تب کیا رو کر محمدؐ کو خطاب

سب طرح شاکر ہے بندہ بیحساب
از جدائیہا شکایت می کند

آہ جس صورت سے ابن مصطفےٰ … کربلا کے بن مین با چندین جفا
ظالمون کے ہاتھ سے مارا پڑا … مین مفصل کیا کہون وہ ماجرا

دیکھ آگے خامہ اب کہتا ہے کیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

ظالمون نے کرکے قتل بے سبب … شاہ دین کا سر کیا نیزے پہ جب
دیکھ مشغول تلاوت اسکے لب … ہوئے اکثر نوحہ گر ان کو عجب

بول اٹھے بعضے لعین بے ادب … از جدائیہا شکایت می کند

لے گئے سر کو تو دین کے راہزن | تلملا کر رہ گیا لوہو مین تن
دور از تابوت و محروم از کفن | شب کو تھا جس ماجرا مین وہ بدن
خامہ یون کرتا ہے تفصیل سخن
بشنو از نے چون حکایت می کند

نصف شب گذری کہ از سوئے فلک | وارد اک محمل ہوا وان یک بیک
صاحب محمل نے سر اپنا پٹک | بولی لے فرزند سینے سے تنک
اٹھ کے لگ میرے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

کہ تو اب اے سبط ختم المرسلین | کیا ہوا تجھ سے گناہ اہل کین
ذبح ناحق کیون کیا تیرے تئین | سر تو اس مظلوم تن پہ تھا نہین
نرخرا بولا باواز حزین
بشنو از نے چون حکایت می کند

اے کہ سر تا پا مین تجھپر جون سپند | غم نہ کر اس امر مین دل کے پسند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند | شکوہ تجھ دل ہی کو ہے اے دردمند
تجھ سے جو پوچھے تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

سر مرا نیزہ پہ تن بر روئے خاک | اقربا تیغ ستم سے سب ہلاک
عابدین زنجیر مین معصوم پاک | عترت اڈونیر اسیر اندوہ ناک
بولے گی آگے قلم ہو سینہ چاک
بشنو از نے چون حکایت می کند

تیغ گردن پر مری جس دم چلی | سر کے کٹنے تک نہ جا گہ سے ہلی
مین یہ سمجھا ہے رضائے حق بھلی | سانس بھی اس واسطے ذرہ نہ لی
تا کہے کوئی نہ یہ ابن علی
از جدائیہا شکایت می کند

فاطمہ یہ سنکے ہو بے اختیار | روئین اس تن کے گلے لگ زار زار

دل میں آخر مہر کو دے کر قرار
پھر سدھارین ہو کے محمل پر سوار

خامہ بس ہے ختم سخن پر ابکی بار
بشنو از نے چون حکایت می کند

سودا تو خاموش ہو اب ایک تل
کہ قلم کو اپنے کاغذ سے نہ مل

اشک سے تنہا نہیں ہے خاک گل
آب ہے اس حرف سے پتھر کی سل

حال ہے اب یہ کہ دل سے لخت دل
از جدائیہا شکایت می کند

مرثیہ حضرت قاسم مسدس ترکیب بند

کیا کہوں شادی قاسم کا میں احوال تم
واسطے دیکھنے کے آرسی مصحف جس دم

بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم
گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھاوی باہم

قاسما مرگ جوانانہ مبارک باشد
جلوۂ شمع بہ پروانہ مبارک باشد

ہو گئی ہے بزم جہاں کو الم افزا یہ برات
دولہے ہم لوہو میں نہائیں میں یہ رنگ ہے بھینی رات

ای شہادت بصفا جلدی کر چل گھول نبات
جام شربت سی بھر اور رکھ کو ایک ایک کے ہات

ساقی و شیشہ و پیمانہ مبارک باشد
ہمہ غلطیدن مستانہ مبارک باشد

لاکے لائے بالغیان رنج کی چمن سے پھلوار
گوندھو نوشہ کیلیے آج گل غم کے ہار

تار گھٹنے کا کر دھریئے لوہو کی دھار
گاؤ دروازے پہ تم باندھکے یہ بندھنوار

غم این خانہ بہر خانہ مبارک باشد
درد کاشانہ بکاشانہ مبارک باشد

ہے عجب جشن کہ جس میں ہوئے اسباب سرور
سینہ ہر ایک کو اک کوڑی ہے دف کے دستور

غم بجاتا ہے یہ ناخن زن دل ہو طنبور
اجل آ رقص میں گاتی ہے یہ نوشہ کے حضور

غم جان تو بجانانہ مبارک باشد
چہ بخویش چہ بہ بیگانہ مبارک باشد

کپڑے پہنے تھے جو پہننے کیلیے بیاہ کی رات — کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشہ کی ہوئی قطع حیات
یون بدا تھا کہ سے جائین کفن دوز کہ ہات — شہ نے پہنے تو کہا موت نے کر تسلیمات

بعذرت خلعت شاہانہ مبارک باشد
جامہ پر خون شہیدانہ مبارک باشد

ریت اور رسم مین دی جان بنے نے تسیر — دیکھنا اسکو تبو کا نہ ملا بھر کے نظر
نیگ مین جا کے دھنگا نیکے دیا اپنا سر — لینے والون نے کہا خرم و شادان ہو کہ

بتو این ہمت مردانہ مبارک باشد
بکفت جود کریمانہ مبارک باشد

پاس دولھن کے بٹھایا تھا اسکو لا کے جہان — دیکھکر خصلت دوران کی یہ تبین تہ مکان
یون لگی کہنے کہ اٹھ جلد ہو تو بیٹھ نہ یان — عیش دائم کے لیے تیری جگہ دی ہین نشان

حجلہ ات گور غریبانہ مبارک باشد
تا قیامت بتو آن خانہ مبارک باشد

تیری تو بات کا ای لاڈلے کھیلین چھنا — دیکھ دیکھ اور بنی کے تئین سر کا دھننا
دمبدم غم کے انگارون پہ جگر کا بھننا — لستہ ہر ایک کہ دمہ سے یہ سہلے سنا

بدلت حسرت جانانہ مبارک باشد
آشنائے ز تو بیگانہ مبارک باشد

چاہنا کھانیکا اس بیاہ مین ہی نادانی — اجز کباب دل مہمان نہین یان بریانی
چلو پھر مانگے ہے نوشہ جو کسی سے پانی — اکتی ہی بیاہ کے یون سامنے آمہانی

تا ز نوش غم جانانہ مبارک باشد
بتو این خوردن شکرانہ مبارک باشد

آخر کار کہون کیا مین زمانیکے کھوٹ — دیکھ اسکی چہرے پہ جو بدسہرا رکھتا تھا ہوڑ
جس گھڑی ہیر ابد عوز کیا سہرا توڑ — اٹھ چلا کہکے بنی سی دل صد چاک کو چھوڑ

بہر زلف تو ہمین شانہ مبارک باشد
زینت و زیب عروسانہ مبارک باشد

یہ وہ شادی ہے کہ محشر تئین جس کا ماتم — نبچے اس ایک بنی کی کرے گا عالم

ہے یہی موجب آمرزش نوع آدم　　سودا اب مرثیہ تونے جو کہا اس غم

ہر دل عاقل و دیوانہ مبارک باشد
چہ بشہر و چہ بویرانہ مبارک باشد

مرثیہ مسدس ترکیب بند

کس سے لے چرخ کہوں جاکے تری بیدادی　　ہاتھ سے کون نہیں آج ترے فریادی
جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی　　یہان تیئں پہونچی ہے ملعون تری جلادی
کوئی فرزند علی پر یہ ستم کرتا ہے لو
کیون مکافات سے اسکے تو نہیں ڈرتا ہے

وہ علی ابن ابوطالب و داماد رسول　　وہ علی جس سے کہ بیاہی تھی محمد نے بتول
وہ علی جس کا سخن ہوویگا محشر مین قبول　　اسکے فرزند تری تیغ سے ہوویں مقتول
آدمی ہی نہیں تنہا ترے ہاتھوں غمناک
جن اور حور و ملک ڈالتے ہیں سر پہ خاک

یہ وہ فرزند علی تھا کہ جسے صبح و شام　　آکے روح الامین کرتا تھا مدینے مین سلام
اور کہتے تھے سبھی خرد و کلان مل کے تمام　　جن و انسان ملک و حور کا بیشک ہے امام
اسکو کربل مین کیا ذبح پیاسا ہیہات
کیا دکھاویگا محمدؐ کو تو اب رو بد ذات

خویش و فرزند عزیز اسکے تھے جتنے پیارے　　دشت و تیغ سے تیئں ظالمون کے سب مارے
اہل بیت اسکے جو باقی ہین سبھی آوارے　　قید مین کوفیون کی جاتے ہین وہ بیچارے
نہ انھین چین ہی دن کو نہ انھین رات آرام
اس مصیبت مین چلے جاتے ہین کربل سے شام

لیے جاتے ہین وہ جس راہ سے ہے خارستان　　نہین تالاب کوئین کا کسی منزل مین نشان
پا برہنہ چلے وان زین عبا تشنہ دہان　　سر کھلے اور وہ اشخاص بہ پشت شتران
جنکے محمل کیطرف دیکھ نہ سکتا تھا فلک
مہر و مہ کی نہ پڑی جن پہ نظر آج تلک

اسلحہ جاتے ہین گرد انکے چلے وہ کفار
کسیکے ہاتھ مین ہی دف کسی کے ہاتھ ستار
مست و سرشار ہر اک کیف مین کھینچے تلوار
عابدین کے تئین جاتے تھے ڈراتے ہر بار
کیا کرے ہائے وہ اسکا کوئی غمخوار نہین
اب سوا رونیکے کچھ اسکو سروکار نہین

لیے جاتی ہی جو اسکو سپہ ظلم کی صف
کوئی انمین نہین ایسا جو کرے انکی طرف
بیٹھ کر منھ کو یہ کہتا ہے کہ یا شاہ نجف
سر بنا یا ہے مرے باپ کا نیزے پہ ہدف
گھوڑے دوڑا کے انھی مارتے جاتے ہین تیر
جو کماندار تھے اس فوج ستم مین بے پیر

ایک تو آتش غم سے جگر اسکا ہے کباب
دوسرے شدت گرما سے نہٹ ہی بیتاب
اور مانگے ہے کسی سے وہ اگر قطرۂ آب
عوض آب وہ دیتا ہے درشتی سے جواب
جو جگر ساقی کوثر کا ہو سبحان اللہ
پیاس کے غلبے سی اس شخص کا ہو حال تباہ

غرض اسطرح کی ایذاؤن سی عابد کی تئین
لے گئے شام تلک ساتھ حرم کی وہ لعین
داخل کفر ہوئے چھوڑ محمدؐ کا دین
آخرکار رعینون نے بطشت زرین
لے گئے رکھکے بشاشت سی سر شاہ شہید
جس جگہ بیٹھا تھا دیوان کئے ملعون یزید

رجز پڑھتے ہوئے آئے وہ لعین لے کر سر
اسپ مانگے تھا کوئی ان مین کوئی خلعت زر
شمر ملعون عمر سعد پھر آ گے آ کر
عرض کرنے لگے یون سامنے اس طشت کو دھر
لائے ہین آج سر اسکا ترے فرمانے سے
جس کا رتبہ ہے بڑا عرش کے بھی پائے سے

یہ وہ سر ہے جو رہا دوش محمدؐ پہ مدام
لائے کربل سے جسے رکھ کے سنان پر تا شام
اہل بیت اسکے یہ زنجیر مین حاضر ہین تمام
دے شتابی ہمین جو تجکو ہی دینا انعام
کام ہم نے یہ خلافت کے لیے تیرا کیا
کہ سبب جسکے سے دین اپنے کو برباد دیا

منتقل تاکہ ہو تو دین سی ہم منھ موڑا
ایک کو آل محمدؐ سے نہ جیتا چھوڑا

خرد تو دے ہیں کس چیز کا ہی یاں توڑا کسی کو بخشی تو گھوڑا کسی کو دے جوڑا

اتنے ہی واسطے کرتا ہے سپاہی محنت
تا کہ محنت کے عوض دے اُسے آقا راحت

سُنتے ہی اسکے یزید اُس سے یہ کہنے لاگا کیا حسین ابن علی کا کوئی ایسا بچا
جسکو پھر مجھسے خلافت کا نہوے دعوا ایک ملعون نے ان میں سے یہ سنکر کے کہا

ایک بیمار سا لڑکا ہے کوئی عابد نام
طوق و زنجیر میں رہتا ہے وہ اب صبح و شام

سو وہ اس حال سی البتہ نہیں ہے جینے کا کہاں مقدور ہے اب اسکو دوا پینے کا
جینے دیتا ہے کوئی داغ اُسے سینے کا کیا ہے وسواس تجھے ایسے کے اب کینے کا

وہ بھی حاضر ہے حق اُسکے میں چاہے سو کر
جس طرح جانے ہمیں ترد ہمیں دے خلعت زر

سُن اُسے عابد بیمار کو با خیل حرم رو برو اپنے طلب کرنے لگا وہ اظلم
کیا کہوں جیسی مصیبت سی وہ آئے اسدم تاب عابد کو نہ اُس آن تھی رکھنے کی قدم

سر سے لے پاؤں تلک ضعف سی وہ لرزاں تھا
دیکھ نیرنگی گردوں کے تئیں حیراں تھا

اُس لعین نے یہ کیا دیکھ کے عابد کو خطاب کیوں ترا باپ لڑا گر نہ تھی لڑنیکی تاب
رد بیعت سی مری گھر کو کیا اپنے خراب آپ تو جی سی گیا تجھ پہ یہ ڈالا ہے عذاب

ہے گلے طوق ترے پاؤں میں تیرے زنجیر
دیکھتے ہیں تجھے اس حال سی برنا و پیر

سُنتے ہی اسکو وہ سردر یہ زباں پر لایا کیا ہوا گردش دوراں نے جو میں دکھ پایا
جو کیا باپ نے میرے وہ خدا کو بھایا مفت اپنا تو جہنم میں مکان بنوایا

راہ میں حق کے مرے باپ نے باندھی تھی کمر
گو کہ کاٹا گیا اس راہ میں اب اسکا سر

اُس سخن سے جو ہوا آشفتہ ہوا و بیداد قتل عابد پہ کیا امر بلا کر جلاد
دیکھ اس حال کو زینب لگی کرنے فریاد اے یزید اتنا نہ کر ہیجہ تو آگے بیداد

رحم کر حال ہمارے پہ یہ بیکس ہے یتیم
روز محشر سے تو ڈر اور خدا کا کر بیم

جانتا ہے یہ ترے سامنے ہے سر کس کا
گیسو وہ ہوتے نہ کبھو بال جگہ سے کس کا
بوسہ لیتے تھے ہر اک آن محمد کس کا
ظلم کی تیغ سے ٹکڑے کیا مین تن کس کا

قتل پر ایسون کے رہتا ہے تو اتنا سرگرم
لاج کچھ بھی ہے تجھے حق سے محمد سے شرم

راوی کہتا ہے غرض جب یہ کہا زینب نے
رو دیا نہ چرخ پہ خون دیدۂ ہر کوکب نے
ایسی تاثیر کی ان باتون کے کچھ مطلب نے
اس ستمگر سے شفاعت کی کھڑے ہو سب نے

ہوکے ناچار وہ اس خون سے تو درگذرا
دغدغہ جینے کا عابد کے دلے اس کو رہا

سودا اب چشم محبان کو ہے یہ نظم جلا
تجکو جنت مین ہر اک بیت یہ گھر دینگے ولا
پاویگا اسکا محمد سے تو محشر مین صلا
سننے سے جسکے یہ اشک آنکھون سے آتا ہی چلا

سنکے اس مرثیے کو بزم مین جو رووے گا
آب چشم اسکا گناہونکو ترے دھووے گا

مرثیۂ دیگر

کرے ہے خامۂ غم یون روایت اب تحریر
شہید کر چکی جب سب کو ظلم کی شمشیر
کہ سنکے خاک بسر ہون جسے جوان و پیر
رہا نہ اصغر و عابد سوا صغیر و کبیر

یہ حال دیکھ شہ دین نے آہ بھر کر تب
کوئی نہین ہے کہ بیمار عابدین کی اب
کیا خطاب ز اہل حرم سوے زینب
کرے وہ حلق مین پانی چوانے کی تدبیر

نہین رہا کوئی باقی کہ وہ کرے یاری
سلاح دو کہ اب اپنی کرون مین تیاری
سبھونکو مار قضا لائی ہے مری باری
مجھے نظر نہین آتا بغیر اس کے گزیر

مین جاکے رہین شہادت کا اب ہوون ہون جام
تمھین مین سونپ چلا ہون یتیم اپنے تمام
سکینہ پر مری شفقت تم اپنی رکھیو مدام
نہ ہووے یون کہ مرے بعد یہ رہین دلگیر

دیا جواب یہ زینب نے رو کے اے بھائی
ہمین بھی آج کے دن ہائے کیون نہ موت آئی

کہ تیرے بعد نہ ہم کھینچتے یہ رسوائی ؎
خدا ہی جانے کہ کس کس کے ہاتھ ہونگے اسیر

تب اُس گھڑی یہ کہا رو کے شاہ نے جون ابر
کہ میرے بعد ہو کیسا ہی تم پہ جور و جبر
کچھ اور چارہ نہ تم ڈھونڈھیو بغیر از صبر
تمہارے حق مین یونہین چاہیے اب تدبیر

منگا کے پھر رکھا عمامۂ رسول بسر
زرہ پہن کے حمائل کی ذوالفقار اُس پر
امیر حمزہ کی پشت اپنی سے لگا کے سپر
چلے جو حرب کا کر قصد حضرت شبیر

کہ غور آہ و فغان خیمے سے اُٹھا ناگاہ
وہ شور سنکے لگے کہنے یون حرم سے شاہ
ابھی تو مت کرو اتنی فغان و وا ویلاہ
سبب یہ کیا ہے کہ روتے ہین ملکے جمع کثیر

کہا کہ دودھ بن اب جان بلب ہے اصغر کا
ہوا ہے خشک گلو طفل ناز پرور کا
اور آگے کیا کہون احوال اُس کی مادر کا
کہ قطرہ بھر نہین پستان مین تشنگی سے شیر

منگا کے مان سے تب اُس شیرخوار کو شہ دین
لے اپنی گود مین آئے درون خانۂ زین
گئے اودھر کو بچشم تر و دل غمگین ؎
کھڑے تھے دشت مین جیدھر کو وہ گروہ شریر

کہا یہ اُنسے کہ اے قوم ٹک خدا سے ڈرو
ہلاک آل نبی کو نہ تشنگی سے کرو
تم اپنی لحد کو آتش سے اسقدر نہ بھرو
برائے تشنہ لبان آب دو قلیل و کثیر

بھلا جو نزد تمہارے گناہگار ہین اور ؎
تو خوب تشنگی اس طفل پر کرو تم غور
روا نہین کسی مذہب مین اسپہ کرنا جور
مرے ہے پیاس کا مارا عبث یہ بے تقصیر

سن اس سخن کے تئین شاہ سے دیا یہ جواب
ہمارے قبضہ مین ہووے اگر جہان کا آب
نہ ایک قطرے سے تجکو کبھو کرین سیراب
کرے نہ جب تئین بیعت حضور جم غفیر

پھر آگے کیا کہون یارو عداوت عدوان
کہ ایک اُنہین سے نامرد نے پکڑ کے کمان
جدھر کھڑے تھے لیے طفل کو شہ دوجہان
ملا کے فاق سے سوفار اُدھر کو پھینکا تیر

وہ تیر آہ قضا را بحلق آن معصوم ؎
یون آ لگا کہ چھدا بازوے شہ مظلوم
تب اُسکو کھینچ کے شہ نے ز بازو و حلقوم
گئے بسوے حرم لے کے نعش طفل صغیر

حوالے کر اُسے مادر کو اُسکی فرمایا
مین اُسکی پیاس تو کوثر سے جا بجھا آیا
تو شکر کر کہ خدا کو بہت یہ خوش آیا
رہی رضا پہ رضامند زوجۂ شبیر

یہ سنکے مادر اصغر تو ہو رہی خاموش
پر اقربا سے گیا تا فلک فغان و خروش
کوئی تو خاک بسر تھا کوئی پڑا بیہوش
بچشم اہل حرم روز ہو گیا شب قیر

کہا سکینہ نے اس لاش کو لگا کے گلے
نہ مان کی گود مین شہنشاہ سے زیادہ پلے
بہت شتاب تم اے بھائی ہمکو چھوڑ چلے
تمھین نہ دیکھ سکا ہائے یہ فلک بے پیر

بیان یہ کرتی تھی رو رو سکینہ با دل زار
جگر ہر ایک کا مجروح اور سینہ فگار
سنے تھا جو کوئی اسکی بھی چشم تھی خونبار
کرے تھی دمبدم اسکی زبان کی تقریر

زیادہ اس سے نہ کر اب تو سودا طول کلام
جزا ہر دو جہان اس کی تجکو دینگے امام
درود بھیج شہیدون پہ کر سخن کو تمام
سخن تو ترا رولاتا ہے مثل ابر مطیر

مرثیہ دیگر

اکہتا ہی غم نہین نہ کسی دم سے پوچھیے
گر پوچھنا ہی تو کسی محرم سے پوچھیے
یہ بات وہ نہین جسے عالم سے پوچھیے
گذری جو فاطمہؓ پہ اسے ہم سے پوچھیے

نوع بشر مین ہی بشریت کا یون اصول
پر لے گئے جہان سے تشریف جب رسول
جو دل ہی سو عزیز کے جانیسے ہو ملول
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

آدم کے جب فراق نے حوا کو رو دیا
پر جب علیؓ سے فاطمہؓ ہونے لگی جدا
اسکے بھی دلکو گرچہ نہایت الم ہوا
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

روح الامین نے جب بدر سید الانام
گریان سب اہل بیت تھی پر شکوہ یہ کلام
آکر دیا شہادت حسنین کا پیام
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

دنیا سے کھا کے زہر چلے جس گھڑی حسن
منہ سے جگر کے ٹکڑے جب آئے سوئے لگن
حور و ملک نے چاک کیے اپنے پیرہن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

مان پیٹتی ہے بیٹے کے مرنے پہ کرکے بین
پر کاٹ کر سنان پہ رکھا جب سر حسین
یہ بھی عجب نہین ہی لہو روئین اسکے نین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

گر تیغ اس غریب کو جس دم وہ روسیاہ
دنیا تو مین وان بیتا ایک تھی پر آہ
غارت کیو واسطے جو چلے سوئے خیمہ گاہ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

غارت پہ خیمے کے کیا دست جب دراز
ہر چند اس مقام مین جو کہیے سچ ہی باز
نزدیک تھا کہ عرش تلک غم سے ہو گداز
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اہل حرم پہ واسطے دہشت کے کر نہیب
ڈھونڈتین تھی وہ کسو کا گریبان کسی کا [illegible]

جسدم اتاری پاؤن سے زینب کی پائی زیب — گذری جو فاطمہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

چھوڑی نہ سر پہ ایک کے ان شقیون نے ردا — دامن نہ تھا کسو کے جو تن پہ رہے قبا
پر کانون سے سکینہ کے جب دُر لیے چھنا — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

زنجیر کر جب اہل حرم کو اسیر دار — اونٹون پہ لے حجاز و عماری کیا سوار
اور دی اُنھون نے عابد بیمار کو مہار — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جاتا تھا وہ غریب چلا خاک منہ سے ملے — زنجیر اُسکے پاؤن مین اور طوق تھا گلے
جسوقت عابدین کو اس طرح لے چلے — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

تھا اُسپہ رحم تک نہ کسی روسیاہ مین — منزل تمام کٹتی اسے اشک و آہ مین
جب پاؤن بیچ اُسکے لگا خار راہ مین — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

ازبسکہ ناتوانی سے کانپے تھا اُسکا تن — چلنا تھا اُسکو راہ کا ہر یک قدم کٹھن
چلنے کا جب کسو نے کہا سخت اُسے سخن — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسوقت تشنگی سے ہوئی خشک اُسکی لب — مانگا جو اُن سے پینے کو پانی کسو کی جب
اور کوزہ دیکے ہاتھ لیا چھین اُس سی جب — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اس محنت و صعوبت و سختی سے وہ لعین — زین العبا کو لیکے گئے پیش عدوے دین
جب بول اٹھا وہ قتل کرو اُسکے بھی تئین — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

حور و ملک یہ سنکے لگے رونے مثل میغ — نکلی صدا یہ سنگ کی بھی منہ سی وا دریغ
پر جس گھڑی بٹھانے لگا اُسکو زیر تیغ — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسدم سر حسینؓ کو مجلس مین وہ پلید — لائے تو دیکھکر متبسم ہوا یزید
اور چھیڑنے جب اُسکو لگا لیکے چوب بید — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

یہ حال دیکھ زینب و کلثوم نے فغان — جسوقت کی تو کانپے زمین اور آسمان
جو کچھ کہو درست ہی پر سنکے وہ فغان — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اے مہربان خبر نہین مجکو بھی من وعن — بیتی جو فاطمہؓ پہ ہے آگاہ ذوالمنن
دعوا مرا غلط ہی جو کہتا ہون یہ سخن — گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

مرثیہ مربع

رکھتی ہے داغ غم شاہ نمایاں آتش
بھر کی جسد میں خس و خاشاک ہو سوزاں آتش
شمع کے بھیس میں رات کو نکلے ہے گریاں آتش
کر نظر شعلہ پہ ہے چاک گریباں آتش

جل گئے اس غم سے کیا اپنے تئیں خاک سیاہ
چشم دل سے کرو یارو تنک اس غم کو نگاہ
پھیر نہ باد دیا ہو کے صبا کے ہمراہ
اپنے جس غم سے نت اٹھ دیتی ہے یوں جان آتش

یہ الم کرنے میں اظہار زبان قاصر ہے
کونسا خالی ہے آب آگ سے دل ظاہر ہے
سوز غم عرش سے لے فرش تلک دائر ہے
ہوئی ہر جگہ جگر سنگ میں پنہاں آتش

اسکی گردش سے یہ دیکھو ہو جو چرخ بے پیر
شفق اب اسکو نہ سمجھو ہوئی ہے دامنگیر
تشنہ لب آل نبی ذبح ہوئے بے تقصیر
جا کے گردوں کی پلے خون شہیداں آتش

تیغ جب آل نبی پر یہ فلک نے سر کی
نہ رہا خانۂ دل غم میں نہ جا کر بھڑکی
دختر کو نے سر کی خبر اور نہ سر کو دھڑ کی
بسکہ اس غم کی ہوئی جگ میں پریشاں آتش

جگ میں جھمپنٹ ہوا اس گردش افلاک کا طور
موسیٰ کو مرتبہ دربانی کا جن کے تھا اور
بے تمیزی کو زمانے کی تنک سیجے غور
اونکے خرگاہ کی ہو گرد نگہباں آتش

ہے روایت کہ حرم کو وہ لعین بعد قتال
اور اُسوقت یہ تھا تابش خورشید کا حال
گر سوار اونٹوں پہ لے شام چلے وقت زوال
برسے تھی چرخ سے گویا بہ بیاباں آتش

سب بے حجاب اونٹوں پہ بیٹھی ہوئی روتی تھی خون
اور آتی تھی چلی سامنے سے ایسی لون
تشنگی سے تھی زباں سب کے دہن سے بیروں
جسکی ہو جائے حرارت سے گریزاں آتش

جو رد کھا حشر کا رو رو جو کیا آب طلب
پیاس سے پہونچے اگر جان تمھاری بر لب
تو وہ ناری یہی کہنے لگے ہنس ہنس کر سب
ہم نہ دیں آب تمھیں دیں ہمیں گو واں آتش

گود کا طفل طرح پھول کے مرجھاتا تھا
آب کو انمیں سے دے رحم کسے آتا تھا
سینے میں اسکے کنول ماں کا جلا جاتا تھا
دی رسالت کے جنھوں نے بگلستاں آتش

ان غریبوں پہ شب و روز یہ رہتا تھا عذاب
اُسکو دیتے تھے لعین پینے کو گرم ایسا آب
تشنگی سے جو انھوں میں کوئی ہوتا بیتاب
جوش میں جسکے برابر ہوں چنداں آتش

رتبہ تھا زین عبا کا جو سبھوں سے مافوق
پیادہ وہ جاتے تھا اور گرد سواروں کے جوق

گرمیٔ دھوپ کی تابش سی گلے مین تھا طوق
کہ اسے طوق کہون یا گریبان آتش

وہ لعین درپئے ایذا تھے ہر اک جا اُسکے
تھی یہ شدت سے تپ اُسکو کہ ہوا تھا اُسکے
کرتے جاتے تھے ستم سر پہ وہ کیا کیا اُسکے
خون کف پا کا پیے خار مغیلان آتش

تھی نظر چار طرف اُس کی بچشم پر نم
جوش خوناب دل اُسکے نے یہ مارا اُسدم
ناگہان باپ کا سر نیزے پہ دیکھا جو علم
کہ برسنے لگی از دیدۂ گریان آتش

بھر کے اک آہ جگر سوز کہا واے پدر
کچھ ترے حال سے میرا ہی نہین داغ جگر
اے مین قربان ترے سر ترا تن ہے کدھر
کر رہی ہے غم کی دل فاطمہ بریان آتش

اندنون کیلیے اخلاق نے کیا ملے شہ دین
ان سلوکون سے جو پیش آئے ہین تجھسے یہ لعین
بطن سے فاطمہ کے خلق کیا تیرے تئین
سرد دوزخ کی مگر سمجھے ہین سوزان آتش

سر ترا صبح سے نیزے پہ رہے سے تا شام
تا سحر بیٹھ کے خالی کرین ہین شیشہ و جام
رات جب ہوئے تو رکھ بیچ اسے گرد تمام
پھر مین ہین گور مین اور اپنی لعینان آتش

جان حیدر رہا تو اور چشم پیمبر کا نور
ذبح وان ہوئے تو لے ساقی کوثر کے پور
کتنی تھین تجلیہ تول آہ سے سینے کے سرور
نہ ہمان قطرہ ہو پانی کا فراوان آتش

بھائی میرا کیا ستم شاہ سلاطین نی ہلاک
پھٹے ہے سینہ تب اسطرح کہ جون شعلہ ہو چاک
مان مری آہ بھرا کرتی ہے ہو کر غمناک
کیا مگر ظلم کی تھا تیر کی پیکان آتش

جی مرا سوز تپ غم لیے بن ٹلتا ہے
استخوان یون مرا ہر ایک پڑا جلتا ہے
تن مرا شمع نمط را اتون کو آب گلتا ہے
جسطرح دی ہو کسو نے یہ نیستان آتش

دست اعدا سے اگر بچ کے وطن جاؤنگا
طرح گھر جلنے کی گو دان زبان لاؤن گا
گذری جو مجھپہ وہ کس کس کو مین بتلاؤنگا
سمجھے کون اُسکو مگر ہوئے زباندان آتش

سایہ انداز تھا جو گھر کہ صف محشر کا
تشنہ کافر بھی نہ سگ دیکھ سکین جس گھر کا
صاحب اسکا نہ دریغ آب رکھے کوثر کا
عوض آب دین اس گھر کو مسلمان آتش

غارت و قتل نہ یان کچھ سبب نالش ہے
بے یہ غم ہے کہ جہان دفتر آمرزش ہے
مال اور جان کی کب اپنے تئین خواہش ہے
دیکھیے اُٹھ جائین مجرو نہ کہین وان آتش

دیکھکر سر لبستان باپ کا مطلب وہ اسیر
جسطرح شعلہ کی کھینچی ہو کسو نے تصویر
حال جانسوز کچھ اسطرح کرے تھا تقریر
سنکے رہجاے یون اُس حال ہو حیران آتش

چپ ہو سودا کہ شرر آب ہوا پتھر مین
جب محرم مین تو ماتم کے پڑھے گا گھر مین
اجر اس نظم کا دیوے گا خدا محشر مین
ہو گی اس مرثیے کے سوز پہ قربان آتش

مرثیہ دیگر

نہ دی قاسم کو مہندی کے لگانیکی نہ دی فرصت
نبی کو واسطے اُسکے بنانے کی ندی فرصت
سوائے عقد سر سہرا بندھانے کی ندی فرصت
غرض اک آن گردش نے زمانیکی ندی فرصت

بنا یہ وہ، تہ اسے یار دولہن کی رات کا مارا
کسو کو اُسکی شادی مین دہل دف اور نقارا
پڑا جو دشت غربت مین وطن سے ہوکے آوارا
فلک نے جز سر و سینہ بجانے کی ندی فرصت

چلا جب وان جلانے آئی نہ پیغام و نہ نامہ
اجل نے یہ کیا دیکھ اُسکو دولہن ساتھ ہنگامہ
نشان آستین دینے لگا وہ پھاڑ کر جامہ
کہ چلتے وقت چھاتی بھی لگانیکی ندی فرصت

کرون کیا ذکر اُس نوشہ کے گھر شادی کے آنے کا
وہ جھوٹا ہی کریگا جو بیان شربت پلانے کا
بغیر از زخم کیا مذکور بھلا وان پان کھانیکا
کسو کے حلق مین پانی چوانیکی ندی فرصت

نہ تھی شادی نبی کے آل کی خانہ خرابی تھی
نجانے کس لیے اتنی اجل کو اضطرابی تھی
جو آیا اُسمین مرنیکی اُسے اپنے شتابی تھی
کہ دولہا کو دولہن کے بیاہ لانیکی ندی فرصت

جو مہمان آئے تھے اُس بیاہ مین کھانیکو مہمانی
فلک نے آجتک کی جگ مین اُنکی مرثیہ خوانی
تڑپ کر پیاس کے مارے دیا جی سب نے بن پانی
بدھاوا ایکدم شادی مین گانیکی ندی فرصت

لگی ہے غم سے اس شادیکی آگ اسطرح چھاتی کو
عجب شادی ہے جسمین غم نے نشہ کر ہر براتی کو
جلائے جسطرح کوئی دیے کے بیچ باتی کو
بغیر از زخم تن تک مسکرانیکی ندی فرصت

براتی بزم مین بیٹھے تھے ساری رات کے جاگے
طبق خون جگر کے تھے بھرے ہر ایک کے آگے
گلو کٹین اپنے اپنے خون سے سو بہہ گئے باگے
سو اُسکی بھی ستم کیشون نے کھانیکی ندی فرصت

نہ آئے باز وہ ملعون تہدید زبانی سے
سوا لوہو کے اپنی بیاہ کے دن گرم پانی سے
نہ پھیرا کافرون نے منہ کو ایکدم تیغ رانی سے
منڈھے کے نیچے نوشہ کو نہانیکی ندی فرصت

نہین اس غم سے طاقت رونیکی اب چشم گریان مین
خبر سنتے براتی جو گیا نوشہ کی میدان مین
جگر کے ٹکڑے اٹھوائے جگہ کرتے ہین داما مین
اجل نے اُسکو والے گھر تک آنیکی ندی فرصت

جب آئے اقربا سب زیر تیغ و دشنہ و خنجر
جھکے تب ظالمان نوشہ پہ شمشیر و سپر لے کر

گیا بادصف تنہائی کے یہ بھی اسطرح اُن پر
کہ انھین سے کسی کو ہاتھ اٹھانیکی نہ دی فرصت

کرا پھر چارسو سے لشکر اُس پر شام کا سارا
ندان ازرق نے آکر تیر ایسا سینے مین مارا
نہ سوجھا اپنے لڑمرنے سوا اُسکو بھی کچھ چارا
کہ اُسکو ایک ذرہ تلملانے کی نہ دی فرصت

دیا گشت اسطرح نوشہ کو زیر گنبد گردان
چڑھین ان اشتر و نیر سمد ھنین جنکے نہ تھا پالان
سرونکے انکے سر اُسکا چلے نیزہ پہ لے دونان
دولھن تک بیچ محمل کے بٹھانیکی نہ دی فرصت

بیاہ دولھے چلے وہ جنکو انکے حال کو سن کے
نکالین بیٹھکر کانٹا جسے گر پاؤن مین اُنکے
جگر آتش سے غم کی سینہ مین رہجائے جل بھنکے
بتھا پیشون سے لتنے ٹھہر جانیکی نہ دی فرصت

غرض اس شادیکے غم نے جگر آفاق کا بھونا
گئے لے ذرہ ذرہ گوشت نیزون سے وہ ملعونا
کرون مذکور خلعت کا جو شہ کے ہوا الم دونا
کفن بھی اُسکی میت کو پنہانیکی نہ دی فرصت

برات اور بیاہ ہوتی دیکھتے ہین نا کس و کس مین
رہی منھ دیکھنے کی آرزو دونون کو آپس مین
یہی دولھا دولھن ہمکو نظر آئے نہ رنگرس مین
فقط اک آرسی مصحف دکھانیکی نہ دی فرصت

زہے شادی کہ جسکی نقل سُن آفاق مین ہرسو
سُنا اے سودا اب یہ مرثیہ جن تو پھر اُسکو
گریبان چاک ہے ہر مرد ہر زن ہے پریشان مُو
کبھو غم نے خوشی سے دل لگانیکی نہ دی فرصت

مرثیہ

لگا وطن سے جو ہونے روان حسینؑ غریب
ملو تو مل لو کوئی دم ہے یان حسینؑ غریب
پیام دے تھا سوئے دوستان حسینؑ غریب
پھر اُسکے بعد کدھر تم کہان حسینؑ غریب

گھر وتنے آئے یہ سنتے ہی سوزناک پیام
ہوئے جو داخل مجلس لگا یہ کرنے کلام
اکابران مدینہ باضطراب تمام
اُنھون کے ساتھ باہ و فغان حسینؑ غریب

تمھین مین اسلیے ملنے کو اسپنے بلوایا
گیا جو وان کو پھر اُسکا نشان نہ کچھ پایا
کہ یہ سفر سفر آخرت نظر آیا
چلا ہے تم سے ہو رخصت جہان حسینؑ غریب

سبھون سے تم مین یہ بندہ ہے راضی و خرسند
کرے معاف اسے اُس نبی کی ہے سوگند
کسیکے حق مین جو اس سے ہوا ہے پست و بلند
کہ جسکی آل ہے اے مومنان حسینؑ غریب

کسو کا دین جو مجھپر کسیکو یاد آوے
خدا نخواستہ گردن پہ اپنی لیجا دے
یہ دوستی ہے کہ اسوقت مجکو بتلادے
کسو کے قرض سے بارگران حسینؑ غریب

خدا ہی جانے ہے غم میں آرزو دے حسینؑ
ہزار حیف فلک نے دیا نہ اُس کو چین

کٹین یقین مین سدا اُسکی زیست کے دن رین
پڑا تھا تم مین بنی کا نشان حسینؑ غریب

مین وہ تھا کہ نہین چھوڑتا کسی اوقات
کشان کشان سوے کربل چلا قضا کی بات

نہین ہے اُس مین کسو کے کچھ اختیار کی بات
بندھا ہوا بگلو ریسمان حسینؑ غریب

جو چاہو بعد مرے پاؤ تم مرا احوال
نشان مسلخ قصاب دے گا صورت حال

خطوط لکھنے کا میری طرف نہ کیجو خیال
کہ اسطرح سے پڑا ہوگا وان حسینؑ غریب

بگوش دل یہ مری یادرد آج سن لیجو
زمین پہ ڈال کے دو قطرے پانی پی لیجو

کسی ہی دم مین فراموش مجھ کو مت کیجو
کہ ہم پیالہ تھا بادوستان حسینؑ غریب

مرا ضرور ہی اتنا تو دوستون کو درد
کہ ہوگا گرسنہ و تشنہ ذبح روز نبرد

غذا کی گرمی سے پانی پئین تو بھر دم سرد
بہ خنجر ستم دشمنان حسینؑ غریب

جو بانٹو اپنی محبت تم اپنے لڑکون سے
رہیگا حشر کے دن آشنا پرستون سے

سلوک اُنھین سے کچھ میرے بھی کیجیو تو رہے
خدا کے سامنے رطب اللسان حسینؑ غریب

جو عابدین پھرے جیتا ادھر کو قسمت سے
غم اُسکے دلکا بھلانا ہر ایک صورت سے

نہ رکھیو دور اُسے اپنی تم شفقت سے
کہ اُسکو سمجھے ہے بہتر زجان حسینؑ غریب

یہ سُن وصیت جانکاہ سب نے ہو کے ملول
کہا یہ شہ نے بھی دیکھو دعا کہ پیش رسول

باہ و نالہ کیا عرض جان و دل سے قبول
کرے گا شکر تمھارا بیان حسینؑ غریب

لکھا ہے راوی نے یون بھی کہ انمین ایک اصحاب
نبی جو خانہ خرابو یہ پوچھے دو گے جواب

یہ ہم نشینون سے کہنے لگا بچشم پر آب
ہوا رضا سے تمھاری روان حسینؑ غریب

تب اس سے ہو کے مرخص تم اسکو جانے دو
کہین جو فاطمہؑ اپنے محبون مین دیکھو

جو روز حشر یہ بدنامی اپنے سر پر لو
کھڑا ہی با کفن خون چکان حسینؑ غریب

کہ اُسکا قطع سخن بول اُٹھا شہ مظلوم
نہ لیوین رخت بدن کاٹ کر گلا وہ شوم

خیال محض ہی ملنا مجھے کفن معلوم
انھون سے یہ نہین رکھتا گمان حسینؑ غریب

عبث یہ فکر کرو ہو نہین کچھ اس کا سود
کسیکے لاش کو تکفین کرین جو وہ مردود

کفن تو حشر مین تب ہو بدن پہ خون آلود
کہان کفن کدھر اے ہمدمان حسینؑ غریب

کبیدہ تم سے کبھو ہو نہ سرور عالم

ہے اسمین جرم تمھارا جو تم سے ہو یہ ہم

قضا نے ڈالی ہے جب سے بنائے تیغ ستم
بنا ہے اُسکے لیئے امتحان حسینؓ غریب

غرض محبون نے ہر طرح اُس کو سمجھایا
وے لے کسو کا نہ خاطر مین وہ سخن لایا
بدان دشت بلامین با قربا آیا
اسیر دشمنی آسمان حسینؓ غریب

اب اس سے آگے جو گذرا ہے اُسپہ رنج و تعب
بیان کو اُسکے تو کرتا ہے منع حد ادب
بغیر دفن و کفن یہ تو جانتے ہین سب
کہ خاک و خون کے رہا درمیان حسینؓ غریب

اگرچہ مرثیہ کہنا سبھون کو آتا ہے
وے لے مین کیا کہون اسطرح تو رولاتا ہے
کہ سننے والون کا جنت مین گھر بناتا ہے
جزا دے اسکی تجھے مہربان حسینؓ غریب

مرثیہ در شہادت فرزندان حضرت مسلم

دیکھکر صبح کو مین مضطرب الحال نسیم
پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہے آج تو یہ ہفت اقلیم
بولی مسلم کے سنے ہونگے وے دو بچے جو یتیم
ایک کا نام محمد تھا دوم ابراہیم

باپ کے بعد وہ تھے کوفے مین قاضی کے گھر
قاضی نے قتل کی مسلم کے سنی وان جو خبر
روکے اُسنے یہ لگا کہنے کہ سنتے ہو پسر
ابن مرجانہ ملعون ہے یہ سخت لئیم

پھیری ہے اُن نے منادی کہ پسر مسلم کے
جسکے گھر مین یہ سنون گا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے
غارت و قتل سے وہ صاحب خانہ نہ بچے
پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان ہو مقیم

قافلہ کوفے سے جاتا ہے مدینے کے تئین
وان سے بہتر کوئی جا کہ تمھین اب اور نہین
جا کے ساکن ہو تم اُس جا کسی گوشہ مین کہین
تا کہ یہ کافر ملعون ہو واصل بہ جحیم

غرض اس قافلے کے شب وہ ہوئے تھے ہمراہ
صبح بھی ہونے نہ پائی کہ اُنھین بھولی راہ
مین اُنھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہ تا ہو کے تباہ
ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم

ہم سخن کہتے تھے آپس مین کہ اس اثنا مین
پہونچا اک شخص کیے خاک بسر اُس جا مین
اُسکی حالت کا سبب اُس سے جو مین پوچھا مین
رو کے بولا وہ کہ اس غم سے مرا دل ہے دو نیم

کیا ترے آگے مین اظہار کرون یہ روداد
کہ دو طفل آج ہوے ظلم سے خون کر برباد
نکلے تھے کوفے سے اک قافلے مین وہ برباد
ابن مرجانہ کا تھا بسکہ دل اُنکے مین بیم

قافلہ اسمین چلا جلد قضا را ناگاہ
رہ گئے پیچھے وہ دو معصوم گم اُنسے ہوئی راہ
ہوگئی صبح تو اک نخل مین لائے وہ پناہ
نیچے اُس نخل کے اک آب کا چشمہ تھا قدیم

وارد اس جا ہوئی آ کر زن حارث کی کنیز
پانی مین دیکھ کے جو عکس کیے اُن نے تمیز
اُنکی بی بی رکھتی تھی آل محمد کو عزیز
آئی وان اُنکو نظر شکل دو خورشید عدیم

دیکھکر اُن سے کہا اُن نے کہ صاحبزادو
کس لیے آن کے اس نخل تلے بیٹھے ہو
ہو گئے تم کون نشان اپنے گھرانے کا دو
کون سی تم پہ کہو ایسی مصیبت ہے عظیم

سنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے ہم
نہ کوئی دوست ہے اپنا نہ کوئی ہے ہمدم
باپ کوفے مین ہوا آ کے تہ تیغ ستم
آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب کریم

تب کہا اُن نے کہ تم پر مین جاؤن قربان
چلکے تم گھر مین رہو اُسکے کوئی دم مہمان
ایک بی بی ہے مری تم پہ فدا از دل و جان
رکھے گی تمکو نہایت بتواضع تکریم

الغرض اُس جا پہ جو وہ خادمہ کرتی تھی سخن
لیگئی بی بی کنے اُن کو بزیر دامن
گویا آئی تھی قضا اُن کنے ہو صورت زن
کہا اُس سے یہ معزز ہین کر اُن کی تعظیم

پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئے ہین یان
سنتے ہی بی بی قدم پر گری ہو کر گریان
تب کیا جاریہ نے صورت احوال بیان
پاس لے بیٹھی انھین کرکے سلام و تسلیم

پھر لگی کہنے کرون آپ کو مین تم پہ فدا
بولے یہ ہمکو مدینے تو اگر دے بھجوا
ہوے حاجت کچھ اگر تم کو تو دیجے فرما
اجر مین اُسکے خدا دیوے تجھے باغ نعیم

کہا اُن نے کہ یہ حاجت ز دل و جان ہے قبول
ماحضر کیجیے کچھ نوش نہ دل رکھیے ملول
بھیجنے کا تمہین ہو جائیگا وان تک کہ اصول
کر دیے اطعمہ پہ لا کے انھون کو تقسیم

کھانیکو جس گھڑی خاتون نے انھین کھلوایا
کرکے چپکی انھین اُس فرش اوپر سلوایا
فرش خواب اُنکے لیے حجرے مین جا بچھوایا
آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضنیم

تھی تردد مین مدارات ہی کے وہ خاتون
یہ کہا زن سے مشوش تجھے کچھ پاتا ہون
کہ ہوا وارد اسی آن مین حارث ملعون
نہین بے چیز کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم

قطع کر اُسکے سخن کو یہ دیا اُن نے جواب
بولا مین صبح سے تا شام یہ کھینچا ہے عذاب
تھا کہان صبح سے تو اب نہین ای خانہ خراب
ہو گیا آجکی شب جس کے سبب مین سقیم

آج کوفے سے کیا ہیون نے مسلم کے فرار
ہوا وہ اسپ جسے دیکے لیا سو دینار
اونکی تلاش و تجسس مین یہ پایا آزار
ساتھ پہونچا نہ میرے کوئی جلو دار ندیم

سنکے وہ مومنہ بولی کہ سنے ہے کمبخت
بیٹے مسلم کے محمد کے جگر کے ہین لخت

نار مین ڈالے ہے کیون اپنی اقامت کا رخت
تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختون کی گلیم

اس لعین نے کہا ان باتون سے تجکو کیا کام
ہم سپاہی ہین سمجھتے نہین کچھ دین اسلام
جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام
کام وہ کیجیے حاصل ہو کہ جس سے زر و سیم

زن بیچارہ غرض کھانے کو آگے لائی
چارپائی کو منگا اُن نے وہین بچھوائی
زہرمار اُن نے کیا جب تو اُسے نیند آئی
سو رہا اُسپہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

آگے یون راوی جانسوز کرے ہے گفتار
ایک انہین سے جگا دوسرے کو رو کر زار
دونون بھائی جو وہ سوتے تھے بیک حجرہ تار
کہا آتا ہے نظر صبح یہ گردن ہو دو نیم

خواب مین دیکھون ہون مین کیا کہ رسول مقبول
کیون کیا یہ کہ دو فرزند دل و جان سے ملول
کہتے ہین باپ ہمارے سے تری دل سے قبول
پھرین حیران و پریشان بہ سیاست غنیم

یہ سخن سُنکے سراسیمہ ہو اُن نے بھی کہا
ایک سے ایک گلے لگ کے روئے پھر ایسا
خواب مین کچھ بھی یہی اے جان برادر دیکھا
کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو برآشفتہ زن اپنی سے لگا کرنے سخن
تا کہ معلوم کرون مرد کوئی ہے یا زن
اے دغاباز چراغ اُٹھ کے تو کر لا روشن
کسکی آتی ہے صدا کون ہے اس گھر مین مقیم

زن بیچارہ نے اسکو نہ دیا سُنکے جواب
حجرے مین دیکھے تو دو طفل ہین رشک مہتاب
لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با خشم عتاب
اشک آنکھون سے روان اُن کی مثال تسنیم

دیکھکر اُسنے کیا حارث ملعون نے سوال
اُس لعین کو بھی اُنھون نے جو کیا دست خیال
کون ہو تم جو دیا رحل اقامت یان ڈال
بولے ہم دونون ہین مسلم کے ستم دیدہ یتیم

قہقہا مار لگا کہنے سُنا یہ جس دم
آخرش دونون کے گیسو مین گرہ دے باہم
یار در خانہ و من گرد جہان میگردم
مارا ایک ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم

در کو اُس حجرے کے محکم کیا دے کر زنجیر
آخر کار کہ جو وقت ہوئی رات اخیر
سو رہا اپنی جگہ آن کے پھر وہ بے پیر
لیچلا صبح اُنھین مارنے گردن وہ لئیم

دوڑتی وہ مومنہ روتی ہوئی اُسکے دنبال
دین کو واسطے دنیا کے نکھو تو چنڈال
لگی کہنے کہ نہ کر قتل کا انکے تو خیال
ای شقی دل مین ترے کچھ بھی خدا کا ہے بیم

اقربا مین ہین محمد کے یہ دونون مظلوم
باز آ اس عمل زشت سے اے مرتد شوم
لیچلا ان کو تو اب کاٹنے اُن کا حلقوم
مت ہو محشور قیامت مین تو با اہل جحیم

سنتے یہ بات غضبناک ہو وہ تخمِ حرام
آستین ہو گئی زن بیچارہ کا فرزند غلام
زن کو مجروح کیا تیغ علم کر زنہار
کیا ان دونوں نے ای آل محمد کے غنیم

بارِ اس فعل سے آیا نہ حسد تو جلاد
سن کے یہ حرف بر آشفتہ ہوا بد بنیاد
عاقبت اپنی نہ دے واسطے زر کے برباد
اری شمشیر کہ پہونچے وہ بجنات نعیم

راوی کہتا ہو کہ اب آگے کہوں کیا حالات
قتل جب کرنے لگا انکے تئین وہ بدذات
لیگیا دونوں یتیموں کو سوئے آب فرات
ہوئے وہ اسکے تئین کرکے سلام و تسلیم

رحم کر ہم پہ ثواب ہو نہ اب بدخو
بیچ لے ہاتھ کسی شخص کے جا کر ہم کو
یوں ہی گر دین ہے تو کاٹ ہمارے گیسو
ہو گا قتل ہمارے تو اگر ہے زر و سیم

سن کے یہ کہنے لگا دونوں کو وہ دشمن دین
غرض ان دونوں یتیموں پہ ہوئی ذات یقین
رحم گر چاہو تو یکذرہ مرے دل مین نہین
چپ ہوئے ہو کے وہ راضی برضا و تسلیم

آخر کار جو بے رحم سے کھینچی تلوار
خوف اتنا نہ کہ اب پہلے تو مجکو ہی مار
کہا ہر ایک نے اس سے یہی رو رو کر زار
دیکھ سکتا مین نہین بھائی کی گردن ہو دو نیم

آہ کیا اسنے ستم کو مین کہون وا ویلا
جس کہ تھا نام محمد اسے پہلے مارا
جسطرح دونوں یتیموں کے تئین قتل کیا
پھر جدا تن سے کیا ان سے سر ابراہیم

راوی کہتا ہے کہ جب کاٹ لیے انکے سر
سینے گئے بھائی سے چھاتی کو ملا یک دیگر
دو ہین دریا مین دیا ڈال تنون کو لے کر
آخر الامر تہ آب وہ مظلوم یتیم

آج سودا نہین تو خوب رلایا تو نے
کہہ کے یہ مرثیہ جیسا کہ سنایا تو نے
دل سے ہر ایک کے شادی کو بھلایا تو نے
حشر مین اسکی جزا دیوے تجھے رب کریم

مرثیہ دیگر

گردون پیر از خروش و فغان وامصیبتا
آفاق بزم ماتمیان وامصیبتا کو
شیون دردن کون و مکان وامصیبتا
عالم تمام گریہ کنان وامصیبتا

خلقت نے شکل جون مہ نو خاک سے ملی
ہر شہر کوچہ کوچہ وہ ہر دہ گلی گلی
دنیا کی جیب چاک ہی جون گل کی ہو کلی
وا حسرتا ہو یان ہی تو وان وامصیبتا

کرنیکو سر پہ خاک اٹھاتے ہین یہ ملک
زیر زمین عجب نہین آجائے گر فلک

روح الامین کے نوحے سے آغشتہ ہے لباس
حوروں کے ہے یہ ورد زبان وا مصیبتا

افلاک ہے درد کے برسنے پر از ملال
سے فرش تا بعرش کیا غم نے پائمال
موجب اس عزا کے کرے گر کوئی سوال
میں کیا کہوں کہوں تو بیان وا مصیبتا

غم ہوگیا ہے جن و ملک سے دونوں کا قوت
شیعوں کے درمیان جو کچھ آجائے ہے سکوت
مارا پڑا ہے رن میں اک ایسے کا آج پوت
ہونا ہے امر غیب کہ ہاں وا مصیبتا

تا مصطفی کو چرخ نے اتنا دیا رواج
اک بدترین خلق کے خنجر سے رنگین آج
دستار ہے شرف کی گرا تا کسا و خونین تاج
بے سر ہے فخر ہر دو جہان وا مصیبتا

کیا لغو کر گیا حرکت چرخ بے ادب
ڈوبا پڑا ہے خونین اے کان دین اب
ایمان کے گھر کی بیٹھ گئی سقف ہے غضب
شہتیر سا ہر ایک جوان وا مصیبتا

حیوان تمام ناطق و مطلق بجا تنات
پانی بغیر ساقی کوثر کی ذریات
سیراب سب ہیں بلکہ جمادات وہم نبات
گذرے جہان سے تشنہ لبان وا مصیبتا

افسوس جا کے آب تک ابن سعد کم بخت
خاطر سے بھی نہ ڈالدی پانی کی بھر کے کف
دریا میں تشنہ کو چھوڑ کے رہجائے جوں صدف
اہل حرم کو تشنہ دہان وا مصیبتا

تا عرش پہونچی شعلہ کی اس خیمے کی زبان
تن خاک پر ہے صاحب خیمہ کا فرش وان
استادہ تھے طناب کے جسکے ملائکان
مذبوح وہ پڑا ہے جہان وا مصیبتا

لوٹی ہے اپنی دست ستم سے وہ بارگاہ
امت کے یہ عمل ہیں نہیں غیر کا گناہ
یا ہم دکھاتے پر جنکو بیمبر نے تھے روسیاہ
سنتے ہوا سے محمد یان وا مصیبتا

شاید محرّران ازل کر اسے رقم
ہو اہل دین سے یہ عمل زشت بے ستم
جاتے رہے ہوں دفتر بخشش سے یہ قلم
اے غافلان خواب گران وا مصیبتا

اس کام سے عجب نہیں امت نے جو لیا
ایسے چراغ دین کو بجھا تار کر دیا
بیٹھے ہوں سر بجیب نبی پیش انبیا
عالم بچشم عالمیان وا مصیبتا

حیران ہو نہیں یہ قوم بد اعمال زشت خو
جن نے کیا یزید کے اجرا اسے کار کو
عقبے میں ہوگی کیونکہ محمد کے روبرو
خون اسکی بوسہ گہ سے رواں وا مصیبتا

محشر میں آہ فاطمہ جب یوں قدم دھرے
اور گود میں جگر کے وہ ٹکڑے ہرے ہرے
سر ہاتھ میں ہو دوش پہ کپڑے لہو بھرے
تب کیا کریں یہ سب نے خبران وا مصیبتا

یوں پوچھے جو سکینہ کہ بی بی کے وہ نور عین
ایمان کا پھر ہو فہم ہو جو پاسے منکر نکیر
مارا ہی کس گناہ پہ تم نے مرا حسین
اس حرف کا جواب کہاں وا مصیبتا

بس پوچھے کہ ملک نوے محرمان راز
ان اشتروں نے پشت پہ جنکے نہیں حجاز
دیکھا نہ مہر و مہ نے ادھر چشم کر کے باز
بیٹھی ہیں انکی پردگیاں وا مصیبتا

خورشید سے ابر بلا دیکھ وہ گروہ
لرزہ تمام عرش پا ہیں شوکت و شکوہ
کی خاک سر پہ دشت نے رو یا ہر ایک کوہ
آئی ندا زرا ز نہان وا مصیبتا

مقتل کو اس گروہ نے جسدم کیا گذر
تب جبرئیل زانوے غم سے لگا کے سر
آواز ہائے ہائے گئی عرش سے ادھر
بولا کہ اے امام زمان وا مصیبتا

جنت کی ہے فضا سے دل اسکا نپٹ اداس
خنجر گلوے تشنہ پہ چلتے وہ کب قیاس
صورت ہے تیرے حال کی ہر آن انکے پاس
کہتا ہے دیکھ آب روان وا مصیبتا

صورت علی و فاطمہ کی کب ہو چین کی
بھسا گیا ہو گود سے جس والدین کی
گویں کہوں جگہ مجھے بجھو حسین کی
خاطر ہو انکی کس سے نشان وا مصیبتا

کس شکل ہائے جا کے میں سمجھاؤں اب انہیں
لا کر کسی مقام میں سمجھائیں سب انہیں
سمجھائے سے کسی کے تسلی ہو کب انہیں
بیٹھیں کہیں وہ غمزدگان وا مصیبتا

الحق ہے جائے کیونکہ غم انکے خیال سے
جو کچھ کہ بچ رہے ہیں جدا اہل و قتال سے
فرزند جنکے رن میں پڑے ہوں لال سے
سو یوں اسیر دشمنان وا مصیبتا

غیر از غبار راہ نہیں اور کچھ حجاب
نیزے پہ پیش پیش سر ابن ابو تراب
چادر نہیں سروں پہ بجز چادر سحاب
با چشم نیم وا نگران وا مصیبتا

کہتی ہے اہل بیت کی یوں صبح و شام راہ
روے زمیں پہ عابد محزون تمام راہ
منزل کی پوچھنا انہیں ہر ایک گام راہ
مانند طفل اشک دوان وا مصیبتا

گر دا سکے ٹھیرے جا کہیں یوں شاہ کی سپہ
ٹک ٹھیرے گر کہیں تو اشارہ وہ روسیہ
کانٹا نکالنے کو قدم سے وہ بے گناہ
کرتے چلیں بنوک سنان وا مصیبتا

تا شام قتل گاہ سے اس شکل وہ پلید
آسے نہ بات سننے کی نہ طاقت شنید
لاسے حرم کو آہ باین محنت شدید
جو کر چلے یہ مدعیان وا مصیبتا

سودا خموش زیادہ نہ کر اب سخن کو فاش
اجزا و گر نہ ہوں گے عناصر کی پاش پاش

ہوئے ہی بدسلو کی چرخ جفا تلاش
ختم آگئے اہل بیت کے پان وامصیبتا

تھا باہمیشہ اشک مری چشم نم مین رکھ
اس روسیہ کو یان تئین اپنے تو غم مین رکھ
اپنے عزا کی تا بقیامت الم مین رکھ
نکلے بدن سے کتنی یہ جان وامصیبتا

مرثیہ دیگر

ہاے وہ ناتی تمھارا یا نبی
ظالمون نے کر بیچارا یا نبی
فاطمہ کے من کا پیارا یا نبی
کیا کہون کس طرح مارا یا نبی

وان موا پیاسا ترا لخت جگر
گرچہ تھا اک تیر کے پرتاب پر
تھے جہان سیراب حیوان سربسر
وان سے دریا کا کنارا یا نبی

گوسفند دن کا جو کاٹین ہین گلا
ذبح کرتے وقت ایسے کو بھلا
انکو بھی دیتے ہین پانی اولا
نیر نہ میٹھا نہ کھارا یا نبی

شاخ سے کوئی اگر توڑے ہے پھول
اس تن نازک سی کہہ تو کس اصول
دیکھنے والے کا دل ہووے ملول
ظالمون نے سر اتارا یا نبی

فاطمہ سی کہہ کہ ہووین دادخواہ
وہ گلو جو تھا ترا نت بوسہ گاہ
قتل یون شبیر ہووے بیگناہ
وان چلا خنجر دودھارا یا نبی

گر کہین مرجائے کوئی بیوطن
یون پڑا سوکھے تری پیاری کا تن
اسکو بھی ملتا ہے دس گز کا کفن
نے جنازہ نے گہوارا یا نبی

تھے کوئی بھائی بھتیجے ابن عم
ہوگئے سب طعمۂ تیغ ستم
لاش پر ہی لاش بیٹون کی بہم
گھر کا گھر اجڑا ہے سارا یا نبی

ایک جو بیٹا بچا ہے عابدین
کوئی عترت کو نظر آتا نہین
اسکے بھی جینے پہ ہی کسکو یقین
اب تسلی دینے ہارا یا نبی

صبح سے منزل چلے وہ تا بشام
ٹھوکرون سے اڑگئے ناخن تمام
تلوؤن مین کانٹے چبھے ہر ایک گام
دشت یہ پرسے زخارا یا نبی

کہہ تو اس بیکس کی کیا تقصیر ہے
کر جک اسکی جلد جو تدبیر ہے
اسکے پاؤن بیچ کیون زنجیر ہے
ہو یہ دکھ کب تک گوارا یا نبی

ایک تو غم ہی پدر سے کے سینہ ریش
شقیاں ملتے ہیں جو کچھ گرد و پیش
نشتر طعن و طنز سے سو دل میں نیش
بیکسوں سے گئے کا یارا یا نبی

تپ سے جلتا ہے بدن خورشید وش
کچھ نہیں باقی اسکے اور اسکو غش
اس مصیبت پر علاوہ ہے عطش
راہ جانے کا نہ سہارا یا نبی

کیا کروں غارت کا عترت کی بیان
اُن [illegible] دست بستہ سامان
اک ردا چھوڑی نہ دو کے درمیان
تم پہ ہے سب آشکارا یا نبی

تیر زن برچھی سے ہوا اکبر مرا
خاک میں اس دشت کی آکر مرا
گود سے میرے گیا اصغر مرا
مل گیا ہر ماہ پارا یا نبی

تو ہی تھی انکے عوض روز ازل
مل کے سب سمجھا رہی پر اُن محل
دولت کونین مجھکو بے خلل
میں نہ وان دامن پسارا یا نبی

سو بڑے سے سر کا برچھی پر وہ خال
باپ سے تن سے کھینچکر ڈالی نکال
تیر کی تھی حلق میں چھوٹے کے بھال
خون کا اچھلا پھوارا یا نبی

گرد تازہ ہے جہان پانی سی خلق
پانی کا کرتے تھے وان وہ تشنہ حلق
پیاس سے بچوں کو میرے تھا یہ قلق
ہچکیاں لے لے اشارا یا نبی

ڈس گیا داماد کو نیزہ ہو ناگ
اقربا میں ہیں عجب میری بھی بھاگ
ملگیا مانگ میں دلھن کا سہاگ
نحس اتنا بھی ستارا یا نبی

بخت بد کی کیا کہوں میں نوک چوک
گھر کا گھر میرا دیا آفت میں جھوک
لگ گئی کس کی نجانے مجکو ٹوک
لوں میں جا کس کا سہارا یا نبی

ہو وے جس دن عرصۂ یوم التناد
حال فرزندوں کا اپنے رکھیو یاد
لیجیے ہر مظلوم کی ظالم سے داد
بیکسوں کا تم ہو چارا یا نبی

الغرض بانو یہ جب کرتی تھی بین
ایکدل کو وان نہ تھا اک لحظہ چین
ہر طرف خوناب دل روتی تھی عین
آب تھا ہر سنگ خارا یا نبی

سودا مجرم ہے بڑا اے شاہ دین
اور کسی جاگہ مفر اسکو نہیں
ڈر نہیں ہے حشر میں جسکے تئیں
ہے یہ اور دامن تمھارا یا نبی

مرثیہ

کہوں کس سے فلک کی بیوفائی
کہیں بھی محنت کی رات ایسی آئی
کہ جن نے آج یہ شادی اٹھائی
کہ بنرے سے ہو بنری کی جدائی

وہ بنرا جسکو سب کہتے تھے قاسم
سو دشت کربلا میں ملکے ظالم
وہ بنرا تھے ملائک جسکے خادم
سر اسکا کاٹ لیں یہ بھی خدائی

کہے ماں اسکی ایسا دکھ سہوں میں
کہو تو یہ کہ جی کر کیا کروں میں
مرے قاسم سا بیٹا اور جیوں میں
عجب ساعت سے یہ شادی اٹھائی

نہو غم کسطرح اس شادی کا یاب
ندیں دولہا کو ہرگز قطرہ آب
کہیں یہ رسم دیکھی تم نے احباب
اجل جی نیگ لے شربت پلائی

بندھے کا چھاتنا کب ہو میسر
دھری تھی بیاہ کی خونسے لگن بھر
نہیں چادر کسی سمدھن کے سر پر
کٹی کنگنے کے بندھتے ہی کلائی

کسی ساچق کا دیکھا ہے یہ آئین
بنائیں کھانچیاں نیزوں پہ دھرلیں
کٹم سے سر کٹا کر مٹکیاں لیں
چلے دولہن کے گھر یوں لے مٹھائی

کروں کیا ذکر آتشبازی کا میں
اٹھایا بیاہ ایسا آسمان نیں
انار آسا اگن سے دل بھرے ہیں
رہی اک چھوٹ ہر منہ پہ ہوائی

ہوا یہ ہمزن شادی تو بدذات
کیئے مہندی کی شب بنری نے ہیہات
کٹی اس بیاہ میں یوں مہندی کی رات
سنے کی خون سے سینچے حنائی

یہ سب بنروں سے بنرا ہے نرالا
جہاں بیٹھے تو ہی لوہو کا تھالا
چلے آنکھوں سے جسکی خونکا نالا
عجب اسکے لیے مسند بچھائی

زمین و آسمان گر کوئی چھانے
کہیں دیکھا کہ دولہا کی قضا نے
نہ ان رسموں کے وہ پاوے ٹھکانے
لیا ہو نیگ سر سہرا بندھائی

گل آرائش کریاں زخم بدن میں
برنگ لالہ خوں سے سرخ تن میں
کنول کے پھول چاک پیرہن میں
اسے کیسے غضب یا کدخدائی

چڑھے جب بیاہنے بنری سی بر کو
لٹایا چرخ نے دونوں کی گھر کو

کوئی کوٹے ہے سینہ کوئی سر کو
جو نوبت ہے تو یہ نوبت دہرائی

تعجب ہے شادی کہ جسمین محنت کی رات
کہون کیا آرسی مصحف کی مین بات
انگارے ہو گئی پچنے مین نوبات
نہ پھر دولہا نے شکل اپنی دکھائی

کہین یون بیاہ مین گاذی بدھاوے
وہ باہم سمدھیانے کو پٹاوے
کہ ہر اک نوحہ گر نوبت کو آوے
الم ہر ایک سے لیوے بدھائی

کسی نے کھائے گر اس بیاہ کے پان
ہوئے ہین سمدھنونکو بار جو یان
ابھی سے سرخ ہین لوہو سے دندان
سو زنجیر انکی گردن مین پنہائی

زہے یہ بیاہ جسکی حشر تک دھوم
بچاری سمدھنون کو کہا نا معلوم
مرین پیاسے براتی ہوکے مظلوم
سبھون نے زرد ہی رہ جان اپنی گنوائی

کہین یہ بیاہ کا دیکھا ہے معمول
بنی سر خاک کر منھ سے ملے دھول
کہ شہ کی چوتھی کو بیچے کی ہون پھول
کہین یون کھیلنے مین چوتھی آئی

غرض ارض و سما تا ہو سکے برہم
کریگا نیک و بد کے دل مین گھر غم
رہیگا جگ مین اس شادی کا ماتم
نہین شادی یہ آفت ہے سمائی

خموشی ہو سودا یان آگے نہ بول اب
ترا کونین سے برآوے مطلب
کہ ہے اس غم سے عالم جان برلب
کہ جیسی تو نے یہ خلقت رلائی

مرثیہ مفردہ

اے امام زمان واویلا — سید دو جہان واویلا
آج تجھ یادگار حیدر کا — نہین جگ مین نشان واویلا
رن مین بے سر پڑا ہے تیرا تن — شاہ کون و مکان واویلا
نازک اندام پر ترے رنگین — زخم تیغ و سنان واویلا
لوتھ پر تیری کوئی آج نہین — ستیر بن پاسبان واویلا
تجھ بغیر از مدینہ ہے سونا — اے محمدؐ کی جان واویلا
جو کہ گذرا ہے تجھ پہ جور و ستم — کیا کرون مین بیان واویلا
خلق سیراب و تشنگی سے تری — خشک منہ مین زبان واویلا

ظالمون نے بلاکے یان بدغا
تجھکو مارا ندان واویلا

خاک و خون مین پڑا ہی تیرا تن
ہو کے بے خانمان واویلا

دھڑ ترا رن مین آہ تڑپے ہے
سر بنوک سنان واویلا

خون مین ڈوبا پڑا ہے گرد ترے
رشک مہ ہر جوان واویلا

کہتے ہین تجکو رو رو اہل حرم
لے کس و بے کسان واویلا

وارث اب عابدین بن کوئی
نہ رہا درمیان واویلا

منھ پر اُس طفل کے برستی ہے
کیا یتیمی کی شان واویلا

ہاتھ مین اُسکے بختیون کی مہار
صورت ساربان واویلا

آج قاسم بنے کا سرخ دہن
خون سے ہے جاے پان واویلا

سر سے تا پا علی اکبر کا
تن ہی لوہولہان واویلا

علی اصغر کا اب پیکان سے
تر ہوا ہے دہان واویلا

اُسکے ماتم مین شہربانو کی
چشم ہے خون فشان واویلا

یاد کر کر مدام اُسے اب وہ
یون کرے ہے بیان واویلا

کیا ہی تو داغ دیگیا دلبین
ہاے مادر کی جان واویلا

تیر تجھ حلق مین لگا کس کا
تھی وہ کس کی کمان واویلا

نہین چادر بھی مجھ کنے جس سے
پونچھون تیرا دہان واویلا

کاش لیجاتی مین مدینے تجھے
رن مین میرے پران واویلا

پانی ہو تو دھوؤن ترا کرتا
یہ جو ہے خون چکان واویلا

دل مین رہتا ہے تیری صورت کا
روز و شب مجھکو دھیان واویلا

پالنا خالی ہے جھلاؤن تجھے
کر کے اُس مین گمان واویلا

غرض اسطرح بانو کرتی ہین
رو رو آہ و فغان واویلا

جسکو سن سن کے کانپتی ہی زمین
لرزے ہے آسمان واویلا

اس سے آگے کسی کو سننے کی
نہین تاب و توان واویلا

ختم تو کر کے مرثیہ سودا
یہی کہہ ہر زبان واویلا

مرثیہ دیگر

کر رہی ہین بانو یہ زاری یا رسول
مر چلی ہے غم کی ماری یا رسول
اب سکینہ بھی تمھاری یا رسول
باپ بن بابا کی پیاری یا رسول

کس طرح سے کہ تو بہلاؤن اُسے
ہو سمجھ اسمین تو سمجھاؤن اسے
باپ کیا ہر سے جو دکھلاؤن اسے
یہ تو نادان ہے بچاری یا رسول

دیکھ حال اُسکا جگر میرا پھٹا
ان نے جسکے پاؤن کا کھٹکا سُنا
رات رو رو کرین اپنا سر دھنا
اُس کو بابا کہہ پکاری یا رسول

گر اُسے نیند آ کے جاتی ہی اچٹ
جاے ہی رو رو کے اسکا دم پلٹ
ہاے بابا ہاے بابا پھر یہی رٹ
رات یون کٹتی ہے ساری یا رسول

مجھسے کہتی ہے کبھو ہو بیقرار
پر کبھی روتی ہے ایسا ڈھاڑ مار
مان کہین تو جاکے بابا کو پکار
خون دل ہوتا ہی جاری یا رسول

کہتی ہون ٹک چپ ہو بابا آئیگا
ہاے کب بھول اسکے دل سے جائیگا
بی بی کی خاطر کھلونے لائیگا
مین تو اب پھسلا کے ہاری یا رسول

باپ کو دیکھے گی یہ روز جزا
دل ہوا ہے آس اس سے بھی مرا
چھوٹی باتین مین بناؤن تا کجا
دیکھ اسکی بیقراری یا رسول

اسکو تسکین دون لیجا کر کدھر
باپ کا اسکو دکھا دیتے ہین سر
رونے سے ذرہ بھی تھمتی ہے اگر
لاکے یہ ملعون ناری یا رسول

جتنا کہتی ہون کہ اسکو مت دکھاؤ
ڈر خدا کا بھی تو اپنے دل مین لاؤ
سر کو اسکے باپ کے اس سے چھپاؤ
کون سنتا ہے ہماری یا رسول

چند روز اسکا رہیگا گر یہ حال
باپ کا غم جان کا اسکی ہے کال
پھر نہین جینے کا اسکے احتمال
اسکو ہے اب دم شماری یا رسول

اکبر و اصغر سے ہو بیٹھی نراس
میرے سامی کی یہی اک ہے پاس
عابد بیمار کی ہے کس کو آس
رہ گئی ہے یادگاری یا رسول

یہ ستم اور ظلم مین کب تک سہون
جی مین آتا ہے کہین جا مر رہون

ایک دکھ ہو دل پہ تو اسکو کہون
زخم ہے کاری پہ کاری یا رسول

کھا گئی شمشیر اکبر سا جوان
طوق عابد کے گلے کے درمیان
تیر کا طعمہ ہوئی اصغر کی جان
جسم سے اسکے بھی بھاری یا رسول

پانی کی رہ ظالمون نے بند کی
روح میرے شوہر و فرزند کی
بات مانی ہے نہ ان کی بند کی
تن سے پیاسی ہی سدھاری یا رسول

آدم و حیوان سے لیکر تا بہ مور
پانی دینا مین بہت شیرین و شور
پیتے ہین پانی کروردن در کرور
نے انھین میٹھا نہ کھاری یا رسول

یہ ترے فرزند پر ہو ظلم دہر
دیکھتی ہون گر کہین پانی پہ لہر
جائے وہ دنیا سے پیاسا ہائے قہر
لگتی ہے مجکو کٹاری یا رسول

کیا کرون بیٹی کی شادی سے سخن
تھے سہاگ اپنے کی کھلا کر دولھن
بھرے لو ہو سے دھری گو یا لگن
تخت چڑھتے ہی اُتاری یا رسول

بیٹی کو دولھن کہین ہو بیاہ جب
آرسی مصحف نے کیون شادی کی شب
اس دولھن کو بیوہ زن کہتے ہین سب
کی نہ اس سے سازگاری یا رسول

دلہن سمدھن کیا نہ کہتی ہوئے گی
بدشگون کر کہ بہو کو روئے گی
لال سا بیٹا جو اپنا کھوئے گی
کسطرح کی ہے یہ خواری یا رسول

ہے یہی بہتر کہ مین بھی اب مرون
معذرت تسندن مین سمدھن کی کرون
ایک دکھ جو ہووے تو اسکو بھرون
یا نبوے کی غمگساری یا رسول

رات دن اس غم سے مین سوتی نہین
اس مصیبت بیچ کب ہوتی نہین
کس گھڑی مین پیٹتی روتی نہین
حال ہے مجھپر یہ طاری یا رسول

مہربان کرتی تھی جب بانو یہ بین
پیٹ سر گاہے کہے تھی واحسین
تھا عجب ارض و سما مین شور و شین
گاہ رو رو کر پکاری یا رسول

مرثیہ دیگر

غم ہے مجنون حسین و دل عالم وادی
چاک نے پیرہن خلق سے کے ہو کر ہادی
اشک کی فوج سے ہے زنجیر بہ از فولادی
چشم سے تا بقدم راہ اسنے بتلادی

غم ہو سینے میں تو کیونکر نہ کرے اشک ہجوم
مل کے باہم یہ محرم میں مچاتے ہیں دھوم
طفل و دیوانہ چلے آتے ہیں لازم ملزوم
جسکو دیکھوں ہوں سو ہاتھ انکے سے ہے فریادی

پھر نئی از سر نو جب سن ہجری کا سال
دیکھکر اسکو یہ ہو جائے ہے انکا یہ حال
شعلہ کرتے ہی اسے ماہ محرم کا ہلال
کہ نہ ویرانہ ہی چھوڑے ہے نہ پھر آبادی

وہ ہے انکا علم اور سرشک اس کی فوج
گرد کہ عشرت کی مغایت کرے انکا اوج
آئے ہے سینے سے وہ چشم تلک مارکے موج
تاب کیا رہ سکے دلیں جو سرور و شادی

ایکدن مجھ سے خوشی نے یہ کہا سن اے غم
کام دنیا کا ترے ہاتھ رہے ہے درہم
تجھسے بیچین ہے تا حور و ملک لے آدم
دلکو آفاق کے تیں کس لیے یہ ایذا دی

سن کے بولا جو اذیت میں ہیں مجھسے احباب
انکے احوال کو ٹک دیکھو تو روز حساب
حق میں انکی یہ اذیت کہ ہے مجھ عین صواب
تیرے سکھ دینے سے جن شخصوں کے دل میں جا دی

وہ مسلمان ہیں کریں آج گریبان نہ جو چاک
وہ مسلمان ہیں نہ منہ پیٹیں جو ہو کر غمناک
وہ مسلمان ہیں نہ ڈالیں جو سر اپنے پر خاک
وہ مسلمان ہیں تجھے دلیں جنھوں نے جا دی

وہ ہے دیندار جسے آل نبی کا ہو درد
وہ ہے دیندار بھرے آج کے دن جو دم سرد
وہ ہے دیندار ملے چہرے سے اپنے جو گرد
وہ ہے دیندار جسے اندنوں میں ایذا دی

کسطرح دو غمیں کہو دل کو محبوں کے چین
کیا کہوں تجھسے مفصل اسے یعنی کہ حسین
تشنہ لب ذبح ہوا سبط رسول الثقلین
باپ جسکا ہے علی ماں ہے پیمبر زادی

خویش و فرزند و عزیز اسکے لیے جسدم مار
جتنے نامرد تھے دنیا کے انھوں سے تلوار
تن تنہا وہ رہا اسپہ تو پھر ایک ہی بار
نہ اکیلے کی چلے بن رہی نہ فولادی

گذری اس دم جو کچھ اس سید ابرار کے سر
نہوئی ہوگی نہ ہووگی گنہگار کے سر
سبط احمد ولد حیدر کرار کے سر
کسی جلاد سے آفاق میں یہ جلادی

چور زخمی ہو گرا گھوڑے سے جب وہ شہ دین
خاک پر ڈال دیا اس تن عریاں کے تئیں
ان نے سر کاٹ لیا تھا جو وہ اک شمر لعین
نہ کفن کے لیے دی اسکو گزی نے کھادی

دیکھ وہ سر کہا جن نے ہے یہ صورت کس کی
ہے یہ وہ شخص کہ ہے بنت نبی ماں جس کی
یہ سخن بولی لعینوں میں زبان جس نسلی
باپ کو تھا یہ نبی رابطۂ دامادی

جب سگے چلنے لعین دھرکے وہ سر نیزے پر
اپنے کشتے تو کیے دفن جنازہ پڑھ کر

وہ جو فرزند محمد کے پڑے تھے بے سر
ایک کی لاش زمین کھود نہ وان گڑوا دی

تا چہل روز بستر تن بیجا اُس ٹھانوٗ
یون پڑے تھے کہ کہیں دھوپ تھی اور کہیں چھانوٗ
ہائے اسطرح کیا قتل نبی کا وہ گانوٗ
شہر اسلام مین تھی جس کے سبب آبادی

چرخ نے تخم ستم واسطے اُن کے بویا
رہا اُس تخم کے پھل کھانے کو ان کا جو یا
تیغ کیواسطے تھا روز ازل سے گویا
گردن آل محمد پہ خط آزادی

نہ تو سمجھے یہ لعین ذات خدا کو حاضر
نہ کیا پاس علی کا نہ نبی کی خاطر
دین سے منھ موڑ کے دریا مین لہو کے آخر
کشتی آل نبی شامیون نے بٹھلا دی

لوٹ کر لیچلے جب اہل حرم کو ہیہات
اُس مصیبت کی کہان تاب جو کہہ سکتی بات
جو سوار اشتر ونکی پشت پہ تھین مستورات
مان بتول اُنین کسو کی تھی کسو کی دادی

قصد لیجانیکا آگے نہ گئے یہ ناکام
ہی یہ ڈر سوئے ادب پر نہو اسکا انجام
اہل بیت نبوی شقیون نے بہونچا کر شام
جا کے دی اپنے خلیفہ کو مبارکبادی

غدر وہ آل نبی سے کیا شیطانون نے
نہ جسے آنکھون ہی دیکھا نہ سُنا کانون نے
حیف کفار کے نزدیک مسلمانون نے
کردیا خانۂ دین بیت ہو جون ایرادی

پس خوشی ازرہ انصاف کر اب اسکو غور
اشقیا جب کرین مولائے دوعالم پر جور
ان دونون تجھ سے موالی رکھین صحبت کسطور
دلمین کسطرح محبون کے ہو جائے شادی

مہربان غم نے خوشی کو جو کیا بخشش مین بند
کھائی آنیکی محرم مین خوشی نے سوگند
جلے عالم کے اڑی یون کہ جون آتش سی سپند
ظالمون پر گئی نزدیک خدا فریادی

مرثیۂ دیگر

گیا گودی مین جب مرجھائے اصغر
لگی بانو یہ کہنے ہائے اصغر
فلک ایسا ستم دکھلائے اصغر
جیون مین اور تو مر جائے اصغر

نہ تھی امید تو یہ دن دکھاوے
شب و روز اپنے ماتم مین بٹھاوے
اکیلا یون مجھے تو چھوڑ جاوے
یہان اب کس سے دل بہلائے اصغر

تری گودی سے کیونکر اٹھ گیا تو
نہ پاؤن سے کبھی ہرگز چلا تو
مین حیران ہون یہ کیا جادو کیا تو
تجھے اب کون مجھ تک لائے اصغر

جو کوئی تجکو اب مجھ پاس لاوے
وہ باندی کر مجھے اپنی بٹھاوے
تری ماں ہر دم اُسکے صدقے جاوے
سبب جسکے سے تجکو پائے اصغر

تجھے تب پیار سے تک مین بلاتی
تھپک کر گود مین اپنی سُلاتی
جو روتا تو پنگھوڑے مین جھلاتی
یہ دکھیا اب کسے بہلائے اصغر

مری آنکھون کا تو نور بصر تھا
اور اپنے باپ کا لخت جگر تھا
تجھی سے اے بچے روشن یہ گھر تھا
تو کیون جاتا ہے روٹھا وائے اصغر

سکینہ پوچھتی یون مجھ سے آئی
اسے سواد کیون زیادہ کھلائی
بُکائے سے نہین اُٹھتا جو بھائی
اسے ماں کسطرح بہلائے اصغر

بہن کب تک ترے بن دکھ بھرے گی
جو تو ہی نہین تو کیا جی کر کریگی
نہ بھائی ساتھ ہی تیرے مرے گی
گئی ہے یہ بہت گھبرائے اصغر

وہ قوم بے حیا دور از جمیعت
ستم ہی کی اگر رکھتی تھی نیت
ہمین اے کاشکے دیتی اذیت
روا رکھتی نہ وہ ایذائے اصغر

پھٹ اسکے کیا تھی اس بچے کی تقصیر
کہ رو رو کر طلب کرتا تھا یہ نیر
بھلا بے پیر اسے یون مارے تیر
کہ منہ کو کھول کر رہ جائے اصغر

پھدا کر تیر سے پیاسا گلا تو
مجھے دکھیا کر اس جگ سے چلا تو
بلا لون بول تو منہ سے بھلا تو
تری ماں ڈھکتی ترے چلائے اصغر

لیے گودی مین اس کو شہربانو
کبھی بیٹھی تھی سر اور گاہ زانو
کہے تھی ہائے یارب مین نہ مانو
نہ جبتک تو مجھے بلوائے اصغر

جہاں اک بوند پانی کی نہووے
کرے کیا گر تری ماں واں نہ رووے
ترے کرتے کا لوہو کیونکر دھووے
تجھے کس چیز سے نہلائے اصغر

تہ بان کپڑے کا ٹکڑا نے کفن ہے
نہ کوئی ساتھ اپنے گورکن ہے
اُٹھا نیکا ترے کیا جتن ہے
کوئی کیونکر تجھے گڑوائے اصغر

جو روٹھا ہو تو مین تجھکو مناؤن
اگر جاتا رہا ہو ڈھونڈھ لاؤن
یہ غم مین کسطرح دل سے بھلاؤن
تجھے جب اس طرح موت آئے اصغر

مین کیا کہکر تجھے نیچے پکارون
جو بولے تو تو بھی منہ اپنا وارون

کدھر جا کر مین اپنا پیٹ مارون
تجھے مین کاشکے جایا نہ ہوتا
تو یہ دکھ تو نے یہان پایا نہ ہوتا
کہانتک مان ترا غم کھائے اصغر
مرا بیٹا تو کہلایا نہ ہوتا
کہ تو پیاسا جہان سے جائے اصغر

گئے تھی مین تواب آویگا سیراب
پلایا کسطرح کا اسکو تین آب
کوئی دم اس بچے کو ہویگی تاب
ہوا یہ جس سے اے بابائے اصغر

وہ دن جسدن سی خلقت مین جہان ہی
یہ اسدن آرزو سے مہربان سے
زبان پر سب کی حرف الامان ہی
کہ اس عاصی کو تو بخشائے اصغر

مرثیہ حضرت

مقبول حق ہی جسکو کچھ غم حسین کا ہے
جن وبشر مین شیون باہم حسین کا ہے
لازم جہان مین ماتم ہردم حسین کا ہے
یہ غم حسین کا ہے ماتم حسین کا ہے

یہ غم ہی تا قیامت ہردم ہوئے ہے برپا
آواز صور جیسے ہر ایک کا ہے نعرا
ہی عنقریب ہووین افلاک جا سے بیجا
شیون ز شور محشر کیا کم حسین کا ہے

پوچھے جو کوئی مجھسے کیا دون جواب اسکو
ہی جو بشر جہانمین ملتا ہے آب اس کو
کب اس ستم کی آوے سننے کی تاب اوسکو
خنجر سے حلق پیاسا تو ام حسین کا ہے

پانی سے اے عزیزو سب کی ہی زندگانی
دیویگا کون اسکو وان بھر کے جام پانی
پونچانہ جسکو وان نے مرگ اپنے جی مین ٹھانی
جسکو مین سوچتا ہون سو غم حسین کا ہے

سب خویش واقربا تو اسکے گئے ہین مارے
سیراب جس جگہ ہین وحش وطیر سارے
پانی نے انکو وہ کس کے تئین پکارا ہے
ہونٹو نپہ تشنگی سے وان دم حسین کا ہے

سب یار ویاور اسکے مارے پڑی ہین رنگین
اندیشہ ٹک کرو تو یارو کہ چوکس من مین
کوئی نہین ہی اسکا اب بیکسی کے بہین
غربت سوا کوئی بھی ہمدم حسین کا ہے

جان بر لب آرہا ہے دل زندگی سے مایوس
کوئی نہ پاس اسکے تھا وہ جنھون سے مانوس
اندیشہ آبرو کا اور فکر پاس ناموس
مین کیا کہون کہ یہ کچھ عالم حسین کا ہے

نے دوست پاس اسکے کوئی نہ آشنا ہی
آگہ نہین ہی اس سے کوئی مگر خدا ہی
ڈالے نہ دشمن اوپر ایسی فلک تباہی
اس حال مین مجوز محرم حسین کا ہے

تیغ ستم سے بھائی جا جس جگہ موا ہے
بیٹا رہا سو دونون کی تو تہ پر گرا ہے
اُسجا بھنج بھتیجا مارا وہین پڑا ہے
قتل اسطرح قبیلہ بہم حسین کا ہے

صورت یہ کشت وخون کی بن کربلا مین آئی
یون گردن اپنی کن نے مع اقربا کٹائی
تڑپے ہے یان بھتیجا وان لوٹتا ہے بھائی
کٹنے کا جسطرح سے عالم حسین کا ہے

جو زیر تیغ آیا چھوٹا بڑا انھون مین
کوئی بھتیجا کوئی ہے بھانجا انھون مین
کیا کیا عزیز اُسکا بیجان تھا انھون مین
بیٹا کوئی ہے اُسکا جو غم حسین کا ہے

گھیرے ہوے اب اُسکو فوج مخالفان ہے
مارے ہے تیر جسکے وان ہاتھ مین کمان ہے
ہر اک کی تیغ کا وہ تن بہر امتحان ہے
تودے سے آج سینہ کیا کم حسین کا ہے

تیغ وتبر سے اُسکے ہین تن پہ زخم کاری
تاب و توان وطاقت سب اُن نے اپنی ہاری
اور جا بجا بدن سے خون ہو رہا ہے جاری
حال اس قدر مجبو درہم حسین کا ہے

ہر زخم تن کا جون گل اب تازہ ہو رہا ہے
گویا تمام میدان پھولونسے چھا رہا ہے
جون آب جوئے خون کو تن سے بہا رہا ہے
قتل اسطرح سے گل کے موسم حسین کا ہے

گردون سے یون تن اُسکا دیکھا گیا ہے کیونکر
سُن لوسگے کوئی دم کو نیزکی پہ سنان پر
سر تا قدم ہے زخم شمشیر و تیر و خنجر
ہر گیسوئے کمنبر پر خم حسین کا ہے

ٹکڑے کر اُسکے تن کو جسوقت سر اُتارا
جھک جائے شاخ اوپر جیسے گل ہزارا
کیونکر ہوا فلک کو یہ دیکھنے کا یارا
نیزے کی نوک پر سر یون خم حسین کا ہے

ہوتین جو فاطمہ اب جان اپنی اسپہ کھوتین
پانی اگر نہ ملتا اشکون سے اپنے دھوتین
اور پیٹ کر سرہانے دیکھ اُسکا حال روتین
لوہو سے پیرہن جو پر نم حسین کا ہے

بن کربلا مین یارو ظالم جو تھے جہانتک
اہل زمین سے لیکر اب اہل آسمان تک
دست تعدی اُنکے پہونچے ہین اب کہانتک
جو کوئی ہے سو اُسکو ماتم حسین کا ہے

چاہے جو روز محشر کوئی نجات اپنی
اے مہربان بسر کر غم مین حیات اپنی
سر خاک ڈال کاٹے رو رو کے رات اپنی
سب ماتمون مین ماتم اعظم حسین کا ہے

مرثیہ حضرت

چرخ کی بدمستی آج ہوئی ہے اثبات
حال سے خلق کے غافل ہے نپٹ یہ بدذات

دین کے راہ زنوں نے ہو فراہم یہ ہیات	لوٹی کربل میں مدینے سے جو آئی تھی برات
غارت اس طرح کیا ہائے پیمبر کا گھر مرنیوالے تو موئے جی سے بچے جو اکثر	نہ سر زن پہ ہی چادر نہ تن مرد پہ سر چاہتے ہیں کرین پوشش کیلئے قطع حیات
گھر کو شادی کی عوض روشنی کی آتش دے دولہا دولھن کے عجب بھاگ ہیں یارو جنکے	در پہ سر پیٹنے سے خلق کے نوبت باجے تخت کی رات کرے دنکو قیامت کی رات
دونوں سمدھیانے یہ لوٹے گئے تج کر کے وطن کس گھڑی بیاہ اٹھایا تھا کہ دولہا دولھن	عوض خلعت شادی بنہ لاشہ کو کفن دودے دل کے بہم کہنے نہ پائے وہ بات
صبح سی پیٹیں ہیں سر اپنے براتی تا شام دیکھکر حال یہ کہتے ہیں کھڑے خاص و عام	شام سے صبح تلک لے نکلے دولہا کا نام بیاہ کا دن نہیں دولہا کا یہ ہی روز وفات
کوئی روتا ہی کھڑا ڈالے لگے سر پہ خاک کسکا ماتم ہے یہ پوچھے ہی کوئی ہو غمناک	سینہ کوٹے ہی کوئی کرکے گریباں کو چاک شادی کی آج تلک دیکھے نہیں یہ حالات
غیر زنجیر نہ سمدھن کے گلے دیکھا ہار اور شربت سے جو پوچھو تو کروں یہ گفتار	پانی جو کھا دے سو ہی سمدھی کی تن میں سوفار تشنہ نوشہ کو کیا ذبح لب آب فرات
یہ عجب بیاہ ہی جسمیں نہ کہیں رنگ نہ راگ اس نولی کے عوض ہنے عجب دیکھے بھاگ	ورنہ ہر شادی میں سب گاتی ہیں دولھن کی سہاگ نوحہ کرتی ہیں منڈھے کے تلے بیٹھیں عورات
چشم ہر ایک کی خونناب سے ہی مالامال گرد دولھن کے سبھی پیٹیں ہیں کھولے ہوئے بال	ڈوبے ہاتھوں نہیں سبھوں کے ہیں لہو سے رومال شادی کی لوگونکے دیکھے ہیں نہیں یہ اوقات
کون ساعت تھی بتائیں کہ ہوئی جب نسبت غرض ایسی بھی نہ دیکھی ہیں کسی کی قسمت	زہر کا گھونٹ ہوا وہ جو پیا تھا شربت پاس دولھن کے یہ دولہا نہ رہا رات کی رات
رنڈاپا چاؤ سے بنا کوئی یہ دیکھا ہی نراس حیف صد حیف اجل اسکی ذبہری کے پاس	جسکے دلسے کہ کسی طرح کا نکلے نہ ہلاس نہ دیا چکنے اسے میٹھے کے اکدم نو بات
بیاہ ہوتا ہی کسیکا یہ زمانے میں کہیں ایسے دولہا دولھن آفاق میں دیکھی ہی نہیں	خوشی و خرمی ہوتی ہے قبیلے کے تئیں غم سے شادی کبھی جھوٹنے نہیں تا حشر نجات
ماں کہے دولہا کی رو رو کے بصد آہ و فغاں خاک میں ہائے پڑا ہی تو لہو میں غلطاں	زیر سر ہی عوض تکیہ ترے نوک سناں دیکھوں اب کونسی آنکھوں سے میں یہ مکروہات

نہ قدم نیچے بچھونا ہے نہ سر پر سایا
چرخ ظالم نے ہمین آگے دے یہ لٹوایا
ہے پڑا خاک پہ شادی مین جو کوئی آیا
کہ نہ خیمہ رہا نہ فرش نہ مسند نہ قنات

زخم ہر ایک برائی کے بدن پر کاری
سرنگون بیٹھی ہے غمگین دلہن بیچاری
دیکھ نوشہ کو تو حلقوم سے ہے خون جاری
دم بدم آنکھوں سے ٹپکے ہین لہو کے قطرات

بیاہ ایسے بھی زمانے مین کہین ہوتے ہین
دیکھکر حال کو ان دونونکے سب روتے ہین
دولہا دولھن کے نصیب ایسے کہین ہوتے ہین
لیکے حیوان سے اب تا بہ جمادات و نبات

غرض اس شادی کی تا حشر رہینگے غم مین
روز و شب خاک بسر ہوئین گی اس ماتم مین
جتنے مخلوق خدا کے ہین اس عالم مین
آدم و دیو و پری حور و ملک اور جنات

طاقت اب سننے کی آگے نہین یہ نظم بیان
سودا کہتے ہین یہ سمجھے سبھی اب خرد و کلان
خون دل ہر مژہ چشم سے کب تک ہو روان
ختم کر مرثیہ بھیج آل محمد پہ صلوات

مرثیہ حضرت

ہات وے حیدر کے پیارے کیا ہوئے
تھے وہ شہزادے ہمارے کیا ہوئے
کیا کہین رن کو سدھارے کیا ہوئے
کربلا مین کن نے مارے کیا ہوئے

فاطمہ کہتی ہین رو رو زار زار
اُنکے بن دیکھے نہین مجکو قرار
کیا ہوئے فرزند میرے تاجدار
کوئی اتنا جا پکارے کیا ہوئے

دلکے میرے چین اور نور نین
دھوتی تھی ہر دم مین جن کے پیرہن
چاند سے مکھڑے تھے اور گل سے بدن
سو مری آنکھوں کے تارے کیا ہوئے

جن کو مین اتنا کیا تھا بر مین پال
دیکھ نہین سکتی تھی بھوکا سو وہ لال
شست و شو کرتی تھی جنکے سر کے بال
تشنہ لب دریا کنارے کیا ہوئے

گھر کہین اب مجکو نظر آتے نہین
کوئی تو ڈھونڈھو بھلا جا کر کہین
روتے روتے غم کے یہ آنکھین بہین
بیوطن بیکس بچارے کیا ہوئے

صدقے مین جاتی تھی جن پر کر نگاہ
تھا گلا جنکا نبی کی بوسہ گاہ
گر کہین جاتے تو مین تکتی تھی راہ
دے پیمبر کے دلارے کیا ہوئے

گر نظر آتے وہ مجکو لاکھ بیر
دیکھنے سے اُنکے ہوتی تھی میر

میری آنکھوں میں ہے بن انکے اندھیر
ہائے میرے ماہ پیارے کیا ہوئے

صبح اٹھکر دیکھتی تھی اُن کے منھ
گئے کدھر کیا جانیے وہ ہائے دُکھ
دیکھنے سے انکے تھا جو دل کو سکھ
مجھسی دکھیا کے دُکھیارے کیا ہوئے

انکو غم میں روتے ہیں روح الامین
پوچھتے ہیں یا امیر المومنین
سر بسر پیغمبران مرسلین
عرش کے دُرّے گوشوارے کیا ہوئے

حال دنیا کا جو کرتے ہیں نگاہ
کہتے ہیں جن و ملک بھر بھر کے آہ
ہے زمین تا آسمان سب ہیں سیاہ
دین و دنیا کے ستارے کیا ہوئے

آج سونا ہے مدینہ اُن بغیر
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اُنکو وحش و طیر
خالی ہے وہ جا جہان کرتے تھے سیر
تھے جو تخت دل تمھارے کیا ہوئے

وہ جو تھے دونوں ترے نور بصر
کھیلتے پھرتے تھے ہر شام و سحر
نائی پیغمبر کے زہرا کے پسر
وہ جو ہر اک کے دوارے کیا ہوئے

دیکھکر جنکے تئین ساتوں فلک
آدمی سے لیکے تا حور و ملک
گرد پھرتے ہیں زمین کے ابتلک
جائیں تھے سب جن پہ واری کیا ہوئے

چھپ گئے زیر زمین وہ آفتاب
صفحۂ دنیا کا روے ہے سیاہ تاب
شاہیوں کے ہاتھ سے آئی قتاب
ہائے دو جگ کے اجارے کیا ہوئے

پالنا جنکا جھلاتا جبرئیل
باپ سے دلواتے کوثر کی سبیل
پھر آ مرزش تھی اُمت کے کفیل
ہائے دی حق کے سنوارے کیا ہوئے

ہے دل عالم کو اُنکے غم کا روگ
جو جھجکے سب اقربا کہتے ہیں لوگ
سالکنان عرش تک ہے اُنکا سوگ
دین کے سالار سارے کیا ہوئے

ہائے جو تھے دین اور دنیا کے تاج
دھڑ پڑے ہیں خاک و خون میں انکے آج
جن سے پایان ایمان نے پایا رواج
سر تون سے ہو نیارے کیا ہوئے

اب عرض زہرا یہ کرتی ہین کلام
رو رو کر کہتا ہے عالم ہے امام
انکھوں سے بہتے ہیں نالے صبح و شام
حق کی نظروں کے نہارے کیا ہوئے

غم سے انکے زار ہیں سب انس و جان
انکے ماتم میں سکے ہے مہربان
سر کو اپنے پیٹتے ہیں کر و بیان
ہائے وہ حیدر کے پیارے کیا ہوئے

مرثیہ مربع

سن لے گردون اگر تو دون نہوتا
مدینے سے کبھی بیرون نہ ہوتا
تری گردش سے شہ محزون نہوتا
اور اُسکا کربلا مین خون نہوتا

نجانے اس طرح کوفے کو حیدر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر
بلاتا ابن ملجم بھی سمجھکر
جو قتامہ پہ وہ مفتون نہ ہوتا

نہ روتین حضرت خاتون جنت
انہیں آنکھوں سے کھون کیا بیمروت
نہوتی اسقدر انپر مصیبت
روان یون چشمۂ جیحون نہوتا

نہ ملتا زہر کا پیالہ حسن کو
جلاتا دھوپ مین کون اُسکے تن کو
حسین ابن علی جاتا نہ رن کو
جو دشت ماریہ گلگون نہ ہوتا

کہین ملتا ہین شہر یا نو آ بھر کر
ہوا جو کچھ ہون گیا میرے سر پر
ڈوبا یا سعد کوئی سے مراگھر تو
نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا

نہ مرتا اکبر و اصغر بچارا
نہ لٹتا ہائے یون خیمہ ہمارا
نجاتا جنگ کو قاسم دلارا
جو فوج شام کے مقرون نہوتا

حسین ابن علی کا غم ہے ایسا
بنائے گریہ کا ہمدم ہے ایسا
جہان مین اور غم کوئی کم ہے ایسا
نہ روتا کوئی جو یہ مضمون نہوتا

جو باز آتا فلک جور و جفا سے
نہ کرتا یہ بدی آل عبا سے
خجل ہوتا نہ حضرت مصطفا سے
ترا کاسا اگر واژون نہوتا

جو ذکر ماتم شبیر و شبر
کسی سے تا بروز حشر یکسر تو
نہوتا شاعری مین گر مقرر
کوئی مصرع کبھی موزون نہوتا

سنا احوال تم نے لے عزیزان
نہ ہوتا ماتم شاہ شہیدان
کہے کیا تم سے آسے مہربان خان
تو کوئی دیتا مین یون محزون نہوتا

مرثیہ مربع

شام جب اہل حرم ہو کے گرفتار چلے
چشم گریان دل بریان جگر افکار چلے

دیکھ مقتل کی طرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنے سے جو ہم سے تم منہ موڑا
مگر اس دن کیلیے تم ہمین جیتا چھوڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
اس طرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سوار اونٹو نپہ ایسے کہ نہین جنکے مجاز
ناتوان زین عبا جس سے نہ نکلے آواز
ہم سے نزدیک اجل اور سفر دور و دراز
کھینچتا اُن کی مہار آگے وہ بیمار چلے

پا برہنہ ہی وہ اور راہ پر از خارستان
بسکہ ہارے ہی بدن اُسکے نے اب تاب و توان
کانٹے چبھ چبھ کے ہر اک تلوے ہی خون دان
گاہ بیہوش گئے ہوگئے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا اور ستم ہمپہ سیکیے
جسکی ہم آرزوئین کرتے ستھے جینے کیلیے
سو طرح عابد بیمار کو آزار دیے
سو وہ یون گریہ کنان زیست سی بیزار چلے

ہجر کا بسکہ تمھارے ہی الم اوس پہ کمال
راہ چلنے مین یہ اُسکا ہی نقاہت سی حال
وائے افسوس پدر دمبدم اُسکا ہے مقال
لڑکھڑاتا ہوا جون زخمی سرشار چلے

تن بدن اپنے سے اصلا نہین رکھتا ہی خبر
یاد کر تمکو وہ کہتا ہے یہ آہین بھر کر
جا بجا خاک اُڑاتا وہ چلے ہے سر پر
مارین ظالم تمھین اُن پر نہ مرا وار چلے

غم تمھارے مین چلا جاے ہی وہ چشم پر آب
دیکھ سکتے نہین ہم اوسکے سر اوپر یہ عذاب
اُسکا دل آتش حرمان سے نہایت ہی کباب
یون اودے گھیرے ہوئے لشکر کفار چلے

اس سفر مین کے اب ہمکو کسی ہے غمخواری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
کون ایسا جو غریبون کی کرے دلداری
یون تمھین چھوڑ گئے بے یار و بے یار چلے

اُن لعینون نے نہ دی آنکہ بھی ہمکو فرصت
تم بن اب لائے ہین یہ سر پہ ہمارے آفت
دفن کر لاشونکو یان تم سے جو کرتے فرقت
ہو جدا تم سی ہم اس طرح سے ناچار چلے

جو کہاتا تھا ہر اک آن دم و ہوش ترا
جسکو جاگہ تھی شب و روز ہر اک دوش ترا
دائما طفلی مین رہتا تھا ہم آغوش ترا
سیس اُسکا ہو سر نیزہ کی دستار چلے

خاک و خون مین ہین پڑے تیرے عزیزونکے تن
اور ہم ساتھ لعینون کے با رنج و محن
نہ سر و سایہ ہی اُن پر نہ انھین گور و کفن
پیٹتے سینہ و سر روتے ہوئے زار چلے

قتل کر تیرے جگر گوشونکو شامی بے پیر
کسی کے طوق گلے ڈال کسی کے زنجیر
اس مصیبت سے ہمین آج لے دن کرکے اسیر
شام کو لیکے ہمین خلق گنہگار چلے

کر کے منہ سوے مدینہ پھر یہ پکاری زینب
تن نازک پہ اب ایسے کے روا تھا یہ غضب
یا محمد جو پلا بر میں تری روز و شب
تیر و خنجر و تبر و دشنہ و تلوار چلے

ساکن عرش بریں کرتے تھے جنکی پابوس
پابرہنہ سر عریان دل بریان افسوس
دھوپ روزانہ ہے سر انکے پہ در شبکو اوس
قریہ و دشت و دہ و کوچہ و بازار چلے

ہمدم خون جگر ان کے تئیں ہے اوقات
شور انکے نے کیا شور قیامت کو مات
سر و سایہ نہیں کچھ سر پہ بجز حق کی ذات
اس خرابی سے ترے عترت اطہار چلے

عین سنتے ہیں یہ ملعون ہماری زاری
حال دشمن کے بھی دشمن پہ نہو یہ طاری
طعن و طنز انکے سے ہیں زخم دلو نپر کاری
جسطرح قید میں ہم سید ابرار چلے

کچھ بن اب کس سے کریں حال یہ اپنا اظہار
یکسر دور بجھے دے کے دغا آخر کار
تیرے آگے جو کہلاتے تھے کہ ہم ہیں دیندار
خانۂ دین کے تئیں کر کے یہ مسمار چلے

ظالموں نے ہمیں دکھلائے یہ اپنے کردار
حلق پیاسے پہ سمجھتے ہیں چلے ہے تلوار
صورت اس حال کی آنکھوں میں پھرے کر ہر بار
پانی کی آگے ہمارے جو کہیں دھار چلے

اسے مقدور کہاں آگے جو احوال پڑھے
خون ٹپکتے ہوئے سر نوکو نپہ نیزوں کی چڑھے
نے کفن لاشوں کو انکی ملے نے گور گڑھے
ہائے یوں شہر مدینے کے وہ سردار چلے

مطلب اسطرح محمد سے کہیں تھیں زینب
لے زمیں تا بہ زمن حشر کا عالم تھا جب
اہل بیت نبوی جیتے جاتے تھے سب
قافلہ پر سے وہ با دیدۂ خونبار چلے

سودا کچھ تو نہ کہہ آگے یہ گر احوال تمام
پنجتن پاک کا تو اپنے تئیں کہیو غلام
سنکے یہ مرثیہ بیتاب ہیں سب خاص و عوام
تیرے مذہب کی اگر بزم میں تکرار چلے

مرثیہ حضرت

بولے ہیں مرغ چمن آج کہ نالاں ہیں ہم
ہے یہ سنبل سے کے زبان زد کہ پریشاں ہیں ہم
کہتے ہیں گل کہ سدا چاک گریباں ہیں ہم
نرگستان کا سخن یوں ہے کہ حیراں ہیں ہم

جائے ماتمیاں ہے بہ تن نیلوفر
قمری کو سمجھو کر اخگر ہے تہ خاکستر
آتش غم سے ہیں لالے کا نت اٹھ داغ جگر
سرو کہتا ہے یہی آہ کہ گلستاں ہیں ہم

نظر آتا نہیں یہ خوشہ تاک انگور
باغ کا آبلۂ غم سے ہوا دل معمور

جگر غنچہ کو ماتم نے کیا چکنا چور
گل پہ شبنم یہی کہتی ہے کہ گریاں ہیں ہم

صبح کو باد صبا ڈالے کلی سر اپنے پہ خاک
جسکو میں انسے سے پوچھا کہ تو کیوں ہے غمناک
سینہ ہے آج مجھی پھولوں کی کلیوں کا چاک
بولے ہے تعزیہ داران شہیدان ہیں ہم

جانو ہو کون ہیں یہ دشت بلا بیچ شہید
کر گئی جن کو تہ تیغ لعین قوم یزید
علی اور فاطمہ کے سب ہیں وہ فرزند سعید
انکے ماتم کے سبب مضطر و ترساں ہیں ہم

ٹہنی کو کاٹ کے بے فائدہ کرنا پیوند
قاطع اس نخل کی اتنے جو پھرے ہیں خرسند
کیوں کیا ابن پیمبر کا جدا بند سے بند
کیا سمجھتے یہ نہیں موردِ نقصان ہیں ہم

شاخ بے برگ پہ غنچے کو ذرا کر تو نظر
کہتے ہیں اہل حرم سے خبر اسے پیغمبر
سر حسین ابن علی کا ہے یوں ہی نیزے پر
تجھ تئیں آ نہیں سکتے کہ اسیران ہیں ہم

ہم سمجھتے تھے کہ ہم ہیں گل باغ نبوی
جھٹکا دامن کے تئیں ان نے طرف جسکی لی
گردش چرخ نے پر ہم سے بدی ایسی کی
دشت غربت میں مگر خار مغیلان ہیں ہم

اس مصیبت میں اسیں اپنے کمانے لاویں
چشم پوشی وہ کرے جسکی طرف ہم جاویں
ہیں یہ وہ لوگ محمدؐ سے نہ جو شرماویں
گویا اس بادیہ میں ریگ بیابان ہیں ہم

یا نبی کا جس کہ اس قوم میں کرتے ہیں سوال
گو کہ نزدیک نہیں ان کے محمدؐ کی آل
سامنے لاکے زمیں پر وہ لعین دے ہے ڈال
لیکن اتنا تو یہ سمجھیں کہ مسلمان ہیں ہم

نہ خورش دن کو میسر نہ ہمیں رات کو خواب
کیا قیامت میں خدا کو یہ شقی دینگے جواب
کسی حیوان پہ زمانے میں نہ ہوگا یہ عذاب
ویں انکے نہیں آتا ہے کہ انسان ہیں ہم

حق تعالی انھیں نابود کرے جلد لعین
ہمکو چیونٹی سے بھی کم جانیں ہیں اولاد تئیں
زیادتی ایسی پہ کیا غرے میں ہے قوم لعین
سمجھے ہے ہر متنفس کہ سلیمان ہیں ہم

یا نبی کس سے کہیں جا کے ہم اپنی تب و تاب
اسقدر گرم ہے جس طرح سے ہوا آتش کباب
اب ٹپکتا ہے جو آنکھوں سے ہماری خوناب
یہ سلوکوں سے انھوں کے دل بریاں ہیں ہم

زندگانی سے کیا سوختنے نے ہر دم کی اس
آہ بھرتے ہیں تو آتی ہے جلے گوشت کی باس
اٹھ پھر آتش غم دل کے سلگتی ہے پاس
ہاتھ سے انکے زبس سینہ سوزاں ہیں ہم

اس مصیبت سے ہمیں شام لیے جاتے ہیں
کھینچکر تیغ کبھو سامنے آجاتے ہیں
کبھو برچھی کی انی ان کے بتلاتے ہیں
ہیبت و خوف سے اب قالب بیجاں ہیں ہم

قید سے تو ہمیں آزاد کریں اب یا نسیم
پوچھے جو کوئی کہ ہے کون یہ کسکا ہے یتیم
بیٹے عابد کو ہون مقتل پہ شہ دین کے مقیم
یون کہیں معتکف گور غریبان ہین ہم

بیٹا اسکا یہ جسے کہتے رسول الثقلین ہو
دیکھتا ہے کدھر اسے فاطمہ کے نور العین
بر مین آجا تو ہمارے بھی ترے صدقے مین
و بدم لاڈ ترے کرنیکے قربان ہین ہم

سو وہ ان ظالمون کے ہاتھ کر اب بجلی و طن
چلو پانی بھی پلا اُس کی نہ کاٹی گردن
اک پکار ہین نہ گور اُس کو ملی ہے نہ کفن
لتبہ کہتے ہین لعین صاحب ایمان ہین ہم

چور ہو جب وہ گرا گھوڑے سے بر روے زمین
ظہر کا وقت اگر ہاتھ سے ٹلجاوے کہین
جلدی سر کاٹ لو اسکا یہ لگے کہنے لعین
ہونگے شرمندہ خدا سے کہ مسلمان ہین ہم

سر تواسے کا نبی اپنے کے لین سر سے اتار
زہے اسلام و زہے دین و زہی یہ دیندار
ہاتھ سے وقت نماز اُس پہ نہ دیوین زنہار
کفر کہتا ہے کہ اس دین پہ حیران ہین ہم

کر چکے قطع سخن اپنے کو اب اہل حرم
باز پرس اُنکی جو محشر مین پڑے گی جس دم
سودا یان تو بھی ہو خاموش نہ مار آگے دم
یون وہ فرماتے ہین حامی ترے آن مین ہم

مرثیہ حضرت

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے
وہ بوسہ گہ نبی تھی پیمبر کے واسطے
انصاف سے جواب دو حیدر کیواسطے
یا ظالمون کی برش خنجر کے واسطے

کیا تیغ و تیر و نیزہ و کیا کارد کیا تبر
کوئی چڑھاوے چرخ کوئی رگڑی سنگیر
لے سیل تا بہ تشنہ و برچھی سے تا خنجر
اُس نور چشم شافع محشر کیواسطے

وہ تازگی کو روح نبی کی ہوا تھا خلق
جس سینے پر مگس ہو تو ہو فاطمہ کو قلق
یا اس لیے کہ ذبح کرین اسکو تشنہ حلق
وان بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کیواسطے

شمشیر ہو تو دشمن دین کے پئے قتال
نیزے کی بہر سینۂ اعدا بنی تھی بھال
یا اسلیے کہ قتل ہو اُس سی نبی کی آل
یا اُنکے سر دکھانیکو گھر گھر کیواسطے

اک تیر چلانا تیر کا تودے پہ ہے صواب
تک منصفی کرو مری ابیات کا جواب
یا سیجیے تو وہ سینۂ ابن ابو تراب
یار دبی کی روح مطہر کے واسطے

دیکھا جہان مین کافر و دیندار کا بھی بیر
انکی سی پر قساوت قلبی نہ کی مین سیر

پیتے وین آب اس کی تابہ وحش و طیر
مانع ہوں ابن ساقی کوثر کیواسطے

امت ہی وہ کہ خانۂ دین کی ہو پاسبان
آتش پڑے اے بخت و پڑ آئی تھی رجبان
یا لوٹ لیوے اپنے پیمبر کا خانمان
یا دیوے کو وہ فاطمہ کے گھر کیواسطے

راوی لکھے ہی خرد و کلان زمین جب ہوا
شمشاہہ طفل اصغر معصوم تک ہوا
تیر سے اور تیغ ی سب کا لہو چوا
طعمہ عقاب تیر ستمگر کے واسطے

تنہا پھر اس زمین پہ رہا شاہ کربلا
بعد اس ستم کے خیمہ ہوا مورد بلا
اسکا بھی تیغ ظلم سے آخر کٹا گلا
غارت گر دنکے ہاتھ ہی زیور کیواسطے

خیمے میں جب دھنسے وہ لعین چھاتیاں ہی
کیا ہووے اُن غریبوں نے جنپر یہ آ بنے
بیٹی پیچھے تھی مان کنیزان بنا کے
جزیہ کہ دین خدا و پیمبر کے واسطے

تلوارین کھینچ کھینچ یہ بولی وہ بدخصال
گردن پہ اپنی جان کا اپنی نہ لو وبال
جلدی سے تم بتاو کدھر ہی متاع و مال
برباد زندگی کو نہ دو زر کیواسطے

سجاد نے کہا جو ہمارا تھا مال و زر
کیون باندھتے ہو قتل پہ عورات کے کمر
ٹکڑے ہوے پڑا ہی وہ زمین جدھر تدھر
یہ رہ گئی ہین پیٹنے کو سر کیواسطے

جسکا ہی نام زر سو نہ یان بیش ہی نہ کم
کیا دینگے ہم تمھین کہ تمھین سے لیا ہی ہم
دینے کو یان نہ دام ہی موجود نے درم
داغ جگر رسول کی دختر کیواسطے

غربت کو تم نے دیکھ ہماری وہ کچھ دیا
آڑے تمھارے آویگا دان یہ لیا دیا
جس سے کہ شکر ہم نے بدرگاہ حق کیا
سبکو جہان بلائینگے محشر کے واسطے

گر قتل ہی انھونکا تمھارا ہے مدعا
چاہو جو زر تو دیکھ لو ہو جس جگہ دھرا
حاضر تمھارے سامنے سب ہین رنگ کیا
قفل و کلید کچھ نہین یان گھر کیواسطے

یہ سنکے وہ لعین لگے پیسے لوٹنے
باہم لگے قساوت قلبی سے بولنے
ہر اک مکان کھودنے اور نیچے کھولنے
کپڑا کسو کے رکھیو نہ چادر کیواسطے

سب کچھ غرضکہ چھین لیا سبکو مار مار
چھوڑین کسیکی چیز سے کچھ کب وہ نابکار
خلخال تک تو دختر زہرا کے لی اتار
گوش سکینہ چیرین جو گوہر کیواسطے

تنبو قنات آتش کین سے جلا دیے
سر پہ کسیکے تھا تو نہ تھا تن کی کچھ سیے
کپڑے چھوڑے تن کے نئے اور ان سے
تن پر کسی کے تھا تو نہ تھا سر کیواسطے

القصہ کام اُنکے نے پایا جب انصرام
پہونچے جو حر بگاہ تلک وان کیا قیام
لیکر حرم روانہ ہوئے تب بسوے شام
دکھلانیکو وہ عترت اطہر کیواسطے

مین آہ کیا کہون نظر آئی جو کچھ وہ ٹھانو
گر رہا تھا دست کسی کا جدا تھا پانو
جس جا کٹا ہوا تھا رسول خدا کا نو
یہ شکل اور آل پیمبر کے واسطے

تو تھو پہ جا پڑی نظر اُن کی جو ناگہان
زینب پکاری ہے تو وان لوتھو مین جان
تاریک و تیرہ ہوگیا آنکھو مین دو جہان
بھائی جگہ دے اپنی بھی خواہر کیواسطے

اے بیگناہ کشتۂ دو ند یوح بے سبب
مین کیونکہ تی لوتھو مین پاؤن تجھے کہ جب
پہونچی ہون تجھ تلک آنکے مین بھی بصد تعب
پہچاننے کو سر نہو پیکر کے واسطے

تجھ سر کے شام جانیکا مین کیا کہون اصول
اس سر کے بالین سے سدا پنجۂ رسول
لٹکے تھا نوک نیزہ سے اور پڑ رہی تھی دھول
شانہ تھا گیسوان معنبر کے واسطے

نانا رداکو اپنی رکھے تیرا فرش خواب
باپا کی کینت کے سبب ابن بوتراب
مان پر سے ندے تن پہ کبھو عکس آفتاب
مین خاک اختیار کی بستر کیواسطے

پٹرد نکی غم مین چاہیے رو رو کے مین مرون
اے نور چشم فاطمہ بتلا مین کیا کرون
کفنا کے کس طرح سے تجھے گور مین دھرون
سو تو نہین ہے چادر و معجر کیواسطے

زینب غرض کہ رو رو با واز درد ناک
یہ جو نہین وہ پڑا ہے کہ جسکے قدم کی خاک
کہتی تھی مین یہ کہ تیغ ستم سے ہوا ہلاک
سرمہ تھی چشم خسرو خاور کیواسطے

یا مرتضیٰ علی ولی حشر کا قیام
سودا کو بھولیونہ تو اپنے ز فیض جام
جس روز ہو عرض کیے رکھے ہے یہ غلام
دریاے العطش کے شناور کیواسطے

مرثیۂ مربع مستزاد

ہے ایک روایت ز روایات پُر از غم — رو اسکو تو سُنکر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم — سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم — تم سُنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم — غیر از دم خنجر
مجکو بھی جدھر وہ گئے اودھر ہی کو جانا — اے صاحبۂ دین

کھنچ سے ہمقوم کے بچنے کا ٹھکانا ہو	مجکو نہیں کیونہیں
کٹواکے عزیزوں کا سر اس سر کو بچانا	اپنا نہیں آئین
یہ ننگ گوارا نہ ہوا از خلقت آدم	زنہار بشر پر
تین جاکے مدینے مین منھ اب کسکو دکھاؤن	بیخویش و عزیزان
پوچھے جو کوئی اُنکو تو کس طرح بتاؤن	تفصیل غریبان
کیا قوم عرب کے تئین اپنے پہ ہنساؤن	ہو زیست کا خواہان
جیتا ہوا جاؤن جو کر اس معرکے سے رم	ہی مرگ سے بدتر
اکبر کی مجھے منع کرے ہی کہ نہ پی آب	اب تشنہ دہانی
اور لیگئی دن رات کا آنکھوں نے مرے خواب	اصغر کی کہانی
ہر لحظہ و ہر آن یہ دل رکھتی ہی بیتاب	قاسم کی جوانی
کیا لطف اُٹھاویگا وہ جس کا ہو یہ عالم	آفاق مین جی کر
عباس کے کر قطع ستم کیشون نے بازو	ڈالے بسرے خاک
جون خشکی مین ماہی ہو نظر آئے ہے مجھکو	یون عابد غمناک
دل دیکھ سکینہ کے پریشان ہوئے گیسو	جون شانہ ہی صد چاک
جز مرگ علاج اسکا نہین کیجیے مرہم	ہو زخم جو تن پر
زینب سے نے عرض شاہ کے اس نظم بیان کی	سر پیٹ کے اکبار
بولین کہ رہا تو ہی ہے اب خرد و کلان سے	چارن مین نہ زنہار
نکلا یہ سخن جس گھڑی زینب کی زبان سے	سنکر شہ ابرار
بولے کہ نہین ہی یہ جگہ مارنے کی دم	یو نہین ہی مقدر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ	رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پہ سلح جنگ	ہمشکل کفن سے
اس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ	فرقت کی محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پُر از غم	افلاک سے اودھر
کرتا تھا شہ دین کی کوئی منت و زاری	پڑتا تھا کوئی پانو
پیٹے تھا سر اپنے کے تئین وقت سواری	لے لیکے کوئی نانو

ڈھونڈھے تھا کوئی مارنے کو اپنے کٹاری	ہر ہر گود ہر اک تھا تو
مطلب کہ عجب طرح سے تھا اُس گھڑی ماتم	تقریر سے باہر
فرمانے لگے دیکھ شہنشاہ یہ حالت	یوں اہل حرم سے
موقع نہیں شیون کا یہ ہے وقت وصیت	کیا سود الم سے
محروم سکینہ کو نہ رکھیو ترے ہر غربت	رکھیو نہ کرم سے
نازک ہے یتیموں کا دل اس سے تو ہو محرم	شیشے کے برابر
سجاد و سکینہ کو نہ ڈانٹے سے ہے نہ مارے	کوئی کہ ہے کم سن
رہیو تم انھوں کے یہ جو دونوں ہیں بچارے	دلجوئی میں نسدن
اور اپنی مصیبت پہ میں رونے کو تمھارے	مانع نہیں لیکن
زنہار مرے بعد نہ تم کو ٹیو باہم	کیا سینہ و کیا سر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب	گو جی ہے غم اندوز
اس امر میں بندے کو خموشی ہے بہت خوب	از نالۂ جان سوز
آگریہ مبادا نہ کہیں حضرت ایوب	محشر کے تھیں روز
صابر نہ رہے مرضی ایزد پہ کوئی دم	اولاد پیمبر
اس امر میں سر پیٹنے مو کرنے پریشان	کچھ کام بھلا ہے
ماتم میں خراشیدن رو نزد بزرگان	کار جہلا ہے
دم لو کہ مراد و در ابھی اے پردہ نشینان	خنجر سے گلا ہے
تن پر تو مرے دیکھتے ہو سر کو مسلم	کیوں ہوتی ہو مضطر
جب نذر خدا لا کے خلیل اپنے پسر کو	کرنے لگے قربان
پایا نہ قبول اُس کا خدا ہی نے کسی رو	شان اپنی کے شایان
گردن کا بنی زادکے خنجر سے نہ یک مو	کاٹا گیا اُس آن
دینے کو دیا امر الٰہی نے پھر اُس دم	زیر دم خنجر
یہ دیکھ کے احوال روی وہ بنی اللہ	کر نالۂ و فریاد
تاریک ہوا نظر و نمین سے ماہی ستا ماہ	یہ غم ہوا رو داد
مقبول مرا ہونے پہ سر حق سے کے بدرگاہ	تم چاہیے ہو شاد

افسوس صد افسوس کہ شادی کی جگہ غم	ہو شمر کے دل پر
اُس سر کی سعادت ہے کہ جو راہ خدا مین	گردن سے جدا ہو
بندہ ہے وہی خوب جو ہر رنج و بلا مین	راضی بہ رضا ہو
ٹک غور کرو آپ کو دو جگ کی بنا مین	تم کون ہو کیا ہو
صابر بہ رضا بیٹھو قدم گاڑ کے محکم	اے عترت اطہر
خنجر یہ وہی ہے جو گلے پیر سے چلے گا	یہ تمکو یقین ہو
وقت اسکے گلے لگنے کا ذرہ نہ ٹلے گا	گو اب وہ نہین ہو
سر دم تلے ہر گز نہ مرا اُس کے ہلے گا	لرزش بہ زمین ہو
وہ خنجر تقدیر ہے مین اس سے ہون محرم	جو اُس مین ہین جوہر
اسطرح وہ مظلوم تو دیتا تھا دلاسا	عترت کو نبی کی
تقدیر نے خنجر کا رگڑ سنگ سے واسا	خواہان ہوئی جی کی
اس امر مین الحاج محمدؐ کا نواسا	لمائے تھا کسی کی
القصہ بہ حس ہو گیا بادل پر غم	میدان کو وہ سرور
اور آگے شہادت کا بیان کیا کرون ہیہات	جسطرح وہ مظلوم
اُس دشت بلا بیچ ستم پروروں کے ہات	کٹوا گیا حلقوم
لکھی ہے تواریخ مین ہر راوی نے یہ بات	یون ہمکو ہے معلوم
کچھ کم دو ہزار اسکو جراحت لگے پیہم	جز شمر کے خنجر
پر نالے لگے بہنے لگے اُن زخمونکے جب چاک	ہو ضعف سے بیتاب
اُس لحظہ اوتر گھوڑے سے آیا بہ سر خاک	وہ مہر جہان تاب
مانند شفق اُسکے بدن پر جسد پاک	تھا خون کا گرداب
توسن سے لگا کہنے یہ با دیدۂ پر نم	وہ دین کا سرور
اے بادیہ پیمائے جہان تجھ سے وصیت	کرتا ہون مین اس آن
تا خیمہ پہونچنے کی نہین اب مجھے طاقت	لب پر ہے مرے جان
جا کر یہ سخن کہ طرف پردۂ عصمت	اے اسکے یتیمان
سر کاٹ کے جینگے کئی سنگین کے ظالم اقصم	برچھی کی سنان پر

بستر پہ جو بیماری کے ہی عابد بیمار	اُس سے تو یہ کہیو
کیسا ہی جو ہو مرضی حق مین سمجھے آزار	راضی ہی تو رہیو
جو ظلم و ستم تجھ پہ کرین قوم جفا کار	سر اپنے پہ سہیو
تنہا نہ مصیبت مین گرفتار ہین کچھ ہم	تھے سارے پیمبر
جانا جو ہو قسمت سے مدینے کو تمھارا	جا دیر سے بدیسے
کہیو کہ سلام ابن علی کہ کے سدھارا	ہر دوست کو میرے
جبتک کہ لعینون نے سر اُسکے کو اُتارا	تھا یاد مین تیرے
مشتاق و ملاقات رہا مرگ کے تا دم	فرزند پیمبر
یہ کہکے شہ دین نے کیا گھوڑے کو رخصت	خیمے کی طرف کو
من بعد نصیب اُسکے ہوا جام شہادت	از دست جفا جو
وان سے جو گیا اسپ سوے پردۂ عصمت	مل چہرہ مین لوہو
پھر کیا کہون تھا حق ہی اُس احوال سے محرم	گذرا جو اُنھون پہ
آیا جو نظر خانۂ زین شاہ سے خالی	مین کیا کہون اُس آن
وحشت ہوئی اک وحشت محشر سے نرالی	از نالۂ و افغان
خاک اپنی سر و شکل پہ ہر ایک نے ڈالی	کربال پہ پریشان
پہچانے تھا کوئی نہ کسی کے تئین باہم	از عترت اطہر
لوہو سے بھری دیکھکے گھوڑے کی جبین کو	سر پیٹ کے زینب
بولین کہ مگر قتل کیا سرور دین کو	کہ واقعی تو اب
کھویا کدھر اُس مہر نبوت کے نگین کو	کھول اپنے ذرا لب
بتلا دے ہمارا ہے کدھر مونس و ہمدم	ہم بھی چلین اودھر
سچ کہہ کسی بیرحم نے رحم اُسپہ کیا تھا	جب سر کو اُتارا
پانی خلف ساقی کو دیا تھا کہ	یا تشنہ ہی مارا
جی پیاس ہی نے جسم سے کیا اُسکا لیا تھا	جو جگ سے سدھارا
اسطرح کی آفت کبھو دیکھی ہی نہین ہم	زنہار بشر پر
کہتا تھا کوئی اُس سے کہ اے بادیہ پیما	کید ہر شہ دین

پوچھے تھا کوئی حال شہادت سے مجھے بتلا
بولے تھا کوئی خون ترے چہرے پہ ہی کسکا
کرتے تھے یہ کہہ کے سخن ہائے پُر از غم
مارا ہی کس آئین
جس سی ہی یہ رنگین
خاک اپنے سرون پر

گھوڑا بھی کبھو کھا کے پچھاڑین بروئے خاک
دیکھے تھا کبھو سر کو اُٹھا کر سوے افلاک
کہتا تھا اشارون سے کبھو ہو کے وہ غمناک
ہیہات کٹا آج سرِ سرورِ عالم
لوٹے تھا الم سے
دور انکے ستم سے
یون اہل حرم سے
زیرِ دمِ خنجر

گرواتے لگے طرین زینب و کلثوم و سکینہ
کہتی تھین کہ ویران ہوا آج مدینہ
کوئی نہ بچا آل کا ڈوبا یہ سفینہ
اس بحرِ تلاطم سے کہو کیونکہ ترین ہم
با دیدۂ خونبار
اے احمد مختار
جز عابد بیمار
اب ہو گئے شناور

القصہ جو احوال حرم رکھتے تھے اس آن
تو ہو کھڑے روتے تھے انسان و حیوان
طاقت نہین سننے کی زبس اب آگے مہربان
توفیق عزا کی سبھی ہر ماہ محرم
دیکھ اسکے بین کو
ہر جانب و ہر سو
خاموش ہو اب تو
دے خالق اکبر

مرثیہ حضرت

اشجار غم سے ہو گئے بے برگ و بر صبا
پھر کس خوشی سے کرتی ہی تو اب گذر صبا
گل شبنم الم سے ہوئی چشم تر صبا
سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا

ہی گلشن جہان مین قیامت کی اب سحر
جلے عبیر ملتے ہین گل گرد منہ اوپر
بیٹھے ہوے خموش گریبان کو چاک کر
بلبل کا آہ نالہ سے ٹکڑا جگر صبا

گلزار فاطمہ کا مین احوال کیا کہون
تیغ ستم سے کاٹ گئے وہ دنی دون
ہر اک سخن سے دم بدم آتی ہی بوے خون
چھوڑا نہ باغ دین مین کچھ خشک و تر صبا

پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال
ہے کس ستم سے مزرع ایمان پائمال
ہر اک طرف پڑی ہین کٹی انکی ڈال ڈال
ٹک اس جفائے چرخ پہ کیجو نظر صبا

رکھتا تھا جن گلوسے فضا دین کا بوستان
لے گئے سوے یزید لعین کرکے ارمغان
دستے ہی باندھ باندھ انھونکے وہ شامیان
جاوے مدینے بیچ نبی کو خبر صبا

ابن علی کا پارہ ہی کُل زخم سے بدن
نے پاس دین ہی تجکو تو اب مان یہ سخن
سینے کو اُسکے دیکھ کہ ہے تختۂ چمن
خاک اپنے سر پہ ڈالتی پھر در بدر صبا

سیر چمن کا وقت ترے کو نسا ہے آہ
جا دیکھ رہین تو کہ محمدؐ کی بوسہ گاہ
عالم بچشم عالمیان ہوگیا سیاہ
خنجر سے اب ستم کے لہو مین ہی تر صبا

اُس سر کا جو رہی تھا پیمبر کے دوش پر
تب ظالمان دہر نے اُس سر کو کاٹکر
ہمدم نہ جب رہا کوئی غیر از دم خنجر
ہمراہ اپنے لیگئے نیزے پہ دھر صبا

وہ تن کہ جس سے شاہ نجف کی تھا دلکو چین
اور دمبدم کہین تھین مین صدقے ترے حسین
روشن تھے جسکے دیکھنے سے فاطمہ کی نین
بے سر پڑا ہی آج سو وہ خاک پر صبا

دھوتی تھی جنکو فاطمہ اُن گیسوؤنکی بال
شامی یہ چاہتے تھے کرین تن کو پائمال
جاتے ہین جھومتے وہ سنان پر لہو مین لال
چوکی دی ایک شیر نے وان آنکر صبا

خیمے مین پیٹھ لوٹ لیا گھر کا تار تار
بیمار عابدین کے دی ہاتھ مین مہار
عترت کو اُسکی اونٹونکی کر پیٹھ پر سوار
دکھلاتے لیگئے ہین انھین دربدر صبا

لکھتا ہی اک کتاب مین راوی معتبر
نیزے سی لیگئے وہ لعین تب اُتار کر
اُس قافلے کا شام مین جسدم ہوا گذر
پیش یزید طشت مین اس سر کو دھر صبا

اس لعین نے سر کو چھوا بید کی چھڑی
معت تھی جو اہل بیت کی وان سامنے کھڑی
سنتے لگا کہ ذات تو موتی کی ہین لڑی
زینب یہ بولی اُنہن سے سر پیٹ کر صبا

اے روسیاہ کوڑھ سے ہو جائے گا سفید
جینے سے اپنے جب کہا یہ ہوکے نا اُمید
مارے ہی بوسہ گاہ نبی پر یہ چوب بید
بولا یزید پھیر کے منھ کو اُدھر صبا

اے بیوہ تو جو کرتی ہی مجھسے یہ گفتگو
راوی سے کہے ہی ایک فرنگی نیک خو
بہ تجے کی اپنے بھائی کنے اس زبان سے تو
سُنتے لگا یزید کو وہ دیکھکر صبا

سن اے یزید ہم جو ہین عیسیٰ کے دین پر
تو نے نبی کی اپنے نہ حرمت رکھی نظر
پوجین ہین اس علاقے سی نت سم پائے خر
یہ کہہ کے اُن نے اپنی کئے چشم تر صبا

اس حرف سے یزید لعین نے غضب مین آ
جلاد اسکے قتل کو دوڑ ہین کیا بلا

دیکھا جو اُس فرنگی نے اُس دم یہ ماجرا
بولا اُٹھا کے طشت سے وہ غنچہ کا سر صبا

اے سر خدا کیواسطے ایمان کر عطا
نانا کے اپنے دین مین مجکو تو جلد لا
القصہ سر نے شاہ کے کلمہ دیا پڑھا
راوی معتبر نے یہ دی ہے خبر صبا

آخر یزید لعنتی خلق کے سے کہے
تا لے لہو کے تن سے فرنگی کے دان بہے
اپنے پہ بہر دین یہ ظلم و ستم سہے
داخل ہوا شہید دنین جی سے گذر صبا

سودا تو اپنے دلکو رکھ اس غمسی دردناک
تا فضل روز حشر کرے وہ امام پاک
یون سر پہ اپنے کیجیے اس تعزیے مین خاک
باغ جہان مین کرتی ہے جون ہر سحر صبا

دیگر مرثیہ مفردہ بزبان دکھنی آمیز

کافران آل محمدؐ پہ ستم کیا کیتا
ہائے تمنا نے اُنھان اُپر ظلم کیا کیتا
شوکو بلوائے مدینہ سینی لکھ پتیاری
تمن اپنا کھو وہ قول و قسم کیا کیتا
جس گلے کا سدا لیتے تھے پیمبر بوسہ
اُس گلے کو کیا لوہو سیتی تم کیا کیتا
ظالمان ڈھا دیے تمنا نے امامت کے ستون
گھر پیمبر کا کیا تم نے ہدم کیا کیتا
لب دریا یہ کیا اُس کا جگر پیاسا ذبح
نبی اپنے سے نہ کی تم نے شرم کیا کیتا
تیغ و خنجر سیتی ظلمان کے تمن شل چار
عضو عضو انکے کیے ہائے قلم کیا کیتا
تن دیے خاک مین ڈال انیوں کی بے دفن و کفن
سیس اُٹھا کے کیے نیزان پہ علم کیا کیتا
کھو دیا ہائے رتن تم نے نبی کے من کا
کیا کہو حق جو یہ پوچھے وہ رقم کیا کیتا
آنجھو موتی سے پیمبر کے نین سے نے بہتے
لال وہ فاطمہ کا ال کے بہم کیا کیتا
کاٹا دنیا کے لیے سیس شہ دین کا تمن
حیف تمنا نے لیے دام و درم کیا کیتا
سیس کی اہل حرم کے ہتیین ہم چدران
اُنکا یون لوٹ لیا مال و حشم کیا کیتا
قید مین شام کو اونٹان پہ چڑھا کہ ظالم
لے گئے آ بچکے دن اہل حرم کیا کیتا
کس خوشی سیتی دکھاؤ گے محمدؐ کو منھ
فاطمہ سے کے یہ دیا جان کو غم کیا کیتا
پوچھین گے حشر مین تمنا سے تو کیا دو گے جواب
مصطفیٰ کے جو وہ تھا جسم کا دم کیا کیتا
اپنے ہنیان کے نواسونکو کیا پیاسا ذبح
ہو کے افسوس تمن خیر امم کیا کیتا
ٹھور تمنا کے تئین نہین ہے کہین بن دوزخ
اپنے کرمونکا کمایا یہ کرم کیا کیتا

مہرباں بولے ہرا سے کافر دنیا کیلیے — کردیا دین کو ثمن اپنے عدم کیا کیتا

دیگر مرثیہ مفردہ

دیکھیو چرخ کی بیدادی ہائے — فاطمہ آج ہین فریادی ہائے
ہو گئی دست تظلم سے حیف — خانۂ دین کی بربادی ہائے
اہل بیت نبوی بیٹھے ہین ۶ — شہر کو تج کے سوے وادی ہائے
رہنمائی کو چلے امت کی — کربلا دین کے جو تھے ہادی ہائے
شام کی فوج سے آکر دیکھو ۶ — ہل ہین ویران کی یہ آبادی ہائے
مارتا صید حرم کو نہ ڈرا — کیا زمانیکی ہے صیادی ہائے
گرچہ ہی ظلم ترا کام و لے — چرخ اتنی ستم ایجادی ہائے
یا نبی تیری ہی امت نے آج — یون تری آل کو ایذادی ہائے
تخت کی رات ہی ماتم مین دلھن — ہی یہ قاسم کی عجب شادی ہائے
بولا منہ دیکھ عروس اپنی کا — ہو گئی ختم یہ دامادی ہائے
یہی قسمت تھی تری کیا کیجیے — ہائے لے دین کی شہزادی ہائے
شکل اکبر جو نبی سے تھی شبیہ — دہر نے خاک مین ملوادی ہائے
پیٹ کر سر کو ملائک روئے — دیکھکر شمر کی جلادی ہائے
لوح سے لے کے قلم تک لرزا — جب چلا خنجر فولادی ہائے
غم نے سجاد کے اس رونے پہ — لکھی طالع کی نہ ملوادی ہائے
باپ بھائی کی شہادت کی اب — کس نے عابد کی خبر لادی ہائے
نشتر غم نے اب اک عالم کے — کی رگ جان یہ فصادی ہائے
کفر کے گھر کے تئین کر آباد — دین کی بستی کو لٹوادی ہائے
صف مژگان کی طرح اک پل مین — صف ایمان کو الٹادی ہائے
قید مین اب تو حرم جاتے ہین — ہو گی کسطرح سے آزادی ہائے

سودا یہ سنکے ترا الفسم کلام
کہتی ہے سوز کی استادی ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

اے باد صبا آج وہ سلطان کہاں ہے   اُس بنت نبی فاطمہ کا جان کہاں ہے
مدفون ہوا جس جا پہ وہ شاہنشہ مظلوم   بتلا مجھے وہ گور غریبان کہان ہے
فردوس کو بھی فخر تھا جس سے دو جہاں مین   اُس باغ نبی کا گل ریحان کہان ہے
گذرا ہے جو کچھ آل پہ وہ آنکے دیکھے   اب آچکے دن صاحب قرآن کہان ہے
جس کا کہ ہوا لخت جگر ذبح پیاسا   وہ ساقی کوثر شہ مردان کہان ہے
پانی بھی روا شامیون نے جس پہ نہ رکھا   کربل کی بیابان کا وہ مہمان کہان ہے
یان پیاس کے ہاتھون سے ہوا گنج شہیدان   بے آبی کا دنیا مین یہ طوفان کہان ہے
جمشید سے تھے جسکے غلامان ہزارون   بتلا تو مجھے وہ شہ شاہان کہان ہے
اک نیزہ پہ آیا ہے یہ خورشید قیامت   برچھی پہ سر شاہ نمایان کہان ہے
جس سر کو لیے جاتے ہین نیزہ پہ لعینان   اُس سر کو بتاؤ تن بیجان کہان ہے
آتا ہے شفق بیچ نظر دین کا خورشید   غرق اُسکا لہو مین تن عریان کہان ہے
جس بن دو جہان چشم خلائق مین ہے تاریک   ہیہات کہ وہ مہر درخشان کہان ہے
جس جا پہ ہوا قتل امام دو جہان آج   پوچھون ہون مین یہ تجھسے وہ میدان کہان ہے
جاتے ہین یتیم اُسکے گرفتار بہ زنجیر   یارو کہو والی یتیمان کہان ہے
جاری ہے لہو اُسکے یتیمون کے نین سے   پوچھے جو وہ یہ دیدۂ گریان کہان ہے
روتے ہین سبھی اہل حرم آچکے دن ہائے   کہتے ہین ہمارا وہ نگہبان کہان ہے
کربل مین کہین جاکے کوئی ڈھونڈھو محبان   لوہو مین پڑا دین کا ارکان کہان ہے
لے دیو و پری جسکے لیے تا ملخ و مور   سر پیٹے ہین اپنا وہ سلیمان کہان ہے
ہر چند کباب آتش غم سے ہے دل خلق   پر فاطمہ کا سا دل بریان کہان ہے
جسمین نہ بچا خویش نہ بھائی نہ بھتیجا ہو   ایسا بجہان گنج شہیدان کہان ہے
چھوڑا نہ اُسے عمر تھی ششماہہ بھی جسکی   آفاق مین یہ ظلم کا طغیان کہان ہے
مان اُسکی یہی کہتی ہے سر پیٹ کے اپنا   اب جینے کا تجھ بن مجھے ارمان کہان ہے
ٹک بول مرے ساتھ کہ اس دلکو ہو تسکین   اے جان مری مین ترے قربان کہان ہے

ڈن سے آتشیں جو نکلے دو و صدائے مری دلنشا — روز روکے ترا آ نکلنا ہر آن کہاں سے
یسر د ترق دیہ بتا اے مری جانِ — جو باعث گرمی تھی سو وہ جان کہاں سے
ہونہ دیا تو نے جواب ایک بھی ہاے — جتنا مین پکاری مرے نادان کہاں سے
ے کھول تو منھ اپنا مری جان کہ دیکھون — سوراخ کدھر حلق کا پیکان کہاں سے
نند شب تار نظر آئے ہے مجھکو — اے گھر کے مرے شمع شبستان کہاں سے
اری جو کچھ ہو تو طبیبون سے مین پوچھون — تجھ بن مرے اس درد کا درمان کہاں سے
لڑے جو مرے دکھے بہین آنسوؤنکے ساتھ — تجھ غم مین وے رونیکا سامان کہاں سے
ہفر کو غرض ردی ہن جس طرح سے بالو — وہ چشمۂ کہسار مین جس ریان کہاں سے
لین جو ترے داغ ہی اس غم ستی سودا — اس داغ کی سی آتش سوزان کہاں سے
مرثیہ ایسا ہی کہا تو نے کہ جس سے — آمرزش حق کہتی ہی عصیان کہاں سے

دیگر مرثیۂ مفردہ

ے قوم ملک سنو تو بھلا ہاے ہائے ہاے — خنجر گلے پہ کس کے چلا ہاے ہاے ہاے
ودل ہی آج جگ مین سو ہی دو دو غم سی پُر — کسکا یہ گھر دیا ہے جلا ہاے ہاے ہاے
یہ بنت فاطمہ ہی کہ جن نے بجاے خاک — خون حسین منھ سے ملا ہاے ہاے ہاے
طمہ کس کا ہووے وہ تن جس کا ایک عمر — رومال فاطمہ نے جھلا ہاے ہاے ہاے
جنگل مین کنکرون پہ وہ سویا پڑا ہے آج — جو گود مین نبی کے پلا ہاے ہاے ہاے
یہ ابن بوتراب ہے جس کا بغیر سر — مائی مین تن پڑا ہی رلا ہاے ہاے ہاے
بویا تھا فاطمہ نے جہان تخم صد امید — وہ کھیت کسطرح سے پھلا ہاے ہاے ہاے
پانی جنھین دیا نہ کسی نے جز آب تیغ کو — سو تشنگان کرب و بلا ہاے ہاے ہاے
بے آب و دانہ تھے جو کئی روز سے حرم — دی انکو خوان غم پہ صلا ہاے ہاے ہاے
کرتے تھے برگ و گل پہ رکھے سی جو پاؤن و رد — ہر ایک خار انھین گلا ہاے ہاے ہاے
پوچھو تو آسیاے فلک سے کوئی کہ تین — کس کے یہ گھر کے گھر کو دلا ہاے ہاے ہاے
کس کا ہی یہ عیال کہ بے محمل و حجاز — جاتا ہے اشترون پہ چلا ہاے ہاے ہاے
زنجیر اسکے پاؤن تو اسکے گلے سے ہے طوق — یہ کون ہین اسیر بلا ہاے ہاے ہاے

یہ طفل بے گنہ تھا کسی کا کہ جس کے تیر لگ کر گلے مین پھر نہ ہلا ہاے ہاے ہاے
وہ مرتبہ سمجھ کہ جو کچھ تھا حسین کا تاج انبیا کے سر سے ڈھلا ہاے ہاے ہاے
ایسے نبی کے لخت جگر قتل یون کیے کیا کر گئے عمل جہلا ہاے ہاے ہاے
جو سونی کے دوش پہ تھا سو ہے نیزے پر دیکھے زمانے کی یہ کلا ہاے ہاے ہاے
کیونکر روؤن لہو کے نہ انجھوان سی مہربان نازل ہی کربلا مین بلا ہاے ہاے ہاے

دیگر مرثیۂ مفردہ

یاروا یا خلق پر اب ہے دکھ بھاری روتی ہے سر پیٹ پیٹ یہ پرکھی ساری
جسکو دیکھون بھر نظر سو روتا ہے وہ لوہو جگر کا آج ہے نینون سے جاری
اہل زمین و آسمان سب خاک بسر ہین آدم ہے لے تا ملک یہ حال ہے طاری
کیون نہ یہ حالت خلق کی اب ہوئے یارو بیٹھے غم کے تیر کا جب پیکان کاری
پانی پینے جس جگہ آ مور و ملخ تک آل نبی کی آب بن وہان پیاسی ماری
کوثر کے مختار کے بچے کرتے ہین پانی کے اک بوند کو سو منت زاری
غربت سے کے وہ دشت مین پھرتی ہین بیکس کوئی نہین اب جو کرے اسدم مین یاری
ظالم بٹھلا لیچلے شام اُن اونٹون پہ جن اونٹون کی پشت پہ محمل نہ عماری
بانو بیوہ فاطمہ کلثوم اور زینب انہین سکینہ اس طرح بیٹھی دکھیاری
چہرہ گرد آلود ہے اور بال پریشان اُسکے ہر اک کان سے لوہو ہی جاری
ملعونون کے ہاتھ سے اس دشت بلا مین ظلم و ستم مین رات دون وہ بابا پیاری
پہونچی جب اسطرح سے وہ شام مین جا کر آگے موزخ کا ہوا یون خامہ جاری
پہونچی خبر یزید کو آمد کی ان کے سنکر یہ کہنے لگا وہ ملعون ناری
آئے ہین جو یہ اسیر یکجا مین اُتارو تنگ و تاریک دیکھکر وان انکی سواری
اک مکان ویسا ہی دیکھ لا اُنکو اُتارا بیٹھے وہان جا وہ غریب با نالہ و زاری
یارو کیا کہیے غرض اُن مظلومون نے کاٹی تھی شب آنکھو نہین وان کرتے خونباری
تھا یہ زبان زد تجھ بن اب لے ولے جینا کاٹے پر جون اوس ہی اب زیست ہماری
روتے روتے سو گئی نادان سکینہ خواب مین دیکھا باپ کو اُن نے اکباری

یتے تھے وہ لگ کے گلے اے میری سکینہ — کون کرے گا مجھ بن اب تیری غمخواری
وپھیان تیری سوگ مین بیٹھی ہین میرے — عابد بھائی ہے تیرا اُس کو بیمار ری
ر دوا و غذا کا کیا ہر ایک سے اسکو — چلو پانی کے لیے ہے منت داری
رینو الا جز غذا اس رنج و بلا مین — دل جوئی کون اُسکی اور تیری دلداری
تین یہ سنکر غرض چونکی جو سکینہ — بابا بابا کہکے وہ معصوم پکاری
یکھ یہ حال اہل حرم سب رونے لاگے — سنکے وہ ملعون نیند سے چونکا یکباری
لا زاری کا سبب کیا جاکے خبر لو — کس پہ آج ایسا پڑا ہے یہ دکھ بھاری
ولی سکینہ خواب مین دیکھا اپنے پدر کو — چونک اُٹھے ہی بیک بیک روتی دکھیاری
ب سے برپا حشر کا ہی عالم اُس پر — دیتی ہین تسکین اُسے پھوپھیان بیچاری
سنکر کہا یزید نے سر اُس کے پدر کا — دکھلادو لیجا اوسے تا بھولے زاری
اُس ملعون کے امر سے سر طشت مین دھر کر — کھائیگی جو قاب ہو یون کی تیاری
بجاکر جب رکھدیا وہ آگے حرم کے — سمجھے قاب طعام ہے یہ پر ہے ساری
کھولا جب اُس قاب کو سر شہ کا دیکھا — کرنے لاگے پیٹ سر سب نالہ و زاری
چھاتی سے وہ سر لگا بولی یہ سکینہ — سیس کٹے تجھ باپ کے جاؤن بلہاری
مجکو اپنی زیست اب درکار نہین ہے — بابا تجھ بن ایک دم ہے جینا بھاری
تن تیرا اُس دشت مین گردن سے نیارا — گردن تیری طشت مین ہی تن سے نیاری
تیری صورت یون ہوئی شمشیر ستم سے — کون کہے گا اب مجھے اے بابا پیاری
کیدھر دادی فاطمہ جو حال یہ دیکھین — ہر گیسو سے مو بمو ہے لوہو جاری
پوچھین اے نور عین بتلا دے مجھکو — بیا سے تن سے کس طرح گردن یہ اُتاری
آہ ایسے مطلب بھرے یہ اُن نے کہکر — روح اُسکی بابا کنے فی الفور سدھاری
دیکھ ستم پر یہ ستم جو اہل حرم سے تھے یہ — محشر کی حالت ہوئی پھر اُن پر طاری
آگے کیا دم مارے جو اُن پر گذرا — کہنے کی طاقت نہین یہ حالت ساری

مرثیہ مفرد مستزاد

بانو یون کہتی ہین سر در کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا		

ڈھونڈھتی جاؤں میں کیدھر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
تھا مری آنکھوں میں روشن جس سے گھر — وادریغا وادریغ
کہ مرا وہ ماہ انور کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
مل گئے ہیں بخت میرے خاک میں — وادریغا وادریغ
میرے طالع کا وہ اختر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
لٹ گیا میرا چمن امید کا — وادریغا وادریغ
وہ مرا سرو صنوبر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
پالتی تھی جس کو میں جی کی طرح — وادریغا وادریغ
سو وہ میرا ناز پرور کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
ساتھ لے سوتی تھی اس کو ساری رات — وادریغا وادریغ
خالی اب اس بن ہے بستر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
رات دن کا تھا وہ میرا مشغلا — وادریغا وادریغ
تھا مرا دل مجھ سے خوگر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
مرتدوں نے یہ ستم مجھ پر کیا — وادریغا وادریغ
سنتے ہو اے دین کے رہبر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
ہوگئی خالی بن اس کے میری گود — وادریغا وادریغ
مجھ صدف کا وہ گوہر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
فخر تھا ماں ہونے سے جس کے مجھے — وادریغا وادریغ
سیس کا میرے وہ افسر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
دل مرا خوں ہو گیا ہے جس بغیر — وادریغا وادریغ
مجھ سے دکھیا کا وہ دلبر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
گود سے میری گیا چنگا بھلا — وادریغا وادریغ
باپ کے کاندھے پہ جا کر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
جاگتا جیتا گیا تھا اتنے میں — وادریغا وادریغ
سو گیا وہ یا گیا مر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا

کاش مین جانے نہ دیتی واں اسے — وادریغا وادریغ
جانتے ہو یہ قہر اُس پر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
قطرہ پانی اُس کو تھا پیکان تیر — وادریغا وادریغ
ہائے اے ساقیِ کوثر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
اُن بغیر از کون اب سنتا نہین — وادریغا وادریغ
پوچھتے گر ہوتے حیدر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
خشک لب سوتا ہے میری گود مین — وادریغا وادریغ
حلق اُس کا خون سے تر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
اس طرح سے یک بیک ٹوٹا فلک — وادریغا وادریغ
یہ ستم صادر مجھ اوپر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
کس طرح جیون گی مین آرام سے — وادریغا وادریغ
چین مجھ دل کا سراسر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
اوس بغیر از کل نہین اک پل مجھے — وادریغا وادریغ
اب مرا وہ جان مادر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
جب تلک جیتی رہون گی تب تلک — وادریغا وادریغ
یون پھرون گی کہتی گھر گھر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
کیا کرون گی جی کو اپنے مین تو رکھ — وادریغا وادریغ
ظلم دل پر حد سے باہر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
مہرباں رو رو کے بانو جس گھڑی — وادریغا وادریغ
کہتی تھین یون آہ بھر کر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
سامعون کے کچھ نہ تھے باقی حواس — وادریغا وادریغ
کہتے تھے سب بیٹھ کر سر کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا

مرثیہ مفردہ دوہرہ بند

کہتی ہین بنت پیمبر ہائے سرور ہائے ہائے — اے نبی کے ناز پرور ہائے سرور ہائے ہائے

دیکھ خفا مجھ کو ذرا کہتے تھے رسول
لال کو میرے فاطمہ کیوں تین کیا ملول

سو جفا کیشوں کے تیر ظلم سے کربل میں آج ۔۔۔ وہ جبین لوہو سے ہے تر ہائے سرور ہائے ہائے

گلا کٹا لوہو چوے چھپی نہ خبر سے بحال
جس کا نانی یوں مرے نانا کا کیا حال

جو گلا تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ اے میرے لال ۔۔۔ وہ گلا ہو زیر خنجر ہائے سرور ہائے ہائے

کیسا ہی مخلوق کو بڑا بناوے رب
جو کرم ہون کا ہے لکھا سو مٹتا ہے کب

ماں تری ہیں فاطمہ بنت رسول ہاشمی ۔۔۔ باپ تھا ساقی کوثر ہائے سرور ہائے ہائے

تن گھائل ہو تیغ سے سیس اتارا جائے
پوت ایسے کا ہوئے کر پیاسا مارا جائے

سر کو بے تن کر کے لیگئے اشقیا نیزے پہ رکھ ۔۔۔ ڈال گئے کر تن کو بے سر ہائے سرور ہائے ہائے

جن زلفوں کا بال نہیں ٹوٹا شانے کے ہاتھ
لے گئے اُنسے باندھ کر سر نیزے کے ساتھ

خویش و فرزندان کے تیرے نہیں ہیں تیغ و تیر سے ۔۔۔ ایک جا ثابت بدن پر ہائے سرور ہائے ہائے

جوڑے ہوئے جھٹکے پڑے کہیں ہاتھ کہیں پانو
قتل کیا یوں گھر ترا کٹا کریں جوں گانو

گھر کا گھر ڈوبا ہے تیرا آب تیغ ظلم سے ۔۔۔ خون دریا کے تھا دریا ہے سرور ہائے ہائے

مانجھ دھار میں آن کر اے حق کے محبوب
کشتی تیری یک بیک گئی لہو میں ڈوب

یہ اچنبھے کا ستم تجھ پر کہ دریا کے قریب ۔۔۔ نیر میں ڈوبا ترا گھر ہائے سرور ہائے ہائے

بن میں چڑیاں چگتی پھریں جیویں پانی پی
بالک تیرے لاڈلے بن پانی دیں جی

ایک تو ہی رہ گیا تھا اپنے بابا کا نشان ۔۔۔ کیا کروں اے جان مادر ہائے سرور ہائے ہائے
پوت جیتے تو ناتھ کا دل سے داغ مٹائے ۔۔۔ ماں دکھیاری کیا کرے پوت بھی جب مٹ جائے

ہو گیا تاریک چھپنے سے ترے ای زیر خاک
گھر مرا اے دین کے اختر ہای سرور ہای ہاے

دن ڈوبتے کے چاند کو مارین شامی گھیر
جگ مین دیکھا ہے کہین ایسا بھی اندھیر

بس نہین چلتا کسی بندے کا کچھ تقدیر سے
کیا کرون اے میرے دلبر ہای سرور ہای ہاے

بیکس تجکو دیکھکر روتی ہون جگ ماتھ
کیا کرون اے لاڈلے میرا بس کچھ نا تھ

دیکھکر تجھ لاش کو کہتی گئی ہی سوے شام
تیری یون ہر اک خواہر ہای سرور ہای ہاے

آنکھ مین جو کو لہو بھر سے ہی جاے کی بیر
پر دیکھا جاتا نہین پڑا ہوا یون بیر

یون کیا غارت ترے گھر کو کہ مستورات کی
سر کی بھی چھوڑی نہ چادر ہای سرور ہای ہاے

نقد جنس سب ظلم سے بیونکا اک بار
لوٹ کے لیگئے وہ تسمی چھوڑا نہ اک تار

ظلم جو گذرا ہی تجھپر ہون کی اس کو یاد کر
نعرہ زن مین تا بمحشر ہای سرور ہای ہاے

آرائی ہی گاے بھی شیر جو تجھپر آکھاے
رووُن نہ کیسا پوت جب موت کے منہ مین جاے

مطلب ان طرحون سے ہر دم حضرت خیر النسا
یہ سخن لاتین زبان پر ہاے سرور ہای ہاے

سن سن جگ مین سودا یہ بنتی کے بین
موہی سے سب ہوگئے تین لوک بیچین

مرثیہ مثلث بطرز متزاد

مان اصغر کی کہتی ہی رو رو بچے کی سوجانیکو
تھپک تھپک سب دین ہین لوری مونین جو کانیکو
ہی ہے اصغر میرے لال

جسکا بچہ یون سوئے دکھ اسکی ماں کا کیجے غور
آجکا سویا حشر مین چونکی اس سونیکو کہین پڑ شور
ہی ہے اصغر میرے لال

بہن تمہاری کہتی ہی پیارے بیرا کو مان دے جونکا
جو نکین کب اس نیند کے سوے وہ دکھیا مجھ کو کیا

ہے ہے اصغر میرے لال

جاؤ گے جیدھر تم ادھر کون اب ساتھ اٹھ جاویگا ۔ روؤ گے جو تم اُنجا مین کون تمھین بہلا دے گا

ہے ہے اصغر میرے لال

آنکھ مچولا کھیلین مین لڑکے چھپ چھپ چاندنی راتون مین ۔ پاؤ تمھین چلتے ہی نہ دیکھا بلا گئے تم ہاتھون مین

ہے ہے اصغر میرے لال

تم جو چلے ہو کو دھے میری الفت کی رشتے کو توڑ ۔ کوئی بھی اس عمر مین پیاری جاتا ہے امان کو چھوڑ

ہے ہے اصغر میرے لال

جاؤ تم جب پاس کسی کے لیتے تھے سب ہاتھون ہاتھ ۔ مجکو بتاؤ کون چلیگا آج تمھارے پالنے ساتھ

ہے ہے اصغر میرے لال

اب تک تمکو ساتھ سلایا آج جدھر تم سونے جاؤ ۔ ہٹ کی شرط یہی ہے پیارے وان تم مجکو ساتھ سلاؤ

ہے ہے اصغر میرے لال

آنکھ تمھاری جو لاگی دو دن گلے تمھاری لاگون گی ۔ اور سوؤنگی ایسا پیارے محشر ہی مین جاگونگی

ہے ہے اصغر میرے لال

حیف سوئی سو سوئی تم مین جاگتی ہون در جلتی ہون ۔ دودھ نہ پینے سے مین تمھاری گھونٹ لہو کی پیتی ہون

ہے ہے اصغر میرے لال

ایسی نیند کہاں سے آئی دودھ بھی مانگ نہ روئے تم ۔ کاندھے سے لگ باپ کی اپنی سوئے سو بس سوئے تم

ہے ہے اصغر میرے لال

سونیکو مین نہین ہون روتی اس سے بھی سوتے ہین دیر ۔ اس کروٹ پہ جو سویا مین اُسکو نہ دیکھا اُٹھتے پھیر

ہے ہے اصغر میرے لال

جو لگتی نیند آتی دیپارے آنکھون مین ہر بالے کی ۔ نیند جو ہوتے تم تم جنکو یہ تو ڈس ہی کالے کی

ہے ہے اصغر میرے لال

ٹک تو پیارے کروٹ لیکر ماں کی طرف تو منہ کو پھیر ۔ ایسا کیا مین کیا تمھارا روٹھ رہے جو اتنی دیر

ہے ہے اصغر میرے لال

حلق اپنا دکھلا ہو بتو تمکو تم کریگا یون ارشاد ۔ سودا نے کو بان ذرا بتی دی ہو گے زیادہ معتاد

ہے ہے اصغر میرے لال

ایسا گر مین سمجھتی تم کو لگتی کب لوری دینے ۔ حلق کی راہ آنکھون نمین تمھاری نیند سکوگی جی لینے
ہی ہی اصغر میرے لال

کھو لگی اب انکھیان تم ہی کر غون عان امان پاس ۔ خاک کے نیچے مت دبواؤ میری تم امید و آس
ہی ہی اصغر میرے لال

جانے تھا میرے دین تمھارا دیکھ مرونگی بیاہ برات ۔ نیند تمھین پر ایسی آئی جن نے کھوئی سب وہ بات
ہی ہی اصغر میرے لال

آپ نے پیکان کو یہ تھا میرے دل کی ڈبوئی ہے ۔ موت ہی بہتری ہو کر تمھاری ساتھ تمھین لے سوئی ہے
ہی ہی اصغر میرے لال

آس یہ کر رکھی تھین زلفین جو مین تم کو باندھون گی ۔ کعبے مین جا کر مین تمھاری یہ منت اترا دون گی
ہی ہی اصغر میرے لال

تیر تھا طوطا جس دکھیا کا اڑ جاوے یون نفس کو توڑ ۔ یاد کر اسکی باتون کو وہ مرے نہ کیونکر سر کو پھوڑ
ہی ہی اصغر میرے لال

ہنسلی جانی تلک بھی تمھاری تو مین بیکل ہوتی تھی ۔ جسدم تک تم روتے رہتے مین بھی تب تک روتی تھی
ہی ہی اصغر میرے لال

زیست مری بھی ایسی ہے اب کانٹے پر جیسے اوس ۔ تم سا گل جب ہاتھ سے جاوے پھر جیون تو صد افسوس
ہی ہی اصغر میرے لال

غرض مہربان سب کے نین سے خون کی ندیان بہتی ہین ۔ جسدم بانو آہ و فغان سے اتنے سخن کو کہتی ہین
ہی ہی اصغر میرے لال

دیگر مرثیہ مثلث

بنت نبی کے پیارے لال ہائے حسینا وائے حسین ۔ کہان پڑے ہو آج نڈھال ہائے حسینا وائے حسین
ٹک دیکھو عترت کا حال ہائے حسینا وائے حسین

اہل حرم باشور و شین کہتی ہین یہ دن اور رین ۔ کدھر گئے وے من کے چین کسکو دیکھینگے یہ نین
جینے کا نہین ہے ان خیال ہائے حسینا وائے حسین

رو رو کر وہ صبح و شام ڈالی ہین سر پر خاک مدام ۔ سر چھاتی کوٹین ہین تمام بیٹھی ہین یون لے لے نام

تجھ بن ہمکو زیست وبال ہای حسینا وای حسین

ا تیرا آج طول مان ڈالا ہی سر مین دھول | تیغ جفا سے تو مقتول تجھ بن اے فرزند رسول
ہوے یتیم سبھی اطفال ہای حسینا وای حسین

سرتاپا تون مجروح کفن پڑا ہے تو مذبوح | پیاسی گئی بدن سے روح شاہ ملک ذریہ صبوح
دھوپ سے ہی تجھ تن پہ زوال ہای حسینا وای حسین

روتی ہی ہر ایک بن پیٹے ہی کہ ہا یہ سخن | گو نہ تجکو ہی نہ کفن عریان تیرا خاک مین تن
سر پہ نیزہ کی بحال ہای حسینا وای حسین

یکے جوان تا طفل صغیر ہوے بضرب تیغ و تیر | رہی جو ہم سو کر زنجیر لیکے چلے شامی بے پیر
تجھ بن ہمپر یہ احوال ہای حسینا وای حسین

عابد پیادہ ہم ہین سوار اونٹونکی ہاتھ اُنکے مہار | پاے برہنہ وہ سالار اُس بن مین جو ہی پُر خار
لہوے اُنکے لہو سی لال ہای حسینا وای حسین

پیاس کی ماری خشک دہان منہہ سی باہر اُنکی زبان | پانی جو چاہے سو کہان لشکر سارا دشمن جان
کس سے کرے وہ جاکے سوال ہای حسینا وای حسین

بچہ سکینہ اب اُسکو مان سے کہے ہے یہ رو رو | پیادہ چلنے اسکو نہ دو پاس تم اپنے بٹھلا لو
تا بچا یون کرین مقال ہای حسینا وای حسین

سی لین یہ جا کر در دہم بلبس پھر آہ سرد | عریان ہمکو زن او رمرد دیکھین ہین اب فرد افرد
سر پہ کسیکے نہین رومال ہای حسینا وای حسین

نہین تن چھوڑا اعدائی شام چلے سر پہونچانے | پہر یزید بد کھلانی کب ہو دیگا کیا جانے
سر کا تیرے تن سے وصال ہای حسینا وای حسین

گور و کفن دے اپنی جیب گاڑ زمین مین سبکی سب | تو تجکو تیرونکی تب کھینچ لی آکر ہاے غضب
ایک یہ ایک اب نئی ہی ڈال ہای حسینا وای حسین

طلب رو رو اہل حرم مین کرین ہین یہ ہر دم | ہر دو جہان مین ہو ماتم لیکے ملک سے تا آدم
کہتے ہین باقیل و قال ہای حسینا وای حسین

تو بھی سودا رہ غمناک چھیان سے تا ہو دے پاک | کرتے کو اپنی چاک ڈال اس غم سے سر پر خاک
کوٹ کی چھاتی کہ ہر سال ہای حسینا وای حسین

دیگر مرثیہ مربع

پوچھے ہے تم سے یارو یہ دل جلا کہو تو
پیاسے گلے پہ خنجر کیونکر چلا کہو تو
حوال ابن حیدر رنگ بر ملا کہو تو
روؤں نہ کیا کروں میں ہر دم بھلا کہو تو

مرضی حق کا راضی ایسا ہوا نہ ہوگا
شبیر سا بشر تو پیدا ہوا نہ ہوگا
کوئی رضا کا تابع ایسا ہوا نہ ہوگا
خنجر تلے سر اسکا ذرہ ہلا کہو تو

بابا کے سر کو اسکے تیغ ستم سے چیرا
کاٹے اب اسکے اعضا جیسی کہ ککڑی کھیرا
بھائی کو اسکے مارا پانی میں دیکھ بیرا
جور فلک کبھو بھی اس سے ٹلا کہو تو

جو گذری اسکے اوپر طاقت نہیں بیان کی
انصاف تو کرو ٹک یہ تجھی نے آسمان کی
جاگہ اسی کے گھر تھی آفات ناگہان کی
اسطرح گھر کے گھر کو کس کے دلا کہو تو

بھائی بھتیجے بیٹے داماد رن میں سارے
سر تا قدم دو دل یا جند کی انگارے
آتے ہی بچ گئے سب گھوڑوں سے ہو اتارے
ہو جائے راکھ کا یوں ہر اک ڈلا کہو تو

کوئی لڑا ہے رن میں بسطرح یہ لڑے ہیں
قاتلوں سے زیادہ ہر سمت سر پڑے ہیں
کیا زخم تن پہ اپنے کھائے ہیں اور کھڑے ہیں
اسطرح کھیت کس کا پھولا پھلا کہو تو

وہ شخص رن میں یارو یوں بیخبر ہو سوئے
اور حال پر کچھ اپنے اسکو خبر نہ ہوئے
ہر اک مگس لہو میں آ آ کے منہ ڈبوئے
رومال فاطمہ نے جسکو جھلا کہو تو

چھاتی اپر نبی کی تھا لوٹے جو والا
جب تک نبی محمد ناز و نعم سے پالا
اور گود بیچ اپنی بیٹا کہ اس کو ڈالا
تن اسکا خاک و خوں میں کیونکر رلا کہو تو

گرد ملال اسکے گر بیٹھتی تھی رو پر
ہر دم جگہ تھی جسکو دوش نبی کر اوپر
روح الامیں کے لرزا پڑتا تھا مو بمو پر
نوک سناں پہ وہ سر کیونکر چلا کہو تو

کیا چرخ کی جفا کو دنیا میں کوئی کم تھا
ہر ایک فاطمہ کا ان بیچ ہوش و دم تھا
یہ خاندان عالی کب لائق ستم تھا
اپنوں کے سر پہ کچھ رنج و بلا کہو تو

ہے کیا ستم جو ہو دیں مقصود انس و جن کے
سو اب کنار دریا پیاسے بچوں کو انکے
کل وقت مسلمیں ہے کوثر طفیل جنکے
پانی ملے نہ شیریں بہنے ملا کہو تو

باز و نبی کہیں تھی جس شخص کی پدر کو
کر کشتہ ذبح یارو اسطرح کے بشر کو

تیغ جفا سے ظالم لیجائین کاٹ سر کو
رہ جائے تن لہو مین یون تلملا کہو تو

یہ ظلم جو ہوا ہے کیا ہو بیان اس کا
دوزخ کی آنچ سے جو ان نانا بچائے جسکا
ان ظالمون بغیر از ایسا جگر ہو کس کا
آتش دے خیمہ انکا یان دین جلا کہو تو

جب سر برہنہ عابد گری سے رہ کی ہانپا
لرزی زمین اندم اور آسمان کانپا
غیر از ستم کسی نے سر کو نہ اسکے ڈھانپا
ارض و سما مین ڈالا کیا زلزلہ کہو تو

جاتا تھا ماندگی سے ہر گام مین وہ جھک جھک
جس شخص کے کف پا تھے برگ گل سے نازک
وہ دشت اور پیادہ انصاف تو کرو ٹک
کیونکر قدم مین اسکے کانٹا گلا کہو تو

جو شخص مصطفےٰ کی آنکھونکا نور ہووے
آرام سب طرح کا یون اس سے دور ہووے
اور مرتضےٰ کے من کا یار و سرور ہووے
ہو سکے دن بلا کا وہ مبتلا کہو تو

اہل حرم کو جسدم لیکر چلے وہ مردود
خورشید حشر سے بھی گرمی پڑی تھی افزود
جاتے تھے سر برہنہ دونون جہان کی بہبود
وہ دن انھونکے سر سے کیونکر ٹلا کہو تو

نامحرم انکے جسدم آنکھونکے آگے آتے
چادر نہ تھی کہ جس سے منہ کو لپیٹے جاتے
چہرے سے ملکے مانی اشکال اپنی سب چھپاتے
یون خاک سے منہ اپنا کن نے ملا کہو تو

بس سودا اب تو آگے سننے کی کب ہے طاقت
آتی ہے سامعون کو جینے سے اب ملامت
اس سے زیادہ مت کہہ اہل حرم کی حالت
سمجھے گا کس زبان سے یہ ماجرا کہو تو

مرثیہ مربع

یارو نہ اپنے خویش و فرزند کو رووتم
جو دانہ اشک کا ہو بیجا نہ اس کو بوتم
آل نبی کے غم مین نت چشم تر رکھو تم
یہ تخم مغفرت ہے مت رائیگان کرو تم

فرزند کسکا ہوگا فرزند مرتضیٰ سا
ہے اقربا کسی کا احمد کے اقربا سا
کس کا ان کا قدر و رتبہ ہے بنت مصطفےٰ سا
انصاف سے سخن کا میرے جواب دو تم

تم کھاتے کسو کا ایسونکے غم کے ہوتے
روئے ستم جنھون نے دیکھا جنم کے ہوتے
دلگیر و الم ہو کسکا انکے الم کے ہوتے
غمگین کسو کے خاطر انکے سوا نہ ہو تم

اس خاندان مین جو تھا سو مورد جفا تھا
سر تا قدم فدا اسکا اک آہ بے صدا تھا
جو گذری جسکے اوپر وہ تابع رضا تھا
بندے پھر ایسے پیدا ہونگے بھلا کہو تم

کیا پھر انکے آگے ہین اقربا ہمارے
دنیا سے یون گئے ہین پیاسے نبی کے پیارے
کر یاد جنکو ہر دم ہم رووین غم کے مارے
احوال سن انھونکا پانی نہ پھر پیو تم

نعمات جنکی خاطر دنیا مین خلق ہووین
جب خاک مین محو وہ طفل بھوکے سووین
اطفال انکے راتون خاطر غذا کے رووین
نے پیٹ بھر کے کھاؤ نے نیند بھر کے سو تم

کسکا پدر ہے یارو ساقی حوض کوثر
ہمراہیون جو کوئی الیونکے ہو برابر
کسکے چلا ہے تم مین پیاسے گلے پہ خنجر
تب کیسے چھوڑا انکو غم انکے مین رو دو تم

تیغ ستم سے کسکا ہر اک کٹا ہے شانا
احمد ہی کے گھر مین اس ظلم کا ٹھکانا
تیر جفا سے کسکے بھائی کا سینہ چھانا
تم مین کسی پہ یہ کچھ گذرا ہو تو کہو تم

الیونکو قتل ہرگز خویش و تبار ہووین
سینے سے تیر و نیزے انکے دو پار ہووین
اور زخم تن پہ انکے جب وار پار ہووین
دل اپنے مین نہ چھوڑو ٹک غم کے خار کو تم

بھائی بھتیجے بیٹے داماد تم مین کسکے
صابر ہون اس ستم کو اہل و عیال جسکے
اٹھے ہوئے ہین زمین پر نیزہ مارے کسکے
وہ روئے تو بجا ہے مانع نہ انکے ہو تم

تم مین سے بھی کسیکا ششماہہ طفل مارا
جینونے منہ نہ رکھا پانی جوانے مارا
نے جگ مین آب پیکان کسکا بجا سدھارا
گذرا نہین کسی پر یہ ظلم مانو تم

مہندی کسی دولہن نے لوہو سے کب لگائی
یون بھی کبھی ہوئی ہے دنیا مین کدخدائی
سہرے بجائے گردن دولھا نے کب کٹائی
شادی مین یہ مصیبت یارو نظر کرو تم

یہ ظلم و جور کسکے ناموس پر ہوا ہے
کب عورتونکا عریان اسطرح سر ہوا ہے
دست ستم سے غارت یون کسکا گھر ہوا ہے
دیکھا ہو گر کسی جا اوس کا نشان دو تم

زن ہے کوئی کہ جسکا دامن ملک نہ دیکھے
ظلم و ستم کسی نے یہ اب تلک نہ دیکھے
اور اسکے سر پہ چادر دور فلک نہ دیکھے
باور کرو یہ ہوگئے دین نبی مین جو تم

ناموس پر کسیکے احوال تھا یہ طاری
تھی تشنگی سے کس کے بچون کو بیقراری
کن عورتون نے ننگے اونٹون پہ کی سواری
یہ سنکے چاہیے یون خون جگر پیو تم

سر باپ کا تمھارے نیزے پہ بر ملا تھا
زنجیر پاؤن مین تھی اور طوق مین گلا تھا
بیٹا کبھو کسی کا یون منزلین چلا تھا
اپنونکو رو یہ سنکر ٹک حق سے بھی ڈرو تم

بیٹی تھی تم مین کسکی جیسی کہ تھی سکینا
کرتا بھی وقت غارت جسکے گلے کا چھینا

روتا ہے جسکی خاطر سے کہتا مدینا　لازم ہے یہ کہ رو و اشک اپنے مین بہو تم

محشر مین اسطرح سے آویگی مان کسو کی　ڈالے ہوے سر اوپر چادر بھری لہو کی
گر فکر وان تمہین ہے کچھ اپنی آبرو کی　دامان و آستین یان رو رو کے تر کرو تم

کن نے کسی کا بیٹا اس حال مین ستایا　جو تھک گیا تو اسکو شمشیر سے ڈرایا
لب مار مار چابک یون منزلین چلایا　اقرار گر کرو یہ تو ہو دروغ گو تم

میت یہ کب یہ جو پہچ کہن رہا ہے　گھر کسکے جسم موتی دو راز کفن رہا ہے
چالیس دن کسی کا بے دفن تن رہا ہے　تار مژہ مین دانہ دو اشک کا پرو تم

کسکا و بال کن نے گردن پہ یون لیا ہے　گھوڑونکے قصد اوپر دوڑانیکا کیا ہے
سر کاٹ کر کسیکا تن ٹکڑے کر دیا ہے　افسوس جو نہ ایسے مظلوم پہ رو تم

سر کاٹ تم مین کسکا رکھا تنور اندر　تن پر پڑے ہین کسکے یہ تیر و تیغ و خنجر
انصاف چاہتا ہے اس ماجرے کو سنکر　خوناب دل مین رو رو و آپکو ڈبو تم

سمجھو ہو ای عزیز و احوال ہے یہ کسکا　حامی روز محشر نانا ہی ہے کس کا
رونا یہ وہ ہے یارو گر اجر سمجھو اسکا　بھر عمر چاہیے یون رو رو کے اب مرو تم

میری زبان پہ اسدم جنکا یہ ماجرا ہے　اولاد ہے علی کی اور آل مصطفی ہے
اس رونیکا فوائد وابستہ جزا ہے　رو رو کے اپنے دلسے اپنونکے غم کو دھو تم

ہوے مین فاطمہ جب روز جزا کو آدین　اور خشک ہے تمھاری آنکھو نمین تم نہ یادین
منہ کو تمھارے اپنے بابا کو لا دکھادین　اسوقت ہاتھ اپنے رو رو کے گو ملو تم

ہر چند سر تمھارے واجب پڑی عبادت　کیسی ہی تم کرو اب یارو کڑی عبادت
روتا حسین پر ہے سب سے بڑی عبادت　کیا فائدہ کرو یون روزہ نماز گو تم

روی حدیث سے یون راوی ذی روایت　جو رو وے یار و لا دی واجب ہے اسپہ جنت
رو و تم اب ہو جتنی رونیکی تم مین طاقت　اس رونیکی حلاوت محشر کے بیچ لو تم

سودا اگر تو چاہے عمر ابد کا جینا　آل نبی کے غم مین نت خون دلکو پینا
خوانندگان کو دے دی اموال در خزینا　بحرین بنا بنا کر کہ مرثیہ پڑھو تم

مرثیۂ دیگر

کس دن اس شادی سے پایا تھا قرار
رات جلوے کی دُلھن ہے سوگوار
ہوے جس شادی کا یہ انجام کار
روو ہی گھونگھٹ مین چھپکے زار زار

غم سے پر شادی کے گھر کو دیکھکر
جب جیا پڑتی ہے پھر اُس کی نظر
سر کو دھنتی ہے وہ ٹھنڈی سانس بھر
پوچھے ہے اُس سے یہی بے اختیار

لوگ کیون روتے ہین میرے گرد و پیش
مرگیا کوئی مگر از قوم و خویش
کسکے یہ غم سے ہوئے ہین سینہ ریش
سچ تو کہہ یہ راز مجھ سے غمگسار

گھر تو آتا ہے نظر ماتم سرا سے
کس لئے یہ ہاتھ مہندی سے رنگا سے
شادی کے کپڑے مجھے تم کیون پنہا
کیون کیا میرے تئین اتنا سنگار

جس گھڑی کرتی ہے یہ باتین دلھن
اُسکے آگے ہین سبھے تا دہن
سنتے ہین اور اُسکو اہلِ انجمن
چلتی ہے ہر چشم سے لوہو کی دھار

بیاہ دیکھا ہے غرض ایسا کہین
غم سے یون ہر ایک کی آنکھین بہین
جسمین جز ماتم خوشی ذرہ نہین
ہو گئے ہین سینے سنگ آلشار

سونے کو نوشہ نے خوش کی لحد تنگ
کھیلے ہے سارا کٹم لوہو سے رنگ
چھوڑ کر اپنی نولی کا پلنگ
سمدھنین روتی ہین ڈھاڑین مار مار

کیا کرون آگے مین سانچق کا بیان
لی ہین نیزو نیز سرون کی مٹکیان
دل پر از خون رنگ کی شیشے ہین یہان
گل ہین آرایش کے زخم بے شمار

کیا کہون اب جوکہ مہندی کی رات
ایسی ہی پھر دھوم سے آئی برات
صبح کی افسوس مین ململ کے ہات
ہو گیا روز قیامت آشکار

جو برائی ہین گریبان چاک سب
شور لورا بنی لہو مین جان بلب
خاک سر ڈالے ہوئے یک لخت جب
گرد شہ کی لوتھ کے زار و نزار

اسطرح لائے غرض دولھن کے گھر
جب پڑی عورات کی اُسپر نظر
ال تن لے سر کو دلکے کھاٹ پر
عرش سے آواز شیون ہوئی پار

لگ کے اُس تن کے گلے دولھا کی ماں
بولی لے نوشہ ترا سر ہے کہان

کیا دھنکانے مین دیا اے میر جان
سچ تو کہہ کن نے لیا تن سے اُتار

چرخ کو بھایا نہ سہرا سر ترے
کر کے بیجان تجکو بھیجا گھر ترے
کچھ نہ رحم آیا جوانی پر ترے
کیون ترا دشمن ہوا یہ نابکار

تن کو تیرے جس جگہ کرتی ہون غور
پڑی ہے تجھپہ تیغ ظلم و جور
زخم سی خالی نہین باقی وہ ٹھور
ہو نہین سکتا ہی جس کا کچھ شمار

کیا کرون مجھپر مقید لوگ ہین
جنکی نظرون بیچ سے غشیے مین تین
ڈھونڈھ لاؤن ورنہ تیرے سر کو مین
اُنکے بھی تو آگے یا جاوے شمار

کوئی کہتا ہے تجھے دولھا نہین
یہ جفائین بیاہ مین کن نے سہین
طور دولھا کے یہ ہوتے ہین کہین
اس طرح کہہ کر کے دیکھین ہین نہار

کرتی ہی فریاد جب تیری دُلھن
لگتے ہین سمجھانے کہہ کہہ یہ سخن
پاس اُسکے آ کے سب کے مرد و زن
گر نہین کہنے کا تجھکو اعتبار

دیکھ لی تو بھی یہ جسم پاش پاش
تیرے نوشہ کا کرین گے ہم تلاش
لائے ہین کسکی خدا جانے یہ لاش
صبر دے تنگ دلکو مت کر اضطرار

بیاہ کا تیرے ہی دیکھا یہ اصول
سمدھنین چہرے پہ اپنے ملکے دھول
ہوئین جسکی چوتھی کو بیجے کی پھول
لے لے تیرا نام پیٹین بار بار

اسطرح لیجائین گے اب اہل کین
وہ جو بھائی ہے دلھن کا عابدین
ساتھ سب کے تیری دُلھن کی تئین
دینگے اُسکے ہاتھ اونٹون کی مہار

اشتر دبیر سمدھنین اندوہ ناک
عابدین پیادہ جلو مین سینہ چاک
جائینگی کرتی ہوئی سب سر پہ خاک
سیس دن دولھا کا نیزے پر سوار

مان غرض نوشہ کی کرتی تھی یہ بین
لے زمین سے تا فلک تھا شور و شین
سامعونکے دمبدم بھرتی تھی مین
نالہ و فریاد مین سے تھے کوہسار

سودا اب اس مرثیہ کو اختتام
ہونگے محشر مین ترے حامی امام
دیجے بھیج آل محمد پر سلام
سب طرح بخشے گا تجکو کردگار

مرثیہ مربع

پہونچ اے ابر کہ مرجھائے شجر حیدر کے
پیاسے تڑپے ہیں پڑے نور نظر حیدر کے
تیر بن جھڑتے ہیں بستان کے ثمر حیدر کے
خشک لب دیکھ انھیں چشم ہیں تر حیدر کے

نذرا اے ابر ترا آہ تو نہیں کس جا پر
حیف صد حیف کہ ترسے ہیں لب دریا پر
گاہ تو کوہ پہ برسے ہے گہے صحرا پر
بوند پانی کے لئے لخت جگر حیدر کے

ڈوبے ہے آب بغیر آل محمد کا گھر
اشک کی سیل گئی فاطمہ کے سر سے گذر
توف تجکو نہ کرے غم سے جو چشم اپنی تر
موج خون پہونچی ہے آ تا بکمر حیدر کے

فیض سے تیرے زمین پر تر و تازہ ہے نبات
وائے قسمت کہ جہان مین ہیں لب آب فرات
سبز و شاداب رہے سنگ ہوا سے برسات
آب بن ہوتی ہیں سب آب گہر حیدر کے

خویش و فرزند وطن ہی ہوئی سب آوارے
چین انکو نہیں باقی جو رہے دکھیارے
ظلم کی تیغ سے مارے گئے وہ بیچارے
پھرتے ہیں اہل حرم خاک بسر حیدر کے

جنہنے اہل شقاوت کی لیے ہو بد خواہ
روز جون شب ہوا آنکھون مین محمد کی سیاہ
کر دیا شبر و شبیر کو دنیا سے تباہ
یون ملین خاک مین جب شمس و قمر حیدر کے

ایک قاسم سے کیا ٹکڑے کلیجا سارا
جانتے ہو یہ چلا کن پہ ستم کا آرا
جس جگہ آب نہ تھا دوسرے کو وان مارا
جو نواسے تھے پیمبر کے پسر حیدر کے

آہ جس دم سپہ شام حرم پر ٹوٹا
سر کی چادر کے تئین ہر ذی تنفس چھوٹا
پاس تنکا نہ غریبون کے بچا یہ لوٹا
ظلم یہ کس پہ ہوا گھر یہ مگر حیدر کے

بولی کلثوم یہ چہرے پہ لگا سیلی غم
اپنا احوال کسے جا کے دکھائیں یہ ہم
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم
کاش اس وقت پڑین جا کے نظر حیدر کے

خویش و فرزند ہمارے نہ کبھو یون مرتے
ان جفا کیشون کے ہاتھون سے نہ یہ دکھ بھرتے
یہ لعین جور و جفا کا ہے کو ہم پر کرتے
ہوتے ہم آج کے دن پاس اگر حیدر کے

اہل بیت نبوی دست تعدی کے اسیر
قطرہ آب کو اس دشت مین جون ابر مطیر
کھڑکے ہی یاد نہین ہر ایک کے ہر دم زنجیر
طفل روتے ہیں پڑے شام و سحر حیدر کے

ہوتے اس معرکہ مین آج جو حمزہ و عقیل
خون نہ اس دشت مین ہوتا مری پیارو کا نیل

یون ہی قسمت کا یہ لکھا تھا تو عوض مین تیغ کے پھل
زور بازو وہ گئے ہائے کدھر حیدر کے

خاک اور خون مین دیکھو تو زمین کے اوپر
دھڑ تڑپتا ہی کسو کا کہین لوٹے ہی سر
ہاتھ سے اہل شقاوت کے عزیزان یکسر
یون ہوے آگے تہ تیغ و تبر حیدر کے

نہ مین قاسم کو نہ عباس کو دیکھون ہون آہ
نہ پڑے چشم اب اصغر پہ نہ اکبر پہ نگاہ
اس طرح مٹ گئے اک آن مین سبحان اللہ
گویا تھے ہی نہ کبھو نور بصر حیدر کے

نہ کوئی یار ہی اپنا نہ کوئی اب ہی شفیق
نہ کوئی دوست ہی اسوقت نہ کوئی ہی رفیق
جو کوئی تھے سو ہوئے رحمت حق کی وہ غریق
کوئی جو جا کے یہ مرقد پہ خبر حیدر کے

ماسوا بحر کے اس قریہ مین ہے لاکھ کوا
قسمت اپنی کہ ہوا جو کوئی پیاسا ہی موا
آہ کیا جانیے تھی کونسی ساعت کہ ہوا
آگے فرزندون کا اس جا یہ نذر حیدر کے

سپہ شام نے کیا کہیے تعدی جو کی
خیمہ اہل حرم کے تئین آگ آن مین دی
کہ وہ مہ سے نہ رکھا ایک کے اندام مین جی
قتل عام آگے مچایا ہے نگر حیدر کے

حق تعالیٰ کرے اس قوم کو جلدی نابود
کہ یہ ہین زیر فلک ہر دو جہان سے مردود
ان لعینون نے خدا جانے سمجھ کر کیا سود
کر دیے جی کے عزیزونکے ضرر حیدر کے

یا نبی نیزے پہ ہر سر کو یہ دکھلاتے ہین
پھر ہمین اسم باسم آن سے بتلاتے ہین
یون عزیزونکو ترے شام لیے جاتے ہین
جلد بیو بچو کہ عجب قہر ہے گھر حیدر کے

راہ چلنے سی ہمین ایک پل آرام نہین
جس سے پوچھے ہین کہان کیجیے ای دشمن دین
ہنسکے کہتا ہے وہ ملعون یہ ہمسی کہ وہین
خویش و فرزند گئے اور جدھر حیدر کے

تھی غرض حضرت کلثوم کی وان یہ گفتار
ہر سخن آپ کرے تھا دل سنگ و کہسار
سن سن ان باتونکو روتے ہین کھڑی زار بزار
شام سے اہل حرم تا بسحر حیدر کے

سودا اب صبر کو دے راہ دل بریان مین
آگے سننے کی نہین تاب کسی انسان مین
صلے مین اسکے عدو یہ سمجھے ہر میدان مین
قرۃ العین ہی دیوین گے ظفر حیدر کے

مرثیہ دیگر مربع

جیسے مین دیکھا ہے گردون پہ محرم کا ہلال
روز و شب تجکو رہا کرتا ہی رونے سی خیال
کہہ نہین سکتا کسی سے ہائے اپنے دلکا حال
ابر دریا بار جیب دیکھو تو ہی میرا رومال

پوچھے گر کوئی سبب تو کیا کہون اس سے یہ درد
پیاس لگتی ہی تو کرتا ہون تلاش آب سرد
کس طرح دکھلاونگا محشر مین اپنا روی زرد
ڈوبی پانی بن وہ کشتی جسمین تھی احمد کی آل

حضرت مشکل ہی جو کیجے تو نہین تشنگی کی تاب
تیغ و تیر اُنپر برستا تھا اُنھون کے در جواب
اور چپ رہنے مین دل ہو آتش غم سے کباب
جسطرف کرتے تھے وہ مظلوم پانی کا سوال

دل مرا کیونکر نہووے اضطراب و قلق مین
گر کسی لڑکے کو پہونچا قطرہ پانی حلق مین
یہ ستم نوع بشر پر مین نہ دیکھا خلق مین
سو کمان جور کی تھی تیر کی اصحاب مین بحال

یون روایت ہی کہ وہ مظلوم سوے کربلا
ہاتھ سے تب ہاتھ بھائی بند سے اپنے ملا
جب لگا چلنے مدینے سے کنا نیکو گلا
اور یون کہنے لگے عرض اے جناب باکمال

کوفیون کے قول پر ہرگز نہ کیجے اعتماد
گر پیمبر کا رفاقت انکی دیوے گی بباد
قول و فعل انکا نہین ہی خوب ہین وہ بدنہاد
وہ نہ کر محشر مین جو ہمکو ہو تجھ سے انفعال

شہ نے فرمایا کہ سچ ہے دور یہ تدبیر سے
سر کا وعدہ کر چکا ہون جور کی شمشیر سے
پر کسو کا بس نہین چلتا ہی کچھ تقدیر سے
اُسکے ایفا کو نہین سکتا ہون اپنے سر سے ٹال

جو کوئی تم مین سے باندھے مرنے پر اپنی کمر
اُس سے ہون راضی رفاقت دیوے یہ مین زیادہ تر
سو چلے ہمراہ اور جینے پہ ہو جسکی نظر
اُسکی جانب سے نہ ہو ہرگز مرے دل مین ملال

راوی کہتا ہی سن اسکو بولے یون حضرت حنیف
پر حرم کو ساتھ لیجانا ہے تدبیر ضعیف
چاہیے آپ اقتضا کرتی ہی گر رکھے شریف
پاس رکھنے کا اُنھونکے مت کرو ہرگز خیال

ہی صلاح وقت یون اب رکھ چلو انکو یہین
مین ترا بھائی ہون کہنے کو مرے کیجے یقین
ان کی دلجمعی کی خاطر چھوڑ دیان میرے تئین
ساتھ لیجانا انھونکا سخت ہی تم پر وبال

یہ لگا کہنے وہ سرور سنکے بھائی کا کلام
حق کی مرضی بن کیا اب تک نہین کچھ مین نے کام
یون مقدر ہی شریک حال ہو عترت تمام
آپکے کہنے سے چھوڑون ان کو یان ہے یہ محال

چاہیے یون سر مرا نیزے پہ ہووے پیش پیش
پاس انکے ہو نہ جز عابد کوئی فرزند و خویش
اشتر و نیز اسکے پیچھے ہوئین سب یہ سینہ ریش
سو اسی اسطرح لیجاوین وہ قوم بدخصال

اسکی قسمت مین ہی یون اس روز ہووے اشک و تب
چشم تر ہون اشک سے اور تشنگی سے خشک لب
پیادہ چلنے سے ہر اک منزل مین وہ کھینچے تعب
وہ نہ دے قطرہ کہ جس سے وہ پانی کا سوال

آبلین اس راہ مین ہووے کانٹون کا وفور
پا برہنہ تپ پہ ہووے میرے سینہ کا سرور

اس طرح سی جاسے ابن معویہ کے وہ حضور
اسمین ای بھائی نہین ہی شک وظن کا احتمال

سخن سنکر حنیف اسوقت شہ کے درجواب
آنکھین دونون کی ہوئین باہم گلی لگ کر پرآب
یون سے لگے کہنے خدا حافظ ہی ای عالیجناب
اور بھائی سب رفیق آگر ہوے پھر قتال

آخر کار ان سے کہنے کو نہ مانا زینہار
جتنے ساکن تھے مدینے کے وہ روئے زار زار
کوچ کا دن اور تاریخ سفر پایا قرار
اس سفر کا سب نے کچھ آخرت جانا مآل

پھر رخصت جد کے روضے مین وہ پھر محنت نصیب
کر مرخص جلد تا مطلب کو پہونچے وہ غریب
جاکے بولا السلام علیک ای حق کے حبیب
امر بر حق کے تغافل کا نہ ہوتا احتمال

سر جدا ہونے کا ان سی مجکو ای کب ہی غم
ہان مگر دوری ترے مرقد کی مجھپر ہی ستم
خویش و فرزندان کے مرنیکا نہین ہرگز الم
سو مین فائق اُسپہ سمجھا ہون رضای ذوالجلال

گرچہ ہون وہ شخص مین جس کا گریبان قبا
دیکھکر اس خط کو روئین اس قدر خیر النسا
قطع ہین ہو تنگ گردن پر نشان اسکا پڑا
پونچھین آنکھین تھین اپنے ہاتھ سی لیکر رومال

سو نظر آتی ہی یون اب مجکو مرضی خدا
پوچھو کیا اس امر مین کہتے ہین وہ ام الہدا
ہوا اسی خط پہ سی گردن میرے خنجر سے جدا
مین تو سر کٹوانے جاتا ہون سمیت اہل و عیال

تا فلان جا نگداز آ کے یہ کرتے ہین کلام
خواب مین آکر لگے کہنے اُسے خیر الانام
سو گیا اس گفتگو مین وہ شہ عالی مقام
اے جواہر خانۂ حق کے گہر وی میرے لال

فاطمہ کو کوئی دُکھ اس درد سے بدتر نہو
اسمین گو تیغ قضا سی دھڑ پہ تیرے سر نہو
یکسر مو پر رضاے حق سے وہ باہر نہو
بندگی یان ہی پیمبر زادگی کا کیا خیال

گرچہ مجکو مرتبہ حق نے نبوت کا دیا
پر ترے سر کیلیے پیش جناب کبریا
اور تجھکو فاطمہ کے بطن سے پیدا کیا
کاندھے سی لیکر مرے یکسان تا پانو کی بحال

مطلقاً اس امر مین مارا نہین جاتا ہی دم
جس جگہ سر کھینچتا ہی بے نیازی کا علم
گو نبوت یا امامت کی سبب فائق ہین ہم
رکھتی ہی اُس جا نبوت اور امامت کیا کمال

یہ زبانی فاطمہ کی تجکو دیتا ہون جواب
جسطرح حاضر ہوا وان جاے حاضر ہو شتاب
اس سے بہتر ہی نہین حق مین تری رای صواب
تا بدرگاہ خدا ہو سرخرو تیرا جمال

یہ سخن کہکر گلے اپنے جگر گوشے کے مل
خاک تھی زیر قدم جتنی ہوئی لوہو سے گل
یان تلک روئے کہ مژگان سی چلا خونناب دل
یون محمد سے ہوا رخصت کا اُسکے انفصال

دیکھا یہ خواب جو چونکا شہ دنیا و دین
یون کہا خدام سے کس کر شلیتو نکے تین
پوچھتا آنکھین سوے اہل حرم آیا و ہین
ہو جو اسباب سفر دو بیٹھ پر ادنٹون پہ ڈال

نقل جان سوز یون کرتا ہی اب آگے بیان
جنکو چھوڑا تھا مدینے مین وہ با آہ و فغان
لے حرم کو ساتھ اپنے جب لگے ہوتے روان
اُس شہ دنیا و دین سے یون لگے کرنے سوال

چھوڑ کر ہمکو گیا ہے تم نے جو عزم سفر
یہ سخن سن شہ نے انکو خاک دی یکمشت بھر
کیونکہ یہ ہوچکی تمہارے حال کی ہم کو خبر
اور فرمایا کہ رکھیو تم اسے شیشے مین ڈال

تم جب اس خاک سے پاؤگی سیری من عن
کربلا مین جسگھڑی جو تجھے وہ ہو کر بے وطن
راوی بھی اسطرح لکھتے ہین بیانچہ یہ سخن
ہو گئی وہ خاک شیشے مین برنگ خون لال

سودا تو کر ختم اب پڑھکر درد اس نظم کو
تا قیامت تعزیہ ابن علی کا یوسے تو
سامعون کے گوش زد آگے ہی یہ سب گفتگو
حق تعالیٰ دے تجھے توفیق یہ ہر ایکسال

مرثیۂ دیگر

کیا ہوا ہائے یہ کام آ بجکے دن
گر پڑا دین کا خیام آج کے دن
روتی ہے خلق تمام آج کے دن
ہو گیا قتل امام آج کے دن

سقف ایمان کا مین کیا حال کہون
تو نے ہے اے فلک سفلۂ دون
ڈھے پڑا رن مین نبوت کا ستون
نہ رکھا تو نے بھی تمام آبجکے دن

باپ کے قبضے مین جس کے کوثر
خون سے اُسکے ہی زبان تیغ کی تر
تشنہ حلق اسکا بزیر خنجر
خشک اُسکا لب و کام آبجکے دن

غرق وہ خون مین پڑا ہے مذبوح
خاک تم کر کے سرون کو مجروح
پیاسی دنیا سے گئی اُس کی روح
ڈالوا ے خاص و عوام آبجکے دن

جس جگہ مین وہ پڑا ہے یارو
دھوپ مین سوکھتی اُسکے تن کو
روکھ بھی وان نہین جو سایا ہو
ہوئی ہی صبح سے شام آبجکے دن

کہون تنہائی کی اُسکی کیا بات
کوچ کر شام چلا سر ہیہات
پاس کوئی نہین جز حق کی ذات
رن مین تن کا ہی مقام آبجکے دن

زخم اس تن کے گردن کیا مین شمار
کون سی جا نہ لگا وار پہ وار

ظالمون نے نہ رکھی وہ تلوار
جو نہ کھینچی زنیام آج کے دن

اس غریبی سے کٹا یا حلقوم
اس جگر خستہ کا اسکے معصوم
رن مین ہین ہائے حسین مظلوم
پیٹین یون لے لیکے نام آجکے دن

جان بلب آب بغیر از اطفال
دم بدم دیکھ انھونکا احوال
جو کوئی ہے سو عطش سے ہے نڈھال
ہے یہ عابد کا کلام آج کے دن

پیاس کے مارے مین ڈرتا ہون ہائے
پھیر کس کام کا اسے جد جو نہ آئے
باقی ماندون سے نہ کوئی مرجائے
کام مین کوثر و جام آجکے دن

جاری دریا ہین بھری ہین تالاب
بند یہ آل نبی پر ہے آب
مرغ سے مور تلک سب سیراب
قطرہ ہے ان پہ حرام آجکے دن

جز خدا کوئی یتیمون کا نہین
پیادہ یا قید مین کر سب کے تئین
ڈھونڈھیے روے زمین کو تو نہین
لیگیا لشکر شام آجکے دن

نہ کوئی دوست نہ کوئی ہمدم
کون اسوقت انھین پہونچے بہم
کر کہین جس سے یتیم اپنا غم
دے نبی کو جو پیام آجکے دن

اس مصیبت کو کہین سو کس سے
ہم نفس کون کرین وہ جس سے
غم الم دل پہ ہے دونا اس سے
ورد اپنے سے کلام آجکے دن

اقربا قتل ہوے سب کے سب
اہل بیت نبوی پر یا رب
ایک عابد سو گرفتار بہ تب
ہے قیامت کا قیام آجکے دن

کھا گئی سب کے تئین تیغ ستم
ہے سبب ضعف کے گو اسکا دم
ایک عابد جو رہا نزد حرم
آفتاب لب بام آج کے دن

انھون کا پردہ ہین جو ہین مردم
ہے محرم کا انھین روز دہم
اب وہ دانہ ہے نصیبون کا گم
غرۂ ماہ صیام آج کے دن

طائر عرش ز دست صیاد
کوئی سنتا نہین ان کی فریاد
ہو نہین سکتے کسی طور آزاد
پر نہین ہین تہ دام آجکے دن

ظلم ایسا ہی ہوا ہے برپا
رہیگی جب تئین دنیا کی بنا
کر نہو گا نہ ہوا زیر سما
ہوئیگا حشر مدام آج کے دن

سوداؔ اب ختم تو یہ مرثیہ کر
دم بدم آل محمد اوپر ہو
سن نہیں سکتے اسے جن و بشر
بھیج صلوات و سلام آ جکے دن

بعد ازاں ہو کے بچشم گریاں
آوے تا ماہ محرم بجہان
یہ دعا مانگ ز شاہ مردان
تعزیہ لے یہ غلام آ جکے دن

مرثیہ دیگر

تشنہ لب سبط پیمبر وا دریغا وا دریغ
کشتۂ شمشیر و خنجر وا دریغا وا دریغ
کربلا کے بن میں بے سر وا دریغا وا دریغ
ہائے وہ فرزند حیدر وا دریغا وا دریغ

ہوے مدینے میں شبر کو نبی محمد کے تئیں
ملک سب بستے رہے جتنے تھے بروے زمین
ظلم کی شمشیر سے مارا پڑا سلطان دین
لٹ گیا ایمان کا کشور وا دریغا وا دریغ

کسطرح کھینچیں نہ ہم سینوں سے آہ دردناک
آج میدان میں پڑا ہی غرق خون بر روے خاک
پگڑیاں سر سے پٹک اب کیوں نہ ہوویں جیب چاک
دین اور دنیا کا افسر وا دریغا وا دریغ

کہتے ہیں رو رو کے اب ساکن یہی ہر شہر کے
ہو گیا ہی خشک بن پانی کنارے نہر کے
جتنے دیکھو نخل ہیں سیراب باغ دہر کے
گلشن ساقی کوثر وا دریغا وا دریغ

ظالموں کی تیغ سے ہیہات آل مصطفا
کاتب تقدیر سے لکھوا کے لائی تھی قضا
دشت میں بیجان پڑے ہیں اب جو با چندین جفا
قتل کا کیا اُسکے محضر وا دریغا وا دریغ

وہ جو زیر آسمان ہیں دین و دنیا کے پناہ
گھر کو اُنکے ایک پل میں کر دیا خاک سیاہ
مرکز خاکی یہ جوں اکسیر ہے جن کی نگاہ
ظالموں نے آگ دے کر دی وا دریغا وا دریغ

جن کے دروازے پہ آکر ایکدم زیر فلک
مہر و مہ نے آجتک دیکھی نہ تھی جن کی جھلک
بے اجازت مار سکتا تھا نہ ہرگز پر ملک
سو وہ عریاں اشتروں پر وا دریغا وا دریغ

کیا کہوں میں یہ مصیبت تف بروے روزگار
باپ جسکا وہ کوئی اتری تھی جسکو ذوالفقار
کون کون اسطرح پشت اشتران پر ہیں سوار
اور ماں بنت پیمبر وا دریغا وا دریغ

یہ ستم جو ہی انھوں پہ کس زبان سی ہو بیان
سنتے ہیں زین العبا کی ہیں انھوں کے درمیان
دین و دنیا کی جو اس احوال میں ہیں بیان
کوئی ماں اور کوئی خواہر وا دریغا وا دریغ

سر چلے جاتے ہیں نیزوں پر جو انکے پیش پیش
کوئی تو فرزند ہے انکا کوئی انکا ہے خویش

پیٹ پیٹ اپنے سروں کو کہتی ہیں وہ سینہ ریش
اس طرح سے جائیں یہ سر وا دریغا وا دریغ

ان سروں پہ بوسہ دیتے تھے سدا ارکان دین
انکو سجدہ کرتے تھے ہم آسمان و ہم زمین
دھوتے تھے گیسو انھوں کے آنکر روح الامین
مو بمو خونیں ہے تر وا دریغا وا دریغ

بیچ میں تھا اُن سروں کے وہ سر عالم پناہ
جا پڑی زینب کی انہیں ناگہاں اُسپر نگاہ
سر کو اپنے پیٹکر یوں کہنے لاگی بھر کے آہ
ہاے ای میرے برادر وا دریغا وا دریغ

یہ وہی سر ہے کہ جو تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ
لطف کی ہر آن اُسپر تھی نگاہ مصطفےٰ
فی الحقیقت تھا یہ شایان کلاہ مصطفےٰ
سو نظر آیا علم پر وا دریغا وا دریغ

دن اسی نیزہ پہ گذرا ہم غریبوں کے حضور
رات کو خولی نے لیجا کر رکھا تھا در تنور
تن بخون آغشتہ کربل میں پڑا ہے سر سے دور
زیر این چرخ مدور وا دریغا وا دریغ

راویان جانگداز آگے یہ کرتے ہیں کلام
کوفے پہونچا قافلہ وہ جو چلا تھا سوی شام
خولی ملعون نے اپنے گھر کیا اس شب مقام
جا تنور اندر رکھا سر وا دریغا وا دریغ

مومنہ تھی زن جو اُس ملعون کی وہ غم کے سبب
اسطرح سے کاٹی اُن نے بیچ آنکھوں کے وہ شب
یہ سخن تا صبح اُس بیچاری کے تھا زیر لب
ہاے لے سبط پیمبر وا دریغا وا دریغ

نصف شب گذری تو دیکھی ہے کہ تا حور و ملک
آسیا و مریم و حوا و زہرا از فلک
تخت پر بیٹھے یہ کہتی آئیں اُس موضع تلک
فاطمہ کے ناز پرور وا دریغا وا دریغ

سر کو چاروں بیبیوں میں دینے کے نور عین
اپنی چھاتی سے لگا کر یوں کہا کیوں اے حسین
یہ بھی تھا قسمت میں یوں دیکھیں ترا سر بے تن
یاں رکھا ہے کن نے لاکر وا دریغا وا دریغ

ہاے وہ تن جو محمدؐ کے پلا بالاے صدر
سر کو جو تیغ جفا سے کاٹ لائے اہل غدر
سکھوں ماٹی میں جوں ہووے غبار آلودہ بدر
سر تنور اندر دیا دھر وا دریغا وا دریغ

فاطمہ القصہ اُس سر سے یہ کرتی تھی بیان
عرش تک پہونچے تھی اُنکے سینے کی آہ و فغان
دیدۂ حور و ملک سے خون دلکا تھا روان
اور تھا اُنکی زبان پر وا دریغا وا دریغ

سودا اب خاموش ہو آگے نہ کر احوال تو
دیوے گی ارض و سما کے بٹ ملا یہ گفتگو
اسقدر کہنی بسی ہے محشر میں ہوگا سرخرو
لیکے نام اُن کا کہے گر وا دریغا وا دریغ

مرثیۂ دیگر

غرق خوں ہیں تشنہ لب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
یہ ستم ایسوں پہ اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
آل احمد سب کے سب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
دو جہاں کے منتخب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ماں ہو جنکی فاطمہ جس کا علی سا ہو پدر
رن میں ہے اس تفرقے سے آج باخویش و پسر
دست و پا اُنکے نہ دھڑ ہے ساتھ نہ گردن نہ سر
وہ شہ عالی نسب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جو پسر یارو خدا کے دوست کا تھا ہوش و دم
کوئی دشمن کے بھی دشمن پر کرے ہے یہ ستم
کاٹ سر اُسکا لیے اُسکے اسیر اہل حرم
بے گنہ اور بے سبب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

نور جنکے تن سے پہونچے تھا بچشم مہر و ماہ
آج جنکے دن سر پہ ان مخصوموں کے گر سیکھے نگاہ
استقامت تھی فلک کو جن کے زیر خیمہ گاہ
خاک ہے یک یک وجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کھینچے تھا جبریل آ کر جنکے اونٹوں کی مہار
لے گئے اونٹوں پہ اُن کو بے عماری کر سوار
آج ہے ساتھ اُنکے ایسا کچھ سلوک روزگار
بیوفایان عرب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جنکی جانب مہر و مہ کو دیکھنے کی تھی نہ تاب
آج چادر بھی نہیں سر پر کریں جس کی حجاب
اور جو مالک ہے ملک پر اسطرح کو کیا حساب
اُنپہ یہ رنج و تعب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

اہل بیت اونٹوں پہ ہر منزل میں بے محمل سوار
عابد بیمار کھینچے جائے اونٹوں کی مہار
زینب و کلثوم سر کو ہاں سے پٹکیں بار بار
رات دن تس پر ہے تب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ایک تو غم سے عزیزوں کے پریشاں ہیں حواس
اس مصیبت سے نہیں جینے کی اپنے اُنکو آس
دوسرے کٹتی ہے اُنکو رات دن کی بھوک پیاس
ہو رہی ہیں جاں بلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جب گذر اُس ناتواں کا مقتل شہ پر ہوا
کہنے لاگے اے پدر میں کیوں نہ تجھ آگے موا
یار نکالا دیں اُسکے بیٹھ کر غم کا سُوا
تو مرے جیئوں میں اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

تن ترا آیا نظر آلودہ گرد و خاک سے
لخت دل ٹپکیں ہیں میرے دیدۂ نمناک سے
خون بہتا دیکھتا ہوں زخم کے ہر چاک سے
ہے یہ احوال عجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

وہ مسلماں رکھتے ہیں کافر سے جو کفر شدید
سر ترا نیزے پہ کر تن سے جدا پیش یزید
تشنہ لب ان ظالموں نے کر دیا تجھکو شہید
بیکلی عند الطلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کیونکہ پیغمبر ترا غم دل پہ سہتا ہوئے گا
دمبدم خون جگر آنکھوں سے بہتا ہوئے گا

تن ترا یون ہی بزیر چرخ رہتا ہووے گا
خاک و خون مین روز و شب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کیون نہ روؤن لاش پہ تیری مین سر پہ ڈال کے خاک
تن ہو تیغ ظلم سے اسطرح تیرا چاک چاک
جکو پیغمبر نہ بولے بن کہے روحی فداک
تھا ترا یہ کچھ لقب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

سر ترا نیزے کے اوپر تن ترا ہے خاک مین
خون دل کیونکر نہو مجھ دیدۂ نمناک مین
بھر رہی مٹی ترے زخمون کے ہر اک چاک مین
تجھ سے پر ایسا غضب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

ہے ترا نانا پیمبر باپ تیرا ہے امام
تشنہ لب مارین سبھی اسطرح ملکر اہل شام
جس سے محشر مین طلب عالم کو ہے کوثر کا جام
جانگیر ترا حسب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

اے پدر تجھ بن مجھے اس جینے سے آتی ہے لاج
مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی دی ہے فوج ستم نے آج
خاک و خون مین تو پڑا ہے اے دوجگ کے سر کے تاج
خانۂ دل کو لقب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

فاطمہ بے پیرہن لائین نہ زیر آسمان
واسطے تیرے کفن کو اے شہ ہر دو جہان
سو تو اب عریان پڑا ہے خاک و خون کے درمیان
سے تیرے نے لقب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

یہ سخن کہکر چلا وہ تو پدر کے لگ گلے
کیون نہ تیرے ساتھ خاک و خون مین ہم بھی رلے
ہائے بابا دیکھے ماتی بھی نہ ہم تجکو چلے
یون سبھی تجھے دیکھے ہین اب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کرچلا لاش پدر سے بکھری عابد یہ بین کو
بول اٹھا امت کی تیری اشقیا قتل حسینؑ
منہ مدینے کیطرف کردہ نبی کا نور عین
سمجھین ہین عیش طرب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

آل مین تیری کسی کے دھڑ پہ ہے جد سر نہین
تن ہے کسکا جس پہ زخم تیغ اور خنجر نہین
کونسا سر ہے انھون مین ہے جو نیزے پہ نہین
ایکدن سو جان طلب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

یون محمدؐ کیطرف کرتا تھا جب عابد خطاب
خاک مین مور اور ہوا مین مرغ ہوتے تھے کباب
آہ سے دا ہی تلک سب کا جگر ہوتا تھا آب
یہ فغان کرتے تھے سب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

ختم کر سودا تو اب اس مرثیہ جانکاہ کو
یاد کر ہر دم تو اپنے دلمین حال شاہ کو
بند کر حرف زبان اوپر لبون کی راہ کو
یون کہا کر جب تب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

مرثیہ دیگر حضرت امام

چلا جب کربلا سے شام کو زین العبا تنہا
کٹا کر بھائی بند اس غمزدے کا خاطر مین رہا تنہا
کہے تھا لاش پہ بابا کی رو رو یون کھڑا تنہا
کہ لیجاؤن اسیر ظالمان کر آ قربا تنہا

جو عالم بیکسی کا مجھپہ ہے سو کسکو دکھلاؤن
کرون کیا بس نہین چلتا مرا کچھ ورنہ مین جاؤن
وہ ایسا کون ہے کہ جس سے پانی تجکو دلواؤن
تجھے یون چھوڑ کر اے نور چشم مصطفا تنہا

مدینے مین جو ہو جانا تو منہ کسکو دکھاؤنگا
بھلا اسطرح جینے سے حلاوت کیا مین پاؤنگا
جو کوئی اکبر و اصغر کو پوچھے کیا بتاؤنگا
تن تنہا جیون مین تو مرے کربل مین تا تنہا

نہ کوئی ہے بزرگ اسدم کہ چھاتی سے لگا دے وہ
نہ کوئی آشنا ایسا کہ ٹک پانی پلا دے وہ
نہ کوئی بھائی ہمجولی کہ دکھ میرا بٹا دے وہ
نہ کردے ہیچ کافر کو بھی مجھ جیسا خدا تنہا

کوئی بھائی بھی رہتا تو گلے لگ اسکے مین روتا
مجھے دیکھ دلاسا کچھ تو غم دلکا مرے کھوتا
کہ اُس سے حال دل اپنا غبار سینہ مین دھوتا
نہین اہل مصیبت کو تو رونا بھی بھلا تنہا

نظر آتا نہین کوئی جو اس بندی کو دے چھٹوا
جو مین ہون سو ہی حالت مین مجھے ہو سکے ہے کیا
گلے سے طوق انکے دور ہو زنجیر مین سے پا
نہ بھائی بند ہے کوئی نہ یار و آشنا تنہا

کوئی کہتا ہے سونپو اشتر کی اس کو سربانی
کوئی بولے ادھر سے ہو جدھر خار بیابانی
کوئی کہتا ہے اسکو لیچلو جیدھر نہ ہو پانی
پھرون ہون تجھ بن اس جور و جفا سے جا بجا تنہا

کہان تپ ہے یہ اس حالت مین جس سے ہو علاج تب
غرض کیا کیا کہون اسکے سوا بھی سو طرح کی اب
نہین ملتا ہے قطرہ آب کا جو تر کرون مین لب
اذیت دیتے ہین پاکر مجھے اہل جفا تنہا

جو مین کہتا ہون گھر سے اسقدر چلتے ہو کیون مجکو
تو کیا دکھلائینگے جاکر خلیفہ کو ہم اپنے رو
کہے ہین بیڑیان جو کاٹکر پاؤن کی بھاگے تو
تجھے ہم اسلئے نہین چھوڑتے زین العبا تنہا

جو مین کہتا ہون اس حالت سے مجکو لیکے جاؤگے
بروز باز پرس امت مین پھر کس کی کہاؤگے
محمد کے تئین محشر مین کیا تم منہ دکھاؤگے
جو اس صورت سے جاؤن شام مین روتا ہوا تنہا

تو کہتے ہین ہمین کیا خوف محشر مین محمد سے
قیامت مین ہماری کیجو نالش اپنے تو جد سے
سپاہی کرتے ہین روزی کو پیدا سلطنت و کد سے
نچھوڑین اس ڈر کون سے تجھی ہم کوئی جا تنہا

اگر خطرہ ہمین ہوتا تو ایسا کام کیون کرتے
ہماری تیغ سے خویش و برادر اسکے کیون مرتے
پدر کے سر کو تیرے کاٹکر نیزے پہ کیون دھرتے
ہمارے ساتھ پھرتا اسطرح تو کیون یکا تنہا

سرا پردہ مین اسکے لوٹنے کو ہم نہ دھنس جاتے
تری گردن مین طوق آہنی ہرگز نہ پہناتے
اسیر اسکی حرم کو بیٹھ اونٹون کی نہ بٹھلاتے
نہوتا آج کے دن ہوکے تو بیدست و پا تنہا

نواسی اک محمد کی علی کی ایک ہے پوتی
لٹے ہم پاؤن سے خلخال جنکے کان سے موتی

اگر دہشت عمرؔ کی اہین عقبی مین کچھ ہوتی ہو
تو انکا حال تو بے بس ہو کیونکر دیکھتا تنہا

سپاہی ہی وہ بیرحمی سی جو اپنا نہ منہ موڑے
خوشی سے اپنی کرنے آقا کو وہ لیوی غلطین گھوڑے
نہ انکی تیغ ہرگز طفل تشنہ ہتلک چھوڑے
نہ دنیا جب تلک ہاتھ لگے تو ہی دین کیا تنہا

غرض اے قبلۂ قول و فعل جنکا ہوے ایسا کچھ
اب آگے دیکھیے قسمت کا میری کیا ہی لکھا کچھ
جفا سے انکی یہ دیکھا ہے اور دیکھو نگا کیا کیا کچھ
کر ایسے ظالمون کے ہاتھ یا ان مین آپڑا تنہا

گئے ہین پیادہ ہر منزل مین ہتکہ اپنی پھرا وینگے
ترا دل طعنہ و تشنیع سے ہر دم دکھا وینگے
جو ہوگی رات تو لنگر بھا تجکو سلا وین گے
کہینگے باپ تیرا چھوڑ تجکو کیون گیا تنہا

غرض عابد پدر کی لاش سے باآئین یہ کہتا تھا
کبھو بیہوش ہوجاتا کبھو ہوش آمین رہتا تھا
اور اسکا خون دل آنکہیں کی راہ بہتا تھا
پھر آخر چھوڑ کر لاش پدر کو وہ چلا تنہا

صعوبت راہ مین گذری جو اسپر سو تو ظاہر ہے
زبان سے گر کہون حد ادب سے تو وہ باہر ہے
جہان کے بیچ اس احوال سے ہر شخص ماہر ہے
سر اپنے عابد بیمار نے جو کچھ سہا تنہا

خموشی خوب ہے سوداؔ یہان اظہار سے اسکے
ہوا بیہوش وہ مصرع پڑھا مین آگے یہ جسکے
سنے اسکے تئین سو دلین اب طاقت ہے سکے
چلا جب کربلا سے شام کو زین العبا تنہا

مرثیہ دیگر

کیون مضطرب الحال نسیم سحری ہے
بلبل کو ترانہ کی بدل نوحہ گری ہے
ہر گل مین طرح لالہ کے داغ جگری ہے
اس باغ سے کیا آل محمدؐ سفری ہے

شبنم جو روا جاے سو نور و لتب تار
لوٹا یہ رسالت کا ستم کیشون نے گلزار
گر باد سحر خاک سر اپنے پہ تو ہر بار
ٹہنی چمن دین مین نہ سوکھی نہ ہری ہے

جو نخل محمدؐ کے جگر سے رنگین پیوند
بانی چمن دہر مین ہو اُن کے او پر بند
اور ساقی کوثر کے وہ لاریب ہون فرزند
کیا چرخ ستمگر کی یہ بیداد گری ہے

تیغ و تیر جور سے جو نخل کٹا ہے
اُسکا جسد پاک زمین پر جو گرا ہے
لتے ہین وہ فرزند رسول دو سرا ہے
آلودہ گرد قدم رہگذری ہے

دیتے تھے نبی بوسہ سدا جن کے لبون پر
الکدم نہ ملے آب انھین جز دم خنجر
سو مثل صدف آب سے قطرے بھی نہ ہون تر
سب دہر جفا پیشہ کی یہ بدگہری ہے

ان جور و جفا مردون کا مین کیا کہون احوال
چھاتی پہ ہے سوفار تو ہے پشت اپر بھال
ہے ناوک دل دوز سے ہر ایک کا یہ حال
ان دونون کے مابین مین یان عرصہ مین سری ہے

کس طرح کہون انکی مصوبات کی مین بات
پیدا جو بلا ہووے ہے اب دہر مین ذرات
ایسا تو نہووےگا کوئی مورد آفات
گویا وہ بلا واسطے انکے ہی دھری ہے

ایسا تو کبھی غم نہوا جب سے ہے عالم
ہر زخم پہ ہوتا ہے فلک بخیہ و مرہم
درد و رگ دم تیغ سے افزود ہے یہ غم
زخم جگر فاطمہ دونون سے بری ہے

محشر مین محمد کو دکھانا ہے جسے رد
وہ شاد نہ الفت سے کرے اپنی پسر کو
اور آل سے اسکی جو محبت ہو سر ہو
عابد کے تئین آج غم بے پدری ہے

ہر طائر قدسی پہ دیا حق نے جنھین فوق
کوئی تو ہے زنجیر مین کوئی بگلو طوق
اور جنکے قدمبوس کا جبریل رکھے شوق
افسوس انھین آج یہ بے بال و پری ہے

عترت کو محمد کے جو لوٹتا ہین ستمگر
ہین دادرس ہر دو جہان وہ جو بمحشر
جتنا وہ پکارے ہین نہ مونس ہے نہ یاور
فریاد کو آج انکے یہ کیا بے اثری ہے

کس سے کہون یہ تشنہ لبونکی ہین صعوبت
اک آدھ جو باقی ہے سو اسکی ہے یہ صورت
دنیا سے گئے پی کے شہادت کا وہ شربت
بن آب دہن خشک اور آنکھوںین تری ہے

جن بیبیون کا باپ علیؑ فاطمہؓ مادر
سب کچھ یہ سمجھکر نہ رکھی شقیون نے چادر
حسنین سے اور انکی ہون مان جائے برادر
کیا قوم ستمگار کی یہ سب بے بصری ہے

منھ کر کے مدینے کیطرف پردہ گیا ئین
مشہور ہو تم مخبر صادق دو جہان مین
کہتے سبب پیاس کے کانٹے ہین زبانین
کیون حال ہمارے سے تمہین بیخبری ہے

احوال تری آل کا اب سخت ہے در ہم
بیٹھے ہین زبس صورت و سر انکے کو ہے دم
لے جلد خبر اے شرف خلقت آدم
رنگ رخ ماتم زدگان نیلوفری ہے

جی چاہتے ہین پیاس سے لین دشمن جانی
بتلاؤ کہان سے پئین اس دشت مین پانی
پانی جو طلب ہم نے کیا بات نہ مانی
ندی ہے جو یان خون شہیدان سے بھری ہے

جب سے کہ شہ دین کی اقامت کا اٹھا رخت
دنیا کی حلاوت کا نہین چاہتے ہم تخت
اندوہ و غم و درد و مصیبت ہے پٹ سخت
ہونا ہمین اب خاک بسر تاجوری ہے

کیونکر نہ روے خونکے آنسو سے مہربان
کس طرح نہ اس غم سے شب و روز ہو نالان

گذرا ہو جب اولاد محمدؐ پہ یہ طوفان	ماتم میں جنھوں کے ملک و جن و پری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہتے ہیں رو رو کے زین العابدین
مرتدوں نے کر سند دین کی تئیں
ہو کدھر دادا امیر المومنین
کھو دیا مہر نبوت کا نگین

پوچھیے وہ مجھ دل ناشاد سے
کر دیے حلک کا رد بیداد سے
جو ہوا ہے آج ہر جلاد سے
سب حروف دفتر شرع مبین

انما کی آیہ جن کی شان میں
انکو یہ لوٹا ہی اس میدان میں
حق تعالے نے کہی قرآن میں
یادر انہیں ایک سے بر سر نہیں

کر گئے گل شمع دین وہ روسیاہ
تارا انکا گھر ہے سب جنکے مہر و ماہ
پھرتے ہیں ہم وہ بدہ ہو کر تباہ
آگے دروازے پہ گھستے تھے جبین

وارثوں کے سر ہیں نیزوں پر روان
سب مکان ہیں وہ کہ جنکو ہر زمان
تن پڑے ہیں خاک و خونکے درمیان
سجدہ کرتے عرش اعلا کی مکین

ظالموں کے ہاتھ سے ہو بیوطن
دشت غربت میں پڑا وہ بے کفن
آن کر پیاسا موا کربل کے بن
مہد جنان جسکے تھے روح الامین

فاطمہؓ کا وہ جو دم اور ہوش تھا
جسکے سر کا تکیہ اُن کا دوش تھا
اٹھ پہر اور انکے ہم آغوش تھا
چاک چاک اسکا ہے جسم نازنین

حیف ہی میرے اب ایسے جیتی پر
لوٹتا تھا جو نبی کے سینے پر
یوں کمر باندھے فلک جب کینے پر
چھاتی پر اسکے چڑھے شمر لعین

میرے دلکا وہ کوئی سمجھے گا درد
اُسپہ ہو معلوم میری آہ سرد
جسکے سر ایسی یتیمی کی ہو گرد نو
باپ کو یوں جسکے ماریں ظالمین

پانی سے سیراب ہو سب کائنات
تشنہ لا کر بر لب آب فرات
لیکے حیوان تا جمادات و نبات
سر جدا تن سے کریں اعدائے دین

دن تو اس سر کو چلیں نیزے پہ دھر
گرد اسکے بادیہ ہوویں بیٹھکر
رات جب ہو جائے تو منزل میں اُتر
وہ لعین اس سر پہ جو ہوویں تعین

اہل بیت اُسکے ہون اونٹونپر سوار
پا برہنہ طے کرے جو دشت خار
ہاتھ لیکر وہ چلے اُن کی مہار
ہر قدم بھرتا ہوا آہ حزین

اُس پہ ہو ہر ایک منزل یہ عذاب
گر طلب کرتا ہو پینے کو وہ آب
ٹک جو ٹھہرے تو کہین ہان چل شتاب
قطرہ بھر اُسکو نہ دیوین اہل کین

ہو گلے مین اُسکے طوق آہنی
دم بدم دکھلاوین برچھی کی انی
رک کے دم پہونچے قریب جان کنی
راہ کے چلنے مین اُسکو شرکین

جو کوئی ایسی ہو بپا مین پیادہ چلے
ساری منزل بیچ ذرہ دم نہ لے
میری سی زنجیر ہو اُسکے گلے
اس مصیبت کی ہو قدر اُسکے تئین

درد ہر مظلوم ہو سکتا ہے غور
میری سی ہووے تعدی اُسپہ اور
پر وہی سمجھے جو پوچھے تجھسے جور
ہو وہ فرزند شفیع المذنبین

ہووے جسکا ساقی کوثر پدر
یاد کر اُسکے تئین اُس کا پسر
تشنہ لب تن سے جدا ہو اُسکا سر
رو سکے ہی میرے ہو کر ہمنشین

اب یتیمی اپنی کو کوئی جتاسے
باپ میرا سا ہی جسکے سر سے جاے
وہ یتیم آفاق مین جیسا کہاسے
جسکا نانا ہووے ختم المرسلین

دعوی مجھ دکھ سے اسی ہمتائی کا
اسطرح دانہ ہو جیسے رائی کا
تن ہو قیمہ جسکے باپ اور بھائی کا
درد میرا مجھسے گو ہووے یقین

دل سے میرے پوچھیے اصغر کا درد
غم سے اکبر کے مرا چہرہ ہی زرد
آب پیکان نے کیا ہی جسکو سرد
سر کہین نیزہ پہ جس کا دھڑ کہین

دو ون کیا کوفے مین دادا کو تلف
سر کیا نیزے پہ بھائی کا ہدف
کربلا مین دی الٹ بابا کی صف
آفرین اس دین پہ صد آفرین

ہو غرض عابد نہایت بیقرار
سن سن اُسکو کانپتے تھے کوہسار
کہتے جاتے تھے یہ رو رو زار زار
اکثر آجاتی تھی لرزش مین زمین

سودا اب مرثیہ کو کر ختم مین
لعن کر اُنپر ہمیشہ وہ جو ہین
تاب سننے کی نہین رکھتا ہو تئین
ظالمان اوّلین و آخرین

مرثیہ دیگر

عابدین کہتے ہیں اے پروردگار | ایک بھائی کو بھی رکھتا روزگار
یکدگر اس وقت ہوتے غمگسار | روتے آپس میں گلے لگ زار زار

درد دل باہم کیا کرتے بیان | پوچھکر خوشنود ہوتا ہر زمان
ایک کو ایک اپنے بابا کا نشان | کچھ تو ہوتا دلکو تسکین و قرار

عمر اصغر کر نہ ہو جاتی اخیر | وہ جوان ہو کر ہٹاتا میری پیر
سو تو فیصل ہو گیا لگتے ہی تیر | کیا بساط اسکی وہ طفل شیرخوار

لے برادر تا پدر عم ابن عم | غرق لوہو میں پڑے ہیں ایک قلم
بیٹھ گئی دریاے خونین سے ستم | کشتی آل نبی آ منجھدھار

جا چچا نے بر لب آب فرات | آب کی خاطر کیا قطع حیات
باپ کے سقے نے کاٹے پاؤں ہات | پانی کی تو بھی نہ پہونچی منہ میں دھار

باپ کو میرے محمد یک زمان | دیکھتے تنہا نہ زیر آسمان
ذبح کر ڈالا یہ بیکس کرکے وان | جس جگہ کوئی نہ یاور ہے نہ یار

کاش ہوتا اس جگہ میں دل جلا | دیکھتا کٹتے جو بابا کا گلا
کچھ نہ بس چلتا تو یہ تو تھا بھلا | جا لپٹ جاتا گلے سے آہ مار

مار بھی کر ڈالتا میرے تئین | ساتھ میرے باپ کے شمر لعین
ایسے جینے سے تو بہتر تھا کہیں | جس مصیبت میں ہوں میں لیل و نہار

درد دل سے میرے کون آگاہ ہو | دکھ مرے کو کسکے دل میں راہ ہو
بات دکھیا رون کی کب دلخواہ ہو | گو کسی کے سامنے کیجیے ہزار

کوئی مجھسا ہو سو میرا بوجھے درد | رہ گیا ہو اقربا گنوا کے فرد
چہرہ بیماری سے اسکا ہووے زرد | نے دوا اسکی ہو نے تیماردار

ضعف کے مارے چلا اٹھا نہ جاے | ہاتھ سے تھامے سر زنجیر پاے
جب قدم آگے رکھے تب لڑکھڑاے | راہ چلواتے ہوں اسکو مار مار

باپ کا نیزے پہ سر ہو پیش پیش | اور تو پھر ناموس پیچھے سینہ ریش

تھا اسکے ہوئے اسکا قوم و خویش
کھینچتا جاتا ہو وہ اسکی مہار

وہ تو چلتا ہوا اسپر یون کٹھن
تازیانے سے کرین مجروح تن
لیتے رہبر کہ کے لایعنی سخن
کھینچنے کو ٹھہرن گرتے لوگون سی خار

راہ وہ لیجا وین جس مین ہو نہ آب
تک جو پانی مانگے وہ خانہ خراب
تب چلین جب گرم ہو خوب آفتاب
کھینچکر شمشیر اسے دکھلا ئین دھار

لیکن اسپر بھی وہ کب مجھسا ہوا
وہ جو پیادہ یون چلے اس شخص کا
قطع کی اسطرح سے منزل تو کیا
باپ ہو دوش محمدؐ کا سوار

باپ سے کی ہو وہ دادا تک امام
وصف مین اسکے خدا کا ہو کلام
نسل سے اسکی امامت کا قیام
نب سکے یہ ظلم اس پر اعتبار

دل مین کی جس آدمی کی گفتگو
اب یہی میرے تئین ہے آرزو
درد کی اپنے نہ پاؤن اس مین بو
ظالمون سے گر چھوڑاوے کردگار

ہووے جس صحرا مین گل نونہال
دو نون ہاتھ اپنے تہ زمین اسکی ڈال
قد کو بھائی کا اسکو کر خیال
مین لپٹ کر روؤن ڈھاڑین مار مار

عابدین القصہ کرتا تھا سخن
سنتے تھے سر کو سن مین مرد و زن
تھا عجب ماتم زمین سے تا زمن
خون برساتے تھی چشم اشکبار

سودا ہو خاموش کچھ آگے نہ کہ
سنکے مرتے ہین گدا سے تا بشہ
دل تو خون ہو کر چلے آنکھوں سے بہ
غم سے کاٹے ہین کلا بے اختیار

مرثیہ ایسا ہے تو نے یہ کہا
سے ہے یقین دلبر مرے روز جزا
جس سے حاصل ہو دو جگ کا مدعا
تجکو بخشا دینگے شاہ تاجدار

مرثیۂ حضرت

بنت نبی فاطمہ کہتی ہین اسے ذوالجلال
خاک پہ میدان کے بیچ تن تو پڑا ہی نڈھال
جسکے سرہانے یہ ہاتھ رہتی تھی اسکا یہ حال
سر کے تلے اسکے آج تکیہ ہے نیزے کی بھال

اسکا نواسا ہی یہ تھا جو وہ تیرا حبیب
طعمۂ تیغ ستم جب اسے ہوا یہ غریب
جسکے تئین اب نہ دفن ہی نہ کفن یا نصیب
اوسکا کسیکو نہین گور گڑھے کا خیال

تیغ سے تو عضو عضو اُسکا جدا کر دیا
کاٹ کے خنجر سے سر نیزے پہ سلے دھر دیا
سینے کو تو دے کسطرح تیروں سے سب بھر دیا
اور تڑپتا ہوا تن گئے لوہو مین ڈال

سر کے تئین کاٹکر لیچلے جب شامیان
کیونکہ نہ سر پیٹ پیٹ مین کرون آہ و فغان
اُس تن بیجان پہ تیغ بہتون نے کی امتحان
موفری کا چورنگ ہے آج محمد کی آل

آگئی کیا ایک بیکسا طرفہ بلا اُسکے پیش
شانہ صفت غنچے مین کیونکہ نہون سینہ ریش
لیگئے سر اُسکا شام با سر فرزند خویش
برچھی کا چھبا ہوئے گیسوؤن سے اُنکے بال

یہ تو رہا ایک کنار لاشونکو وہ دین کفن
سوکھتے ہین دھوپ سی خاک پہ عریان بدن
لے گئے ظالم اُتار خون بھرے پیرہن
آج وہ کاٹے ہوئے باغ نبی کے نہال

اہل حرم کے تئین آکے یہ غارت کیا
جنس سے پوشاک کی کیا کہون کیونکر لیا
ہاتھ مین چھلے کی قسم سی بھی نہ رہنے دیا
کرنیکو پاک اشک کا ایک پچھوڑا ردمال

گوش ملک تک کبھو جن کی نہ پہونچی صدا
پردے سی باہر لے آئے اُن کے تئین اشقیا
زاری و الحاح پر اُن کے نہ کی اعتنا
آگ دی خیمے کو پھر لوٹ کے مال و منال

ایک بھی چادر نہ دی جس سے کرین وہ حجاب
لے چلے اس طرح سے شام کو اہل عذاب
سر کھلے ہر ایک یون جیون ہو مہ و آفتاب
سبکو برہنہ بٹھا اونٹون پہ وقت زوال

رادی جانسوز نے دی ہے یہ آکے خبر
عابد بیمار نے دیکھ کے لاشِ پدر
مقتل شہ سے ہوا اُن کا گذارا گذر
بولا سلام علیک ظلم کے اے پائمال

لیکے پھر آغوش مین وہ جسد چاک چاک
کہنے لگا لاش سے وہ سخن دردناک
منہ سے ملا اُسکا خون ڈالی یہ سر اپنے خاک
سننے کی جسکے نہو سنگ کو ہرگز مجال

مین ترے قربان تن اے پدر مہربان
ڈھونڈھنے جاؤن اُسے گر تو مجھے دے نشان
کہہ تو بھلا مجھ سے یہ سر ترا اب ہے کہان
کو بکو و دہ بدہ دشت سے لے تا جبال

مجھسے ہوا ہے بھلا کیا گنہ اہل کین تو
تن پہ ترے اک جگہ زخم سے خالی نہین
ذبح کیا تشنہ لب کس لیے تیرے تئین
خون سے تیرے زمین کیون ہوئی کربل کی لال

بر مین جو پالا مجھے فاطمہؓ نے اس لیے
حیف ہے یہ زندگی تو مرے مجھسا جیے
تیغ جفا سے تو اب ہو کے پیاسا سیے
کیونکہ کٹین گے مجھی غم مین ترے ماہ و سال

دیکھون کن آنکھون سے مین یہ جسد پاش پاش
کیونکہ جیون کر نظر اکبر و اصغر کی لاش

آئی انھونکے عوض میرے نہین موت کاش
زندگی اسوقت سے مجھپہ نہایت وبال

جاؤن مدینے اگر کسکو مین بابا کہون
مجکو بتا درد دل کس سے مین اپنا کہون
مجھ سے جو تیری خبر پوچھے تو مین کیا کہون
دکھ کے بتاؤ جو تھے مر گئے روز قتال

تو تو اے بابا ہوا اس جگہ آکر مقیم
بان کے یا شقیا مجکو کرے ہے یہ سقیم
شام کو اس طرح سے جاتے ہین تیرے یتیم
چھین کے ہیکل گلے طوق دیا میرے ڈال

اُس تن بیجان سے سنکے یہ باتین کہا
شکر نہ آئے یہ جگہ ہے نہ شکایت کی جا
کھا نہ غم اے نور چشم یون ہین تھی حق کی رضا
کس کو ہے اس امر مین لا و نعم کی مجال

تیغ ستم سے ہوا گو کہ جدا سر ز تن
خوب ہوا جو ہوا مجھپہ یہ رنج و محن
اور رہی دشت مین لاش مری بیکفن
حق کے تو آگے نہین آج مجھے انفعال

مرتبہ رکھتا ہے یہ جملہ مراتب پہ فوق
راہ مین حق کی مرین خویش و برادر بذوق
سر ہو مرا نیزے پر تیرے گلے مین ہو طوق
اونٹون پہ جاوین اسیر ہو کے سب اہل عیال

چھوٹے جو اس قید سے جاوے مدینے کو تو
لینے کہ تیرا حسین جگ سے گیا سرخرو
مرقد جد سے مرے کہیو یہ سب ہو بہو
نزد حق دادرس خوب ہے اُسکا مآل

عابد محزون کو جب کہہ کے یہ رخصت کیا
ساتھ جفا پیشونکے شام کا پنڈا لیا
اُن نے تب اُس لاش کے پاؤن پہ بوسہ دیا
دیدہ پُر از خون دل سینہ پُر از صد ملال

ختم کر اے مہربان اب تو یہ نظم کلام
حشر مین محشور ہو تو بجناب امام
مرثیہ کیا خوب طرح تجھ سے ہوا یہ تمام
مانگے جو کچھ اُس جگہ رد نہو تیرا سوال

مرثیۂ دیگر حضرت امام

رووے وہ آل نبی سے جسے محبت ہے
یہ وہ ہے رات کہ فجر اسکی مین قیامت ہے
کرے وہ خاک بسر جسکو اُس سے الفت ہے
حسین ابن علی کی شب شہادت ہے

ہوئے ہین تین دن اُسپر کہ بند ہے پانی
نظر مین ذبح ہے لیکن جون بچشم قربانی
مرے ہے پیاس کے مارے نبی کا وہ جانی
جگر کو فاطمہ زہرا کے یہ اذیت ہے

کریگا شیعون سے ہر چند اب کا وہ سوال
ندان خون مین وہ ڈوبیگا فاطمہ کا لال
ہو کلون سے تو ملنا ہے اسکو اب محال
اور آب ہم سے نہ کین کیا ہماری شامت ہے

کہوں میں صبح کا اس رات کی سو کیا عالم
رہیگا تا بقیامت جہان میں اسکا غم
گلوے تشنہ پہ اسکے چلے گی تیغ دو دم
مباح آل محمدؐ پہ وہ مصیبت ہے

کمر وہ باندھ کے بیٹھا ہے اپنے مرنے پر
ہر ایک کو ہے تمنا کٹا دے اپنا سر
اور اسکے گرد ہیں بیٹھے سب اسکے خویش دلیر
سمجھ چکے ہیں کہ اسمیں ہی باب سعادت ہے

نہ درد باپ کو بیٹے کا اس جگہ زنہار
سوائے اسکے انھوں کا نہ کوئی یاور و یار
نہ دلمیں بیٹی کے دکھ باپ کا کرے بیقرار
اک آشنا ہے جو اُنسے سو اُنکی غربت ہے

اور آگے کیا کہوں احوال با دل پُر درد
اٹھا زمیں سے کردن سر پہ اپنی مشت گرد
ہر ایک حرف پہ یوں چاہیے بھروں دم سرد
نکالوں تب یہ زباں سے کہ یوں روایت ہے

لگے تڑپنے جو پانی کے واسطے اطفال
کیا یہ شاہ سے تب ہو کے مضطرب احوال
کیا ہے مادر اصغر کا لوٹا استقلال
کہ ہائے پیاس کی اس بچے پر آفت ہے

نہیں ہے دودھ کہ میں تر کروں لب اسکا دہاں
پلاؤ پانی اسے ورنہ اسکی جاتی ہے جان
سمٹ کے طوطی کی سی منہ میں ہوگئی ہے زبان
اگر تمھیں مرے بچے پہ کچھ شفقت ہے

تداں شہ اسے بانو کی گود سے لیکر
کیا سوال زسر کردہاے آن لشکر
بجرب گاہ گئے ہو سوار گھوڑے پر
کہ کچھ بھی روز قیامت سے تمکو دہشت ہے

کیا ہے آل محمدؐ پہ تم نے بند یہ آب
تم اس بچے کا تو گردن پہ اپنی لو نہ عذاب
کہ طفل ہے چھ مہینہ کا پیاس سے بیتاب
سمجھ لو یہ کہ پھر اس کام میں ندامت ہے

اگرچہ آگے تمھارے گناہگار ہوں میں
تمھارے سامنے عاصی اگر ہزار ہوں میں
تمھارا کشتنی تیغ آبدار ہوں میں
کہو تو اسپہ بھلا کیا گناہ ثابت ہے

خدا کیواسطے اسکو تو قطرہ پانی دو
وبال میں تو گرفتار اسکے تم مت ہو
پھر آگے قتل مجھے چاہو جس طرح کیجو
جو کچھ کہ قہر الٰہی کی تم کو غیرت ہے

دیا جواب لعینوں نے شاہ دیں کے تئیں
ابوتراب کے بیٹے یہ جان لے تو یقیں
کہ خوف ہمکو تو ان باتوں سے ذرا بھی نہیں
سخن قبول ترا کب بغیر بیعت ہے

یہ کہکے اُنمیں سے تب اک لعین نے واویلا
اور اسکو کھینچ کے پھر سوے شاہ دیں پھینکا
کمان کے فاق سے سوفار تیر کا جوڑا
کرو تو منصفو انصاف کیا قسادت ہے

وہ تیر حلق پہ اس طفل کے لگا ناگاہ
اور اسطرح کہ گیا پھوٹ اس سے بازوے شاہ

یہ حال دیکھ کے چپ ہو رہے وہ پھر گراہ
پھر آسے خیمے مین لے اس کو یہ حکایت ہے

یہ حرف گو دین بانو کے دسے کے فرمایا
وہ جب ان سے تو پیکان تیر سے پایا
شتاب لے کے مین سیراب اسکو کر لایا
ہمارے واسطے جو شربت شہادت ہی

یہ حال دیکھ حرم مین ہوا یہ غل بر پا
کوئی سر اپنا کوئی منہ کو اپنے پیٹے تھا
کہ جسکو کہتے ہین شور قیامت کبرا
کہے تھا کوئی عجب آج ہمپہ آفت ہے

یہ اٹھا کو دین مادر کی اپنے وہ معصوم
کرین تھین خاک کہڑی سر پہ زینب کلثوم
ہر ایک دیکھے تھا اسکا چھدا ہوا حلقوم
غرض یہ نقل نہین حشر کی مصیبت ہے

کہ اب کے سخن مہربان ہو خاموش
حسن حسین یہ تا کہہ سکے صبح مارین جوش
کہ سامعون کے رہین آج اسقدر تو ہوش
نظر کرا سیہ کہ حضار و نکی جو حالت ہے

تو جس کہا ہے یہ ایسا ہی مرثیہ تو نے
علاج عفو جرائم کا یہ کیا تو نے
کہ اسکی مزد مین جنت مین گھر لیا تو نے
شفیع حشر ترا حضرت رسالت ہے

مرثیہ حضرت امام

کربلا مین جو پہونچے تو ہوا اسکو یہ منظور
بولے شہ دین سعی کر و اپنے بمقدور
پانی پہ کرین خیمہ کہ ہی جنگ کا دستور
نزدیک رضا حق کی ہی ہو پانی سی گو دور

کب مٹ سکے جو دفتر قسمت کی ہی تحریر
اب جتنے ترے کام ہین دی سونپ بہ تقدیر
آتی ہی یہی غیب سی آواز کہ شبیر
تدبیر یہ کہتی ہے رکھو یان مجھے معذور

خیمہ ہو لب آب تم اسکے نہو در پے
تیغ و تبر و دشنہ و خنجر مین بھی تو ہے
ہر طرح ملیگا ہمین یان آب ہی وہ شے
سب اہل کے وہی ہو وینگے ہو حرم مسرور

ہر چند عطش زیج ہے پانی کی حلاوت
پر آب خنجر دیے ہی جو کچھ پیاس کی لذت
ہو وینگے اسے اہل جہان تا بقیامت
مجھے یہ وہی ساقی کوثر کا جو ہو بلور

ظاہر مین جو دیکھو تو بہت تلخ ہی یہ آب
خوش طالعی انکی ہی پئین اسکو جو احباب
تاثیر ہی باطن ہی و لی قند مین نایاب
کب انکے نصیبو نہین ہی جو بجنت رکھین شور

یارو یہی کہتا ہی سب مجھے رہبر جنت
زخم دم شمشیر ہے تن پر در جنت
اب دو ہی قدم تم سی رہا کوثر جنت
خنجر کی رگ گا حلق یہ ساغر بکف حور

القصہ رفیقوں سے یہ کہتا تھا وہ سرور
اُترا ہے مخالف کا لب آب پہ لشکر
ناگاہ خبردار نے دی یوں خبر آکر
اس قصد پہ تا پانی کو کر لیجے محصور

یہ سُنکے خبردار سے بولے شہ ابرار
ان سے یہ کیا عرض کہ اے دین کے سالار
اس فوج کا تو دے یہ نشان کون ہی سردار
حُر ابن ریاحی کہ اُسے بولے ہے جمہور

آگے یہ روایت ہے کہ جس وقت ہوئی شام
ہوا امر تو بھیجوں مین باخفا شہ عظام
بھیجا شہ ابرار کو تب حُر نے یہ پیغام
کچھ عرض مجھے خدمت عالی مین ہی منظور

القصہ وہ حاضر ہوا لے حکم شہنشاہ
یہ قوم ستم پیشہ تری سخت ہے بدخواہ
بولا یہ تصدق ہو کہ جان نبی اللہ
سمجھا ئے نہ سمجھین گے ہین کثرت پہ یہ مغرور

جس وقت پکا کھا کے رہین خیمے مین یہ سو
خاطر مین جدھر آئے ابھی جا تو اُدھر کو
بہتر ہے ترے حق مین کہ تو یان سے روان ہو
روز انہ جو ہو کوچ تو مانع ہون یہ مقہور

شہ نے یہ سخن کر کے قبول اُسکو دعا دی
فرمانے لگے راہ جو تو ہمسکو بتا دی
نزدیک خدا اپنے پہ حجت کو نہ جا دی
حق تجکو قیامت مین رکھے ہم سے ہی مشکور

پھر آگے یہ لکھتے ہین کہ مہتاب چھپا جب
سرور نے مرحض کر اُسے کوچ کیا تب
اور نظر و نین آفاق کے تاریک ہوئی شب
جس طرح وہ شب گذری اُسے کیا کرون مذکور

حیرت زدہ جاتا تھا چلا دین کا سالار
نے مشعلین ہمرہ نہ پلیتے ہی تھے دو چار
نے راہ سے واقف نہ کسی دہ سے خبردار
اور رات یہ تاریک کہ جیسے شب دیجور

ساتھ اُسکے جمازون پہ سراسیمہ و بدحال
گرمی سے عرقناک یہ سب شمع کی تمثال
عترت نبی اللہ کی ساری مع اطفال
محمل تھی گھٹا ٹوپ مین فانوس کے دستور

اس شب کی سیاہی نے غرض مارا تھا یہ جوش
جاتے تھے چلے یون یہ مصیبت زدہ خاموش
گردون کی بھی گردش کی ہوئی راہ فراموش
تا پانُون کی آواز کسی کی نہ سنے مور

نے علم بلندی سے نہ آگاہ ز پستی
ہر گام سمجھ سوے عدم اپنی وہ ہستی
معلوم نہ ویرانہ ہی تھا اُن کو نہ بستی
جاتے تھے چلے امر یہ حق کی ہوئے مامور

اس شب کی مصیبت مین کہا تک کرون تقریر
پانُون مین بھری جادہ نے ہر ایک کے زنجیر
سو کوس چلے ہونگے کٹی راہ نہ دو تیر
اُس قطع زمین سے نہ کسی طرح پڑے دور

جس جا پہ ہوا کوچ وہین پہونچے وہ جس دم
مرکب شہ مظلوم کا چلنے سے رہا تھم

ہر چند انسے شاہ نے میمنہ کی پیہم	آگے نہ رہا اسکو قدم رکھنے کا مقدور
اسنے مین جو ہوتا ہے گریبان سحر چاک	دیکھا تو یہ سمجھے ہے وہی دشت خطرناک
بولے شہ دین آل نبی کی سے یہین خاک	بہتر ہی کہ خیمہ کرین اس جا یہ بدستور
پہ یہ لکھے ہین کہ جو خیمہ ہوا برپا	اور خیمہ مین داخل ہوے شہ جسکھڑی اسجا
تھے اہل حرم جتنے انھین سامنے بلوا	بولے کہ خدا کا مجھے آیا ہے یہ منشور
اس دشت مین اپنا مین کرون نذر خدا سر	جاؤن نہ مدینے کیطرف لیکے تمھین پھر
ہی دوست مرا وہ جو ہی اس امر مین صابر	تم رہیو رضا اسکی مین سب طرح سی مسرور
رو رو کے یہ سن کہنے لگین زینب و کلثوم	وہ روز ہو فہرست شب و روز سی معدوم
جس روز سی ہون ہم ترے دیدار سی محروم	اور طفل ترے نام یتیمی سے ہون مشہور
گر تو نہو دنیا مین تو کیا جی کے کرینگے	ہم درد جدائی کا ترے کیونکہ بھرینگے
ہر آن تری یاد مین رو رو کے مرینگے	پڑ جائینگے پھر آنکھونمین ہر ایک کے ناسور
بولے شہ دین اس مین بس اپنا نہ چلے گا	یہ امر کسو طرح سے ٹالا نہ ٹلے گا
سر دھڑ سے مرے کاٹے ذرہ نہ ٹلے گا	کیسا ہی جو کاٹے گا اگر کر کوئی مقہور
غارت مرے سر کٹنے کی بعد از تمھین ہونا	پھر نیند تمھین شقیونکے ہاتھون سی نہ سونا
مت رو تم ابھی سی کہ یقین آگے ہے رونا	کر یاد مصیبت کو مری تا لب گور
جیوگی سو دیکھے گا جو کچھ رو دوگی باہم	رونیکے سبب ہین بہت اور لخت جگر کم
بھائی کو روؤ گی کہ بھتیجون کو ہر اک دم	وہ وقت قریب آنکے پہونچا ہی نہین دور
اکبر کے لگے جس گھڑی شمشیر رو دوگی	اصغر کے لگا جب کہ گلے تیر رو دوگی
عابد کے گلے دیکھ کے زنجیر رو دوگی	اسواسطے کہتا ہون نہ رو رو کے ہو بھرپور
جب کہہ چکے سرور یہ سخن با دل غمناک	تم زینب و کلثوم کی آنکھونسے کیا پاک
راوی نے لکھا کر کے گریبان قلم چاک	ہے ساتوین تاریخ محرم کا یہ مذکور
پانی شب ہشتم ہی غریبون نے نہ پایا	ناچار ہو تب چشمہ شہ دین نے کھدایا
پانی وہ پیا آپ بھی اور سب کو پلایا	اور کتنی جو مشکین تھین انھین کر لیا معمور
بعد اسکے یہ لکھتے ہین کہ وہ چشمہ ہوا گم	اور پیاس سی لشکر مین پڑا شہ کی تلاطم
تاریخ نہم سعی مین پانی کے تھے مردم	دسوین کا تو احوال ہی آفاق مین مشہور

اب آگے تو سودا نہ کر اس حال کا اظہار
دیوین یہ صلا اسکا تجھے احمد مختار
چپ رہ کہ سنی بات کو لازم نہین تکرار
ہو ساتھ ائمہ کے قیامت مین تو محشور

مرثیۂ دیگر حضرت امام

کہا سرور نے زینب سے سکینہ اب تمھاری ہی
تمھین مین سونپتا ہون ای بہن بانو کی پیاری ہی
مریگا آج کے دن باپ اسکا یہ بچاری ہے
اسے دلگیر مت رکھیو یہ میری یادگاری ہے

بنا گر دیتی سے خمیر آب و گل اس کا
نہ لاوے تاب رنجش کی مزاج اب یکتا دل اسکا
ہوا ہی زیادہ شیشے سی بھی نازک خلق و دل اسکا
جدائی کا مری سینہ پہ اسکے زخم کاری ہے

نہو ایسا کہ میرے بعد اسکا دل ہوا فسردہ
دلاسے ہی مین رکھیو تم اسے اب یہ پدر مردہ
نہو نے پاسے ای ہمشیرہ خاطر اسکی پژمردہ
مری غربت کی ماری کہین نپٹ غربت کی ماری ہی

بہت یہ ناز پرور ہی نہین جیتی یہ رہنے کی
نہ طاقت ہو کبھو حرف درشت اب اسکو سہنے کی
کہان یہ تاب اسکو ہی کسو کی سخت کہنے کی
جو اسکی سانس ہی سو دلربا اب اسکی کاری ہی

مری فرزند اور بھائی بزیر تیغ سب آئے
کرونگا کیا مین اب جیکر بہت خون جگر کہا
خدا کا امر جو کچھ تھا وہ سب ملکر بجا لائے
مجھے رخصت کرو جلدی ہی تم اب میری باری ہی

سکینہ سنکے یہ رونے لگی بابا سے لگ چھاتی
جو یون ہوتا تو یہ دکھ کا ہیکو مین دیکھنے پاتی
کہا اب بھائیونکے ساتھ ہی مجکو بھی موت آتی
عجب اسوقت دل اوپر مری احوال طاری ہی

سبب کیا ہی کہ جاتا ہی پیا لشکر پھر نہین آتا
جو اسکا تن اٹھا لاتے سو تم تو سر نہین آتا
مجھے باعث بتاؤ تم وہ کس خاطر نہین آتا
جسے مین دیکھتی ہون گرد ان اکی تن بے یاری ہے

جو کوئی ہی تمھاری گرد بیٹھا آج روتا ہے
مجھے ظاہر مین اس حالت سی یون معلوم ہوتا ہے
جگر کی خون سے ہر اک مژہ اپنی ڈبوتا ہے
کہ تم باہر نجاؤ آج کا دن تم پہ بھاری ہے

نہو گی تم تو کیا جانے کدھر سب دربدر ہونگے
کسیکے جسم انکے حال زار کا ہیکو تر ہونگے
خدا جانے کہ کسکے در پہ یہ اور کس کے گھر ہونگے
یہ جو ردوگی ہین اتر بن کسکو انکی غمگساری ہی

اسی اثنا مین لی اصغر کو اپنی گود مین بانو
یہ بچا پیاس سے مرتا ہی لا پانی کہین سے دو
لگی اکر یہ ردرد کہنے اس سالار دو جگ کو
کہ اب شدت سی اسکو تشنگی کی دم شماری ہے

یہ سن اصغر کو شہ کاندھے لگا میدان مین آئے
صف اعدا کے آگے جا زبان پر یہ سخن لائے

کہ اے قوم آج تم پانی دو اب اس کو بلوا کے
مرے اطفال کو اب تشنگی سے بیقراری ہے

خدا سے ڈر کہ پانی واسطے اطفال کے دو تم
عوض اسکا مجھی سے لیجیو جو چاہو گے سو تم
عذاب تشنگی انکا نہ گردن اپنی پر لو تم
پر اب پانی مجھی دو تم کہ انکو انتظاری ہے

ذرا اس لڑکے کو دیکھو ہے یہ بچہ چھ مہینے کا
یہ لڑکا کیجیو یادر سر ذرا اسکے ہی سینے کا
نہ دوگے گر اسے پانی تو نہیں ہر گز یہ جینے کا
شفاعت کی تمھین جس شخص سے امیدواری ہے

لگے کہنے یہ مظلوم سے وہ یکسا زبان ہو کر
نہ دیوین بغیر بیعت اے حسین ہم تمکو قطرہ بھر
اگر قبضہ ہمارا ہووے اب عالم کے پانی پر
عبث لب پر ترے حرف طلب پانیکا جاری ہے

اگر سو طفل ایسے پیاس کی شدت سے مر جاوین
غم انکے مرنیکا اصلا نہ دل اپنے پہ ہم لاوین
نہ رحم احوال پر انکے نہ قطرہ بھر بھی ہم کھاوین
جو اسکی تشنگی سے ہے تو تجکو دلفگاری ہے

کہ ناگہ ایک تیر آیا طرف سرور کی اودھر سے
یہ حالت دیکھ بولے شاہ اس معصوم اطہر سے
وہ بیٹھا بازوے شہ مین گذر کر حلق اصغر سے
کہ تم بھی چل بسے اے لال اب باری ہماری ہے

یہ کہکر کھینچ ڈالا تیر شہ نے اپنے بازو سے
اسی حالت سے لیجا کر کہا یہ شہر بانو سے
لہو لے ملا اس زخم کا اپنے سر و رو سے
کہ اب کوثر سے اس گوہر کو تیری آبداری ہے

یہ حالت دیکھتے ہی قیامت ہو گئی برپا
سکینہ لگ گلے اصغر کے بولی اے مرے بھیا
پہونچتا تھا فلک تک آہ و نالہ شہر بانو کا
یہ تیرے حلق سے لوہو سبب کیا ہے کہ جاری ہے

یہ کس پانی سے بابا جان تجھے سیراب کر لایا
یہ پانی کس طرح کا تھا جو تجکو جا کے پلوایا
کیا تھا کسطرح لیکر تجھے لا کیونکہ دکھلایا
بتا اسکا مزا میٹھا ہے یا پینے مین کھاری ہے

تری مان رو رو کیون پھوپھی آگے بلبلاتی ہے
سر اپنا کس لیے پیٹے ہے اور انکو ستاتی ہے
ترا حلق انکو ہر دم کھول کھول اب کیون دکھاتی ہے
گئے تم گود سے شاید جوان کو آہ وزاری ہے

جھولے کا اسکا اب مجکو کہیگی مان جھلانے کو
گیا کیون چھوڑ تو مجکو غم اپنے مین رلانیکو
کسے لاوینگی بدلے تیرے لوری دے سلانے کو
مجھے بھی ساتھ لیتا جا سکینہ تجھپہ واری ہے

بہن یہ تیری کسطرح جیویگی بتلا اے مرے بھائی
کھلاویگی کسے گود مین لے اب تیری مان جائی
ترے بدلے ہی مجکو آگئے کیون نہ موت آئی
ترے بن ایکدم بھی زندگی کا مجھپہ بھاری ہے

عوض تیرے جا نہ تھا آج کے دن کاش مین جاتی
طرح انگاری کی دہکے گی میری رات دن چھاتی
تو اتنا کاہیکو غم مین ترے مین درد دکھ پاتی
جلایا جن نے تجھ غم مین مجھے وہ کون ناری ہے

غرض رو رو دیکھنا اس طرح یہ بین کرتی تھی
یہ جب حالت حرم کی دل پہ دیکھ اسکو گذرتی تھی
سر اپنا پیٹ کر ہر لحظہ آہ سرد بھرتی تھی
کہ جسکی شرح لکھنے سے زبان خامہ عاری ہے

یہ تو نے مرثیہ کہکر جو اے سودا پڑھایا ہے
نہ تنہا اپنی ہی خاطر جنان مین گھر بنایا ہے
حدیث ابن نبی پر کر عمل سب کو رولایا ہے
جگہ جنت مین سب کیواسطے تو نے سنواری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہے ہے فاطمہ رو رو کے یارب اپنا حال
کیا تھا جسکو بڑا مین نے اپنی گود مین پال
کھوا گیا ہے مرا کربلا مین ایسا لال
سو یون شہید ہوا ہاے ایزد متعال

نہین ہے چین مجھے اس بغیر اب اک تل
مجھے یہی ہوا دنیا مین چرخ سے حاصل
کدھر گیا مرا دیکھو تو آج راحت دل
یہ کہکے پیٹتی ہین سر اور نوچتی ہین بال

غم حسن نے بن آتش مرا جگر بھونا
اسیر اہل حرم دیکھ دکھ ہوا دونا
حسین کے موے گھر ہو گیا سبھی سونا
خراب پھرتی ہے اب دربدر نبی کی آل

ہر ایک دم جو سبب تشنگی کے روتا تھا
سبھون سے خرد نبی کا وہی پروتا تھا
سو تجھ ضعیفہ کا اصغر وہ ایک پوتا تھا
لگی ہے جسکے گلے بیچ ایک تیر کی بھال

یتیمون پر مرے ناحق ہوئی ہے یہ بیداد
یہ ظالمون سے تو اب پوچھتا مین پاؤن داد
مین تیرے سامنے کرتی ہون اسلیے فریاد
کہ گھر علی کا کیا تم نے کس لیے پامال

حسن کا بیٹا جو قاسم تھا اسمین جان نہین
سوے اسکے کسی مرد کا نشان نہین
ہے عابدین سو اسے طاقت و توان نہین
کہ بیوؤن کی خبر گیری کا ہو اسکو خیال

ہوا ہے مشک لے عباس جا کے پانی پر
ان اشقیاؤن نے کس سہل زندگانی پر
کھڑی مین روتی ہون اب اسکی نوجوانی پر
لیا ہے آج مرا اپنی گردنون پہ وبال

مدینہ چھوڑ کے دے کربلا مین لائے تھے
ہر ایک بات مین کیا مکر دفن بنائے تھے
دغا سے شامیون نے قتل کو بلائے تھے
وگرنہ یان تئین لانا انھین تھی کسکی مجال

ہمارے گھر کو تو ان ظالمون نے لوٹا ہے
یہ حال دیکھ کے دل سب کا غم سے ٹوٹا ہے
نبی کی آل کو لے تیغ ظلم کوٹا ہے
ہوا ہے بدر اسی غم سے آسمان پہ ہلال

سر حسینؑ جدا جب ہوا ہے خنجر سے
خطاب اس تن نازک کو یون ہوا سر سے

جو کوئی آوے ترا خویش واقربا گھر سے
یہ کہیو حشر کے دن ہم کہین کرینگا وصال

جو ہوتا باپ تو معصوم کاہے کو لڑتے
لب فرات پہ اس طور پیاسے کیون مرتے
مدینے سے قدم آگے وہ کس لیے دھرتے
ہر ایک چلتے کیون اپنے لب زبان کو نکال

مین زخم دیکھ کے اکبر کے بیقراری ہوئی
تپش مین غنچے انھونکے نزار و زار ہوئی
گلے پہ تیر کی اصغر کے بحال زار ہوئی
پڑی ہین دو مرے فرزند زمین گل کی مثال

بتادے مجکو تو اب ڈھونڈھتی کہان جاؤن
سوائے تیرے کسے حال اپنا دکھلاؤن
کہین جو روٹھ گئے ہون تو مین منالاؤن
کدھر گئے وہ مرے ننھے ننھے سب اطفال

بیان کرتی ہون ہر وقت مین یہ سمجھا کر
نہین ہین سننے کی جب تک نہین یہ آکے پھر
اگر ہزار تسلی دے کوئی مجھکو پر
کسی کے کہنے سے دلسے نہ جائیگا یہ ملال

اب اسقدر تو ستم کرچکا فلک بدخو
نہ روؤن کیونکہ مین اپنے ستم رسیدون کو
کہ بحر خون مین دیا کشتی لہو کو ڈبو تو
کہ ایک بار موے سب مرے وہ آل وعیال

کہا یہ حضرت زینب نے ہائے اے بھائی
فلک نے کیون تری حالت یہ مجھکو دکھلائی
مین کیون نہ ساتھ ترے آج قتل مین آئی
کرون گی کیونکہ بسر زندگی مین اب وسال

نبی کا لخت جگر اور علی کا نور العین
پڑا ہے خاک مین بیجان ہو کے سو وہ حسینؑ
حسن کی جان کا امن اور میرے دل کا چین
کہ اسکے غم نے کیا دل مرا ایسا پامال

علی کے باغ کا اک لخت لٹ گیا گلزار
نہین ہے زندگی مجکو جہان مین درکار
بجائے گل کے ہین اب دیکھتی ہون ان مین خار
ملا عتاب مجھے بھائیون سے رب جلال

غرض یہ کہتی تھی زینب سبب جدائی کے
بڑے حقوق ہین مجھپر تو میرے بھائی کے
جلا حسینؑ کو تو واسطے خدائی کے
کہ نور ہو مری آنکھون نہین دیکھ اسکا جمال

یہ سنکے سر پہ بھی ڈالتے ہین اپنے خاک
ہوے زمین پہ پری جن و دیو سب غمناک
کیا فلک سے گلے ہر ایک نے گریبان چاک
خورش کو چھوڑ کے روتی ہین دشت بیچ غزال

زیادہ اس سے نہ دے سودا اب کلام کو طول
اسی سے حشر مین بخشش کا تیری ہوگا اصول
ہوا یہ مرثیہ اب اس جناب مین مقبول
ملیگا ساقی کوثر سے تجکو آب زلال

مرثیہ حضرت

شام سے وہ قافلہ جس دم مدینے کو چلا
کون اب قوم عرب مین مجکو جانے کا بھلا
سید زین العبا رو روکے تھا بر ملا
جاگتا جیتا چلا کٹواکے بابا کا گلا

چاہیے دیکھین نہ منھ میرا غیوران عرب
اُسکا بیٹا ہو جیون مین یہ نہ تھی شان عرب
اس مصیبت سے پڑے مارا وہ سلطان عجب
خلق سمجھے گی مجھے تلوار کے منھ سے ٹلا

تن رہا خون مین پدر کا سیس نیزے پر گیا
کاش ہوتے ہی تولد کیون نہ مجسا مر گیا
شام کو ناموس جیتے جی مرے لٹ کر گیا
مادر ایام کی گودی مین اس دن کو پلا

ہر کوئی پوچھیگا حال اس قصۂ جانکاہ کا
بولونگا کس منھ کر گم سبط رسول اللہ کا
کیا بیان اُنسے کرونگا آفت ناگاہ کا
لوٹ لیکر ظالمون نے پھر دیا خیمہ جلا

پوچھیگا ہر ایک مجھسے حال ابن بوتراب
کب تلک ہو دل مرا اس آتش غم سی کباب
سرگذشت اسکی سی دونگا اب مین کس کسکو جواب
کاش کھا جاتی مجھے بھی رن مین شمشیر بلا

گرچہ مرنیوالونسے مجھپر صعوبت ہی شدید
لیگئے ہین کس مصیبت سی مجھے پیش یزید
ہاتھ سی اُن ظالمون کے وہ جو شامی ہین پلید
پیادہ پا دھوپون مین سو آفات کا کر مبتلا

راہ خارستان سی پُر اور برہنہ تھی میرے پانو
ہیٹھکر کانٹا جہان کھینچون ملے اتنی نچھانو
نے درختون کا کہین سایہ نہ قریہ ہی نہ گانو
لاکھ کانٹا ٹوٹ رہ کر میرے تلوونین گلا

ڈالی ہر اک ہاتھ مین اُن ظالمون نے ہتکڑی
طوق بھاری سی اذیت تھی یہ مجکو ہر گھڑی
پانوئین زنجیر میرے اُن لعینون نے جڑی
جس کے مین اک آن سر اپنا نہ سکتا تھا ہلا

ظاہری تو رات دن رہتا تھا مجھپر یہ عذاب
طعن و تشنیع انکا کرتا تھا جگر میرا کباب
باطنی ایذا جو مجھپر ہی سو اُسکا کیا حساب
سو طرح سی بات اُنکی مین سے تھا دل جلا

تھا نہ ظرف ظالمون سے مین دلکو ایک پل
وہ مصیبت سر پہ میرے تھی غرض النی کسل
ہر سخن سے شقیون کے جاتا تھا میرا سینہ جل
طرح آنسو کی مجھے روتے ہی روتے دن ڈھلا

سو طرح دیتے تھے دکھ وہ دشمن جانی مجھے
ڈالتے تھے خاک پر دکھلاکے وہ پانی مجھے
تشنگی کی جسگھڑی ہوتی تھی طغیانی مجھے
مدد کر پیاس اپنی رہ جاتا تھا ہر دم تلملا

بات وہ ایسی جو مرکر مائی کی اور اپنی دھیر
کربلا مین جو موے مرنے لگی آنکو نہ دیر

یہ قیامت ہے کہ ہر دم زندگی سے رہیے سیر
واسطے میرے جو پوچھو دم بدم ہے کربلا

پر اسے اور کریگا کون جو مین نے کہا
باتین ان نے سب یہ اپنے واسطے لی ہین بنا
سب کہین گے جسپہ یہ دکھ ہو وہ کیون جیتا بچے
چاہیے تھا اسکو لڑ مرنا یہ سب سے اولا

طوق بیڑی سے پڑا تک گردن دیا ہین نشان
کربلا کی زمین لڑ مرنیکی سی حرمت کہان
ہے نمود اس سے نہ شاید کسی کو یہ گمان
گو کہ خاک و خون عزا مین باپ کی منہ پہ ملا

سر کٹے بابا کا زخمی بھی نہ ہو میرا بدن
پانی پی ٹھنڈا ہیون اور وہ مرے تشنہ دہن
دین کفن اسکو نہ ظالم پہنون پھوٹون پیرہن
پھاڑ کے پھینکا اچھا ہو مین وہ خاک خون مین ہو رلا

مین سوؤن بستر پہ جا کر وہ سوئے بر ریگ خاک
مین رہون جیتا سمیت اقربا ہو وہ ہلاک
تن رہے سالم مرا اسکا بدن ہو چاک چاک
دیکھ یہ حالت وطن کو جاؤن مین چنگا بھلا

چاہیے بھر عمر یہ دل آتش غم سے تپے
مجھ سوا جیتا رہا کوئی نہ سب کے سب کھپے
رووین آنکھین خون زبان نام نشان کا جپے
آسمان نے آسیا کی طرح سے ہم کو دلا

جو بدا تقدیر کا بسکے ہو سو وہ کب پھرے
کٹ گیا کتنا تھا جسکا سر دعا مین پر مرے
ڈوبی کشتی جسکی ہو دریا سے جو مین کب ترے
دل سے کھٹکے کا نہین بھر عمر غم کا جھلا

سرگذشت اپنی غرض رو رو کہی تھا عابدین
دمبدم اٹھ اٹھ کے کرتی تھی یہ عزا شاہ دین
اسکو دیتے تھے دلاسا گرد بیٹھے وہ لعین
روسیاہی کو ہمارے تو زبان پر اب نہ لا

سب گدا ہین در کے تیرے دو جہان کا تو ہے شاہ
اسکا ہوتا ہے تو جس تک گر عدو لایا پناہ
جس طرح جانے ہماری آخرت کو اب تباہ
شیوۂ احسان سے اپنے نہ ہرگز وہ ٹلا

ختم اے سودا کر اب تو یہ کلام جانگداز
مختصر بہتر ہے یہ قصہ نہ کر اس کو دراز
ہوویگا کیا جانیے اس امر مین کیا حق کا راز
اس سخن سے آب ہو آنکھونکی رہ دل بہ چلا

مرثیۂ حضرت امام

کہتی ہین بانو پیٹ کے سر کو اصغر میرا ہے گئے لو
خشک ہوے لب جسدم اُس کے دہن اوس کر گئے لو

جس کارن لاکھ طرح کے دکھ بھر بھر مین مر گئے لو
ہاے ہاے مد داوا سے دریغا گود وہ خالی کر گئے لو

بانہ سرہانے شام سے اُسکے رکھتی تھی مین صبح تلک
اس خطرے سے شاید گردن تکیے پر سے جاے ڈھلک

یون نہوا سونے مین اُس کے میری پلک سو لاگی پلک
ہاے ہاے دردا واے دریغا سو بجا یون مر گئے لو

ایسا بیٹا جاے کہ جسکا حسب نسب ہو یون اظہار
باپ چچا مین اُس کے نولے جو نبیون کا ہے سالار

مان کا اُس کی خسر جو ہے سو حوض پہ کوثر کے مختار
ہاے ہاے دردا واے دریغا وہ پیاسا لن پہ گئے لو

آٹھ پہر تھا مجکو اُس کی فکر شلوکے دھونے کا
چین عجب تھا دل کو میرے ساتھ اُسی کے سونے کا

فخر و شرف تھا مجکو اپنے بطن سے اُسکے ہونے کا
ہاے ہاے دردا واے دریغا مجھ سر کا افسر گئے لو

کرتا میلا دیکھکے اُس کا دل چاہے تھا رودون مین
آب خضر ہاتھ آئے کہین سے تو مل مل کر دھودون مین

اب جو چاہون تو ہو دہن کا پوچھ کے تن سے کھودون مین
ہاے ہاے دردا واے دریغا سر کی بھی چادر گئے لو

اُسکی تو آرام کی خاطر کیا کیا مین دکھ سہتی تھی
ہر ساعت لوری دینے کو جاگتی راتون رہتی تھی

نیند سے رو کر چونک جو پڑتا تھپک تھپک مین کہتی تھی
ہاے ہاے دردا واے دریغا مان واری تجھ پر گئے لو

کیون کر نہ پیٹون منھ سر اپنا ایسا دکھ کم ہوتا ہے
بر مین یون رکھتی تھی اُس کو جون تن مین دم ہوتا ہے

جاے صدف کیو کھویا جو کسی کا اُس کو بھی غم ہوتا ہے
ہاے ہاے دردا واے دریغا میرا تو گوہر گئے لو

دودھ جو ڈالے تھا وہ کبھو تو مکت منہ ہوتے تھے پران

نظر بد کے خطرے سے میں صدقہ دیتی تھی اس آن
ایسی میرے لاڈلے کی اب بات کی کاندھوا اوپر جان
ہائے ہائے دردا وائے دریغا لہولہوک آکرسے گئے لو

یاد آوے گا کرتا اس کا جب کچھ بیٹھ کے سیوؤں گی
خاطر میں لا پیاس میں اس کی گھونٹ لہو کے پیوں گی
جلتی رہوں گی غم سے لندن اب جب تک میں جیوں گی
ہائے ہائے دردا وائے دریغا داغ جگر پر دھر گئے لو

اصغر کو لیا کر شہ نے لائے ہیں یہ کیسا ہیہات
مضغہ سا کچھ گوشت کا ہے نہ پانو ہی ہاے ہے نہ ہات
اصغر ہو تو دودھ وہ پیوے لگ کر میری چھاتی سات
ہائے ہائے دردا وائے دریغا کیا جانے کیدھر گئے لو

جینے کو تو جیتی رہوں گی جب تک خدا جلاوے گا
لیکن ایسا داغ نہیں یہ جو جینے جی جاوے گا
یہی کہوں گی رو رو کرتا جان مری غم کھاوے گا
ہائے ہائے دردا وائے دریغا حیف تو صغر مر گئے لو

چھاتو تمہاری عمر کی پیلے کیا جلدی سے گئی ہے ڈھل
عجب طرح کی تھی وہ چھلاوا گئی مرے آرام کو چھل
رد کہ نہیں اس باغ میں ایسا جس کو ملا نہ پھول نہ پھل
ہائے ہائے دردا وائے دریغا تو یا لنے بے پر گئے لو

شیر کے ناخن تک میں ڈالا جینے کو تجھ ہیکل میں گو
موت کی روبہ سے نہ بچا پر آن کے تو اس جنگل میں
کام نہ آیا کوئی جتن اے سنیچے تیری کلول میں گو
ہائے ہائے دردا وائے دریغا جی میرا آخر سے گئے لو

آہ بھری میں شانہ کرتی ٹوٹا جب تجھ زلف کا بال
بخشے گا اب حلق جو پھوٹا مجھ دکھیا کا کیا احوال

کن نے مارا تیر یہ ایسا ٹک تو بول اے میرے لال
ہاے ہاے درد او اے دریغا بھال نکل ادھر سے گئے لو

بوند دی تیری خاطر اور دریا مین بہتا تھا نیر
ظلم کہین دیکھا ہے ایسا مانگتے پانی مارا تیر

تیرے بدلے پیاس کے مارے دنیا سے اے بے تقصیر
ہاے ہاے درد او اے دریغا کاش نہ مین مادر سے گئے لو

قسمت ہی کی بے آبی نے آل محمد کو گھیرا
ورنہ جہان کو جانے کوئی ہے آب جہان مین بہتیرا

ڈھونڈھنے کو پانی کے پیارے پیاس کے مارے جی تیرا
ہاے ہاے درد او اے دریغا تن سے نکل باہر سے گئے لو

کن آنکھون دیکھون گی خالی بھرے بھتولے مین گھر کو
کیا چھوٹے کیا بڑے سبھی دے داغ گئے مجھ مادر کو

منھ سر پیٹ کے اپنا بیٹھی روتی تھی کیا اصغر کو
ہاے ہاے درد او اے دریغا سنتی ہون اکبر سے گئے لو

دریا دل بیٹے تھے میرے کس سے کہیے اے غضب
موت کی چڑھ کشتی پہ ڈوبے بن پانی یان سب کے سب

بیٹون کے جانے کا تھا ہی میرے دل پر رنج و تعب
ہاے ہاے درد او اے دریغا بیٹی کا شوہر سے گئے لو

مجھ دکھیا بن کون ہوا ہے دست ستم سے یون پامال
کس کے سر پہ فلک نے ایسے ظلم کے تودے دئیے ہین ڈال

بیٹون کے غم کی وہ صورت خویش کی شادی کا یہ حال
ہاے ہاے درد او اے دریغا سہرے کے دن سر سے گئے لو

بیاہ برات ایسا دیکھا ہے آگے کسو نے عالم مین
جاے بنا مرنے کو رن مین بنی کو چھلا ماتم مین

لوگ کٹم کے سب سے کہتے ہین رو رو دکھ یون باہم مین

ہاے ہاے دردا واے دریغا بنرے یہ کیا کر گئے لو

ٹکڑے ٹکڑے تیغ جفا سے بیٹون کا دیکھوں ہون بدن
شادی کی داماد کی گویا لوہو سے بھر کر دھری لگن

خاک اور عون کے بیچ وہ ظالم ڈال گئے ساری کاتن
ہاے ہاے دردا واے دریغا سر نیزے پر دھر گئے لو

گھوڑے کے اوپر چڑھ بیٹھتے ہی نوشہ نے لی رن کی راہ
جو سائی اودھر سے پھرا سو آیا بھرتا آہ پر آہ

گھونگھٹ مین سے کوٹ کے چھاتی سن دولھا کا حال تباہ
ہاے ہاے دردا واے دریغا بولی دولھن گھر گئے لو

کس کس کالے نام زن بیٹون مین سمجھے کب آتے ہین
سوامی لوٹ جیو اسے سب مل لوہو مین غوطے کھاتے ہین

رن مین دو یا ایک کسو کے آ کر مارے جاتے ہین
ہاے ہاے دردا واے دریغا میرے گھر کا گھر گئے لو

مطلب بانو پیٹ کے سر کو پیٹ رہی تھین اس دستور
گرد کھڑے روتے تھے اُن کے جن دپری سب لی تا حور

انسان یون کہتے تھے سودا ارض و سما کو کر بے نور
ہاے ہاے دردا واے دریغا دین کا اب اختر گئے لو

مرثیہ حضرت امام

سُن لو محبان لندن جگ کے خون نین سے جاری ہی
جس کو دیکھو شہ کے غم کا تیر جگر مین کاری ہے

پربت سے بھی زیادہ کہین ہر دل مین یہ دکھ بھاری ہی
پارے کے مانند جو دیکھو بے کل یہ تقی ساری ہے

کون ہے ایسا جس کے سر پر مٹھی بھر بھی نہین ہی خاک
ایسا مین دیکھا نہ کسی کو جس کا ہو نہ گریبان چاک

ہر ایک الم سے یہ چاہے ہی اپنے تئیں کو کرے ہلاک
جو ہی سو اس غم سے اس کو جینے سے بیزاری ہے

کوئی کہے ہے چھوڑ دیا رو یہ غم ہے تو جینا لیا
دنیا میں اب ہم کو رہ کر ٹھنڈا پانی پینا کیا

یہ کہہ کہ اب ہر اک باہم ثابت رکھے سینا کیا
کوئی چھری ڈھونڈے ہے ہر دم کوئی کھینچے کٹاری ہی

پہلو میں وہ کونسا دل ہے جس کو ہو گا صبر و قرار
جو کوئی ہے تیغ الم سے پھرتا ہے وہ سینہ فگار

کافر کے بھی نصیب نہ ہو وہ جھیلے ہے یہ ہر دیدۂ الم
حال جو کچھ کربل کے بن میں آل نبی پر طاری ہے

خاک اور خون میں جا ہے خون کی نہر ہو تیر ہی سر کی چھانؤ
ہاتھ جو ادھر کو پھڑکے ہی تو ادھر کو تڑپے ہی پانؤ

ایسے جور و جفا سے یارو کشتہ نہ ہو کافر کا گانو
بستی گھر کی فاطمہؓ کی جون کربل میں لا ماری ہے

جو بیجان اس بن میں پڑا ہے اس کو نہیں ہی گور و کفن
رات کو وہ شبنم میں بھیگے دن کو دھوپ میں سوکھے تن

تیغ بلا سے بچا جو کوئی عریاں اس کا ہے یہ بدن
چادر تک اب ایک کے سر پر نے بچائی نہ ساری ہی

جس کو دیکھو ضعف سے آئیں جان رہی ہی آلب پر
غش میں پڑے ہی فاقوں کو کانپیں ہیں یوں شام و سحر

پیٹ بھرے ہیں بھوک میں جس دم کھا کر اپنا خون جگر
اشک سوا پانی جو مانگیں نہ میٹھا نہ کھاری ہے

پشت فرس پر ہر اک دن کو دھوپ میں کاٹی ہی منزل
رونے سے اطفال کے شب کو انکو نہیں ہے چین اک پل

آئیں سکینہ باپ کی خاطر تڑپے ہے جیسے بسمل

موت کے نزدیک اس حالت مین عابد کی بیماری ہے

پیادہ پا خارستان مین وہ اُسکے بدن پر تپ ہے شدید
ٹھنڈی سانس بغیر اناؔ اُس کو کب ہے میسر کچھ تبرید

اُس سے بھی جینے کی ہرگز اب نہ کسی کو ہے امید
کہتے ہین کیا جیوے وہ جو دوا غذا سے عاری ہے

دھوپ مین پیادہ پا سے برہنہ خارستان مین چلے ہے راہ
جو ظلم آگے آجاتا ہے جو رکھے ہے پیش نگاہ

ہے ایسا کچھ اُس سرور کا ضعف کے مارے حال تباہ
چہرے کا رنگ اس کے گل ہے زرد گیے زنگاری ہے

ظلم کو اُس پر جتنا کہیے اُس سے بھی وہ زیادہ ہے
شامی گھوڑون پر ہین سوار اور وہ مظلوم پیادہ ہے

درد و الم سے رگ رگ اُس کی ہر لحظہ آمادہ ہے
تپ کی شدت سے اور اُس کو گہ غش گہ ہشیاری ہے

کوہ جو ہو تو آب ہو جاوے رنج و تعب ہو یہ جس پر
جب سے دنیا خلق ہوئی یہ ظلم ہوا ہے کب کس پر

اُس سے یہ حالات عزیزو دیکھو غضب اب یہ تس پر
طوق گلے مین اُس بیکس کے تن کی وزن سی بھاری ہے

چین نہ اُس کو روز انہ آرام نہ اُس کو وقت شب
منزل چلنے کا اس صورت صبح سے لے تا شام تعب

ٹک جو ٹھہر تا کرتے اشارا چوب سی اُسکو ملکر سب
کوئی لعون سمجھا نہ اتنا یہ لڑکا آزاری ہے

مان بہنین اور پھوپھیان اُسکی دیکھ کے اُس کا یہ احوال
کوٹے ہین وہ چھاتی اپنی نوچے ہے وہ سر کے بال

لوہو کے آنجھوان سے رو رو کر کہتی ہین ای میرے لال
حال ترا ان آنکھون دیکھین کیا اب زیست ہماری ہے

علامت جو تھے مارے پڑے ہیں تیغ ستم سے رن کے بیچ
گرا چھوڑ کے جانے والا اب کون کسو کے دھن کے بیچ
لتا رہا نہ پوشش کی جا ہم میں کسی کے تن کے بیچ
سر پہ ہمارے زور طرح کی رسوائی اور خواری ہے

کاش ہمیں بھی یہ ظالم اب ان کی طرح سے ڈالیں مار
کب تک دیکھیں ایسا دکھ اور درد کریں کس سے اظہار
کن آنکھوں سے دیکھیں ہم سب حال ترا یہ تار و نزار
زیست کی جو آسانی ہے سو ہم پر اب دشواری ہے

سن کے یہ بات اہل حرم سے کہنے لگا یوں سجاد
اتنی کرو ہو بیتابی کیوں کس خاطر یہ کچھ نہ یاد
باپ چچا بھائی نے دی ہیں کربل میں جانیں برباد
شام جو ہم کو لیجاتے ہیں واں ہم سب کی باری ہے

ظلم و ستم ہے نام جنھوں کا سو وہ کسی نہ دیکھی ہے سم
او پرے ایسا کچھ ہم پر ہوتا آتا ہے پیہم
جینے کی یاں شادی کس کو مرنے کا اب کس کو غم
ہم لوگوں کی روز ازل سے یوں تقدیر سنواری ہے

سنگ جفا سے پہلے ہوا ہے نانا کا یوں دانت شہید
دادا کے پھر سر پہ لگا تیغ ستم سے زخم شدید
میرے چچا کے جگر کے ٹکڑے طشت میں آکر ہو ذیدید
بابا کے حلقوم کٹے سے آہ اب تک خون جاری ہے

مطلب عابد اہل حرم کو یہ کہہ کہہ سمجھاتا تھا تو
آنسوؤں کے ان باتوں سے جوں توں کر پچھواتا تھا
شام کو شام ان مردودوں کی پاسے برہنہ جاتا تھا
کہنے سے احوال آگے کا منہ میں زباں یہ عاری ہے

بس اب ہو خاموش تو سودا اس سے آگے کچھ مت کہہ

خلق کا دل اور جگر ہیں جانے لگا آنکھوں سے بہ

پڑھ کر ماتم کی مجلس میں یہ مصرع تو ساکت رہ
مانع شہ کے غم کرنے کا جو ہے سو وہ ناری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہیں فاطمہؑ نبی نوری کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں
مرے سر پہ ہوئی جو یہ جفا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

ترے آگے احمدؐ مجتبیٰ کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

ترا غم نہ دل سے مرے ملا کہ کٹا جگر مرے کا گلا
خنجر جفا سے بکربلا ستم فلک سے یہ بر ملا

مرا اس سے بس نہ ذرا چلا کرے منصفی کوئی تو بھلا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

کرے غور اسے کوئی ایک دم جگر حسنؑ کرے ٹکڑے سم
سے حسینؑ تشنہ کا سر علم تہ تیغ ہیں سبھی یک قلم

کروں صبر ہوا اگر ایک غم جو ستم پہ سر سے پڑے ستم
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

مرے سینے کا جو سرور ہو ترے چشم کا بھی وہ نور ہو
بدن اُس کا زخموں سے چور ہو یہ غضب کہ سر پہ تنور ہو

اگر اشک کا یہ وفور ہو سر فلک سے عبور ہو
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

یہ ستم کسو سے نہیں سہا جو فلک سے دل پہ مرے رہا
مرے وہ پسر لہو میں نہا دم دہوش تو نے بجے کہا

روؤں اس قدر میں اگر شہا مرا رونا کو ہوں کو دے بہا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

نہین مریگا تو کہین عجب دلے یون مرے کوئی ہی غضب
نہ کفن بچے نہ جنازہ اب رہے خاک و خون مین روز و شب
بدن اُس کا ٹکڑے پڑا ہے سب یہ مرے جگر پہ جفا ہو جب
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
گر اُس کا مجکو نہ سمجھے جد جو یہ کی جفا نہین جس کی حد
بنے گور میت نیک و بد رہے خاک و خون مین ہین جسد
کرین منع مجکو جو تا ابد تو سخن کو اُس کی مین کر کے رد
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
کہین لخت دل مرے مثل خس سے تیغ و دشنہ سے پیش و پس
سے چلے ظالمون سے مرا نہ بس نہ سنے فغان مری ہیچ کس
مرا نالہ ہو شب و جرس نہ ملے مجھے کوئی دادرس
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
مرے بیٹے کا وہ جو تھا نشان کہین جسکو قاسم نوجوان
گئی کد خدائی مین اُس کی جان رہا خاک و خون کے وہ درمیان
یہ ہو جس پہ آفت ناگہان اُسے چین رونے سوا کہان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
مرے ہر پسر کا پسر مرا سے خون مین لعل و گہر مرا
کوئی اُن مین نور بصر مرا کوئی اُن مین لخت جگر مرا
تلف اس طرح جو ہو گھر مرا تھمے کیونکہ دیدۂ تر مرا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
جو گیا تن اُس کے پہ سر نہین جو رہا ردا سر اپر نہین
کہین بن زنجیر اُسے گھر نہین پھری مین شام و سحر نہین
کوئی ایسا اُن مین بشر نہین کہ مرا وہ لخت جگر نہین
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون
لٹے شامیون سے مرا وہ گھر نہ جہان فرشتے کا تھا گذر

پھرین سائن اس کے برہنہ سر جنہے اشتر ونپہ جدہر تدھر

کرے منصفی سے کوئی نظر نہ ہو میرے رونہیں گو اثر
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کرون

مین نیک و بد یہ مدینہ کے کٹتے گوشوارے سکینہ کے
نجز جفاے کمینہ کے یہ ستم سہے دو نگینہ کے

جو مین سے طرح سکینہ کے نہین آتخوان مری سینہ کے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کردن

پہنین پانی طائر و وحش تک مرے پیار ونکو نہ ملے تنک
کہین جس شقی کو وہ دے جھڑک نظر غضب کی ہی سرک

مرے نین الم سے ٹپک ٹپک بھرے تال جگ مین تو جب تلک
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کرون

ہو سوار گھوڑون پہ وہ دغل کہین عابدین کو پیادہ چل
نہ وہ چل سکے سبب کسل تو ڈرا دین کوڑے دکہے پل پل

مین دیکھون شقیون سے یہ عمل مجھی بن روے بڑی کیونکہ کل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کرون

نہ عدو کے ڈر سے وہ رو سکے نہ بخار دل کا وہ کھو سکے
نہ غبار چہرے کا دھو سکے نہ لب آب پیکے ڈبو سکے

کبھو نیند بھر کے نہ سو سکے نہ رودن یہ مجھسے نہو سکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کرون

وہ برہنہ پا کرے راہ طے کہین ٹھوکر اور کہین خار ہی
ہوا لاغری سے بسان نے کرے آہ و نالہ ہی پے بہ پے

نہ دوا غذا سے ہی کوئی شئے یہ جفا مین دیکھون مین تا بکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہومین نہ رودن تو کیا کرون

گئے بھائی مائی مین اسکے مل ہوئی خاک و خون پدر کی گل
کہو کس سے پہر پے اب اس کا دل نہین چین اسپہ بھی ایک پل

کے تلوے نیزین چبتے چہل نظر آئے انکھوئین جیسے تل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

جو مین روز و شب نہ روا کرون تو نپٹ مین شغلہ کیا کرون
جنہین دیکھو نہ نظر فزون ہو جہان مین سو ہوے غرق خون
جو امید انکھون سے یہ رکھون کہ کچھ اور انھونسے مین کام لون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

فلک ایسی پر یہ جفا کرے بجسے غم مرا اسا رہا کرے
پس مرگ وہ بھی روا کرے اگر اُنکی گل سے بنا کرے
سبو پر سبو تو رسا کرے یہی ماٹی اُس کی صدا کرے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

غرض اب مین کیا کرون سودا اس الم کا اگر تری بیان
کہ زمین سے تا بہ نہ آسمان سبھی پیٹتے تھے سرانس و جان
پدر آ سکے فاطمہ حسن زمان کہین تھین بدیدۂ خونفشان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

مرثیۂ مخمس ترکیب بند

کیا مین صبح جو با چشم اشکبار افسوس
مین بولا اس لیے کرتا ہون رو کے یا افسوس
کہا کسی نے کیا کیون تو ہو کے زار افسوس
نہال عمر کہ برگش غم ست و بارا فسوس
اگر بگریہ نشد سبز صد ہزار افسوس

وہ بولا تخم عمل چاہیے جس طرح سے بو
مین ایک بات بتاؤن کہ سبز ہووے ہو
تو سبز ہونے سے اُسکے امید دل سے نہ کھو
غم حسین مین جتنا تو رو سکے سے رو
سحر سے شام تلک کر کے لاکھ بار افسوس

اگرچہ خانۂ دنیا مین ہے سراپا غم
عزیز کیا کہون تجھسے مین ہی یہ کیسا غم
ولے رکھے ہے تفاوت بہت از غم تا غم
نبی کی آل کا اولاد مرتضےٰ کا غم
جنھون کے غم سے رکھین دشت و کوہسار افسوس

لہون زرد سے کتب بجتے جانگداز سخن — اسیر قتل سے کے بعد از جو ہوکے اہل محن
سوے شام چلے لٹ لٹا کے عریان تن — کھلے سر بفلک کر لہو سے بھر کے نین
امید بخشے میں یہ تھی روزگار افسوس

ہمارے واسطے خدمت سے تو ہوا تھا خلق — دیا حق اور ون کو تو نے ہمارا کاٹے حلق
ہمارے تن پہ نہ غارت گرون نے چھوڑا دلق — نبی کی آل کے دلکا خوش آیا تجھکو قلق
ہوا یہ ظلم تجھے ہم پہ ناگوار افسوس

جب اس جگہ سے ہوا انکا قافلہ پہ گذر — گئی ہر ایک کی تب سوے عرش آہ جگر
نظر جو آگئی زین العباء کو نعش پدر — اور انکو نعش پدر پہ نظر نہ آیا سر
یہ بولا اس تن بے سر کے لگ کنار افسوس

تو خاک و خون میں پڑا کیون ہی چھوڑ کر ڈیرا — میں تیرے سر کے تصدق کہان ہی سر تیرا
غم یتیمی نے دلکو مرے بہت گھیرا — یہ کاش کاٹتے تجھ سر کے بدلے سر میرا
جیون میں یون تو مرے ای بزرگوار افسوس

ترے سرہانے جو فرصت ہو بیٹھ لوٹون میں — غبار تن کا ترے انجھوان سے دھوؤن میں
بنی اپنا مجھ کنے ہتیار ہو تو کھودون میں — ترے قدم تلے تیری طرح سے سوؤن میں
میں کیا کرون نہیں میرا کچھ اختیار افسوس

بجز خدا کے یہ بندہ دکھ اپنا کس سے کہے — اگر ہمارا یہ ہو دکھ مرا تو وہ نہ سہے
میں اور دیکھون کہ پیکر سے تیری خون بہے — ترے بدن پہ ترا سر نہ تیغ کین سے رہے
الٰہی یا دیکھون تن اپنے پہ برقرار افسوس

دکھو اپنے دلکا کہون کس سے ای پدر یہ بات — کوئی رہا ہی کہون جس سے سوز دلکی بات
کٹیگی کس طرح اس داغ سے مری اوقات — ہے قریب ترے قتلگہ سے آب فرات
نہ تیرے حلق میں پانی کی پہونچی دھار افسوس

یہ زخم ناوک دل دوز ہیں ترے تن پر — کہ نہ فلک پہ نہ ہوئینگے اس قدر اختر
جگہ کوئی نہیں ثابت جدھر پڑی ہی نظر — میں دیکھون جیتے جی اپنے ترا یہ حال پدر
کہ تجھ بدن سے ہو پیکان تیر پار افسوس

ہوئی ہی کس پہ مصیبت یہ زیر چرخ کہن — کہ بعد مرگ کیا ہو نہ اسکو دفن و کفن

یہ گرد و خاک مین لوہو بھرا ترا ہے بدن بتا مجھے تجھے یون کیونکہ دیکھین میرے نین
کرے تیرے تن پہ کفن کا نہین ہے تار افسوس

ترا تو ای پدر اس دشت مین ہے یہ کچھ حال دکھاوین کس کو گذرتا ہے ہم پہ جو احوال
کردر طرح کی آفت ہمارے ہے دنبال عجب طرح کی مصیبت مین ہین تری اطفال
زمانہ یان ستم پیشہ نابکار افسوس

ترا تو دشت مین جون گوسپند کاٹا ہے سر رکھا ہے آج کے دن ظالمون نے نیزے پر
پھرے ہین لے تری عترت کو اونٹون پر گھر گھر نہ منہ پہ اُنکے ہے معجر نہ سر پہ ہے چادر
کرین ہین یہ عمل امت کے دیندار افسوس

تھے اسطرح کی جفا کے یہ لوگ کب قابل کہ ان پہ جور کرین یان تلک یہ سنگین دل
نہووے پشت پہ اونٹونکی چین انہین اک پل ستمگران جہان سے کھینچتے کو ہر منزل
مریض جیسے کہ دین ہاتھ مین مہار افسوس

ہمین لیے ہوئے اسطرح شام جاتے ہین اب آگے دیکھیے کیا کیا ستم دکھاتے ہین
اُدھر سے جیتے جی اپنے ادھر کو آتے ہین وہین کی خاک مین یا جا کے ہم سماتے ہین
اگر یونہین ہے نصیبون مین تو ہزار افسوس

اب آرزو ہے یہی دل مین بس مرا جو چلے اُدھر سے پھر کے گرون مین ترے قدم کے تلے
مدینہ جاؤن مین کس طرح منہ سے خاک ملے کٹا کے اپنے عزیزون کے اسجگہ پہ گلے
کرے تھا حرف یہ کہہ کہہ کے بار بار افسوس

غرض کہ رو رو یہ کہتے تھے حضرت سجاد پدر کی لاش پہ با آہ و نالہ و فریاد
تمام گردش گردون دون بد بنیاد حرم کو لے گئے تا شام با دل ناشاد
اب آگے کیا کہون مین تف بروزگار افسوس

جو کربلا مین بلا کا ہوا ہے اُن پہ گذار زبان وہ کونسی ہے جس سے اُسکا ہو اظہار
محبت اُنکی سے پایا ہے جس نے دل مین قرار یہ چاہیے کہ بہ تعداد برگ ہر اشجار
اب انگشت وہ کرے حیف و بیشمار افسوس

بیان تمام ہو سودا اب تو اس غم کا جو اتفاق کرے ناطقہ دو عالم کا
یہ ذکر ہے شہ کون و مکان کے ماتم کا اب آگے وہ ادب سے ہے مارتا دم کا

مگر کیا کرے ہر لیل و ہر نہار افسوس

مرثیہ مخمس ترکیب بند

ابر رونیکو اٹھا ہے آج کہساروں کے بیچ　　ساغر خون جگر چلتا ہے میخواروں کے بیچ
خاک سر پر کرتے آئے مست ہشیاروں کے بیچ　　لٹ گیا باغ رسالت کا وہ گل خاروں کے بیچ
یعنی ابن ساقی کوثر ستمگاروں کے بیچ

ابر رویگا سدا میخور رہینگے خون کے جام　　ہوشیار و مست سر پہ خاک ڈالینگے مدام
ساقی کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام　　حیف اہل قبلہ سے صادر ہوا یارو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہین کفاروں کے بیچ

نور چشم مصطفےٰ سے ہی یہ امت کا معاش　　خویش و فرزندونکا اُسکے کر دیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکے تڑپتی ہے لب دریا پہ لاش　　اب وہ تنہا جسطرف کرتا ہی پانی کی تلاش
تیر باران اُسپہ ہی ہر سو کمانداروں کے بیچ

فاطمہ کہتی ہین رو رو نالہ و فریاد سے　　یہ ستم باہر ہین دیکھا عالم ایجاد سے
یا نبی تم پوچھیو محشر مین ہر جلاد سے　　تشنہ لب مارا گیا ہے گردن اس بیداد سے
جز حسینؑ بیگنہ کوئی گنہگاروں کے بیچ

تم گواہی دیجیو جس روز ہون مین داد خواہ　　داد مین کیونکر نہ چاہون جب کہون تمسا گواہ
ہے خدا شاہد نہین سنیے کا میرے کچھ گناہ　　کاٹکر ناحق سر اُس کا لے گئے وہ روسیاہ
تن کہین ہوگا پڑا لوتھونکے پشتاروں کے بیچ

کیا کہا شیعون سے اُس بیجرم نے جو حرف بند　　کیون جدا اُسکا کیا ہے بند سے ہر ایک بند
جس گھڑی کافر بھی کاٹے ہین گلوی گوسپند　　اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہے کوئی دردمند
ذبح پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دینداروں کے بیچ

کیا کرون مین ان لعینون کی فسادونکا بیان　　عضو عضو اک ایک کا اے سرور ہر دو جہان
کر گئے ہین سے کے جدا تیغ ستم سے شامیان　　جون درخت خشک کی نجار کاٹین ڈالیان
آل کو تیری مگر سمجھے یہ اشجاروں کے بیچ

آزمائی آل پہ تیری برش شمشیر کی　　رد بیعت کے گنہ پر اسقدر تعزیر کی

طفل شش ماہہ یہ ثابت کونسی تقصیر کی
اتنے خاطر پھوڑی حلق اسکے سے پیکان تیر کی
سینے تا اسکو بھی تیغ جور کے مارونکے بیچ

روؤن مین اصغر کو یا اکبر کو بیٹون یاد کر
آگئے چھوٹے بڑے سارے تہ تیغ و تبر
اپنی آنکھوں سے لہو کیونکر مین پونچھون ای پدر
اب تلک انکا جو وہ تھے میرے دلبند و جگر
جم رہا ہے خون ناحق انکی تلوارونکے بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہین سو انپر یہ عذاب
سر پہ سے چادر کسی کے ہے نہ چہرے پر نقاب
بے حجاب اونٹونپہ جاتی ہین یہان آفتاب
دکھ دہندے سوا گرد انکے اے عالیجناب
نے ہوادارونمین ہے کوئی نہ غمخوارونکے بیچ

مین بیان کیا کیا کرون اس آفت ناگاہ کے
دن کو وہ چلنے مین صدمے کھینچتے ہین راہ کے
رات پابندی کی خاطر میرے ہر دلخواہ کے
جزو شیرازے مین ہووین جون کلام اللہ کے
ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگارونکے بیچ

صبح ہوتے ہی تو پھر اونٹونپہ ان کو کر سوار
کہتے ہین عابد کو سے چل وہ لعین نابکار
راہ چلواتے ہین پھر اس ناتوان کو مار مار
جانتے اتنا نہین ظالم کہ اونٹون کی مہار
کھینچنے کی تاب کب ہوتی ہے بیمارونکے بیچ

کر دیا ہے ایک تو بیماری نے اس کو بیکل
قطع منزل سے نہین ہے چین اسکو ایک پل
جلد ہی اسکا کرے اب مشکل اسکی آکے حل
کیا یہ مشکل ہے کہ وہ ملعون تو کہتے ہین چل
اور چل سکتا نہین ہے راہ وہ خارونکے بیچ

ایک تو پہونچا تھا بیماری سے مرنیکے قریب
دوسرے اس حال پر ہو دی مصیبت یہ نصیب
کیا دوا کا ذکر ہے اور کیا ہے مذکور طبیب
آب کا قطرہ جو اسنے مانگتا ہے وہ غریب
کہتے ہین یان آب تلوارونکے ہے دھارونکے بیچ

طعن و طنز انکی وہ سنتا جائے ہے ہر بار کے
بیٹھنے دم بھر نہ دین سایہ تلے دیوار کے
پاؤن نیچے لوہو مین اسکے ڈوبے ہین سر خار کے
کیا گذرتی ہوئیگی کہ دل پہ اس بیمار کے
جسکی بیماری سے گئے ایسے دل آزارونکے بیچ

سے جو مستورات کو ڈھارس کوئی ایسا نہین
لے چلے ہین شام بیکس کر انھین اعدائے دین
جتنے وارث تھے ہوئے وہ طعمۂ شمشیر کین
بچ رہا ہے قتل سے جو شخص یعنی عابد

سودا کچھ حالت ہے انکی ان دل افگاروں کے بیچ

سر چلے جاتے ہیں نیزوں پر انھوں کے گرد پیش
دیکھ دیکھ انکے تئیں ہوتے ہیں دو دو سینہ ریش
کوئی تو فرزند انھیں سے ہے کسو کا کوئی خویش
جس سخن سے ان غریبوں کے لگے ہے دل پہ نیش
بوستے جاتے ہیں ملعون نیزہ بر داروں کے بیچ

یا رسول اللہ ہوں ایسے مسلمان نا پدید
اور یوں ماریں امام دین کو یہ بہر یزید
گر امام سجہ تو نے اس کو کہتے ہیں شہید
میں جو کچھ دیکھا تو انسے بھی ہیں بدتر یہ پلید
جدو آبا سے ہے گردن انکی زناروں کے بیچ

جور فرزندوں پہ میرے کر دکھایا ہے مجھے
خون کے آنسو سے لعینوں نے رلایا ہے مجھے
مجھ جگر گوشوں کے ماتم میں بٹھایا ہے مجھے
جوں انھوں نے آتش غم سے جلایا ہے مجھے
انکو بھی جلتے دکھا دوزخ کے انگاروں کے بیچ

نوحہ جنت میں غرض کرتی تھیں یوں خیر النسا
دو جہاں سے کم نہ ہوگی تا قیامت یہ عزا
رات دن سن سن کے روتی تھی ہوا ارض و سما
سودا تو اس غم میں دل بیمار کھیگا جو سدا
حشر میں اسکو رکھیں گے تعزیہ داروں کے بیچ

ایضاً مرثیہ مخمس ترجیع بند حضرت

دل خیر النسا جسدم کراہا
طریق دین جو امت نے نباہا
نبی سے یوں علیؑ بولے کہ شاہا
اسے میں کیا کہوں عالم پناہا
فآہا ثم آہا ثم آہا

ہمارے واسطے یہ ظلم بے حد
ولے گذرے ہے اتنا لیکن جد جد
بباطن نیک سے ظاہر میں ہو بد
عمل ایسا ہوا اہل دین سے سرزد
فآہا ثم آہا ثم آہا

حسینا تھا جو میرے دل کا آرام
پہ یہ غم ہے کہ نبیوں میں ہو یوں نام
چلے ہے اسپہ تیغ خون آشام
محمدؐ سے کی امت اور یہ کام
فآہا ثم آہا ثم آہا

سر اُنکا خنجر کین سے جدا کر
وہ ظالم لے گئے نیزے چڑھا کر

لہو مین رہ گیا حق تلملا کر ۔ کرین یہ کچھ تیری امت کہا کر

فاہا ثم آہا

نہ تھا عالم مین کچھ پانی کا توڑا ۔ پر اُسکو نے بہت پہونچا نہ تھوڑا
نہ قطرہ حلق مین اُس کے نچوڑا ۔ یہ دنیا کے لیے منھ دین سے موڑا

فاہا ثم آہا

تھا اُن کو حدیث مین تمر آنی ۔ ہوئی کیا خواب غفلت کی کہانی
نہ آیا رحم دیکھ اُس کی جوانی ۔ دیا ذرہ نہ وقت ذبح پانی

فاہا ثم آہا

نواسا جس کو پیغمبر کا جانین ۔ کرین عضو اُسکے نیزونکے نشانین
لگین سر اُس کا آگے وہ کمانین ۔ مسلمان ہو کے بات اُسکی نہ مانین

فاہا ثم آہا

نہ چھوڑا خویش ہی اُس کا نہ بھائی ۔ کیے تیغ ستم سے رائی کائی
رہا عابد سو طوق اُسکو پہنائی ۔ حیا ذرہ نہ تیرے منھ سے آئی

فاہا ثم آہا

سر اُسکا نیزے کے اوپر علم ہو ۔ سوار اونٹونپہ بے پالان حرم ہو
وہ جنکے آگے تیرا ہوش و دم ہو ۔ اُنھون کے ہاتھ اُنپر یہ ستم ہو

فاہا ثم آہا

نہ سکتے جس پردے کے وہ محرم راز ۔ سدا جو عرش پر کرتے تھے پرواز
سو ویسے پردہ دین جلنے تھے دمساز ۔ سنی اُنکی کسی دنیا کس نے آواز

فاہا ثم آہا

کہین باہم ہو کشت و خون کی صحبت ۔ تو مستورات کا ہے پاس حرمت
تری عترت کی تو لازم تھی عزت ۔ کسی قوم عرب سے اتنی غیرت

فاہا ثم آہا

رضائے حق ہین ہر دم سے ہے منظور ۔ ہم اس عالم سے بھی ہین شاد و مسرور
عمل بد کر گئے ایسا یہ مقہور ۔ برے اعمال سے جنکے عفو سے دور

فاہاتم آہاتم آہا

انہیں تو ہے بقا عین فنا مین | اجل سے ہے زندگی راہ خدا مین
خوشی سب طرح تسلیم و رضا مین | پر انکا حال کیا روز جزا مین

فاہاتم آہاتم آہا

بیان اس جور کا کب تک کرونمین | ستم کا انکے کیونکر عرض دونمین
بجز حرف تاسف کیا کہون مین | کف افسوس یون کہ کہ ملون مین

فاہاتم آہاتم آہا

یہ حرف اے مہربان سرود توحیدم | سنے شیر خدا کے منہ سے پیہم
گلے آپس مین لگ از شدت غم | یہی کہتے تھے رو رو شکل شبنم

فاہاتم آہاتم آہا

مرثیہ مخمس ترجیع بند

لے جو پوچھا مین انہیں کیون نہین ہے تجکو چین | یون لگا کہنے وہ مجھسے کیا کہون مین تجھسے بین
تشنہ لب مارا ہے شقیون نے نبی کا نور عین | جسطرف دیکھا جہا نمین ہے یہی اب شور و شین

واحسینا واحسینا واحسین

جسکو دیکھو بھر رہی خون جگر سے ہر پلک | خاک سر پر کرتے ہین مومن سے لیکا فر تلک
آج ماتم ہو رہا ہے لے زمین سے تا فلک | سینہ کہ کہ کوٹتے ہین آدم و جن و ملک

واحسینا واحسینا واحسین

تن تو انکا رن مین ہے آلودہ گرد و غبار | سر لیے جاتے ہین نیزے پر لعین نابکار
اہل بیت اونٹوں پہ گرد انکے ہین بے محمل سوار | ہر قدم کہتے چلے جاتے ہین رو رو زار زار

واحسینا واحسینا واحسین

اس سفر کے دیکھیے عالم ہوگیا نرباہ کا | کچھ بجز خون جگر توشہ نہین ہے راہ کا
یون حرم جاتا ہے اونٹوں پر رسول اللہ کا | یہ سخن ہے آج پیغمبر کے ہر دل خواہ کا

واحسینا واحسینا واحسین

چہرے کا ہر اک کے غم سے ہو رہا ہے رنگ زرد | پڑ رہی ہے جو راہ کی سر پہ سبھون کے خاک و گرد

کون ہے ایسا کہیں وہ جس سے اپنی دلکا درد — دیکھ دیکھ آپس میں منہ سکتے ہیں بھر کر آہ سرد

واحسینا واحسینا واحسین

درمیان انکے چلے جاتے ہیں نیزہ و سپر — کوئی تو بھائی ہے کوئی خویش ہے کوئی پسر
خون کے قطرے یون ٹپکتے ہیں انھونکے جسم پہ — منھ پہ ملتے جاتے ہیں بدن سے پونچھکر

واحسینا واحسینا واحسین

اس طرح جاتا ہے فرزند پیمبر کا حرم — سو طرح کی ہے تعدی سر پہ انکے دمبدم
جو کوئی دیکھے ہے اہل دوست اب یہ ستم — منہ پہ اپنے مار کر کہتا ہے وہ سیلی غم

واحسینا واحسینا واحسین

نے انھونکو بھوکھ ہے اس حادثہ مین نہ پیاس — نے بجا ہین ہوش انکے نے درست انکے حواس
دخل کیا جو نیند ان کی آسکے آنکھونکے پاس — یہ سخن جنبش سے لب کی انکی ہوتا تھا قیاس

واحسینا واحسینا واحسین

صبح سے تا شام سر پر ہے انھونکے آفتاب — نے خورش روزانہ ہے انکی نہین شبکو خواب
پھرتی ہے آنکھونکین از بس شکل ابن بوتراب — بات انسے کچھ ہی پوچھو دیتے ہین وہ یہ جواب

واحسینا واحسینا واحسین

مقتل شہ کا انھونکے دلمین نت اٹھے ہے خیال — رودم رودم انکے سر ہر اکدم اٹھتا ہے جمال
چلتی دیکھین دھار پانی کی تو انپر ہے وبال — کہتے ہین تب حلق و خنجر کا وہ کر یاد القتال

واحسینا واحسینا واحسین

مل گیا مٹی مین انکی سلطنت کا تاج و تخت — ہین یہ نازک دل خزان مین ہوئین جون برگ درخت
ملک بھی کہتا ہے اگر کوئی کچھ انکو ہو کر سخت — بولتے ہین یون جگر کی آنکھو سے ٹپکا کے لخت

واحسینا واحسینا واحسین

کیا کرون مین اب انھونکی بیکسی کا بیان — کچھ نہین ہے فرق ہرگز نیک و بد کے درمیان
خواہ انکا دوست ہووے خواہ وہ خواہان جان — سامنے آجائے کوئی اس سے کہتے ہین کہ مان

واحسینا واحسینا واحسین

ہے روایت پہونچی جب مقتل پہ اولاد رسول — دیکھکر زینب نے سوئے لاش فرزند بتول
خاک ڈالی سر پہ اپنے اور ملکر منہ سے دھول — بیٹھ بیٹھ اپنی سر و صورت کما ہو کر ملول

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین

پھر کہا زینب نے اے تن میں ترے قربان میں
ہائے بھائی دیکھیں کن تم صدمے سے طوفان میں
وا دریغا ہر زخم بدن پہ تیری اپنی جان میں
اب یہی ہے کہ رہوں گی مرگ کی خواہان میں

واحسینا واحسینا واحسین

جس ترا ناخوش دل نہ ہو چھوٹی کا سو تھا تو بشر
تشنہ ہو مرے تھے عرب میں دیکھ تیرا بشر
دولت کو میں لیتی آگے تیرے کو بشر
یاد آیا حشر تجکو بولیں گے ہر سو بشر

واحسینا واحسینا واحسین

باپ تیرا ساقی کوثر امیر المومنین
سو گلوے تشنہ پر تیرے چلی یوں تیغ کین
ماں تری خیر النسا بنت شفیع المذنبین
یہ ستم زیر فلک کیا کر گئے اعدائے دین

واحسینا واحسینا واحسین

کس طرح اب دلکو میرے زندگی سے ہوئی ساز
جاں کو میں کرچکی ہوں اپنی اس غم کی نیاز
کسکی صورت دیکھونگی آفاق میں کر چشم باز
نکلے ہی ہر مو سے میرے یہ صدائے جانگداز

واحسینا واحسینا واحسین

جسکے بن دیکھے نہ تھا آرام مجکو ایک پل
تاب اس غم کی جلاوے ہی کہاں میرا دل
یوں گئیں وہ صورتیں سو خاک میں اکبار مل
اب ہوتی ہے یہ کہنے سے مرے پتھر کی سل

واحسینا واحسینا واحسین

مہرباں زینب عرض کرتی تھیں ہر دم یہ سخن
قصد اپنے قتل کا کرتے تھے سنکر مرد و زن
سامعوں کی ابر کی صورت برستے تھے نین
جس گھڑی منہ سے اُنکے یہ نکلتا تھا سخن

واحسینا واحسینا واحسین

مرثیہ مخمس ترجیع بند

سیست از اثر بابن میں بلا کے کسکا باسا ہی
لب دریا پہ کوئی بھی زمانے میں پیاسا ہی
جہاں میں زندگی ابی سے کون اتنا نراسا ہے
گلے پر آج جس لب تشنہ کے خنجر کا داسا ہے

خلقت ساقی کوثر کا محمد کا نواسا ہے

ستم کیشوں نے دوست ظلم سے لوٹا ہی گھر جس کا
کیا ہے آسمان نیچے قبائل دربدر جس کا

سپاہی ہیں جو کہ کے نیزے پہ یہ ملعون آج سر جسکا
پڑا عریاں سوتے دھوپ میں تن خاک پر جسکا
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

نہیں دیکھا کوئی ایسا زمانے نے ان ابنا سے
ہزاروں کھینچ تلواریں مقابل ہو دیں تنہا سے
وہ پانی کا ہو پیاسا لوگ اسکے خون کے پیاسے
کریں یہ ظلم جس پر ہے نرالا ساری دنیا سے
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

گیا چوپایہ آگھر اپنے جنگل سیر کر سارا
بیاباں مرگ یوں کسکا ہوا ہے گھر کا گھر سارا
پکھیرو آشیاں پہونچا ہوا میں جسکے پر مارا
نہ پہونچا جو وطن اپنے وطن سے ہو کے آوارا
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

پیمبر زادہ کو نہیں مارا کسی نانا کی امت نے
بتا دو اسکو مارا ہو جسے نانا کی امت نے
کسی پر بھی کہیں تیغے گھسے نانا کی امت نے
کیا ہے قتل دنیا میں جسے نانا کی امت نے
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

کہیں ہیں روبرو ایسے یہودی اور نصرانی
یہ کرتب اسکے ہیں جنکو ہے دعواے مسلمانی
رہے تکفیر میں ہم تو ز راہ نا مسلمانی
سمجھتے ہو وہ ہے کون آج مارا جسکو ہیں پانی
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

زمیں سے نقش پاے خر ہوا عیسیٰ کا جسدن گم
کوئی پوچھے انھوں سے جلکے امت میں ہو کسکی تم
سر و پیر خاک کرتے تھے ہماری قوم کے مردم
یہ روندا چاہتے ہیں جسکا تن اسپونکے زیر سم
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

مسلماں ہیں یہ جسکی ماں پیمبر اپنے کی جائی
پھریں سیراب حیوانات سب شہری و صحرائی
عطش ویسے کی مر گئی مر گئی بھی فدہ نہ پہنچوائی
دہن سے پیاس کے مارے زباں جس کی نکل آئی
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

جو مانگا پانی ان سے تو لگے کہنے زہر کیسا سو
جو وہ بولا کہ میں ہوں کون سمجھو ہو تم از بدخوا
جہاں کا آب ہے قبضے میں تو قطرہ نہ دیں تجکو
تو یوں ملعون لگے کہنے اسے ہم جانتے ہیں تو
خلف ساقیِ کوثر کا محمد کا نواسا ہے

یہ کہتے ہیں کوئی جلدی سے اسکے سر کو جالاوے
معاذاللہ اگر یہ آپ کو تا آب پہونچاوے
سنو ایسا کہیں ہو وقت نماز اب ہاتھ سے جلوے
تو پھر ہم میں سے ایسا کون ہے جو اس سے بر آوے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

خبر کر جبرئیلؑ آتا تھا وقت وحی جسکے گھر
سوا ونٹوں پہ سوار اُس گھر کے ساکن آج بے معجر
جلایا ہے وہ خیمہ جس کا قبہ عرش سے برتر
جو پوچھو صاحب خیمہ کو تو کہتے ہیں یوں منہ پھیر
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نبی نانا ہو دن یہ جور اپنی ہوا یہ ہاتھ ہی کس سکے
جو دہ سالہ بھی لڑکا ہے غل و زنجیر ہے تلے
جو پوچھے باپ کون اُسکا گلے میں طوق ہے جسکے
تو لے وسواس کہتی ہیں پدر کو پوچھو ہوا سکے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

عجب اسلام ہے اُن کا عجب ایمان عجب دین ہے
عجب انکا و تیرا ہے عجائب رسم و آئین سے ہے
گیا مارا جہاں میں سے اُسی تجہیز و تکفین سے ہے
زمین جس بے کفن کی خون سے ابتک رنگین ہے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

ہوے بالفرض ہم کافر تو ہیں وہ بدتر از کافر
نہ جانا جن لعینوں نے خدا کو حاضر و ناظر
مثال گوسفند اپنے نبی زادے کا کاٹا سر
کسیکے دل میں انہیں سے نہ آیا یوں کہ یہ آخر
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

غرض اے سودا اب ہے یگانگی سب ہیں قتامیں
ہوئے افسوس میں وہ بھی جو تھے اور دنکی امت میں
کہا کر مرثیہ حسینؑ کی دائم محبت میں
شفاعت کوثری یہ کر یقین روز قیامت میں
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مرثیہ مخمس ترجیع بند

یہ زینب شہ سے کہتی تھی ہمارے بادشاہ ہو تم
نہ جاؤ ان کو باقی ماندگان کے آسرا ہو تم
کہا سنکر انھوں کے واسطے اب میری جا ہو تم
جنھیں مرنا تھا سو تو مر چکے جیتے بنا ہو تم
خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

گوارا کسطرح ہے انکو اپنی زندگانی ہو
کہ جسکے گھر پہ یوں اہل ستم کی تیغ رانی ہو
وہ ہو دین قتل جو ہر اک محمدؐ کی نشانی ہو
تمہاری چاہیے تجھپر یہی اب مہربانی ہو
خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

جو میرے ساتھ جیتے جاگتے آئے مدینے سے
سوئے وہ خاک میں محروم ہو پانی کے پینے سے

تڑپتے ہین وہ پالا مین لگا کر جنکو سینے سے　کوئی یہ زندگانی ہے مری حیف ایسے جینے سے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

مدینے کیطرف جیتا مین اب کس منھ سے جاؤنگا　اتہ تیغ اقربا کروا کے کسکو منہ دکھاؤن گا
جو گذری سر پہ مقتولونکے کس کسکو سناؤن گا　ہے جبتک دم مین دم یہی زبانپر حرف لاؤنگا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

نہ سمجھین گے یہ کرتب آسمان کی بدخصالی کا　رکھین گے ملکے سب اہل عرب میرے ہی اسر
وبال اس شکل مین مجھپر ہے رکھنا جسم مین جیکا　ملے گر قدرت حق سے تمھین اعجاز عیسے کا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

کہون گا قصہ مین عباس کے کیا مارے جانیکا　کرونگا ذکر کیا اطفال کو پانی نہ پانے کا
نہ سمجھے گا کوئی اسکے تئین صدمہ زمانے کا　رکھین کے میرے سر بہتان نبی کے گھر لٹانیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

بیان کس روسے قاسم کی کرونگا کدخدائیکا　اجل نے سر لیا نیگ آنکے سہرا بندھائیکا
شہادت کو دیا دستور جس شربت پلائی کا　مرے جب اسطرح شادی کے دن فرزند بھائیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

جگر گوشونکی صورت دیکھتا ہون خونمین ڈوبی　جوانی مین کہون اکبر کی یا اصغر کی محبوبی
دولھن کے منھ سے قاسم کی مجھے ہے سخت محجوبی　کرو انصاف ہے اسطرح کے جینے مین کیا خوبی
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

مرے ہر اک جگر گوشے کا اب تن سے جدا سر ہے　پڑا ہے دست اس جاگہ کٹا تو پانو ادھر
کن آنکھوسے مین دیکھون ابھی بہن جو حال ابتر ہے　مجھے تو موت ایسی زندگی سے دور بہتر
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

ستم اس سے زیادہ مجھسے اب دیکھا نہین جاتا　تمھارا مجکو یہ رنج و تعب دیکھا نہین جا
کرے تاراج گھر ہر بے ادب دیکھا نہین جاتا　یہ دکھ اے خواہر عالی نسب دیکھا نہین جا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

پہونچتے ہین کوئی دم مین لعین خیمہ جلانے کو　پیمبر کا ابھی سب دودماں ہین گھر لٹانے
نہ چادر چھوڑینگے سر پر تمھارے منھ چھپانیکو　مرے مانع جو ہوتی ہو مگر یہ دن دکھانے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

یقین کر جا لوا سے خواہر انکھین کب ہین اس قابل
پیادہ آگے عابد کو کرین نظارہ ہر منزل
تمھین بیٹھا شتر کی پشت پر دیکھین جو بے محمل
بھلی ہی موت ہی اس سے جو ہون اس غم کے شامل

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

بہت دن تک دیکھنے سے ایک پل مجکو نہ تھی سیری
مجھے کیا زندگی لازم ہے اب اے عمر بہتیری
سوا اس دشت بلا مین ہوگئی وہ خاک کی ڈھیری
اگر تم دین و دنیا مین رکھو ہو آبرو میری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کرو انصاف ٹک دیکھو بھلا کس طور جیئون مین
ہلاک اصغر مرا جب ہو کرو تو عوض جیئون مین
بہن ستی دیکھ فرزندون پہ تیغ جور جیئون مین
مرے یون سامنے اکبر سا بیٹا اور جیئون مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مسافت کی عجب گردون دیا یان اہل مدینے کی
بچھوڑا اسکو بھی تھی عمر جسکی چھ مہینے کی
ندی فرصت کسیکو ایکدم پانی کے پینے کی
بھلی تمکو پڑی ہی فکر مجھ بیکس کے جینے کی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

عداوت ظالمونکو ہی مجھی سے اس گھرانے مین
بلا ہوتی ہی رو سکی مرے گردن کٹانے مین
فقط میرا سبب ہی تم پہ اس آفت کی آنیمین
بچین ہین اتنی جانین ایک میری جسکے جانیمین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جیون ہون جبتک اہل بیت پر یہ حال ہی طاری
نہ دینگے قطرہ ظالم کیجیے گو منت وزاری
کہ انکی بوند بھر پانی کی خاطر چشم ہی جاری
مرے اک مرنےمین ہوتی ہی آسان سبکی دشواری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

تمھین اپنی عوض عابد سا مین دلبند دیتا ہون
تمھاری غمگساری کو مین یہ فرزند دیتا ہون
محمد کے جگر کا ٹکڑا اک پیوند دیتا ہون
مین اپنے خون ناحق کی تمھین سوگند دیتا ہون

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مری اب زندگی کا چاہنا ضد ہی خدائی سے
عدو لازم ہے بندے کو جناب کبریائی سے
نہو بیتاب وطاقت اتنی باہم کی جدائی سے
جدے اسطرح کتنے ہی ہوئے ہین بہن بھائی سے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

غرض سن سنکے ان باتونکو زینب ہاتھ ملتی تھی	بسان شمع ماتم غم سے وہ رو رو کے جلتی تھی
ولے یہ شہ کے دل سی موت کی خواہش ابلتی تھی	کہ انکے ہر بن مو سے صدا یہ ہی نکلتی تھی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کہون کیا آگے سودا جب یہ باتین شاہ کرتی تھی	جو سامع وان کھڑے تھے انکی دامن خون سی بھرتی تھی
جگر کے ٹکڑے آکر چشم کی مردمین ٹھہرتے تھے	اجل جنکی نہ تھی سو بھی یہ مصرع سنکے مرتے تھے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مرثیہ مخمس ترجیع بند

کشتہ گردید ز جور فلک بے ادبی	تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی	چہ بگویم تو اے دل کہ ز قوم عربی

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کیا بیان تجھسے کرون اب مین لائیم درد	جو جگر گوشۂ حیدر پہ ہوا روز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اسکے گئے فرد افرد	یاد مین انکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

شہ بہفتاد و دو تن اور عدو جمع کثیر	جان شیرین دی نیستا پہ صغیر اور کبیر
دیکھے یون سر کو شہادت کا لیا تاج و سریر	دفتر غم مین یہ تا حشر کرینگے تحریر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرضی حق سے تو اکدم نہ ہوا وہ باہر	سرفرازی اسے سمجھا جو ہوا نیزے پر
لذت تشنگی تھی اسکو شراب کوثر	جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اسکا لشکر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

بھوک مین اسکے رفیقون نی تو لوہا چابا	آب شمشیر سے پیاس اپنی کو سب نی دابا
کوئی ایسا نہوا اپنے بجد و آبا	غیر آن شہ جو کہے بیٹی سے مت مر بابا

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

خواہش حق سی تو منھ پھیرنا تھا اسنے بعید	اک ہوا ایک کی چھاتی پہ قدم رکھکے شہید
باپ کو بیٹے کے مرنے پہ تھی ہر دم تاکید	غرض ایسی تو زمانے مین نہ دیدو نہ شنید

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

ن سکے مین کہون دلکا غش ہی کیا حال سینہ نیزدن سے ہوا ماہی بے آب کا حال
ناصر مین تو اب نے جی گذری ہی خیال ہر نبی سے یہ کہے حق کہ محمدؐ کی یہ آل

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

گئی جب رفقا کاٹ سکے لاکھون حلقوم نہ تو اکبر ہی رہا اب ین نہ اصغر معصوم
میدان مین مسلح دوجہان سکے مخدوم یون کہا یاد کروگے یہ تو اے قوم شوم

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

احوال شہادت ہی کرون کیونکر بیان کس طرح سنئے مجھون ین ہین پیروجوان
جب منزل مقصد کو شہ ہر دوجہان یہ ندا ارض و سما سے ہوئی با آہ و فغان

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

روایت کہ ہوا جنگ کا جسدم اتمام شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام
شاہ جو ہوا آب جلے دن مجھسے کام سر کو کاٹا ہی مین جسکا بحصول انعام

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

یہ دیکھیے کیا بخشے یزید اب مجھکو خلعت و اسپ جو وہ لطف کرن انکی رو کو
دینار یون جتنے ہین مرے تن پہ مو سر کو لیجا کے کہون گا مین کہ تیرا یہ عدو

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

غارت کا لگا کرنے وہ پھر زیور و مال سب کچھ اکٹھا کیا رکھا نہ جدا اک رو مال
وہ مال خوشی دلکو ہوئی اسکے کمال یون لگا کہنے کہ یاردیہ ہی جسکا احوال

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

سب لگے کھلنے شہید ونکی کمر سے ہتھیار دیدہ مریخ کا اسوقت ہوا تھا خونبار
رح کی جو لگا جنس کا ہونے انبار سب لگے کہنے کہ اللہ ری تیری سرکار

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

الامر اس اموال کو اونٹون پر لاد با اسیران طرف شام چلے اہل فساد
شہ نیزے پہ تھا سب سرونکے پیش نہاد جہان جاتا تھا وہ سر ہوتی تھی وہان فریاد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

سر شہانے سرون سے جو سر شام چلا — تن رہا سب کا پڑا خاک مین اور خونین گلا
لرزی لاش آن زمین آئی کہ تا عرش ہلا — ہاتھ سے ہاتھ ملائک نے یہ کہہ کے ملا

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

آ کے اُس قافلے کے جھگڑے کی منزل سر راہ — بیٹھے سب اہل حرم رو رو کے با نالہ و آہ
اشقیا کتنے جو اُس قافلے کے تھے ہمراہ — وہ بھی کہنے لگے لوتھوں کی طرف کر کے نگاہ

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

لاش پہ بھائی کی زینب نے کہا رو رو زار — کل تلک یہ تھا کہ دم سے تری زینت تھے اظہار
قایم اب تک ہے سمیت رفقا وہ سالار — آج یون کہتے ہین یان دیکھ تجھے راہگذار

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

تشنہ لب ذبح کیا تجکو چھوڑا کر کے وطن — نہ تجھے گور ملی یان نہ دیا تجھکو کفن
سامنے تیرے موئی کیون نہ یہ مان جائی بہن — کہ ہو جگ مین تو اور حق مین تری ہو یہ سخن

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کربلا کے مرے ای بھوکے پیاسے مہمان — جاؤن تیرے تن صد چاک کے ہر دم قربان
پیش نبی جب تیئن جیونگی سن لے میری جان — تجکو اور تیرے رفیقونکو یہی کر کے بیان

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

دفن ہوتا تو اگر اور ترے جانثاران — مقبرہ یان ترا بنتا انھون کی گورستان
بیٹھتے ہو کے مجاور جو کوئی آ کر یان — پوچھتے روضہ ہے کسکا تو یہ کہتے بفغان

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کہکے اس سینۂ صد پارہ سی پھر زین عباد — بولا رو رو کے پدر خوش ہوئین از اہل عناد
نہ رہا تو یہ رہے گا یہ سخن خلق کو یاد — تابع امر خدا جگ مین با آل امجاد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

حال ظاہر کا یہ پہونچا کہ ہین سب کو ناظر — حق ہی پر رشتۂ باطن سے ہمارے ماہر
صبر جو تو نے کیا ہو کے رضا پر شاکر — بعد ایوب کے آل نبی مین صابر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

پا برہنہ بیڑی گلا طوق مین گو ہے میرا — جو کچھ کہ ہم پہ ہوا اور بھی ہو بہتیرا

حق کی مرضی سے تو میدان مین نہین منہ پھیرا
رن پہ بولے گا شہا دیکھ تردد تیرا
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کشتی آل نبی چرخ نے کی طوفانی
اور پینے نہ دیا ہم مین کسی کو پانی
بات پر امر الٰہی کی جو تو نے مانی
خلق اس امر مین کہتی ہے تجھے لاثانی
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

طوق گردن مین ہے گو میری یہ مجھسے بھاری
راہ چلنے مین لہو ہو کف پا سے جاری
بیٹھکر تو نے وہ شمشیر پر ان مین ماری
عمر بھر یاد کرین گے تجھے قوم ناری
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرتبہ ہیگا ہمین اس سے نہین ہم مایوس
سر پہ ننگا ہے اگر خار کرین پابوس
پیاس مین یکہ گر اشک آنکھو سے گو لیتے ہین چوس
صبر اتنا وہ نہین کرتی جو تجھے یہ افسوس
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

چپ ہو سودا تو نکر اب یہ بیان جانکاہ
سننے والو نکے لہو ٹپکے ہے آنکھو کی راہ
مغفرت کو تری دریا دشہ عالی جاہ
بس ہے اتنا ہی کہ رو رو کے سبحان اللہ
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرثیہ مسدس ترجیع بند

ماں اصغر کی دن اور رین
رو رو کرتی ہین یہ بین ×
ہاے رے اصغرا ابن حسین
کس کو دیکھین گے یہ نین
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کرتی تھی مین تجھکو پیار
ہوتی تھی یہ جان نثار
تو میرا تھا گل کا ہار
کن نے ڈالا تجھکو مار
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیون تو پڑا اس جا پہ نڈھال
کیونکر لاگی تیر کی بھال

آنکھیں کھول اے میرے لال مجھ دکھیا کا دیکھ احوال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ٹک تو پیارے لب کو کھول غوں غاں کر مادر سے بول
ہے یہ میرے لال انمول جی ماں کا ہے ڈانواڈول

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

میرے دل میں ہے یہ چاؤ ماں کو صورت ذرہ دکھاؤ
میں تجھکو کہتی ہوں آؤ یا تو اپنے پاس بلاؤ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چاؤ تھا دل میں بیرا بیاہ دل سے کروں کی خاطر خواہ
دی نہ اجل نے فرصت آہ کیسے ہو میرا نرباہ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جی بہلانے کو دن رات میں رکھتی تھی تیری ذات
اب کس طور سے کٹے اوقات مجھ سے تو کرتا نہیں بات

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجکو اپنی گود میں پال کھلا کر میں گلے میں ڈال
دھوتی تھی زلفوں کے بال کیوں اب مجھ سے توہی نرال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تھا اس دل میں یہ ارمان دودھوں نہل کر ہوے جوان
مرگ نے لیکن دی نہ امان کیا کیجے اے میری جان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چھینک سبھے جب آتی تھی
وے تو جب بچپن میں جی
کہتی تھی میں پھیر شوی
کہ میں تیرے بلہاری

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

روتا میں کس کو بہلاؤں
چھاتی آئے کس کو سلاؤں
دودھا تھپک کر کس کو پلاؤں
جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بٹیا بڑا جو سر کو آئے
وہ بھی جب گودی سے جائے
چھوٹے سے ماں جی بہلائے
کیونکر جینا اس کو بھائے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ظالم یہ ٹوٹا میرے پر
تو بھی رہتا پاس اگر
بیٹھ گیا ہے گھر کا گھر
صبر مجھے ہوتا اصغر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اے میرے امراؤ امیر
حلق کے اندر مارا تیر
کن نے تیرے بے تقصیر
اب کس بھانت دھروں میں دھیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لعل و گوہر سے ہوئے مدام
تو ہی نہ ہو تو پھر کس کام
گو کہ بھرا گھر بار تمام
کیونکر بیٹھوں صبح و شام
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

دین جو سب تجھے مانی مین دا ب — خاک پڑو یہ خور اور خواب
سخت ہے مجھپر زیست عذاب — مجھکو بھی موت آئے شتاب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تو تو مرے بارنج و تعب — اور جیون مین ہائے غضب
زیست مجھے اب بھاوے کب — یہی کٹون گی روز و شب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بلبل کا دل ہووے فگار — بچھڑ جاوے جس دم گلزار
اس کو اک پل ہو نہ قرار — تین مرا تھا باغ و بہار

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اصغر پیارے ہے ہے ہے — پیاس کے مارے ہے ہے ہے
آج سدھارے ہے ہے ہے — ماں پکارے ہے ہے ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچے کو چڑیا جو گنوائے — جنگل جنگل ڈھونڈتے جائے
دانہ پانی اسکو نہ بھائے — رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

گنگے بھی تب اڑاتی ہے — بچھڑے جو چھٹ جاتی ہے
آٹھ پہر دکھ پاتی ہے — میری تو کیا چھاتی ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جاگ بیٹے ہوئی اویر — سو مت لالا اتنی دیر

مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر ۔ زیست سے مجکو مت کر سیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجھسا بیٹا ہووے ہلاک ۔ جیون میں اس جینے پر خاک
لیکے چھری کو میں غمناک ۔ تا نہ کروں اب سینہ چاک

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیا وہ کروں میں ایسا یاد ۔ جس سے یہ غم ہو برباد
مر کے مگر میں ہوں ناشاد ۔ قید سے اس غم کے آزاد

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مطلب سودا اس عنوان ۔ بانو کریں تھیں شور و فغان
روتے تھے سب انس و جان ۔ ہر دم سن سنکر یہ بیان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

سنو محبوبات کہوں میں تم سے روؤ ۔ غم ہے شہ کا آج خوشی کو دل سے دھوؤ
جسکو جگ میں لوگ کہیں تھے دین کا سلطان ۔ سیس کٹا اب اسکا تن ہے خوں میں غلطان

کتنا ہو ہمیں اب تھیں ٹک یہ خاک لگائے
دین دونی کے تاج کا سر نیزے پر جائے

اہل حرم سب اسکے رہیں انکو رو وین ۔ بیٹھ بیٹھ سر سینہ اپنے جی کو کھو دیں
کہتے ہیں تم چھوڑ ہمیں اب کہاں سدھارے ۔ اب ہم قید ہو جائیں بتاؤ دکھ کے مارے

قید ہوئیں سب بی بیاں ہائے سب اطفال
کہاں رسول اللہ ہیں دیکھیں جو یہ حال

کہتے ہیں سب یہی یہ تھا اپنے عمل — ہم بھی مریں یہاں، یہ شہ کا تھا قول
ان بن جگ میں تم ہمارا کیا ہے جینا — جن بن سونا آج ہوا ہے شہر مدینا

ایک نہیں جیتا رہا جس کا لیویں نام
وارث تو سب مر چکا اب جینا کس کام

بچھوں سے جو کاش ادھر سے بھی آویں — پھر مدینے میں جا کر منہ کس کو دکھلاویں
پوچھے جو کوئی آج کدھر تم کھو یا سرور — کہہ کیا دیویں جواب اسے اے دین کے رہبر

لاکھ طرح کا اب جی میں آتا ہے افسوس
من کو اپنے رہ گئے یونہی مسوس مسوس

ایسے کیوں تم بھول گئے ہم کو شہ عالی — تم بن جگ میں کون ہمارا اب ہے والی
جس سے جا کر شاہ کریں ہم دکھ کی باتیں — دن تو روتے کٹا کٹیں کیونکر اب راتیں

اپنے جی میں جو کچھ بھی ہوتی ہووے سو ہو
ہم ارکناری بھیٹ میں مر رہے سو ہم

سبھی ہیں یاور بھائی جان اپنی کھوتیں — اونٹوں پر اسوار چڑھی جاتی ہیں دکھیں
کوئی پیٹے اسے کسیکا سیس کھلا ہو — کوئی کہتی آج جو ہم مر جائیں بھلا ہو

آگے آگے عابدیں پاؤں پیادہ آہ
تب کر مارے ضعف سی گر پڑتے راہ

ہم ہیں بیکس کہیں خدا صورت دکھلاؤ — یا تم اپنے پاس ہمیں بھی آج بلاؤ
تم بن سر دھن کے کہو ہم کیونکر جیویں — تم پلکے مر جاؤ اور ہم باقی ہیویں

ایسے بھی اس وقت میں تم بھیتے شبیر
کیوں جاتی ہم شام کو ہو کر آج اسیر

شیعوں نے یاں بے گنہ اب تم کو مارا — کیدھر ہے ہیہات میں اب باپ تمہارا
کیا خطر ہے اب ہم کو جان پر لانی جیسے — جب تیسے ہوں ذبح یہاں فرزند نبی کے

اب جگ میں جاں کسکو رہا جینے کا ارمان
تم سے تو زیادہ نہیں آج ہماری جان

دولت کوئی رہا نہ دل کی کس سے کہیے — اب تو ہیں ناچار ایسے جو سر پر سہیے

اے دین کے سلطان بتلاؤ اب تو ہمکو　　کاٹیں ہم کسطرح جہان میں تیرے غم کو
اب دیکھا جاتا نہیں ہے یہ پیش عذاب
یارب ہمکو بھی یہاں آوے موت شتاب

عابد جیتا ایک ہے تپ کی بیماری　　روتی ہے دن رین سکینہ دکھ کی ماری
کہتی ہے جو ڈھونڈ کے میرے بابا کو لاوے　　اسکے صدقے جاؤں جو لا مجھ پاس بٹھاوے
سب سنتے ہیں دوزخی اب یہ آہ و فغان
بھولے لگے سب اس گھڑی نانا کا احسان

اک گلے میں تیر ہوا اک پل میں اصغر　　اور جا ہوا شہید پیاسا رن میں اکبر
قاسم دولھن چھوڑ گیا جان اپنی کھوئی　　اسطرح سے ہوئے کشتہ کے رہا نہ کوئی
ہمسا دکھیا کون ہے جگ میں وائے دریغ
جسکا پیاسا ہو گیا گھر کا گھر تہ تیغ

زینب اور کلثوم یہی رو رو دہر باری　　کہتی تھی ہر ایک بپت اور دکھ کی ماری
آج ہماری کہاں گئی وہ زہرا مادر　　لطف و کرم سے آ کر سر پر ڈالیں چادر
زہرا کی ہم بیٹیاں بہنیں تری اماں ہیں
سر ننگے یوں بیٹھیں اونٹوں اوپر جائیں

لاڈلی بیٹی آج جو وہ ہے ایک تمہاری　　اور بھتیجی وہ ہم پھوپھو کی ہے پیاری
لے لے تیرا نام وہ ہر دم یہی پکاری　　مرتی ہوں بن ہوت تمہارے پاس دھوپ کی ماری
گرمی سی کھینچیں لپٹ سایے کا نہیں ٹھکون
کپڑا بھی اتنا نہیں کریں جو سر پر چھاؤں

کربل سے اب شام لیے جاتے ہیں شامی　　اس دکھ میں ہو کون بتا ہمسونکا حامی
جنگل میں ایسا ہائے ہوا پانی کا توڑا　　جن نے جیتا ایک نہ اب بن مارے چھوڑا
ہم بیکس اب کیا کریں اے دین کے سالار
جنگل گھر بن کسطرح لیے جائیں کفار

سنکے ہو یہ سودا کسطور اب غمگین　　اہل حرم کو شام تلک یوں لیگئے بیدین
سینے کو کر چاک کسے اب دل دکھلاوے　　داغ نہیں یہ ایسا جو جیتے جی جاوے

اس دکھ کو سن موئے ہو دل مین غمناک
کہتا ہون رو رو سدا سر پر ڈالو خاک

مرثیۂ مسدس زبان پوربی آمیز دوہرہ بند

کا سین کہیے بات کون من کے بوجھے — رووت ہون دن رات حیسا ڈھین جو سجھے
بنین برست نرکھت اگمت سے ہے چھاتی — پیاسے مائے ہائے نبی کے ایسے ناتی

گیروے کپڑے رنگے مکھ پہ ملے بھبوت
پوچھین بی بی فاطمہ کت گیو میرو پوت

رو رو زینب ہائے کہین تم مر گئے بھائی — بدل تمھارے آج ہمین کیون موت نہ آئی
پوچھ نہین کو بات بیت کی ہم ہن مارے — کہان چھپین اب جائے کہو دکھین دکھیارے

ہائے کہے تم لاڈلے نانا کے تم چین
اماں پیارے کہان گئے میرے بیر حسین

وہ ہی سورج وہ ہی چاند وہ ہی نکست ستارا — شاہ بنا چھون اور دیکھو جگ مین اندھیارا
لیتے ہی جاکو ناؤن لوگ سب سیس نواوین — سو کہو تو کو آج کہان ہم ڈھونڈھن جاوین

کیسیو اب ہن مین دھرین لوگ تم سب دھیر
جا پر بیتی ہو کبھو سو جانے یہ پیر

لاگ تیر تروار بدن سے نکست لوہوا — سیس کٹو بن نیر پرد تر چھٹ جون رد ہو
تن مانی مین ڈار اور کاٹ کے سیس ہمارو — ہمکو بیری گھیرے چلے ہین دیت نکارو

سیس کھلی سب بیبیان اونٹون پر اسوار
پیادے زین العابدین کھینچت جائے مہار

اب کون چھورت نامنہ بیری بیر کے بانی — جات لیے دارا ہ ملت نہین جل ملن پانی
شام کو بے بس ہم تو چلے ہین رووت نینن — لو تھ اکیلی شاہ کی ہے رہ گئی رنین

پانوین کانٹے چبھین راہ چلی نہین جات
بیری بن ہونگی بھئی آج ڈلرا اور بات

تمھرے پاچھے بیر نا لیو ہم دکھ بھر سے — جو تم ہمکو مار ہیل ہیک رن مین دھر سے

گھر مین بیری پھرین اتا الت سب کو گنوا | بیر اب کس کام ہمارد جگ مین رہنو

لیکئے بیری لوٹ کے گھر کو مال و منال
دیئے کہاں سے اب کفن گئی نہ بھاد ر عال

کھینچ گھنچ تھا عیدی ہین ڈرا وین ہوا | عابد کو بستر پرسے . بر جورا ٹھا دین
جب وہ مواقت دیت دکھائی اب کہ دونوں | تم بن بھائی آج مدینہ ہو گیو سونو ہو

سبے کراو حرز ہوسے وہ آج ہماری بھانو
اب تو آئی کربلا چھوڑ مدینا گانو

اماں جلے بیر نپٹ بابا کے پیارے | پھر نہ پھرے ادھر سے اپنے کہاں سدھارے
بیر تھامرے مرین ہتو گھر بیری لوٹین ہو | ہم سے بندیوان کہو جیسے کے چھوٹین

ساتھ تمہارے جو تھے مرگئے سیس کٹائے
شہر مدینے پھر ہین کون ایسے ہو بچاسے

اجو کو رہو نہ جگ مین کا کو تیرون کو | ہین بیری اب ساتھ تمھن مین کیسے پھیرون
بیر بھتیجے پڑے ہمارے رن مین کوٹین | دیکھ کے انکو ہم سب سر کے بار کھسوٹین

تھے جو سب کے سیس کر دین دئی حق تاج
سور تو رن مین جوجھ کے رل گئے خاک مین آج

باپ کو اپنے دیکھ سکینہ تھاری رووے | ملت نہ اتنا نیر واکے تن کو دھووے
تہارڑی سو رہو نظا یہ چاہت پیاس کی مارے | بابا دیئو جواب سکینہ تمکو پکارے

رہ نہ سکت مین ایک پل چھوڑ لٹ جنت نہ تو
رووں نا تو کیا کروں بہت پڑی ہی موہ

اور کہو کیں کیا سنون قاسم کے دکھ کو | دیکھنے پائی نیک نہ دولھن واکے مکھ کو
بیاہ مین جیتا رہو نہ کو ہتو سنگھاتی | یا دولہا کے ساتھ گئے مر سبھی براتی

گھر گھیرے ٹھاڑے سبھی نیگی مانگین نیگ
دینو پوت کا سیس اب دولہا کی ماں نیگ

بیٹی ہو بلہار تمہارے مکھ سین بولو | سووت ہوسے بڑی بار تک تو آنکھین کھولو
جیوت ہو تو بیگ گرداب ہم سے بتیاں | مرگئے ہو تو کہو کلون مین کا کی چھتیاں

بابا جو تم دیکھو سبھی کنبہ کے لوگ
اب کے بچھڑے کب ملیں ندی ناؤ سنجوگ

پانی پر عباس علی کی بانہیں کاٹیں
ایسے بیری کون ہتے بیدرد کسائی
سن سن یہ دکھ ہارے ہماری چھاتی پھاٹیں
اصغر کی جن ایک ہی تیر سوں پیاس بجھائی

تال بھرے سب جگت کے ندیاں ہیں ہیں اپار
تا پر پانی نا ملے کا سیں کریں پکار

جانو جو میں ٹھور ٹھکانو نہیں بتاؤں
بات کہوں میں کا سیں مانے کو اب میری
روس سکے ہوں کہوں تو انکو بیگ مناؤں
سارے وارث راکھ کی پل میں ہوگئے ڈھیری

رہونہ کو نہیں بس پر ہم ہیں بندیوان
بیگ چھڑاؤ یا نبی اہل حرم کو آن

کر موسوں اب سودا کت گیو کہو تیا
جن کو کہت ہیں لوگ ہیں وہی سکھیا
ہو رگئی بن نیر کے گھر کی تیا
بن وارث حیران پھرت ہیں ہوکر دکھیا

روت نسدن جات ہے بھر بھر آوت نین
کہا جیت سنسار کو پیاسو گیو حسین

مرثیہ دوازدہ مصرع مع دوہرہ

عابد کہتے ہیں یہ سب سے
جب سے آیا چھوڑ مدینا
میں دکھیارا کو اب رویا
اکبر اور اصغر سا بھائی
کیسا ساتھ ہمارا چھوٹا
روتا ہوں میں جگ میں تب سے
پھیر نجانا اپنا جینا
باپ چچا کربل میں سویا
تنکی تک بھی خبر نہ پائی
بیری سے گھر لتے لوٹا

لکھی ہتی جو کرم میں سیٹے مٹے نہ مول
ہونی ہتی سو ہو چکی کا سیں کہیں سول

اہل حرم سب ہوکے پیاسے
مجھ سا کون بپت کا مارا
اونو پر اسوار ترا سے
قتل ہوا گھر جس کا سارا

مین تنہا ادھٹون کے آگے　　پیر پیادہ کانٹے لاگے
طوق پڑا گردن مین بھاری　　لت اوپر تپ کی بیماری
راہ چلی جاتی نہین غم مین　　طاقت نہین ذرا اب دم مین

جو مین ٹک بھی ٹھہر کر روون ڈھاڑین مار
یا بیری سر یون کہون ماری آ تلوار

اپنا کوئی یار نہ یاور کو　　وردہا را کس کو یاور
ہے جو سکینہ بہن ہماری　　روتی ہے بابا کی پیاری
کوٹ کوٹ وہ اپنا سینا　　کہتی ہے یون اب کیا ہے جینا
بھائی بھائی کس کو کہون گی　　کیونکر جیتی اب مین رہون گی
ایسے بھائی جائین مارے　　کیدھر جا کر بہن پکارے

کس پر گذرا یہ ستم جو مجھ پر ہے آج
مین دکھیا اب کیا کرون نکست آوی لاج

اصغر تجکو گود کھلاؤن　　کھول آنکھین ٹک بل بل جاؤن
کن نے تیرے تیر لگایا　　کس بیری نے مجھکو کھپایا
بیرا مجکو اب کیون بھولا　　خالی تجھ بن ہے یہ جھولا
مان تیری روتی ہے تجکو　　چین نہین اب ایک پل مجکو
دودھ کی جاگہ اے میری جان　　حلق سے تیرے گذرے پیکان

لے لے تیرا نام اب روتی ہون دن رین
ایسا بیری کون تھا جن نے کھویا چین

اور علی کا مین ہون پوتا　　جاتا ہون اس دکھ سے روتا
بنت محمدؐ جن کی مان تھی　　کوئی ان کے سنگ نہ ساتھی
جیتا رہا نہ کوئی رن مین　　جاتی ہین یہ روتی بن مین
جاہون کس سے سیکھے جاتین　　کوئی نہ بولے ادھر آتین
ایسا کون مدینے جاوے　　سرور کو یہ خبر سناوے

جسکو نت پیاسے کہتے تھے شبیر　　اسکا بیٹا اولاد کیھو یون ہوا اسیر

ساتھ حرم کے جائیں یزیدی کافر سے بد تر وہ گیدی
جو جو دکھ آنکھوں سے دیکھا اب میں کروں کہاں تک لیکھا
مجھ پر جو گذری بیدادی کس سے ہوں میں جا فریادی
شام چلا میں تنہا جاؤں ساتھی اپنا کس کو لاؤں
چابک مار چلا دیں مجھکو تیغیں کھینچ ڈرا دیں مجھکو

چچا برادر سب موے بابا کی نزدیک
ایسا اب کوئی نہیں دکھ میں ہوئے شریک

کون پیادہ راہ چلا تھا مرنا ہی اس سے تو بھلا تھا
باپ کا ظالم حلق کٹاویں سر برچھی پر دھر لیجاویں
بابا سر پر رہا نہ جیتا کیا نن کہوں جو مجھپر بیتا
شقیوں نے مل کر بن پانی کھودی دیں کی سب آج نشانی
کیسا ہم پر آج غضب ہے حد سے باہر رنج و تعب ہے

بابا جسکا پیاس سے رن میں کھویا جاے
سو کیونکر جیتا رہے مجکو دے بتلاے

کیونکر شہر مدینے جاویں کسکو واں جا منہ دکھلاویں
انکے سر پر رکھی نہ چادر ظلم ہوا یہ صادر ان پر
قید ہوے سب جب گھر لوٹا چھوٹا وہ جو جی دے چھوٹا
ذبح کیا وہ باپ کی صورت جو بھائی تھا نبی کی صورت
قاسم دولھا کو یوں مارا لوہو میں ڈوبا سہرا سارا

آئے جو تھی بیاہ میں اس نوشہ کے ساتھ
مائی پیر ترے مین پڑے کٹ کر پاؤں ہاتھ

کون گھڑی وہ بیاہ رچایا جن نے اس کا سین کٹایا
دولھن اس کی روے گھر میں رانڈ ہوئی جی کھووے گھر میں
کہتی ہے اے دولھا میرے اب گھر میں آمد نے تیرے
کیدھر جا کے لیا ہے بسیرا اکباری ایدھر کر پھیرا

روتی ہون مین تجکو بن بن ۔ کس کی سے کے ہوے یہ ان بن

مجکو قاسم بیاہ کر کدھر گیا ہے روٹھ
لوگ کہین مارا گیا مین جانون ہون جھوٹھ

جیتون کی تو بھوک سب جانی ۔ مرتون کو بھی دیا نہ پانی ٹو
پیاس کے مارے نین یہ برسین ۔ بوند کی خاطر بچے تڑپہین لو
جاکے چچا بھی ہاتھ کٹاوے ۔ تیر پانی ہاتھ نہ آوے
پانی پر کیا کچھ بیتا ۔ جو کوئی گیا نہ آیا جیتا
پانی کی ہر موج تھی کالا ۔ دہان جو گیا اُس کو ڈس ڈالا

باپ چچا اور بھانجے بھائی اور غمخوار
ایک ہی باری مر گئے پیاسے ندی کنار

جتنے بھائی جان تھے میرے ۔ سب دان ہو گئے خاک کے ڈھیرے
ایسا کون جو مجھ تک آوے ۔ مجھ بیکس کی پیر بٹاوے
مین جو حرم سو وہ بیچاری ۔ مرتی ہین غربت کی ماری
پھوپھیان میری باپ کو رووین ۔ مان رو رو جی مجھپر کھووین
بہنین مین جو سو یون پیٹین ۔ لہو کی اُڑ اُڑ پڑتی ہین چھیٹین

جگ مین اکیلی ہون ہمدم بن آج چین
کون تسلی دے ہمین کیونکر آوے چین

وہ بابا جس کو پیغمبر ۔ جی سے بھی رکھتے تھے بہتر
جس بابا کا باپ ہو حیدر ۔ قبضے مین ہوا اُس کے کوثر
لب سوکھے بن پانی جس کے ۔ خاک اور خون مین پڑا وہ جسکے
سر نیزے پر ہووے اُس کا ۔ شمر لعین جی کھووے اُسکا
آج عجب کچھ ظلم و ستم ہے ۔ دین کا والی یون بیدم ہے

ان انکھون سے یہ ستم مجھسے دیکھا جائے
یا تک رووں رات دن تا کچھ نظر نہ آئے

پھر نہ کسی نے مجھے دکھایا ۔ وہ جو تھا زہرا کا جایا

یاد آتا ہے جب وہ اصغر — مجھ دل پر گذرے ہے محشر
اکبر بھائی میرا پیارا — تن سے اُس کا سر ہے اُتارا
قاسم دولھا کہ وہ جوانی — میرے چچا کی تھی جو نشانی
یاد آتی ہے مجکو ہردم — برچھی سے لاگے ہے پیہم

جب پہونچونگا شام مین ظالم کے دربار
یہی کہونگا قتل کرا دے سب اک بار

گردون کو اب یہ خوش آیا — تک بھی آج نہ وہ شرمایا
آل نبی کیا اس لائق تھے — سب عالم سے وہ فایق تھے
جسکو اُن نے یون کٹوایا — لٹوا کر وہ گھر پھٹوایا
آگ دلائی ویسے گھر کو — سب ساجد تھے جس کے در کو
عقل سے بہرہ جسکو ہووے — خواہش دل کی اُس سے کھووے

کیا کہیے اس چرخ کو ایسا ہوئے پیر
ہمسون کی بھی ہیبت کی ذرہ بجائی پیر

ہو جو محب ہمارا کوئی — حق مین اُسکے نہ ہے یہ نکوئی
حال ہمارے پر غم کھاوے — جنت مین وہ بیشک جاوے
درد ہمارے مین جو جیوے — کوثر کا وہ پانی پیوے
قطرہ آنسو کا جو ڈالے — بخشایش کا تمغہ وہ پالے
روے یا خلقت کو رلاوے — دوزخ کی آنچ اُسکے نہ آوے

عالم جسکو اے سودا کہے مدام امام
جگ مین تو بھی رو ہوئے لے اُسکا نام



اعتراضات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سطرے چند بطور دیباچہ تصنیف یکی از تلامذهٔ ارشد مرزا رفیع المتخلص بسودا مع قصیده
نه صد و پنجاه شعر بنظر مہتمم این مطبع در آمد داخل کلیات مجوز سمات کرده شد
مرزا محمد رفیع السودا آنچه از مدائح فضل و کمال این مرد بزرگ معذور زمانه زبان و بیان و بنان است
و این معنی مثل آفتاب انور بر همه عالم روشن است و آنچه بعضی صاحبان سابق و حال
از شیخ و شاب ملال خاطر بهم رسانیده چیزکی در حق ملازمانش تعبیر کرده دل را خالی کرده اند و
میکنند زیاده از ذهن ایشان است ناحق ستم بر نامه و خامه نموده و عبث راه انصافی بیهوده
چرا که در عالم سخن هندی مرتبه مرزا بکمال رسیده و این فن بسر حد اتمام رسانیده از عرش
برین گذرانیده که نردبان فکر و اندیشه این مردم را ادعاے رسائی آن رواق بلند خیالے
است محال بل حرف ست دور از خیال زیاده گوئی خود را مضحکه روزگار ساخته اند و عبث
بلاف و گزاف برزبان ها در انداخته اگرچه مرزا فاخر متخلص بمکین نیز بسبب شکر آبی که فیما بین
جناب رفیع و مرزا مذکور از لکھنؤ بمیان آمده بود چنانچه از رساله عبرة الغافلین مفصل و
مشروحاً احوال واضح مے شود لیکن آخر از تازیانه تحمل و اغماض آن جناب متنبه گشته بتقریر
این الفاظ که با این همه بیان واقع آن ست که مرزا رفیع سودا یگانه روزگار بوده است
مقر کمال آن جناب گردید و قطع نظر از اخلاق حمیده از کمالات بلاغت و فصاحت
شعر و سخن جناب رفیع حقی برین فرقه بل هر که سر بسخن هندی داشته باشد گذاشته اند که
هیچکس از عهده شکر آن برون نمی تواند برآید و احدے اداے این دام
نباید نمود چه بر صاحبان سخن و مالکان این فن هویداست که بعد انقضاے دوره
فارسے گویان نوبت پادشاهی ملک سخنورے ریخته هندی بولی دکھنی و باخی و ابرو وغیره
رسید طور و طریق فصاحت بلاغت و متانت را صاف یک لخت از صفحهٔ روزگار برانداخته
و از خشت و گل محاوره کج مج تلاش ایهام و بزبان خام بموجب خاطر خواه خود قصری بلند
برافراختند نه بر غرفه مضمون آن شاهد رعنای فصاحت و بلاغت جلوه پیرادنه بربام خیالاتش
ماهروے باداے تازه و نزاکت و متانت سرگرم تماشا دل دادگان شاهد رعنای اشعار
دردمندانه ازین جهت همیشه در آتش غم می سوختند و تیر در جگر خوردگان عشق بیان

مضامین معاملہ واو ااز این تشویش ہموارہ سنگ بلا بسینہ میکوفتند اخنک حسرت الم دیدہ میراشد تا آنکہ فضل وکرم ایزد باری بابخت وطالع سخنوران مددگاری کردہ آن جماعہ درزاویہ عدم متواری کہ آفتاب ظہور جناب مرزا رفیع سودا از مطلع فضل وکمال شارق وبازغ گردیدہ این فرقہ دستخوش غم وجماعہ پایمال الم کہ راقم حروف ہم از آنان گروہ است بداد خود رسید برصدق مقال این رہیمان ناقل بیان تمام کلام بلاغت نظام آن قدوہ متاخرین بل فخر متقدمین ومتوسطین خصوص قصائد ومثنویات وغزل شاہدیست روشن وبرہانیست مبرہن اگرچہ این احقر العباد ضراعت نہاد کہ ناآشنای قلمرو سواد بل بیگانہ اقلیم استعداد است نہ چیزی باغرہ دیگر عناد دارد ونہ بجناب مرزا رفیع کہ خلاق معانی تازہ گذشتہ زیادہ از انہا اتحاد لیکن چون مصرع الضاف شیوہ ایست کہ بالای طاعتہا است + وہم شیفتہ نازنین صنمان افکار دردمندانہ وگرفتار عنبرین مویان اشعار متین وعاشقانہ است داز کمان ابروی شاہدان کافر کیش خانہ برانداز مضامین وکلام متین تیر در جگر خوردہ وخامہ صبر وقرارش را سیلاب عشق کافرنگاہان سخنان محاورہ قدبسیلاب بردہ وجناب مرزا درا حیای اموات نخاک خفتگان این علم مسیحائی بعمل آوردہ اندلاجرم در تحریر این سطور واداء وام آن مغفور مبرور مجبور گردیدا امید از سخن فہمان معنی یار وصاحب کاملان انصاف شعار آن ست کہ مطعون خود نمائی نگردد این چند اوراق برای مہرکردن دہان زیادہ گویان مرقوم میگردد۔

قصیدہ

کیا حضرت سودا نے کی لے مصحفی تقصیر
کرتا ہی جو ہجو اوس کی تو پھر مطلع مین تحریر

خجلی سخن سے ہی جو آفاق کا ممدوح
سو اوسکی تو اور اوسکے سخن کی کہے تحقیر

جو شاعری سے ہے غیرت نقاشیٔ مانی
جن شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر

جو شاعری پہونچی ہی فرنگ صفاہان
اور سکے عرب تا عجم اوس نے کیا تسخیر

کرتا ہو تو اوس شاعری کی ہجو ومذمت
جو شاعری خورشید کی صورت ہی جہانگیر

یہ سکے جو پر مغز ہین کہتے ہین سمجھے پوچ
اور پوچ ترا دپوچ تری جانئین تقریر

فضل وہنر وعلم مین گذرے ہین جو کامل
ہرایک سے ہین وہ مقر اپنے یہ تحقیر

اس مرتبہ نفس انہی کے سے کسکے مذ ہے
خالق نے کیا تھا تب انہین صاحب توقیر

مغرور جو اتنا ہے تو اس بد ہنری پر ۔۔۔ کیا کبر و منی سے تیری طینت کا ہے تخمیر
دیکھا تو یہ غرہ ہے ترا از رہ تحقیق ۔۔۔ مغرور ہے تو ہے یہ ترے حمق کی تقصیر
کمزد جو اپنے تئین جانے ہے زبردست ۔۔۔ بے شبہ و شک آئے ہی ہر ایک کی دہ زیر
گذرے ہین جو استاد سخن اپنے وہ اشعار ۔۔۔ سب کر گئے ہین فخر و مباہات مین تحریر
بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے تیرا ۔۔۔ الفاظ نہین ارادہ ہو ترا کیونکر گرہ گیر
یہ شعر ہی تقریر یہ ہین سب بے معنی کہ جنہین ۔۔۔ تو شاعری کے دعوے کی مجنونکی ہے بم و زیر
سو مضمونکے واسطے تا اسکو نہین وہ ۔۔۔ مضمون کو کیا اوسکی ہین اس بحر مین زنجیر

شعر مصحفی

شانہ پہ میرے مہر نبوت نہین نہین ۔۔۔ کرتا ہین صاف دعوی وحی و پیمبری

مضمون شعر مصحفی

شانہ پہ نہین مہر نبوت نہین کرتا ۔۔۔ پیغمبری و وحی کے دعوے کی مین تشہیر
یہ بات جو واہی تو بکا ہند کر آنکھین ۔۔۔ اس حرف سے کیا پاسے تری شاعری توقیر
تخصیص یہ تجھ سے ہے نہین شانہ پہ جس کے ۔۔۔ ہو مہر نبوت کرے دعوے یہ ہوا ہیر
اس شعر سے کچھ شعر کا فخر یہ نہ نکلا ۔۔۔ اور پوچ یہ بک کر تو ہوا اہل تکفیر
اس مہر نبوت کے جو مضمون کو تو لایا ۔۔۔ نزدیک تری فہم کے ہے تازہ یہ تقریر
اولجھا دیا اس تازگی معنی نے ڈالا ۔۔۔ عاجز جسے سلجھانے مین ہے ناخن تدبیر
لائے ہین کہین مہر نبوت کا وہ مذکور ۔۔۔ جو شاعری کے فن مین ہین پیر ہین مشاہیر

مضمون منہ

سودا کے تئین کہتے ہین تھا شاعر مغلق ۔۔۔ کیا مصرعہ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر
سو شاعری اوسکی تو بلیغونپہ عیان ہے ۔۔۔ بے معنی ترا اوس سے ہے زیادہ یہ تسطیر
سودا کو کوئی شاعر مغلق نہین کہتا ۔۔۔ مغلق یہ سبب ہے از رہ بہتان تری تقریر
کہتے ہین وہ خلاق معانی تھا جہانین ۔۔۔ مذکور جہانگیر آئے ہے سودا کا بہ تقریر

تو جانے ہے بلیغ آپ کو اور تیری حماقت
کرتی ہے سدا جہل کی بنیاد کو تعمیر

دعوائے بلاغت کا تری ہے یہی مصداق
اس قطعہ کو اسواسطے کرتا ہوں تحریر

کیا خوب مضامین میں کرتا ہے مذمت
محمودون کی تو اپنے ہو آزردہ و دلگیر

منہ

بعضے حمقا کا جو پدر ہووے ہے گا سے
آنے سے پیری کے جوانی ہی میں جن پیر

از روئے تناسب وہ اُسی زال سمجھکر
کہتے ہیں کہ ہم رستم دستان کے ہیں ہمشیر

پھر اسپہ یہ دعوی کہ کہیں شیر سے مارا
کرلائے جو صحرا کی سیہ گربہ کو نخچیر

پرتے جو ہیں ملک موت سے تیر بن میز
کب شیر کے بچے سے کرین نسبت خنزیر

کیا اسب معانی کو کدا دیگا وہ جن پاس
نے پوزی نہ پٹا نہ فراخی ہے نہ خوگیر

مصنف

ہے سب یہ تری شاعری اعجوبہ ولیکن
اعجوبہ تر اس سب سے ہے خنزیر کی تقریر

دعوائے بلاغت کا سبب حمق ہے تیرا
طینت کا بلیغون کی نہ ہو حمق سے تخمیر

ہے واقعہ میں جو کہ حقیقت کا تری حال
دریافت کر اسکے تئین سکتے ہیں جہانگیر

گر عمر طبیعی کو بھی پہونچے تو یقین ہے
پہونچے نہ بلاغت کو تو نا بالغون کی سیر

تو حمق کو جانے ہے بلاغت سو کیا ہے
خامہ نے بلیغون کے ترے حق میں یہ تحریر

کرتی ہے بلاغت پہ تری لعن بلاغت
سن تیری فصاحت پہ فصاحت کی یہ تقریر

اے مصحفی جانے ہے تو اپنا جو دیوان
نفرین خلائق کی ہے گویا کہ وہ جاگیر

جو مانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ
صورت کشی معنی و مضمون میں تشہیر

مضمون و معانی سے نہیں بہرہ کچھ اسکو
کہتو وہ زبان جس سے تو کرتا ہے یہ تقریر

رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک
باریکی مضمون کی دیکھ اوسکے تصاویر

پرداز معانی کی ہیں کس رنگ سے چہرہ
اور کیسی معانی سے ہے ادن چہرونکی تحریر

انداز رقم چہرونکی ادن حوروشونکے
تصویر بھی ہے دیکھ کے غرق خوی تشویر

خم بھوئی کمان دیکھے کر اونکا خم ابرو
مژگان کی بھی دیکھ اکڑ کے نہ چلے تیر

ابرو غمزہ و چشم و نگہ ناز و کرشمہ
چشم اونکی مین اوستاد ز کہا ہی یہ غمزہ
رخسار ہین اونکے وہ بہر رنگ کہ جنکے
خوبی خط اونکے ہی بنفشہ کو ہی سودا
زیبندہ ہیے زلف و فریبندہ ہی خال
محبوبی و انداز و ادا خوبی و شوخی
دیکھ اونکے قد و قامت و رفتار کا عالم
بہزاد سخن تھا وہ جب اس طرح سے اوسنے
ہین جیسے ہزارون بہان چیت نگارو
اقلیم سخن ہین تھا وہ بہزاد کا اوستاد
روغن کسی معانی کے تو اور رنگ سخن سے
طرز ای تقریر کو سمجھے گا نہ ہرگز
الوان معانی سے تو آگاہ ہو کیونکر
سودا کے مضامین کا چربا ہے تجھ سے
اعجاز کو سودا کے اور افسون کو اپنے
گوسالہ کو جبرئیل سے کیا نسبت کیا ربط
ہو داغ بر من کا نہ کبھا وسکے برابر
دعوی کرے ہے ہمسری و ہم سخنی کا
اسکو تو یقین جان کہ بیہودہ ہوا ہے
سودا کی جو تحریر معانی ہے مساوی
بازار کی صورت ہو اگر اوس کے برابر
ٹک دیدۂ تفہیم سے تو دیکھ وہ دیوان
آئینہ عروسان معانی کا ہے گویا
دیوان کو تمدون حکیا بلک جہا نہین
اے شبپرہ بینائی مین آنکھین ہین تری کو

کی یکسر مو کھینچنے مین اوس نے نہ تقصیر
سوراخ ہی جس سے جگر عاشق دلگیر
گل ڈالے ہی غیرت سے گریباں کی تیئن چیر
مرغول ہیے زلف سی سنبل ہی بزنجیر
دکھلا خرد و ہوش کو کرتے ہین وہ تسخیر
ہر عضو مین اونکے ہی بھری اوسنے یہ توقیر
حیران کھڑا سرو ہے شمشاد زمین گیر
کھینچین ہین نگاران معانی کی تصاویر
جو سمجھین نہ پرواز کو اور جانے نہ تحریر
تب کھینچ گیا حسن معانی کی تصاویر
واقف نہین کیا جانیگا تو کھینچ کے تصویر
گر دے کی سخن کے نہین آئی تجھے تدبیر
یہ رنگ کراتی نہین ہرگز تجھے تقطیر
اتنی بھی لیاقت نہین رکھتی تری تقریر
یک پلہ سمجھتا ہی تو لے سامری سے پیر
فرعون کو ہو موسی عمران کی نہ توقیر
بخشی ہے خدا نے ید بیضا کو جو تنویر
ساتھ اوسکے تو لے مادۂ حیلہ و تزویر
تیرے سر مغز مین یہ خبط گرہ گیر
تب اوس سے ہے تیری یہ ہوہ بیہودہ یہ تقریر
ہووے جو بنائی ہوئی بہزاد کی تصویر
تا سیر مرقعے سے طبیعت ہو تری سیر
از بسکہ پر از نور و صفا اوسکی ہے تقریر
ہو جائیگا یہ نگار خانۂ چین کر گیا تعمیر
اوس پر تو خورشید کی مطلق نہین تقصیر

بہر طلب فائدہ خوش گوئی سودا
تو غور سے گر دیکھتا لے حمق کی تصویر

اندیشہ تو بے معنی تری طبع کا ہو خضر
کرتا نہ تجھے وادی بدگوئی کا رہگیر

پر کثرت نشہ سے نئے حمق کی تجکو
فرصت نہ دی اک آن جو آنکھونکے تئین چیر

حسن و سخن و لطف بیان دیکھتا اوسکا
اور بکتا نہ ہذیان یہ لے واہیونکے پھیر

منہ

سچ پوچھو تو اردو کی فقط صاف زبان ہی
مضمون نہین کرجاتا زنہار وہ تحریر

اوس شاعر ساحر کی کہے حق مین تو یہ بات
ہے تیری حماقت کی دلیل اب یہی تقریر

سودا کے سخن کے تئین اوستاد تو اپنا
کرتا اگر لے جرعہ کش بادہ تقصیر

اسطرح سے میدانین تقریر و بیان کے
یہ ٹھوکرین کھا کھا کے نہوتا زبر و زیر

دیکھ اونکے کلامونکو جو تھے ماسبق اوسکے
اوستاد بنا ہر کوئی زیر فلک پیر

ہوتے وہ اگر تیری طرح حمق کے پابند
تو قطع نہو جاتی وہ اوستادی کی زنجیر

اتبک ہی اسی بات کا یہ سلسلہ جاری
ہین سب ہوئے اوستاد بتقدیم و بتاخیر

تو اوسکو کہے صاف زبان دیکھکے جسکی
نقاشی کو ہے خاک بسر کردہ تصویر

کیا سہل سمجھتا ہی تو اوس صاف زبان کو
گر سات جنم لیوے تو بالفرض و تقدیر

ویسا نہو یک لفظ زبان سے ترے جاری
پیدا کرے ہرگز نہ ترا نطق وہ توقیر

یہ شعر جو بے معنی و واہی تو بکا ہے
اس طرح کیا مصرعون کو اوسکے بین زنجیر

معنا اوسمین بھی تو غور سے دیکھے تو بہت جا
یون مصرع اول کو تو لایا ہے بہ تقدیر

منہ

معنی ستم لفظ سے فریاد کنان ہے
اور مصرعۂ ثانی مین یہ مضمون ہی گرہ گیر

اتنا تجھے سوجھا نہ یہ کرتا ہون مین جسکے
نطق و سخن و شاعری و شعر کی تحقیر

عالم کے جہانین صفحات دل و جان پر
نقش حجر آسا سخن اوسکے کی ہے تحریر

سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خدا نے
سنکر جسے تحسین کو دشمن نکرے دیر

تو بہر ہی جو اسطرح سے بدگوئی کرے ہی
سودا کے سخن سنجی کی اے مایۂ تزویر

اوس انوری ہند نے دیوان مین اپنے ۔ اک شعر کیا ہے اسی مضمون کا تحریر

سودا

ہے تیری صفائے سخن آئینہ کے مانند ۔ جو بد ہے لگا دیکھ اوسے بد کرنے وہ تقریر
موندا انکھوں کو اسطرح جو منہ تو نے دیا کھول ۔ اس حرف کا سمجھانا تو اتنا زبر و زیر
کہتا ہی تو یہ جس سخن ایجاد کے حق مین ۔ اوسکے سخن و شعر کا آفاق ہے تسخیر
یہ شعر ترے جو سنے گا ہجو مین اوسکے ۔ بد کہنے مین ہرگز نہ کرے گا ترے تاخیر
مین تجھسے یہ پوچھون ہون بتا کیا ہے وہ معنی ۔ جو ہے ستم لفظ سے فریادی و دلگیر
کس شخص مین ہین اوسکے سے الفاظ و معانی ۔ شاعر جہان جتنے ہین گمنام و مشاہیر
فکر اوسکے نے بخشا ہے معانی کو جو کچھ رنگ ۔ یون لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر
سودا کی فصاحت ہے جو کچھ نظم بیان مین ۔ رکھتی وہ فصاحت نہین خاقانی کی تقریر
دی اوسنے وہ الفاظ و معانی کو بلاغت ۔ چھپتا ہے کہ خلق جو سحبان کا اوسے پیر
ہر معنی و ہر لفظ ہے خورشید سا روشن ۔ ہر شعر مین خامہ نے کیا اون کے جو تحریر
اشعار کے ملحوظ مراتب کے قراین ۔ جسطرح سے تھے اوسکو وہ کب آئین یہ تقریر
یکسر کے قصیدہ سے غزل تا بہ مخمس ۔ ترجیع سے تا مثنوی وہ فخر تحاریر
مطلع سے غرض کھینچ گیا تا حد مقطع ۔ ہر شعر مین معنی کے جدی رنگ سے تصویر
انداز ہر اک اوسکے قصیدہ کا جو دیکھو ۔ تمہید سے ہے تا گریز اک ہی تقریر
وہ ربط سخن اور وہ آئین بیان کا ۔ پاوے نہ کبھو کوئی کرے کیسی ہی تدبیر
دعوے جو کرے ہمسری کا شعر مین اوس سے ۔ داناؤن مین ہوتا ہے بہ تحقیق وہ تشہیر
ہر چند اوڑے عرش پہ جا ذہن کسی کا ۔ ہر فن سے کے سودا کے رہیگا وہ سدا زیر
مضمون کی بھی پھلجھڑی گویا ذہن اوسکا ۔ کیا منہ جو کہے کوئی وہ گلریزی تقریر
گو نام کو ہندی ہے پر از فارسی سے وہ ۔ اشعار مین اوسکے وہ مضامین ہین گرہ گیر
کب سیر گلستان کی خوش آوے اوسے رکھے ۔ دیوان کو سودا کے نظر اپنی کی جو زیر
وہ مخترع طرز کہ طرز قدما پر ۔ کھینچا خط نسخ اوسکے ہی خامہ نے بہ تحریر
رنگ سخن ریختہ کرتا ہے اوسی کا ۔ اب فارسی کا رنگ رخ اوستادوں کی تغییر

وہ بادی راہ سخن ریختہ جس کے　　سب پیرون مین وہ پیشروی کر گئے ہین پیر
جن روزون مین حامل تھا سخن کا اوس اکمل　　تھی میر کی تب مبتدیانہ ہی نہ تقریر
تو ویسے کی اذکار کو از بسکہ ہرک جا　　سو جب وہ بتقریب چلا آتا ہے بہ تحقیر
اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ تیرا سخن و شعر　　نزدیک خلائق کے ہے پلے رتبہ و توقیر
چھائی تری آنکھو نپہ زبس حمق کی چربی　　اندھا ہے تو اسمین نہین مطلق تری تقصیر
بینائی اگر ہوتی ترے دیدۂ دل مین　　یون موندکے آنکھون کو نکرتا تو یہ تقریر
کہتے ہین کہ سودا نہین اس عہد مین اب ہی　　یہ حرف بھی کیا محض غلط رکھتا ہے تشہیر
سودا جو نہین ہی تو ہمین تو ہون بیٹھا　　سودا کی جگہ مسند معنی پہ بہ توقیر
پر دیدۂ انصاف زبس کور ہین مجکو　　ور دی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر
سودا کی جگہ پر تو زبان اپنی سے ایسا　　جا بیٹھا وہ گویا ترے بابا کی تھی جاگیر
تا کفش کن اوسکی نہ تیرا او پہنچے کبھو وہم　　دی اوسکی جگہ کے تئین خالق نے یہ توقیر
سودا کی جگہ کے تو ملائک ہین نگہبان　　وان جا نہین سکتا ہے خیال فلک پیر
کرتا ہے جو شیطان کیطرح جانیکا وان عزم　　بھگواتے ہین وہ مار کے آتش کے اسے تیر
سودا کی جو مسند ہے معانی کی ہو او سپہر　　کہتا ہے تو بیٹھا ہون مین باعزت و توقیر
کی لاف زنی تو نے جو بیہودہ یہ سنکر　　دانا تجھے دشنام دے کرتے ہین یہ تقریر
بیٹھیگا تو کسطرح سے سودا کی جگہ پر　　شیرون کی جگہ پر نہین بیٹھا کبھو خنزیر
سودا کی جگہ سے ہے تجھے فاصلا اتنا　　جتنا کہ تفاوت رکھے توقیر سے تحقیر
ہین دیدۂ انصاف تو خورشید سے روشن　　کھو دی سبل حمق نے لیکن تری تبصیر
ہر کوئی سمجھتا ہے تجھے ذرۂ درکش سودا　　گر صاف سخن طبع سے پاتا تری تقطیر
کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے　　ذرہ مین کہان مہر جہانتاب کی تنویر
جس جا ہین کہ جا صاف سخن اوسنے پیا ہی　　اوس جا نہ فرشتہ کے تئین لے گئی تقدیر
گذرا ہے وہ عالم مین اک اوستاد زبردست　　کیا کیا کرون اوصاف سخن اوسکی مین تحریر
خوبی معانی کہون یا بندش الفاظ　　پاکیزہ بیانی کہون یا ساقی تقریر
تھی ریختہ کی قدر خزف ریزہ سے کمتر　　دی اوسکی زبان نے گہر و لعل کی توقیر
عالم مین وہ اک قلزم زخار سخن تھا　　مضمون گہر اور آپ تھا غواص گہر گیر

تھا نقد سخن نا سرہ و قلب سے بد تر
نیسان کا سحاب آب خجالت سے ہوا دیکھ
حیرت زدہ آفاق میں میں دیکھکے اوسکے
شبنم نہیں گلشن میں دم صبح گلون پر
اکثر جہلا کہتے ہین اوستادون کی اوسنے
رکھی ہے ہمین آٹھ پہر سیر سخن کی
یک حرف مشابہ کسی مضمون کا اونکے
جو اوسنے مضامین زبردست ہین باندھے
تو نام لے اوس خالق معنی کی جگہ کا
زور آوری شاعری مین تو نے کیا ہے
آوین نہ کرین مجھ سے فن شعر مین پنجہ
جسطرح فن شاعری مین کرنے کو پنجہ
اول تو تجھے میر سے کیا ہے نسبت
سودا کو پہ لکھنے بیٹھے جو کہتا ہی تو اون کو
ہر چند کہ بھی میر کے ادبر یہ منھ آیا
اس پہ لکھنے کو اور کھانیکو کیا کہتے ہین سگ
آفاق مین آئے ہین سبھی مرنے کے خاطر
جاتا ہے چلا قافلا اسکا سے لپس و پیش
اے صورت مردہ شو تو نہین سمجھے تو مردہ
ہین مار گئے نقش وہ ایسا کہ نہ ہرگز
دیوان جہا نمین وہ گئے رکھ سخن ایسا
کب مرتے ہین مقبول جناب احدی کے
جو گذرے ہین مقبول خدا نقش انھونکے
جسطرح نگینہ پہ عقیق جگری کے
گر کھایا ہی کتون کے مگر تو نے سخن کے

قلم اوسکی نے خالص کیا جون زر گری اکسیر
اوسکے دہن لب کی گہرباری و تقریر
الوان مضامین کو لکھا سے تصاویر
دیکھ اوسکی معانی کو ہین غرق عرق خوے تشویر
ہین سارے مضامین چرا کر کیے تحریر
اوسکے جو ہین آفاق مین اوستاد مشاہیر
پاتے نہین اوسمین جو وہ سودا کی ہے تقریر
رستم نے کب اسطرح سے دیوونکو کیا زیر
اس بے ادبی کی تجھے اللہ سے تعزیر
اس شعر کے مضمون کو نئی طرح سے تحریر
سودا نہین بیٹھے تو ہین سودا کی جگہ میر
للکارے ہی تو میر کو ہے طرفہ یہ تقریر
زنہار چھچھورون سے نہ ہنجھ کرین گنبھیر
کیا لکھنے مین سودا کے ہوے ایسا وہ دلگیر
پیرا سمین بیان کر گیا سودا کی بھی تحقیر
ظلمہ ہین سب اوسکے جو اجل نام ہے اک شیر
بر باد فنا خانۂ دنیا کی ہے تعمیر
پر مصلحت وقت کوئی زود کوئی دیر
جو زندۂ جاوید ہین از خوبی تقدیر
تا حشر اوسکے صفحۂ عالم سے وہ تحریر
نام انکا رہا تا بہ ابد جس سے بتوقیر
جو مردہ کہے انکو وہ مردود ہے بے پیر
ہر دل پہ ہے اسطرح سے تقریر کی تاثیر
کرتا ہے کوئی خامۂ الماس سے تحریر
یہ فیض بغیر اوسکے نہ پاتی تری تقریر

جون کر گیا وہ سارے زمانے کی مذمت … کرتا ہی اوسطرح سے ہر ایک کی تحقیر
رکھتا نہین اوس مہر سے ذرہ کی بھی نسبت … کر اوسکی نہ تقلید کی دل اپنے مین تدبیر
تھا اہل ولایت سے وہ اور شاعر عالم … اوسکا بھان ہو نہ سکا کوئی گلو گیر
کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اوسنے … پر اس سے طرف اوسکے نہ عاید ہوئی تقصیر
ہی ایک سبب یہ کہ وہ خود آپ مغل تھا … اور جتنے بزرگ اوسکے تھے مغلونکے تھے وہ پیر
اور دوسرے مغلونکی ہے خلقت مین تجبر … کرتے ہین سدا ہندیون کو یاد بہ تحقیر
اور تیسرے ذہن اوسکا سا پیدا کرے کوئی … یہ بھی ہے محالات سے نزد خرد پیر
متعدد رکھا اوسکے تئین کتنی جہت سے … اک شخص سے ایسی ہی موافق ہوئی تقدیر
کیا اپنے مین تو فضل و بزرگی و مشیخت … سمجھا ہی بتا لے زر تحمیق کی اکسیر
ظاہر ہی حسب اور نسب بھی ترا مجہول … تحقیر کو ننگ اوس سے ہی تیری ہی جو توقیر
حیران ہون مین ایسے نسب اور حسب پر … اس عُجب و تکبر مین تو کرتا نہین تقصیر
باطن سے ترے کھائے نہ بدباطنی لگا … ظاہر کی بدی ہی تری آفاق مین تشہیر
اس ظاہر و باطن یہ کرامت کیجیو روزی … یہ صورت و سیرت کسی کافر کو بھی تقدیر
مرزا کو ترے سامنے مطلق نہین کچھ قدر … یک ذرہ نہین پاس ترے میر کو توقیر
بے پیر تو کہتا ہی جنھین اونکی زبانی … مطلع ہی یہ پہونچے نہ جسے مہر کی تنویر

مطلع

بے پیر فقط تو ہے کسی کی نہین تقصیر … سودا اسا نہ کہہ جانے لے خلق کو بے پیر
کہتا ہی جو ہر ایکو ایسا تو یہ کہہ مجھکو … دُردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر
کس بات مین سمجھین تجھے دُردی کش سودا … طینت کا ترے صاف سخن سے نہین تخمیر
لڑتا ہی عبث خلق سے اے جاہل نادان … دانا ہو تو دے طبع و زبان اپنی کو تعزیر
کیون خلق کو تو دیتا ہی جھنجھلا کے یہ دشنام … بے پوچ آپ بکے خلق کی ثابت کرے تقصیر
یہ گالیان دے چاہیے تو اپنی زبان کو … عاجز ہی جو کر سکتے ہین سودا کی سی تقریر
کاہیکو تو نار حسد اوسکے مین جلے ہے … سر پھوڑنے سے فائدہ راضی ہو بتقدیر
ہر ایک کو حصہ ہے دیا اوسکے مناسب … قسّام نے قسمت کی جو تقسیم کی جاگیر

جس جس کسی کا حوصلہ و ظرف تھا جتنا
اوتنا ہی اوسے بادۂ حکمت سے کیا سیر

تجھکو دیئے یکسر خزف اوسکو گہر و لعل
اور اوسکو دیا آب بقا تجھکو گل تیر

یک قطرہ بھی پینے کی اگرچہ ہوئی مانع
دریا مین سے فیضان سخن کے تری تقدیر

جس رتبہ مین کم ظرفی و بیحوصلگی ہے
تیری سو بیان اوسکے مین حیران ہے تقریر

پایا تو سراب آب کے دھوکے مین پر اوسکی
ہے آب بقا کی ترے عندیہ مین توقیر

گھٹ جاتی تری شاعری کی کچھ نہ شیئت
سودا کو اگر یاد نہ کرتا تو بہ تحقیر

گو نطق مین شرکت ہے تجھے پر تجھے اوس سے
ہمسری تدبیر نہ ہرگز کرے تقدیر

تیرے سخن اور اوسکے مین اتنا ہی تفاوت
جتنا کہ تفاوت رکھے ہے خاک سے اکسیر

ہوش و خرد و فہم و ذکا عقل و فراست
ہر اک کو دیا حق نے جوان ہے کوئی یا پیر

تا نیک و بد ہر جو ہے روز سے یا شب
کر نہین تفاوت کے نہ اوسکے کرے تاخیر

ہے خوبی تمیز سے ساری یہ کہ ہر ایک
کرتا ہے جدا عنبر و عطر و بصل و سیر

ہرگز نہ کہے چرخ برین کوئی زمین کو
تاریکی شب کو نہ کہین مہر کی تنویر

تیرے سخن اور اوسکے سخن کو کہے یکسان
تمیز سے بے بہرہ ازل سے ہو جو بے پیر

ایجاد کیا اوسنے کہ جس طرز و روش کو
سو اوسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر

نطق اوسکے نے بخشی ہے سخن کو جو حلاوت
وہ لطف نہ پیدا کرین ملکر شکر و شیر

گر غور و تامل سخن و شعر کسیکا
کرتا ہے بجز فضل حق آفاق کو تسخیر

جس شخص کی تعلیم الٰہی کرے تکمیل
رو کش ہو جو اوس سے کرے اپنے تئین تشہیر

لے مدعی ان ہیتون نین خود کھینچ گیا ہے
پہلے ہی تری صورت و سیرت کی وہ تصویر

از سودا

پکڑی جو لٹورے نے کہین کھیتی سے جڑیا
سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر

باشب کو بیا گھوسلے مین جگنو کو لاکر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

یہ بات جُدی ہے کہ وہ مہر آپ کو سمجھے
دم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

مصنف

مناسب ہے یہ قصیدہ وُ نے ترے نعت قصیدہ
اس واسطے اشعار کیے اوسکے ہین تحریر

تا اسکے معانی کو سنین اہل معانی
اور دیکھین بلاغت تری اے بیہدہ تقریر

گل کترے ہین جو تو نے سر لک سخن اوسکے
دیکھے گر اونھین دنگ ہے گلشن کشمیر

مصحفی

گر باز معانی کا یہ سے ہووے ہوا گیر
پیدا کرین احرار ہوا حکم عصا فیر

مصنف

کیا باز معانی ہے ترا خوف سے جسکے
پیدا کرین احرار ہوا حکم عصا فیر

احرار و معانی کو کیا تو نے ہے اکجا
ہرگز کسی اوستاد کو سوجھی نہ یہ تدبیر

گذرے ہین جو کامل سخن اونکے قدم پر
جو کوئی چلا جاے ہے منزل کا ہو رہگیر

بے دغدغہ پہونچے ہے وہ تا منزل معنی
اس خوبی سے جسطرح کہ پہونچے بہدف تیر

پیرو تو ہوا کو نسے گمراہ کا جس نے
پاؤن مین ترے ڈالی ضلالت کی یہ زنجیر

بولا کوئی اوستاد نہ اسطرح سے اک لفظ
جو کچھ ہے معانی کے بیان مین تری تقریر

مطلق شعرا کی نہین تقریر سے اگلا
اسطرح سے کرتا ہے تو کہ شعر کو تحریر

بولین ہین معانی کو ہزارون جگہ اوستاد
طائر بھی کہا اور مرغ بھی اور وحشی و نخچیر

لیکن کہین احرار ہوا کو نہین لائے
دی کتنی ہی معنی کے تئین شوکت و توقیر

بے معنی نہ بکواے کبھی طبع کی کھجلی
گر راستی ہوتی یہ ترے اندیشہ مین جون تیر

اوستاد زبردست جو گذرے ہین اونھون نے
با فکر متین و بخیالات و بہ تدبیر

تھے عرش پہ جو بال کشا مرغ معانی
لفظونکا بچھا دام کیا اونکو گرہ گیر

اندیشہ کو شاہین و خیال اپنے کو شہباز
وہ کہہ گئے اس فن کے جو تھے موجد تقریر

معنی ہے شکار اور خیال اوسکا ہے صیاد
خود صید سے ہر چند معانی ہو ہوا گیر

اس باد معانی کے اوڑانے سے تو آباز
اور جانور و نیز اوسے زنہار نہ کر سیر

معنی کو اوڑاتا ہے کوئی جانوروں پر ۔۔۔ میں فرض کیا یہ کہ ترا باز ہوا شیر
احرار ہو اُسے جو عصافیر کو خارج ۔۔۔ کرتا ہے عصافیر نے کیا کی تری تقصیر
جتنے کہ ہیں طائر وہ سب احرار ہوا ہیں ۔۔۔ آفاق میں سیمرغ سے لے تا بہ عصافیر
تو نے تو معانی کا بنا باز اوڑایا ۔۔۔ تا پکڑلے تو اوس باز سے احرار ہوا گیر
اس شعر نے مطلع کو نہایت ہی دیا حسن ۔۔۔ اوس مطلع غزل کو تھی لازم یہی تقریر
اس شعر میں عنقا کا اگر ذکر نہ آتا ۔۔۔ احرار ہوا پاتے کسی طرح نہ توقیر

مصحفی

لیتا ہوں کماں فکر کی جب ہاتھ میں اپنے ۔۔۔ پاتا ہوں میں عنقا کے تئیں اوسکے سر تیر

مصنف

کیا چستی تری فکر کی ہے تیر و کماں میں ۔۔۔ رکھتا ہے تو عنقا کے تئیں جس سے سدا زیر
اے مصحفی عالم میں تو ہے ایک شکاری ۔۔۔ عنقا سا شکار اپنے جو پاتا ہے سر تیر
عصفور سے سیمرغ تلک سب ہیں ترے صید ۔۔۔ پاویگا نہ اونکو جو معانی کے ہیں نخچیر
کی تو نے ان الفاظ کی موزونی بہ تنخواہ ۔۔۔ پر دی انھیں زنہار معانی کی نہ جاگیر

مصحفی

او باندھوں ہوں جب شست نشانہ پہ سخن کے ۔۔۔ رہجائے ہے منہ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر

مصنف

یہ شست نشانہ پہ جو باندھے ہے سخن کے ۔۔۔ ہے اسمیں طبایع کو تردد بجا ہے سر
اس مصرع بے ربط کے معنی نہیں سمجھے ۔۔۔ رہجائے ہے منھ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر
زہ گیر کے منھ دیکھ کے رہجانے سے تیرے ۔۔۔ کیا پائی تری شاعری و تیر نے توقیر
بہتر تھا کہ دیتا کر ارادے کی تو اپنے ۔۔۔ اس شعر کے ساتھ حاشیہ میں شرح بھی تحریر
وہ شخص جو کوئی تھے اس اندیشہ کے مالک ۔۔۔ جس طائر اندیشہ کی تھا عرش سرا زیر

ہی چشم حقیقت مین اوس اندیشہ کے آگے ۔ اندیشۂ فلک کا ترے جون ہو زمین گیر
رکھتے جو معانی سے یہ الفاظ علاقہ ۔ عنقا ہو گر احرار ہو گر دیدۂ زہ گیر
وہ چھوڑ بجاتے انھین ہرگز تری خاطر ۔ تا کھیلے شکار اُنسے کمان لیکے تو اور تیر
ٹک دیکھ تو استاد کے مضمون کا نقشہ ۔ یہ شعر نہین کھینچی ہی اک سحر کی تصویر

سودا

تیر اونکے کرے فکر رسا کا اُسے غربال ۔ مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

مصنف

بدفکر کہے جنکو تو شرمندہ انھون سے کے ۔ ایضاح ارادہ سے ہی خورشید کی تنویر
جو تو نے ارادہ کیا سو شعر کے تیرے ۔ الفاظ مین آیا نہ رہا دل مین گرہ گیر
شاگرد خدا جانے کس اُلو کا ہوا تو ۔ بتلائی تجھے شاعری مین جسنے یہ تقریر
تھا زد رلٹو زادہ کہ تعلیم سے جس کے ۔ معنی سے رہا باز تو عنقا پہ ہوا شیر
دستور یہ ہی شعر کے کہنے کا جہان مین ۔ کرتا ہی بقدر اپنی طبیعت کے جو تحریر
لیتا ہی معانی کے تئین طبع مین ٹھہرا ۔ کرتا ہی پھر الفاظ مین لا اوسکو گرہ گیر
تیری یہ عجب فکر ہی جسمین نہین کرتا ۔ رکھنے کے معانی کی تو الفاظ مین تدبیر
کیونکہ ترے اشعار مین ہو نور معانی ۔ طینت کی تری طبع کی ظلمت سے ہی تخمیر
روشن ترے معنی و مضمون کی اک شمع ۔ ازبسکہ مچایا ہے تری طبع نے اندھیر
ترے سبھی اشعار کے معنی کے بیانین ۔ ہی بند غرض بو علی سینا کی بھی تقریر
تمہید قصیدہ کے تئین سن یہ جو تو نے ۔ کھینچی ہی ہر اک شعر مین مضمون کی تصویر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان ۔ ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

اعجاز خلیلی کو کوئی پہونچے ہین وہ لوگ	چالاکی سے ہاتھونکی بجاتے ہین جو زنجیر
ہرچند کہ دونون کا مربی تو ہی نیسان	پر قیمت کافور کو کب پہونچے طباشیر
پھبتا ہی کب اونکے تئین عطاری کا دعوے	دکانون مین جنکے ہو نہ ہاون نہ عقاقیر
خشخاش کے دانونکو اگر دودہ مین کھین	شیرینی نہ پیدا کرین جو دانہ انجیر
ہرچند کہ یاقوت کے ڈھنگ اسمین ہون سارے	پر ہووے گمیدک کو نہ یاقوت کی توقیر
مصرع کو بصد خون جگر مصرع سے چپان	کرتے ہین تو پھر وہ بھی دو لپکے کی ہی تعمیر
یون چاہیے لاٹے جو کرے شعر کا دعوے	میرا سخن اور میری زبان اور مری تقریر

مصحفی

میرا نہ چھچھورون کی طرف روے سخن ہی	اس بات کو وے سمجھینگے جو ہوونگے گنبھیر

مصنف

سنتا ہی چھچھورونکے چھچھورے جو یہ تو نے	اس شعر کو گنبھیرونکی جانب کیا تحریر
گنبھیر یہ کہتے ہین سخن کا کوئی پرسان	اس وقت مین ہوتا تو وہ دیتا تجھے تعزیر
تمیز سخن اوٹھ گئی از بسکہ جہان سے	بک جو ترے منہ آئے نہین کوئی گلوگیر
کرتا وہ ہر احمق کا جلالی کا سا احوال	اس عصر مین افسوس نہین میر علی شیر
یہ شعر ہی کیا واہی وہ یعنی کہ جس مین	تصویر سگ کلا تو نے کیا شیرون کو زنجیر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان	ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

له وہ ہاتھ لگاوے نہ اونھین جنکی ہی صورت	سیرت مین ترے طفل سے ہو دیکھنے مین پیر

له بجاے اون دو شعر کے تھوڑے ہین ۱۲

بھبتا نہین ان شعرون پہ کرنا تجھے یہ ناز
مانی ہین کر کھینچ آئے تجھے تیری کی تصویر

تصویر کے بھی شعر مین ہے شعر کی صورت
دیوان کے ترے شعر ہین رنگینی تقریر

اس شعر مین الفاظ کی تصویر تو کھینچی
معنی کا بھرا رنگ نہ کیا اُسنے کی تقصیر

مصرع یہ نزاکت کے مصور نے لکھی ہے
حلقے کے گل و لالہ ترے رنگ کی تصویر

کہتے ہین سبھی چہرے کی تصویر کا لکھنا
یہ رنگ کی تصویر فقط تیری ہے تقریر

اسطرح سنا کب کہ مصور کے تئین کو
کوئی کہے تو کھینچ مرے رنگ کی تصویر

اس شعر کو اس رنگ سے اوسوقت تو کہتا
گر فہم سے بہرہ تجھے دیتی تری تقدیر

ہر چند مصور نے گل و لالہ کا لے رنگ
چہرہ مین بھرا پر نہ ملائی تری تصویر

پانے کو رہ راست کی تقریر دیا نکے
کوشش مین تو اوسعی مین کرتا نہین تقصیر

پر دیکھنے دیتا نہین تجکو طرف اوسکے
یہ حمق کہ تیرا ہے ہر اک آن گلوگیر

اس رنگ کی تصویر سے تصویر کا تو رنگ
گر بولتا ہوجاتے معانی تو نہ تغییر

سودا کا قصیدہ وہ کہ جو شعر ہے اوس کا
معنی کی نزاکت سے ہے مرقع تصویر

یہ تیری زبان سے جو ادا ہوئے نہ ہرگز
تھی اس سے جواب اوسکے مین بہتر کوئی تقریر

نادر یہ مقولہ ہے کہ اس کہنے پہ تو نے
سودا یہ کیا اپنے یہ ترجیح مین تحریر

مصحفی

سودا سے کہا نغز قصیدہ مین یہی نہ
کچھ اسکے سوا اور تو میری نہین تقصیر

مصرع سے بصد خون جگر مصرع پہ چسپان
مصرع یہ عجب پوچ تولاتا ہے بہ تسطیر

مصنف

مصرع کا جو مصرع مین ترے لفظ ہے لے کر
مین تجھین سماتا نہین ہرگز کسی تقدیر

سو طرح سکے وہ سقم ہین ہر شعر مین تیرے
صحت کی جنھون کی نہ مسیحا سے ہو تدبیر

جو تیری زبان ہے سو زبان تیری کہا اوسکی
کرتی ہے ادا کرنہین سو طرح کی تقصیر

اسپر تجھے ہے فارسی گوئی کا بھی دعوےٰ
کیا تاب زبان سے ہو تری مثنوی کی تقریر

پھر فارسی گوئی پہ سنو تحقیق یہ اور
کہہ کہہ کے جواب ایسونکے کرتا ہے یہ تحریر

ہے شاعری و شعر میں یہ مرتبہ اون کا
جاتے ہیں جنھوں کے تئین سارے شعرا پیر

جز تیرے کسی شخص سے از عہد نظیری
صادر نہوئی آجتک اس طرح کی تقصیر

یارب کہ نظیری کی بجھے روح مقدس
لے مصحفی دے اس گنہ و جرم پہ تعزیر

ہے فارسی و ہندی تری مضحکہ جو سے
طینت کا تری بسکہ حماقت سے ہے تخمیر

سودا ہو نظیری کی غزل اور قصیدہ
رکھتی ہے زیادہ مہ و خورشید سے تشہیر

طرز اوسکے پہ اک خلق ہے مفتون بدل و جان
انداز کا اسکے دل آفاق ہے تسخیر

ہندی میں ہے یا نوری و سعدی کا اوستاد
اور فارسی کے فن میں وہ ہے عنصری کا پیر

ہے اسکے تصرف میں مضامین کی کشور
اقلیم معانی کی جو ہے اوسکی ہے جاگیر

تشریف قبول اونکے کلاموں کو خدا نے
بخشی ہے تب آفاق میں ہے اونکی یہ توقیر

اونکے سخن و شعر کے تعریف و ثنا میں
جبریل امین کی بھی زبان کرتی ہے تقصیر

ویسا کہے مقبول ہو جو درگہ حق کا
بہونچے ہے اوسے کب کسی مردود کی تقریر

حمق اپنے کی غلبہ سے اب لے کان سفاہت
کہنے کی جواب اونکے جو کی تو نے یہ تدبیر

جز قافیہ پیمائی کے اونکا سا ہے تیرا
نہ معنی و نہ لفظ نہ تقریر و نہ تحریر

اسلوح سے تابندہ یہ مطلع ہے کہ جون ہو
خورشید درخشان بوسط بر فلک پیر

گرمار کے سو بار جلاوے بجھے تقدیر
ایسی نہ زبان کی تری زنہار ہو تقریر

تقریر وہ یہ معنی کی تصویر ہے جسکی
خامہ کو میرے فخر ہوا کرنے سے تحریر

سودا

مستغنی ذات نہ ہوس کی ہون لتسخیر
معدن ہے جہان سونیکا وان خاک ہے اکسیر

لبریز ہے کیسہ در مکنون سے جن کا
کب شبہ فروشونکو خزف اونکے ہے توقیر

ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جن کے
جاتی ہے وہ پلکے پہ نظر اونکی بہ تحقیر

ہے وہ در یکتا بجہان جسکی زبان کی
لڑتی ہے سدا ابر گہربار سے تقریر

یون صفحہ پہ بولے ہے صریر اونکی قلم کی
تعلیم ہے منشی فلک کو مری تحریر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا
پرواز کو معنی کے جو کھینچے ہیں وہ تصویر

تیر اونکے کرے فکر رسا کا اوسے غربال
مضمون چھپے کوہ میں ہو موہبت تخمیر

معنی کی جو ہو نام سے مشہور ہو کل — اوسکو بھی نچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر

اوس سا نہ ہو کوئی کبھو آفاق کے اندر — تا فیض سخن اوسکی نہ طینت مین ہو تخمیر

رو کش ہو وہ ایسونکے جنھین حق نے دیا فہم — تا دانی سے کب اپنے تئین کرتے ہین تشہیر

یہ بات جدی ہے جو وہ مہر آپکو سمجھے — دم کر کمک شب تاب کی چمکے جو شبگیر

صاحب ہین کئی اس طبقہ مین شعرا کے — ہم بزم سخندان کو نہ اونسے کرے تقدیر

مصرع مین اگر ریشۂ معنی ہو قلم بند — زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر

تقالمک کا مضمون بدرستی جو یہ باندھے — کوس لمن الملک کے ٹھوکے ہین بہم وزیر

سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف — معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر

کرتے ہین مجالس مین پھر اوسکو یہ بدی یاد — سامع کرے تحسین مین ذرہ بھی جو تاخیر

اس خبط کے عہدہ سے نکلے وہ ہی برآوین — جو ملک سخن کے ہین مہنتون مین مشاہیر

اوستاد کی اونکے ہے اونھونکو یہ نصیحت — لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ — بے پنجۂ ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو — باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن — بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر

چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ — تا زلفونکو باندھو نہ کسی شکل سے گلگیر

مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو — لکھو الف ولام کے سیپارہ کی تفسیر

ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین — مرجع ہو مونث تو ضمیر اوسکی ہو تذکیر

اوستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی — شیوہ وہ لیا غیر کی ہو جس مین کہ تحقیر

مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے — کرتے ہین اوسے فارسی مین باندھکے تشہیر

پھر کہتے ہین یون ہے کسی استاد کا یہ شعر — سرقہ یہ کیا جس نے بڑا ہے کوئی بے پیر

اور اونکا کوئی فضل و کمال آنکے دیکھے — ہین طرفہ معجون جو ہون خبط سے تخمیر

سرقہ کو نہ سمجھے نہ توارد کو کرا وسنے — پوچھے جو کوئی کیا ہے یہ دونون کرو تقریر

پھر بعد تامل بجواب اوسکے یہ ذی ہوش — روبہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر

محسوس نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے — ہووے نہ کمان حسد اونکے سے جدا تیر

اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہانین — حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتون سے توقیر

سر رشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر

قطرہ وہی پانی کا ہے قسمت کی ہے توفیق
ہوا گیا تلگ ایک گہر ہوکے گرہ گیر

انکا ہوا گر بو علی سینا بھی معلم
تعلیم کرے کس روش اوسکی انھین تاثیر

نسبت سے فلزات کی مس ہووے ہے سونا
پتھر کی جو ہو جنس وہان کیا کرے اکسیر

مصنف

اوستاد کو منظور جو اکسیر یہ تھی چوٹ
ہر جا یہ جدی رنگ سے کیا صرف کی کبیر

دیکھ اسکو ہے اوستاد وہی تقریر کا یہ طور
اردو کی فقط صاف زبان اوسکی ہے تقریر

کیا ربط ہے سودا کے تجھے طرز سخن سے
گہ کھایا عبث تو نے یہ اے مرد بے پیر

مضمون و معانی سے نہین بہرہ کچھ اوسکو
اون کے تئین تو یون کہے جنکی ہے یہ تقریر

اعجاز ترا دشمن کرے ہے نطق سے سخن کے
مضمون و معانی کی تو اونکے کرے تحقیر

اور مزخرف اپنے کو سمجھتا ہے معانی
رحمت تجھے اور اوسکو جو کوئی ہے ترا پیر

دیکھ اوسکے ذرا جلوۂ تقریر و بیان کو
صافی سخن اوسکی سے ہے نور کی تقطیر

دُرریزی الفاظ و ادا بندی معنی
رنگینی تحریر و گہرباری تقریر

پاسے گا تو ایسی نہ کسی اہل سخن مین
جتنے کہ مشاہیر ہین اور غیر مشاہیر

سودا کا ہے سلک دُر شہوار سے بہتر
ہر مصرع اشعار بچشم خرد پیر

سمجھا تو یہ گر ہجو مین سودا کے سخن سے
اپنے لیے پیدا کرونگا عزت و توقیر

کہکر سخن اوسکے کو برا تو نے تو اپنی
توقیر بڑھانیکے لیے کی تھی یہ تدبیر

ایک پشم کی عزت مین نہ فرق اوسکے سخن کے
آیا ہے نہ آویگا تو کتنی کرے تحقیر

او کم ملی سخن اوسکے کی نہ اک پشم بھی تجھسے
اور اپنے تئین تو نے کیا خلق مین تشہیر

لے مفتری سودا کا اگر تو یہ بدی ذکر
کرتا نہ تو ہوتا تھا ترا کون گلوگیر

کس واسطے تو لوٹ پڑا اوسکی بدی پر
کی اوسنے بھلا ایسی تری کونسی تقصیر

بجھ باپ کا تیرے وہ نتھا قتل کا باعث
رشک عداوت تو ہے نزدیک بہ تکفیر

ظاہر مین اگر اوسکے تجھے سیکھے مقابل
ننگ اوسکے غلامونکی ہے تیری ہے جو توقیر

ہے باطنی اوسکے تئین تجھسے یہ تفاوت
جون تیرگی شب سے سحر کی تنویر

یک لحظہ رہا تیرے نہ دیوان کا خالی
اوس چاند پہ اس ڈالنے سے خاک کی تحریر
پھینکا طرف اوسکے تو بہت گرچہ ولیکن
بیہودہ کیا اپنی تو اوقات کو ضایع
تو اوسکے عوض دیکھتا اپنے ہی سخن کو
پر حمق سے تیرے تجھے اسپر متوجہ
تو کیا کرے ہی طور یہی سب حمقا کا
جو ہو سخن خوب برا کہتے ہین اوسکو
ہین متفق اللفظ وہ اس بات کے اوپر
کہتے ہین غزل اور قصیدہ کی زبان کے
ہی طرز غزل اور قصیدہ کی ہی طرز اور
مصروف غزل گوئی ہین لیکن گہ و ناگاہ
کہتے ہین قصیدہ بھی غزل ہی کی زبان مین
طور غزل اپنے کی قصیدہ مین بھی ہرگز
پایا نہ قصیدہ مین جو کچھ وزن غزل سے
ثابت یہ ہوا اوس سے کہ انہین نہین قدرت
ہی طرفہ یہ تقریر کہ اس کہنے پہ اپنے
کہنے کا غزل اور قصیدہ کا جو مذکور
سودا کی غزل کے تئین رکھا نہین منظور
ہرچند غزل ہی [illegible] درہمہ گوئی
یہ میر کے بھی نام کا اک حرف ہی ورنہ
کیا میر کا ذکر اوسکو سنانے یہ غزل مین
سودا کی غزل گوئی کا اسطرح جو مذکور
اس پیچ مین اور فکر مین رہتا ہون ہر آن
منظور غزل اوسکی جو رکھتا نہین شاعر

اس مرتبہ سودا کے مطاعن کیے تحریر
دونی بجہان اوسکی ہوئی نور کی توقیر
تیری ہی سر و رو پہ پڑا خاک کا وہ ڈھیر
اوس سے تو ترے واسطے انسب تھی یہ تدبیر
کچھ آتی رہ معنی پہ شاید تیری تقریر
ہونے نہ دیا ٹک تری مطلق نہین تقصیر
طبع اونکی زبس ہوتی ہی تحقیق کی جاگیر
اور کرتے ہین ذکر اوسکے مصنف کا بہ تحقیر
ان واہیونکی بس کہ جو صائب نہین تدبیر
تقریر و بیان کرتے نہین ہی فاصلہ سو تیر
آپسمین ہی ان دونونکے فرق زبر و زیر
کرتے ہین قصیدہ جو بصد فکر یہ تحریر
مطلق اونھونکی کرتی تفاوت نہین تقریر
گر نہین رعایت کی نہین کرتے ہین تقصیر
اور دیکھے کلام اونکے کی یکسان ہی جو توقیر
تقریر قصیدہ کو غزل سے کرین تفسیر
یا وصف کہ اک حرف مین انکی نہین تاثیر
آتا ہی تو لاتے ہین تو اسطرح پہ تذکیر
جو طور غزل کا ہی سو کہتے ہین اوسے میر
جانے ہی ہر اک اپنے تئین میر کا بھی پیر
عندیہ مین اونکے نہین کچھ میر کی توقیر
آئے نکل اوستاد اونھون کا [illegible]
سنتا ہون تو حیران ہون مین جون صفت تصویر
جون غنچہ گرہ خاطر دلشگفتہ و دلگیر
اوس سے [illegible]

سودا سے بڑا شاعری مین تابقیامت
ممکن ہی نہین یہ کہ کسیکو کرے تقدیر

ہو شاعری مین اوس سے بڑا نام خدا کا
اوسکے سخن و شعر کو دی حق نے یہ توقیر

جو شاعری مین اوس سے بڑا ہو وہ ممیز
گر ہووے سخن کا تو بجا اوسکی ہے تقریر

شاعر جو یہ موجود ہین انہین سے کسیکے
سودا کی سی ہرگز ہے نہ تقریر نہ تحریر

کس فہم و فراست پہ یہ ہو کرکے ممیز
سودا کی غزل سنجی کی اب کرتے ہین تحقیر

اس فکر مین تھا مین کہ کہا پیر خرد نے
تو کیون متردد ہے یہ ہے انکی بڑی تقصیر

دون طبعی و نافہمی و بدفکری کے باعث
اس رتبہ تک ان کو جو نہین لیگئی تقدیر

اسواسطے جان اجنبی اوس طرز روش کو
بد کہنے مین یا اوسکے نہین کرتے ہین تاخیر

ہر چند کہ مقدور نہین ایک بھی مصرع
کہنکر کرین سودا کے یہ تقریر مین تحریر

اسپر بھی یہ نادان بہ تقاضاے سفاہت
طرز غزل اپنی کی بڑی جانتے ہین توقیر

اور اوسکی غزل کی کہ نظیری کی غزل سے
ہم پہلو و ہم رتبہ ہے پر کرتے ہین یہ تحقیر

ہے سچ یہ مثل عقل کو جاتے ہی ہر اک شخص
ہر ایک کو وہ سیر بھر اور اپنی سوا سیر

لیکن یہ سمجھتا ہے حماقت پہ دلالت
یہ خبط نہ ہووے کسی خاطر مین گرہ گیر

دانا جو ہین کرتے نہین دانائی کا اقرار
دانائی سے گو اون کے مقر ہوون جہانگیر

کیسی ہی بنایا کرے باتین کوئی نادان
دانا وہ نہین ہوگی نہ سخن اوسکے کو توقیر

منظور جو رکھتے نہین سودا کی غزل کو
کرتا ہون اونھونکی یہ تشفی کو مین تحریر

لے رودکی سے تا بہ حزین جتنے تھے شاعر
ہر ایک ہوا گرچہ کہ فن اپنے مین تحریر

گذرا ہے پر آفاق مین جو اکبری دورہ
اللہ نے اوسوقت کو بخشی تھی یہ تاثیر

اوس عہد مین کامل ہوے ہر فن مین ہزارہا
حاجت نہین اظہار کی سب ہین وہ مشاہیر

تولیت خصوصاً طبقے کی شعرا کے
اوس عصر کے کو نہین زبان کرتی ہے تقصیر

وہ بلبلین تھین گرچہ ہزارو سے زیادہ
گلشن مین سخن کے تھا ہر اک چہچہہ تقریر

ایک ایک کی ہے چہچہہ و شور سے ابتک
کر گوش سپہر برین پر گوش جہانگیر

اوس دورہ کے اون بلبلون سے ہے زیادہ
وہ بلبلون کا زمزمہ و نغمہ جہان گیر

تمام اونکا ظہوری و نظیری ہے کہ کوئی
بلبل ہو گیا نغمہ سرا اون کا سا بہ تحریر

گلزار فن شاعری مین تا بقیامت
بجتی رہیگی اونکی ہی دستانکی بم و زیر

گر سیر جو ہین گلشنین دیوانون کی اونکے
کھینچی ہی معانی کے قصیدہ مین بھی ہر چند
پر نازک و باریک کیا طرز غزل کو
توقیر متانت نے غزل گوئی کی اونکے
ہونکا ہی جو کچھ خواہ غزل خواہ قصیدہ
موقوف غزل اور قصیدہ پہ نہین کچھ تو
سودا کی غزل چاہتے ہین اپنی زبانین
اندیشہ دیا حق نے جنھونکے تئین عالی
کرتے ہین وہ نطق اپنی طبیعت کے موافق
جو کچھ کہین وہ خواہ غزل خواہ قصیدہ
کچھ ایک قصیدہ نہین ہر بات مین اوسکی
الفاظ و معانی ہین بہم جون گہر و آب
دیکھ اوسکو تو ٹک کھولکے تفہیم کی آنکھین
پہونچا دل دانا بہم اور دیدۂ بینا
کر فرق سفیدی و سیاہی جو نہین
تو خاک کو سمجھے ہی زر ناب سے بہتر
بہتر جو سخن ہی گہر و لعل سے اوسکو
رہتا ہی خزف ریزونکی تحصیل کے درپے
ہرگز نہین رکھتا گہر و لعل کا رتبہ
جبتک کہ نہو سنگ نہو رنگ نہو ڈھنگ
سوا نین سے اک بات ہی انکا سخن و شعر
کہین باتین خدا لئے یہ تمام اونکے سخن پر
ہین وہ دُر یکتا بجہان جنکے زبان کی
یہ کیا غضب افہام جہان پر ہی خدایا
جو ایسی زبان مین ہو غزل اوسکو کہین بد

گر فہم سے کچھ بہرہ تو رکھتا ہی بہ تقدیر
اون مانی و بہزاد نے ہر شعر مین تصویر
کھینچا سا زمعانی کا جو ہم اوسکا کیا زیر
رکھے نہ قصیدہ کی کسی شخص کی توقیر
رنگین و متین ایک سے ہی ایک کی تقریر
جیسے ہو زبان جسکی وہ لاتا ہی یہ تحریر
یہ ہو نہ اگر چرخ و زمین ہو زبر و زیر
کیونکر وہ کرین پست سخن کہنے کی تدبیر
گر ہوئے موافق نہ با فہام جہا ہیر
کب لفظ معانی کی کرین خوبی مین تقصیر
پایا ہی جو کچھ خامۂ فکر اوسکی سے تحریر
تقریر و فصاحت ہین بہم جون شکر و شیر
طینت ہو بشرطیکہ تری فہم سے تخمیر
یکسان ہی تیری چشم مین تاریکی و تنویر
یک رنگ سمجھتا ہی تو لے شیر سے تا قیر
ذرہ کو بڑا جانے کرے مہر کی تحقیر
کرتا نہین تو رشتۂ خاطر مین گرہ گیر
کرنیکو تو کر جمع دُر و لعل کی تدبیر
دیکھا سخن اہل جہان تا سخن میر
پاتا ہی سخن کب گہر و لعل کی توقیر
رکھتا نہین یہ جتنے ہین گمنام و مشاہیر
وصف اپنے مین یہ شعر جنھون نے کیا تحریر
لڑتی ہی سدا ابر گہر بار سے تقریر
انکو نہ دیا تو نے گر فہم بہ تقدیر
اور لہجہ مین ہو عام کے سوا ہووے وہ توقیر

آیا ہی عجب دور یہ تا چندے کریگا — اسطور سے اور وضع سے گردش فلک پیر
نادان و غبی اپنے تئین سمجھین گے دانا — اور لائین گے داناؤنکی کہ ہجو بہ تحریر
اچھونکو برا جو کہے بیشک وہ برا ہے — ہو دیگی برونکی نہ کبھو اچھون مین توقیر
سمجھا نہ بڑا ہو دیگا آفاق مین کوئی — اچھونسے جو اچھے ہین تو انکی کرے تحقیر
مانند تیرے اور بھی بیمعنی سے کہے ہین — زندان حماقت مین ہی جو جو کوئی زنجیر
کسر آئے نہ پرشان مین کچھ اوسکے سخن کی — رکھتی ہی زیادہ یہ مثل بہر سے تشہیر
جو خاک کوئی پھینکے ہی خورشید کے اوپر — سو ڈالے ہی خاک اپنی ہی آنکھون وہ بے پیر
نازان ہی عبث تو سخن پوچ پر اپنے — معنی سے تیرے طبع کا ہرگز نہین تخمیر
سودا ہی ہراک شخص سے یان سینہ سپر تھا — کہتا ہی تو جو شعر مین تھا صاحب شمشیر
جھوٹا ہی تو زنہار یہ سودا کی نہ تھی شان — چڑھتا کوئی منہ اوسکے جو زیر فلک پیر
کب سامنے ہوتا کوئی روبہ صفت اوسکے — ایسا رکھے تھا دبدبۂ شاعری وہ شیر
یہ جھوٹ تو سب اسلیے بکتا ہی کہ اوسکی — ہی رتبہ شناسی مین تیری فہم کی تقصیر
تھا اوسکے مقابل بجہان کون کہ جس کا — سینہ کے تئین اپنے وہ کرتا ہدف تیر
سودا پہ یہ بہتان ہی فقط تیرے گمان کا — لے مفتری اس جھوٹ پہ حق دے تجھے تعزیر
معلوم ہوا اس سے یہ تجھ پر ہے تیقن — سودا کی بھی تھی خلق مین تیری ہی سی توقیر
اوس تذکرۂ پوچ مین لے مفتری اپنے — احوال بقا مین جو کیا تو نے یہ تحریر
میرزا سے گیے لکھنؤ مین معرکہ اوسنے — جھوٹا ہی تو اور جھوٹ وہ سب ہے تیری تقریر
ہر چند کہ بکتا ہی یہ سب پوچ تو اور جھوٹ — مانا مین جو کہتا ہی تو بالفرض وہ تقدیر
وہ معرکہ یون اوس سے تھے جو لشکر غاش — ہو معرکہ پرداز بخورشید جہان گیر
عہد اوسکے مین اسطرح تھا نام شعرا گم — معدوم ستارے کرے جون مہر کی تنویر
تو اہل سے اوس حال کے مطلق نہین آگاہ — واہی جو بکا ہی یہ تیری حمق کی تقصیر
اوس ذکر کو سن من وعن اب میری زبانسے — کھینچون مین اوس احوال کی تقریر مین تصویر

شروع مناظرہ میرزا رفیع سودا با فاخر مکین و احوال بقا

اشرف علی خان نامی با خلاق مہذب — تھے عمدہ گھرانے سے وہ اک مرد بتوقیر

تھا شعر کا شوق اونکو جوانی سے نہایت
ایک عمر کے عرصے مین بہت شوق و شغف سے
دل جمعی سے تھی منتخب اپنی سے سوا اونکے
مذکور سنا فارسی گوئی کا جنھین سے
دل اونکے مین آیا اسے لیجایئے اون پس
اس تذکرہ کو لیگئے بقصد وہ اوس پاس
جو شعر ہو چست اوسمین کرے صاد وہ اوپر
دکھلایا جب اوس تذکرہ کو خان نے جنھین کو
تصحیح رکھی اوسکی کئی شرط پہ موقوف
جسدم نہ کی ادا ان شرطونکی اشرف علیخان نے
ہاتھ اپنے سے اک بند یہ لکھا اونسے وہ شرطین
پھر اونسے کہا کیجیے مہر اپنی اب اس پر
اصلاح کی لکھوا سند اشرف علیخان سے
اسطرح ہوا تذکرہ اوپر متوجہ
ابکار مضامین و معانی کے سب آئین
تن پر نہ رکھا ایک کے سر اونمین سے اوسنے
آئے وہ سب اسطرح بزیر قلم اوسکے
پہونچی یہ خبر جس گھڑی اشرف علیخان کو
اوس حال سے آگے جو افاقہ نہین دہین جلد
احوال کو خان کے جو وہ دیکھا متغیر
پاس اوسکے سے بقصد فہمائش یہ خشونت
لا گھر مین جو اوس تذکرے کے حال کو دیکھا
اس ظلم کا انصاف کرو دو میری تم داد
سودا نے کہا خان سے کہ انصاف کے خواہش
انصاف طلب ہو جے اون اشخاص سے جا کر

مصروف اوسمین رہے جبتک کہ ہوئے پیر
اون خان نے کیا تھا غرض اک تذکرہ تحریر
جسمین کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر
اشرف علیخان سے جو بافواہ جہانگیر
رکھتے ہین وہ اس شہر مین اوستادی کی تشہیر
تا دیکھے وہ اوس تذکرہ کے شعر بتاخیر
اور سست کے احوال کو دیوے نہ وہ تغییر
تب عذر دماغ اپنا بیان کر وہ بتکریر
جو جو اوسے منظور تھا لا اوس کو بتقریر
لایا جو بتکرار وہ ابطال مین تاخیر
جو باتین کہ یا مین یقین قرار اوسکی بتدبیر
تا ہوئے باسناد مزین بہ تحاریر
وہ متکی مسند تعلیم جہانگیر
کرتی ہے زبان جسکے بیان کرنے مین تاخیر
تھی زادۂ طبع اونکی جو گذرے ہین مشاہیر
لی ہاتھ جو ظالم نے قلم اپنے کی شمشیر
جون فوج گنہگارون کی آئے تہ شمشیر
سن اوسکے اس احوال کو حالت ہوئی تغییر
پاس اوسکے سراسیمہ و مضطر گئے جون تیر
تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کے تصویر
اوس تذکرہ کو لائے اوٹھا سخت ہو دلگیر
سودا کنے لا اوسکو لگے کرنے یہ تقریر
مین ورنہ گریبان کو ڈالون گا ابھی چیر
ایسی ہی اگر آپ کو تو کیجیے مت دیر
جو فارسی گوئی مین ہین بالفعل مشاہیر

مین ریختہ گوہون مجھے اب رکھیے معاف آپ
رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سُنکر
اوس تذکرہ کو ڈالنے لگئے تھے وہ خفا ہو
ناچار ہوا اوس پردہ ہوا جب متوجہ
دیکھی تو عجب طرح کا ہی قتل مچایا
اوستادون کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھو نکا
اوسکے تئین کاٹا ہے بنایا ہی بگاڑا
کاٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا
معنی سے گذر کے کہین لفظونکی رعایت
ٹھہرایا ہی یعنی کوئی مصرع اوستاد
لکھا ہی کہین شیخ یہ بے علمی کا ایسا
لکھی ہی کسی شعر کی تقریر یہ تضحیک
کرڈالے قلم خوردہ کہین صفحہ کے صفحہ
لے سعدی سے تا جامی و خسرو سے حسن تک
جو تھے متقدم متوسط متاخر
وہ تذکرہ اون سب کے سخن سے تھا مزین
اوس تذکرہ پر بات وہ اسطرح کیا صاف
سودا ہوا اوسدم گل تصویر سا حیران
بعد اوسکے افاقے مین جو آیا تو یہ سمجھا
اُستاد فلک رتبہ کہ ہی خلق کے نزدیک
کرتا ہی کلامونکو جو اون شخصونکی اصلاح
سودا کے ہوا دل کو یقین دیکھ یہ احوال
مشتاق سخن اوسکا ہوا تا کرے دریافت
اوستادونکے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق
آگاہ ہو اس فن سے جو اسطرح سے لوسکے
دکھلایئے اسکو نہین اچھی ہی یہ تدبیر
ڈیرہ کو گئے اپنے وہ با حالت تغیر
اسواسطے سودا کے رہا پاس وہ تا دیر
جس جا کہ اون اجزا مین تھی اصلاح کی تحریر
ہاتھ اپنے مین لے اوسنے قلم کا بتر و تیر
دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہی تحریر
ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر
یعنی کوئی لفظ کہہ اوسکی لکھی تقریر
لفظونکا تبدل کہین معنی کی ہے تغیر
مصرع کوئی یعنی کہہ اُس مین کیا تسطیر
پھیرے کہین لفظ اوسکے جو تھی شیخ کی تقریر
سمجھا نہ کہ ہی اپنی ہی نافہمی کی تقصیر
خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کیے قیر
لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر
ذات اونکی ہوئی شاعری کی بانی تعمیر
قاصر ہی ثنا جنکے مین آفاق کی تقریر
جسطرح سے جو زنگ لگاتے ہین بشمشیر
یون دیکھی جب اوسکی وہ چمن بندی تحریر
نزد اوسکے اس اصلاح مین کچھ ہو نہیگی تدبیر
از روے شرف خاک رہ اونکی ہے ہنر اکسیر
اوستادونکی اوستادیکی وہ ٹھونک بم وزیر
وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہی بڑا پیر
اوستادونکی اوستادکی کیفیت تقریر
کرکے جو کرے ہی سخن اون کا زبر و زیر
سحت سے عجب کیا ہی کہ طینت کا ہو تخمیر

ہے شاعری میں جو کوئی اس طرح کا محتاط
اور نکتوں کی چھپی میں وہ ہے خلق میں تشہیر

جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے
اغلاط کو اور سقم کو رستے کا گلوگیر

از بسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا مکین سے
پہونچانے کا تھا اوسکے ہم در پے تدبیر

سودا کنے دیوان مکین سے لے گئے آخر
عرصہ میں کئی روز کے ایک صاحب توقیر

اوسکو بتامل جو لگا دیکھنے سودا
جو اوسمین کہ الفاظ و معانی تھے گرہ گیر

اشعار مین اوسکے جو نئے طرز سے دیکھے
آئینہ مین ہر لفظ کے اک معنی کی تصویر

اوس شاعر ذی ہوش کی تعریف مین اوسنے
کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر

دربیان رسالہ عبرۃ الغافلین

کی اوسنے رسالہ کی غرض پانچ ہین فصلین
پہلے مین تو لکھنے کے رسالہ کی ہے تقریر

اور دوسری وہ فصل کہ جنمین ہین وہ اشعار
جو اوسکے قلم کے تھے ہوے طعمۂ شمشیر

اور تیسری وہ فصل کہ اصلاح کہ اوسنے
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر

اور فصل چہارم مین وہ اشعار مکین کے
کس لطف سے تقریر کو لایا ہے بہ تحریر

پنجم مین وہ اشعار مکین ہین کہ ہے اصلاح
سودا نے جن اشعار کی دی معنی کو توقیر

القصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب
اور پائی ہر اک سمت مین ذکر اوسکے نے تشہیر

لکھنے کا رسالہ کے جو پہونچا اوسے احوال
جان اپنی او سے شان کا وہ موجب تکسیر

بھیجے تھا بقا کے تئین دے شعر کی اسناد
پاس اوسکے جو عالم مین تھا یکتائے مشاہیر

ہر چند رہی انمین یہ تکرار کئی روز
سن اسکو کہ ہے صحبت آخر کی یہ تقریر

سودا کے جو ہین شعر مکین مورد ایراد
ہین طرفہ معانی مین و معانی کے وہ تسخیر

ایک شعر از انجملہ یہ لکھا ہے کہ جس کا
ہر لفظ ہے نخچیر معانی کے لیے شیر

مضمون کو اوس فارسی کے شعر کے موزون
کر مین نے کیا ہندی مین سطرح سے تسطیر

تھا دل مرا محفل مین گرفتہ قدح آسا
صہبا نے کی ہونیکی شگفتہ میری تدبیر

سودا کی یہ اوس شعر پہ حجت ہے کہ تونے
کس واسطے باندھا ہے قدح کے تئین دلگیر

دے گئے ہین قدح کو وہ گل و لالہ سے تشبیہ
جو ڈال گئے شعر کے بنیاد کی تعمیر

ہے شکل گل و لالہ شگفتہ کہ گرفتہ
بیہودہ و واہی نہ کر اس ڈھنگ سے تقریر

صورت گل ولالہ کی اگر ہوتی گرفتہ
کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر

معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے
سودا نے رسالہ مین مفصل لکھی تقریر

اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے
پھر اوسنے دیا کرکے بقا کے تئین تحریر

اوستاد کے اوس شعر کے مضمونکو بھی مین نے
الفاظ مین ہندی کے کیا لاکے گرہ گیر

کیا بادہ خوشی دے مجھے جب ہجر مین تیرے
نظر دین قدح ہی دل بگر فتہ کی تصویر

ہر چند کہ معنی مین ہی دونون کے تناقض
لفظونکے تشابہ سے کہا اوستاد کی تدبیر

اس شعر کو لکھکر دیا تھا اوسنے بقا کو
یہ کہہ کے یہ اسناد دکھا کر تو اوسے زیر

جسوقت کہ دکھلا چکے سودا کو یہ اسناد
پھر کیجو طرف سے میرے تو اوس سے یہ تقریر

بے سقم سبھی شعر ہین اسطرح ہمارے
ہی اونکے سمجھنے مین تری فہم کی تقصیر

سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کے دشمن
لا شعر کے معنی کو سمجھکر تو بتدبیر

یہ شعر ہی تائید ہمارے ہی سخن کا
سمجھا نہین تو معنی کا اسکے زبر و زیر

اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ
سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر

جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر نمکین کے
تب وان سے اوٹھا ہوکے بقا ملزم و دلگیر

اون ہیچون کا احوال کہا آکے نمکین سے
اون دونونکے مضمونکا جو آپسمین تھا تغیر

جب بند ہوئے شاعر یہین تب اونھین لپنے
خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر

بہتر ہی کہ سودا کے تئین دیجیے خفت
تا خشک جہون کا ہو ہمارے خوی تشویر

یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو نمکین نے
جو شیخ بچہ اوسکے تھے در حیطۂ تسخیر

سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسے خفت
اور اوسنے جو ایراد لکھے ڈالو اونھین چیر

آکے وہ دل وجان سے قبول اور کمر باندھ
کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اوسنے جو تقریر

آئے تھے بہم جمع ہو ہتیارونکو لیکے
سودا کے تئین اشرار وہ بر عزم زد و گیر

گھر اپنے مین بیٹھا تھا وہ غدر اونکی سی غافل
ناگاہ یہ وارد ہوئے لے خنجر و شمشیر

پیش آیا بتعظیم وہ اخلاق سے اون ساتھ
اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تزویر

یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی تمکو نمکین نے
جلدی ہی بلایا نہ کرو چلنے مین تاخیر

سودا نے کہا اسگھڑی مجکو خفقان ہے
بسکہ جا ... اور کیجیے موقوف یہ تقریر

کل آؤنگا مین اون سے کہدو یہ تم او لینے
جا کیو نہین ہی جو کرین گے سبھے تغیر

[illegible] ۱۲

یہ سن چھری اک شخص نے کوکھ او سکے دی چھری
کہنے لگے لیجائینگے ہم تمکو اسیوقت
اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہی وہ تم نے
سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ شرارت
ناچار میانے کو منگا اوس مین وہ بیٹھا
اونمین سے چھری کھینچ وہین آنکی جلدی
اسطرح سے جب لیچلا تنہا اوسے پاکر
گھر اوسکے سے نے پہونچے تھی کہ اوس قدم آنکو
نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر
دیکھین تو ہی میرزا رفیع ایک میانیکے اندر
سودا سے لگا پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے
آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کو سب
سودا سے جو ہین ٹک متوجہ ہوئے نواب
فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا سنکر
تا اون سے خبردار ہون جاتے رہے وہ یون
جز بیر کے گھر اپنے کہ اک آن مین پہونچے
آ لشکر حق نے تو یہ دی اونکو ہزیمت
نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ
حاکم نہین اس عہد کا مجبور ہون ورنہ
فرمایا پھر اوسکے تئین ازراہ تفضل
تمسے کرین پھر آنکے شاید کہ خلش وہ
سودا نے کہا یہ ہی میرا خانہ امید
اقبال خداوند سے اک خلق کو ہی راہ
آفاق مجھے جانے ہی اور بہتونکو مین بھی

اور سر پہ کھڑے دو ہوئے لے برہنہ شمشیر
چلنے مین تمکین کے کئے ہر گز تکرار و دیر
جانیکی نہین پیش تمہاری کوئی تقریر
سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بد ذاتی مین تقصیر
جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اوسکے نہ تدبیر
چڑھ بیٹھا میانے مین بھی اک نطفۂ خنزیر
وہ لشکر شیطان دغا پیشۂ بے پیر
ناگاہ تماشا یہ دکھائے اونھین تقدیر
بافوج و حشم اوسگھڑی آکر ہوئے رہ گیر
اور گرد ہی بس میانے کے اک جمع مشاہیر
سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر
سودا کے تئین اپنی خواصی مین توقیر
اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغییر
یک چشم زدن مین یہ ہوئے ولنے ہوا گیر
یہ بھاگ نجا دین کہین کر لو اونھین زنجیر
جسطرح کمان سخت مین سے جائے نکل تیر
ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگو دہ بی بیر
یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر
داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر
تم دیکھتے دیتا مین جو اونکے تئین تعزیر
تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر
ان موذیونکا بسکہ ہی بد ذاتی سے تخمیر
حق اسکو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر
با دوستی و یکدلی زیر فلک پیر
احوال یہ رکھتا نہین کچھ حاجت تقریر

ناگاہ شرارت سے نہ تھا انکے مین ہرگز
تکرار سخن کی تھی عداوت نہ تھی مجھسے
شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم
تیغ سخن اوسکی جو امالت نہین رکھتی
کچھ مجکو نہ تھی اوس سے سخن اپنے یہ تکرار
اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین
لکھا مین یہ اسواسطے تا نزد سخنداں
تا العس ہو اون اوستادونکا نقد سخن ایسا
نافہمی سے جب اوسنے لکھے اونپہ مطاعن
دیوانکو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے
مین نے بھی اوسیطرح سے اشعار کے اوسکے
پر میرے اور اوسکے ہو یہ لکھنے مین تفاوت
احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت
پہونچی اوسے جب یہ خبر آفاق مین جو تھا
وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکے سے دائم
یہ شعلہ در آتش خشم و قہر کہ اوسکے
بجھتی نتھی آتش غضب و غصہ کی اوسکے
مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب
فرمایا اوسے آصف دوران نے بلاکر
ناحق متعرض ہوئے سودا سے وہ جاکر
کھدواؤ محلے کو ابھی جاکے اونھونکے
پھر اونمین سے ایک ایک کو گنگا کے کرو پار
اور پہلے اوسے پار اوترا او کہ جس نے
لاوٴ سے احکام کو تم جلد عمل مین
نائب نے جو نواب کے اوسوقت مین دیکھی

پیش آئینگے اسطور سے مجھ ساتھ وہ بے پیر
سمجھا اونکو یہ اونکی ہی فقط حمق کی تقصیر
بہتر نہین ہی تیغ زبانسے کوئی شمشیر
اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر
مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادون کی تحقیر
اوستاد اونھونکا ہین جو وہ اوستاد مشاہیر
اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر
ہی قلب نما سامنے جس کے زر اکسیر
جلکر مجھے ناچاری سے تب سوجھی یہ تدبیر
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر
باشرح و بیان معنی کی تقریر کی تحریر
بیجا ہی وہ تقریر و بجا ہے مری تحریر
گزرا یا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر
فریادرس آہ و دکلہ شکن شیر
شاہین رہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر
اوس لحظہ تھی قاصر ہی بیان جسکی مین تقریر
ہرچند کہ ارکان تھے بھا ئیکی تدبیر
لایا تھا سالک کو وہ سب اپنے یہ تسخیر
ان شیخونکی تم نے سنی یہ بدعت و تقصیر
واللہ کہ ہی اونکی خطا کی یہی تعزیر
اور منہدم اوسکو کرو جا اون کی ہو تعمیر
اخراج سبھونکو کرو لے طفل سے تا پیر
بھیجا تھا اون اشرار کو از سہر زد و گیر
خاصہ مین نہ کہا اونگا اگر اسمین ہوئی دیر
اس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

حیران تھا کہ کیا بات بنا دیں کہ جس سے — نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر
تھا اوسکو سلوک اوس سے اولی یا مین منظور — رکھتا تھا وہ شیخونکی بسرداری جو تشہیر
خاطر کا تھا پاس اوسکے جو مختار کو ملحوظ — از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر
ارکانون سے تب اپنے بلا کر کہا اوسنے — یہ کام کرو جلد کرو اس مین نہ تاخیر
سب شیخ بچو نکے تئین تم اور مکین کو — سودا کنے لیجا کے کرو اوس سے یہ تقریر
حاضر ہوئے ہین آ کے گنہگار تمہارے — جسطرح اونھین چاہیے اب دیجیے تعزیر
القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان — آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر
سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو — اسمین ہی بھلائی ہے تمہاری نکرو دیر
سودا کنے جو وقت گرا اونکے تئین لائے — خجلت سے ہر اک اونمین تھا غرق جو تصویر
خفت سے اونھونکے تھا جو کچھ چہرونکا عالم — احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر
سودا کے حضور ان سبھونکو لائے وہ اشخاص — اور بولے کہ ان خاطیونکو بخشیے تقصیر
سودا نے کہا انکی مین تقصیر سے گذرا — سر آکے مرے آگے اونھون نے کئی جب زیر
یہ کیا کرین ایسین کہ مقدر مرے یون تھا — انسان کو لازم ہی رہے تابع تقدیر
رخصت اونھین سودا نے کیا عطر دے اور پان — حاصل یہ اونھین اس حرکت سے ہوئی توقیر
ہرکارے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر — جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو یہ تقصیر
سودا کے تئین لیچلے تھے جیسے وہ مردود — لیجاتی گھر اپنے اوسی بالفرض و تقدیر
اور ڈرلتے تلوار سے مارا انکو وہ نامرد — عزت کی ہی سودا کی نہ اک ... کی تحقیر
پایا ہو اکیلا جو سلاطین کو اکثر — اسطرح سے ہین لیگئے لا خنجر و شمشیر
پرگندہ کیا اوسنے جو اوستادی کو اوسکے — اوس گندہ کی اب مشکل و دشوار ہی تطہیر
سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت — اس سے بڑھی اور اوسکی تو اوستادی کی توقیر
اللہ جو اشخاص کو کرتا ہے مقرر — اونکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر
شاعر کے تئین کام ہو کیا تیغ و سپر سے — جب لڑنیکو دی حق نے زباں سے اوسے شمشیر
اثبات قصور اوسکے ہوا تیغ زبان کا — جسدن سے کی با تیغ و تبر لڑنے کی تدبیر
اے مصحفی اسطرح سے یہ حادثہ گذرا — جو تو نے بتا ساتھ کیے مصرعے تحریر
بدذاتی مین کچھ شبہہ نتھا اونکے و لیکن — لعنت دے اوسے کون دے عزت جسے تقدیر

ہو سننے کی یہ نقل کہ اس جنگ جدل پر
سودا سے کئی روز کے بعد آکے بقا نے
اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلم
یہ عرض ہے میری جو قبول اسکو کرین آپ
دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف
ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کے یہ موجب
آیا گیا لینے کے وہ اصلاح کے خاطر
دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت
دیوان کو کیا اپنے جب اصلاح سے فارغ
شاگردمین سودا کا ہوا آکے ولیکن
شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر
اوس طوق اطاعت سے نکل اپنے گلے مین
برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی
یہ تو نے سنی معرکہ آرائی بقا کی
سودا سے ہو کس طرح بقا معرکہ پرداز
اوستاد کے بھیجے سے تو آنیکو بقا کے
اے واہی کیا تذکرہ مین تو نے ہے اپنے
اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی
نسبت کری ہے سرقہ کی اور جہل کی اوسکے
جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجھے کھلتا
جہل اوسکی کرے ناز سدا علم و ہنر پر
ہر چند کہ ہین اوسکے مراتب تجھے ملحوظ
اس لکھنے سے قدر اوسکی نہ یکذرہ ہوئی کم
اغلاط و توارد کا کرے اوسپہ تو بہتان
لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین

جس سے پڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر
اوس رنجش ماضی کا کیا عذر تقاصیر
اوستاد تم اس فن مین باقرار جہاں ہیر
اسباب ہے مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر
تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر
پر خلق سے اقبال مین کی اوسکے نہ تاخیر
دیوان جو کئی جز کا تھا کر اوسکو بغلگیر
کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر
بعد اوسکے معاً اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر
ہو دیگا مگین سنکے اس احوال کو دلگیر
لا بحث بموجب مرے ربط بہ تقریر
جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤنین زنجیر
مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر
اوس کذب کو دھو ڈالکر اس صدق کو تحریر
خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہووے گلوگیر
گر معرکہ سمجھے تو ہے اسمین تری تقصیر
مذکور کو سودا کے عجب طرح سے تحریر
لکھتا ہے بے ڈھبگی خفت و تحقیر
رکھ بغض نپہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر
گر ہوتی ترے دیدۂ تفہیم مین تبصیر
اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر
ہے اوسکے تجاہل مین حسد کی تری تقصیر
اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر
لعنت ترے اس جھوٹ پہ اے مفتری دہر
تب خلق کے نزدیک تھی سچی تری تقریر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ کھلا ہے
ہر فرد کی ہی پیش نظر تجھسے زیادہ
جلنے ہی اوسے ماہی دمہ ذرہ و خورشید
ایسا نہین گذرا ہی جہان مین کوئی ابتک
ذکر اوسکا ہی لکھا ترا ایسا کہ جہا نہین
گر نظم و گر نثر مین جو تو نے بکا ہے
کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کرے تو
دہو ویہلے تو با مشک گلاب اپنے دہن کو
کسواسطے گذرا ہی وہ مقبول طبایع
مقبول اوسے جانتے ہی تو مقبول کے مردود
اوسکا ہی بھر احول مین حسد تیرے و لیکن
شدت سے حماقت کی تھہرتا نہین یکجا
یا چھائی ہوئی اوسکے سخن کی ہی جو صولت
کہیے اوسے خورشید سپہر سخن و شعر
اور ونکے تئین نسبت ذرات ہی اوس سے
یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق
اے مصحفی ہر ایک کے حسب اور نسب سے
ہین فارسی کے تذکرے بیحد و نہایت
البتہ کہ سب ایک سے ہو وینگے نہ شاعر
لازم ہی سخن کے تئین پستی و بلندی
پر ثبت کیا اونہین ہی جن جنکے سخن کو
وہ کون ہی جس شخص کے احوال کو تو نے
اس تذکرے مین تیرے کسی شخص کی حق مین
معلوم ہوا اس سے کہ تھا تجکو یہ منظور
جس جسکا بھرا ہی حسد دل مین ترے لیکن

ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بتحریر
احوال کا اوسکے جو تغیر اور سے تعطیر
ہی بسکہ وہ آفاق مین مشہور مشاہیر
اور بعد کے ہونیکی خبر رکھتی ہی تقدیر
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر
کچھ شان کی اوسکے نہین شایان وہ تقریر
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر
اس شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر
تو اب ہی سکے یا وسے اے واہی تکبیر
کرتا ہی تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر
تقریر و بیان کے ہی سلیقہ کی یہ تقصیر
لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر
اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر
انوار کلام اوسکا ہی از بس کہ جہانگیر
ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر
جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر
اسطرح ہوا کب تو خبردار و خبر گیر
دیکھا اونہین کہ کسطور سے مذکور ہین تحریر
ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر
ہوتی ہی جدی طرحسے ہر فکر کی تقریر
ہر ایک سے احوال کو لکھا ہی بتوقیر
لکھا نہین بے رتبہ و بد طور و بہ تحقیر
اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر
پر دیکھ نہین کہرے تذکرے مین ہجو جہانگیر
کرتی ہی اوس احوال کو ظاہر تری تقریر

مہر کے لکھا حق مین کروہ بیخبری سے / بینا نہووے کور ہے نزدیک تبعدیر
اور ہین وہ خبردار جو اوس سے تھے نزدیک / یہ اپنی طرف تونے کنایہ کیا تحریر
لیتے کر مین گو تہمت سودا مین نہ پہونچا / پر ہین نے سخن اپنے کو دی دیسی ہی توقیر
سمجھا اپنے سے جو چاہے سو کچہ رتبہ رکھے ہی / بے رتبہ کئی شعر ترے خلق مین تشہیر
تحقیر کر اوس سید پاکیزہ نسب کی / لی تونے عبث لعنت ملعونین کی جاگیر
ایک مین کہون تجھ سے سخن واقعی تیرا / تفہیم مین اوسکے نکرے فہم جو تقصیر
نے دوستی سودا سے ہی نہ دشمنی تجھ سے / دنیا مین کسی شخص کو سچ جان یہ تقریر

ساری یہ زبردستی خوبی سخن سے ہے / کرتی ہی جو عالم کے دلونکے تئین تسخیر
جو گذرے ہین مقبول خدا اونکے سخن کی / دلہا سے خلائق پہ بکہ چھائی ہوئی تاثیر
مقبولی و مردودی طرف سے ہی خدا کے / پیش آئے نہین جاتی ہی کچھ سعی و تدابیر
تو کیا کہیگا اور کہے گا کوئی کیا اور / شاعر جہان جتنے ہین لے خورد سے تا پیر
سب ریختہ کہتے ہین پہ سودا کے سخن کو / جو حق نے دیا ہی شرف و عزت و توقیر
لگا نہین کھاتی ہی کسی بات مین اوس سے / یون کہنے کو لوگونکے تو اوستاد بھی ہین میر
نکلتہ ہی آویزہ گوش دل دانا / ہر چند کہ احمق کے جگر کے لیے ہے تیر
قائم نرہا آکوئی میدان مین اوسکے / زعم اپنے مین گو بیشہ معنی کا ہوا شیر
شہباز خیال اوسکا یکے تھا تہ چنگال / تھے جتنے معانی و مضامین کے نخچیر
دی قدر مگس کی تجھے اور اوسکو ہما کی / جس روز کہ تقدیر نے تقسیم کی تدبیر
عقل اوسکی نرا احمق ہی ایکایک پہ غالب / ہرگز نہ ہٹے آگے سے ایکایک کے ہو زیر
اوس شخص سے خامہ کی ترے ہی یہ گذارش / دیکھے جو طرفدار مین کوئی یہ تحریر
لاوے نہ وہ ہرگز خفگی طبع مین اپنی / کسواسطے ہی واجبی و راست یہ تقریر
اور اوس مین جو بہتان کا اوسکے ہوے تردد / اول نہ رسالہ کی طلب مین کرے تاخیر
پھر اوسکو قسم ہی کہ تعصب کو اوٹھا کر / پڑھنے مین نہ اک حرف کے اوسکی کرے تقصیر
اول سے لے آخر تلک اوسے غور سے دیکھے / بغض و حسد و جہل کو کر طبع سے تغیر
نکلے وہ کیسا اوسمین بیان احسنے کہ جنکو / دیکھ اوسکی طبیعت کے مقرہی خرد پیر
لاحل اگر ہین معنی اشعار مکین کے / کس خوبی سے چلکر اونہین لایا وہ تبقریر

کس لطف سے الفاظ معانی مین کیا دخل
رکھنی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا
بغض اور عداوت کو جگہ دلمین نہ دیکر
بعد اوسکے تو انصاف سے کر غور کہ عائد
مختار کیا تجکو مین ہو کر کے حکم تو
کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی
اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو
اس بات کو سچ جان کہ پیدا کرے معنی
احمق ہی سو جہانے سے قباحت جو کسو کی
سودا و مکین مین پڑی اوس سے ہی لڑائی
کہنے سے ہو گر کوئی نبی یا ولی کوئی
ممکن نہین پہونچا سے ہم رتبۂ معصوم
سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم
پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے
عیب ہے گران کے تئین ہر یک نگران ہی
تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنھونکے
آفاق مین جو عقل سے معذور ہین اونکے
حمق اپنے سے اور ونکے ہنر کو جو کہی عیب
حال ونکے سے اک شعر نظیری ہے مطابق
یک عمر بکا دوستونکا عیب جہان مین
اکمال سمجھے ہین یہ عجب تیرے جس کو
اس قصہ کے کہنے کا ہوا مصحفی باعث
کہتا نہ اگر معرکہ سودا سے بقا کے
ناواقفون کیواسطے واقف تو ہین واقف
کیا معرکو نکار ہا تھا سودا سے بقا کو

اشعار کے اوسکے کر اوتضمین کر دیا تصویر
علامونکا اللہ نے جاہل کو کیا پیر
دیکھ اوسکے رسالہ کا تغیر اور تو تقصیر
اون دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہے تقصیر
وہ کر کہ ہو جس پر متقاضی تری تدبیر
بد کہنے سے جن کو ہو کوئی داخل تکفیر
اچھی نہین کیجائی بجنگ تبر و تیر
شاگردونکے لڑنے سے نہ اوستاد کی تقریر
ممنون ہو اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر
کہتے ورنہ بہم پیش ازین جون شکر و شیر
تو اوسکی خطا سے بری و پاک ہو تقریر
القرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی پیر
انسان جو ہے ہر امر مین ہے مصدر تقصیر
بے شبہہ و شک جرم و خطا کا ہے وہ تخمیر
کچھ اوس سے کسی شخص کی گھٹتی نہین توقیر
عیب اپنے بجز چشم کے کہ اونکی ہے تنویر
اور ونکی خطا جوئی پہ مصروف ہے تدبیر
کیونکر نہ خطا بینونکا ہووے ہدف تیر
اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر
دشمن سے سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر
کس نقص سے اوسکے تئین کرتا ہے وہ تقریر
تھا ورنہ دماغ اسکے کہے کرنے کا تحریر
کرتا یہ بیان کرنیکی مین کس لیے تدبیر
اس معرکے مین اسنے قلم بند کی تقریر
یہ اوسکی فقط جہل و حماقت کی ہے توقیر

طاقت تھی کہ ہوتا کوئی سودا کے مقابل
کیا رو برو اوسکے تھی بقا کے تئین توقیر

اے روبۂ پر حیلہ و اے گربۂ پر مکر
سودا نے برے کہنے پر از بسکہ تو ہی شیر

اوسکا ہی بھرا بغض ترے دلمین و نے تو
رکھ اور نپر اوسکے تئین لاتا ہے بتقریر

ان باتوں نے اچھے نہ برے ہو وین کسطرح
کیونکر وہ برے ہون جنہین اچھا کرے تقدیر

سمجھا تو کہ سودا کو برا کہہ کے ہون اچھا
اچھا نہ بنا بلکہ برون مین ہوا تشہیر

اے صحفی اچھا تو نہو ویگا کسی طرح
اچھا وہ نہین ہی جو کرے اچھونکی تحقیر

اچھے جو ہین سمجھے ہین برونکے تئین اچھا
کہتا ہی برا اچھونکو تو ہی برون کا پیر

اچھا جو دکھاتا ہی تجھے تیری نظر مین
سو حمق ہی تیرا کہ وہ تیرا ہے گلوگیر

اچھا تو اگر آپ کو سمجھا تو نہ آیا
فہرست مین اچھونکے ترا نام بہ تحریر

جانیگا برا اپنے تئین سب سے جب اچھا
ہو ویگا تو اور پائیگا تب اچھونمین توقیر

خوب آپ کو سمجھا تو ترقی سے رہا تو
اس حرف کو زنہار نکر دلمین گرہ گیر

دشوار ہی تا منزل اکمال پہونچنا
پہونچاتی ہی دہان لاکھونمین ایکدھکو تقدیر

ہی نقص کے اندیشہ مین تکمیل کی کوشش
جب سمجھا تو کامل ہوں ہوا نقص مین تخمیر

دانا ہی تو نادان ہو دانست کی کرسی
تا ہووے تو اونسے جو ہین دانائی مشاہیر

گر خوب ہی اپنے سخن خوب کو بد جان
گو بد ہی سخن غیر کا کر اوسکی نہ تحقیر

ہر شیشۂ دلکے لیے ہی تیری زبان سنگ
تا چند رکھیگی یہ درستی تری تقریر

رکھیگا بنا تیغ زبان اپنی سے کب تک
ہر خاطر دہر دلکو لگا زخم تو دل گیر

صد مرہم و بخیہ کے پے زخم دل خلق
تقریر تری چاہیے پیدا کرے تاثیر

گر فہم ہی تو اپنے تئین ہیچدان جان
تا تجکو جہان کے ہمہ دانونمین ہو توقیر

بالفرض اگر تو فلک فضل و ہنر کا ہو
خورشید ہی گر ذرہ مثالون کی نہ تحقیر

جون ہوسکے تو نقش خودی کے تئین کر نیست
تا صفحۂ ہستی مین ہو قائم تری تصویر

کیسا ہی تو اچھا کہے اوس پر نہو راضی
کرسی کہ ہو اوس سے بھی اچھی تری تقریر

زنہار طبیعت کو نکر حمق کا پیرو
کر عقل کو فکر اپنی کا تو راہبر و پیر

تعریف نہ کر آپ تو پڑھکر سخن اپنا
ہی تجکو قسم اوسکی جو ہے خالق تقدیر

دیگی جو تری طبع کی تئین خوبی معنی
سامع نہ کریگا کبھو تحسین مین تاخیر

اور یہ وہ اگر لوح و قلم واہی و بے ربط — تعریف سے تیرے نہ اوسے ہو دیگی توقیر
تعریف نہ کر یک سخن کے نہین کر خوب — تا خوب تر از خوب نہو لا بہ تحریر
منہ پر ترے تحسین کرین پیچھے تری نفرین — ہو یہ حرکت کرکے تو زنہار نہ تشہیر
تمیت نفس اپنی حماقت سے مگر تو — جو کوئی مرید اسکا ہے شیطانکا ہے وہ پیر
بد طینت و بد نفس جو کوئی ہین جہانمین — شان اپنی بڑھاتے ہین وہ کر غیر کی تحقیر
رکھے نہین زنہار خبر عیب سے اپنے — اور اونکے ہنر کی کرے ہین عیب سے تقریر
نامرد ازل ہین سو وہ اور دون کی ہمیشہ — رہتے ہین بدل ڈھونڈھنے کے درپے تقصیر
صورت ہین ہنر کی وہ نظر مین حمقا کے — ہین گرچہ کہ سرتا بقدم عیب کی تصویر
جو واقعی ہین مرد ہین اونکا ہے یہ احوال — ہین اپنے معائب کے وہ ہر آن خبر گیر
کہتا ہون مین تجھسے زرہ پند و نصیحت — سن گوش دل و جان سے ذرہ تو یہ تقریر
اکسیر بنا چاہے اگر عز و شرف کی — مردونکی نگر گرد قدم ہونے مین تقصیر
گر یاد ہے کر خاصیت خاک تو پیدا — آتش ہے تو پہونچا تو بہم آب کی تاثیر
ہر چند تری طبع کی بالضد ہین یہ باتین — اور تیری حماقت کے مخالف ہے یہ تقریر
پر فہم سے شاید کبھو نسبت کرے پیدا — تب جان زمانیکے فہیمون کا تجھے پیر
دل اپنے مین کر سوچ کہے گا تو کہ جسکے — اک حرف سنے کی تب تو مرے دلین تاثیر
ہر ہر سخن اوسکا تھا بہ از گوہر شہوار — تھی اوسکے سمجھنے مین مرے فہم کی تقصیر
اور ایسا ہی احمق جو رہا تا بدم زیست — ہوتا نہین اس جرم سے تو واجب تعزیر
کسواسطے مجبور سرشت اپنی سے ہے تو — کرنیکے بد و نیک کے مختار ہے تقدیر
اے ناطقہ اب اوہم خامہ کی عنان لے — تنگی کرے ہے صفحہ بجولانی تحریر
ہونگے حمقا تیری نصیحت سے نہ غافل — احمق ہین اول ہی کے یہ اونکی نہین تقصیر
تعریف مین کچھ نطق و بیان اپنی کی لکھ تو — جا گر سخن مین سے تجھے چاہیے توقیر
لازم ہے جو ہین جوہری بازار سخن کے — اب گوہر شہوار مین تو لین تری تقریر
اس لطف و صفا سے نکرے جوہری ہرگز — جسطرح کیے لعل و گہر تو نے گرہ گیر
فرمان بلاغت کی ہے پیشانی کا طغرا — اس نظم کے ہر مصرع موزون کی تحریر
جون زلف بتان اسکا ہر اک مصرع دلکش — ہیگا دل عشاق سخن کے لیے زنجیر

کیا طاقت و کیا تاب جواب اسکا معاند
لاوے بزبان اور کرے لکھنے کی تدبیر

دیکھے جو مخالف کوئی اسکو جگر اوس کا
دو ٹکڑے ہو کٹ کر یہ وہ بُرندہ ہی شمشیر

آنکھوں نہیں احتیاکے یہ ہے محل جواہر
سیر اوسکی ہی اون کی سبب قوت تبصیر

اقلیم معانی مین ہی ہر راقم ترا ڈنکا
عالم مین سخن کی تری بجتی ہے بم وزیر

شاہنشہ اقلیم سخن ہی تو جہان مین
چارون حدین اوسکی تری فرمانکی ہین زیر

ہی چار قب نطق و بیان و سخن و حرف
قامت پہ زبان کے ترے زیبا یہ تقریر

لیتا ہے ترا خامۂ فکر اون سے سدا باج
ہین تخت نشینان سخن جتنے مشاہیر

ہی طبل دوات اور علم خامہ ہی تیرا
معنی ہی سپاہ اور زبان ہی تری شمشیر

شمشیر کی تعریف تری کیا کرون جس سے
تو نے ہی کیا ملک سخن کے تئین تسخیر

ہی فارس میدان معانی تو وہ جسکے
خامہ کا فرس ران بیانکے ہی سدا زیر

ہی شاعری کی فخر و شرف طبع سے تیری
جسنے کہ معانی کو دیا خلعت توقیر

در کوہ کنی سخن لے خسرو شیرین
خامہ ہی ترا تیشۂ فرہاد کا بھی پیر

شبدیز ہی اندیشۂ گلگون ہی تری طبع
شکر ہی مضامین تری شیرین تری تقریر

وامق ہی دل اہل جہان حسن کا اسکے
عذرائی یہ رکھتی ہی تری خامہ کی تحریر

لایا ہی بکوہ ایک جوی شیر کو فرہاد
ہر بین و سطور اسکی ہی اک تازہ جوی شیر

شہرے نے ترے خامہ کے لیلی روشی کے
جون شہرۂ مجنون کیا آفاق کو تسخیر

جس حسن سے تو نے بت معنی ہین تراشے
آذر کی فلک سے نہ تراشین یہ تصاویر

الفاظون مینسے یون اُسکے معانی ہین نمایان
فانوس سے تابندہ ہو جون شمع کی تنویر

غرا و فصیح اور بلیغ ایسا قصیدہ
ہی مصحفی کیا کہ نہ سکے مصحفی کا پیر

تیری ہی طبیعت مین ہی یہ زور کہ تو نے
یون باندھ یہ مضمون زبردست کیے زیر

لے سحر رقم مانی اندیشہ نے تیری
کھینچی ہی کس انداز سے اس نظم کی تصویر

صد آفرین ہی بلکہ ہزار آفرین تجھکو
کیا طول سے تو نے یہ قصیدہ کیا تحریر

جس نظم کی عمر خضر و عمر مسیحا
آگے کرے تطویل کی کوتاہی و تقصیر

سو اوسکو مین لکھا کہ نہو تیرے فلک سے
لے مصحفی ہی صحبت سودا کی یہ تاثیر

تکرار قوافی کی جو نادان کرے تکرار
اوسکے لیے اشعار کیے مین نے یہ تحریر

تکرار قوافی کے قصیدہ مین نہین عیب
آئے نہ نصیر اور نظیر اسمین کسی طرح
اس بحر کی خاطر ہین کئی قافیے مخصوص
اس وزن کے ہین قافیے سو آتے ہین این
سب فارسی و ہندی ملا قافیہ اوسکے
ان قافیونمین آٹھ سو اور کتنے ہین اشعار
تکرار قوافی کے ہین اسناد کے خاطر
صائب سا ہوا کوئی کم آفاق مین اوستاد
اوس شاعر ساحر کے قصیدونکو جو دیکھا
پہونچے نہ جسے وہم فرشتہ کا بھی زنہار
تکرار کو پر قافیہ کے حسن سمجھکر
مضمون معانی کو بدل اوسنے کیا ہے
اوستادونکے نزدیک نہین عیب کچھ اسمین
القصہ کہ جسدم چمن نطق مین میرے
گلدستہ بنایا ہے طبع عقلا مین
تا اسکے تفرج سے تفرح کرین حاصل
پھر حمقا دستہ ہے تیرون کا یہ گویا
اور مرتے ہین سن اوسکے تئین دہ کہ لگے سے
تیزی و صفائی کو قصیدہ کی مری دیکھ
بہتر ہی کرون خاتمہ اُس کا بدعا مین
تا جہل کو نسبت کرین ظلمت سے جہانین
جو عاقل و عالم ہین زمانے مین الٰہی
اور جتنے کہ ہین احمق و جاہل سو انھونکے

یہ قاعدے ہین کہہ گئے اوستاد مشاہیر
اس وزن کے ہین قافیہ ہر چند بہ تکثیر
آتا نہین تقطیر و تغییر اسمین مگر تیسر
خامہ کی مرے کچھ نہین اس امر مین تقصیر
کچھ تین سے شاید کہ زیادہ ہون بہ تسطیر
کسطرح سے اسمین نہ قوافی ہون بہ تکریر
اس ذکر کو ان بیتون مین لایا ہون بتذکیر
لائق ہی اوسے گرمین کہون شاعرونکا پیر
رکھتی ہی بلندی معانی یہ وہ تقریر
ہر چند اوڑے عرش پہ ہو کرکے ہوا گیر
صورت کش معنی وہ بہ از مانی تصویر
بعد ایک دو بیتونکے وہی قافیہ تحریر
نادان ہی جو یہ عیب سمجھ کر کرے تحقیر
اس رنگ شگفتہ یہ ہوا گلبن تقریر
گل لا کے گلستان طبیعت سے بہ توقیر
جسوقت مطالع کرین یہ خوبی تحریر
دیکھے سے اسے ہوتے ہین از بسکہ وہ دلگیر
ہر مصرعہ چسپاں اوسکا جگر اونکے مین جون تیر
بالقصد سے خطاب اوسکو دیا برش شمشیر
کہتی ہی اجابت نہ دعائیہ مین کر دیر
تا جلوہ گر آفاق مین ہے علم بہ تنویر
تدبیر سے انکی نہ تفاوت کرے تقدیر
لعنت کا گلے طوق رہی پاؤں مین زنجیر

عبرة الغافلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمارباب فہم و ذکا مخفی نماند ہر دردمندی کہ بخود وا رسید بدرد دلہا رسید تا بدرد دلہا رسید بخدا رسید پس برزبان راستی بیان خدا رسیدگان در کلام اساتذہ مسلم الثبوت حرف جا و بیجا بے تامل نمیگذرد وے دانند + بیت

قطرۂ از خون جگر کم کند	ہر کہ سخن را بہ سخن ضم کند

و بر دل آگاہ ایشان روشن است جمعی کہ در فن سخن لبہای در دیدہ دہنان دوختہ کوس لمن الملک الیوم کوفتہ از دار الفنا بدار البقا پیوستہ اند از آنہا انحراف ورزیدن کار خردمندان نیست کہ نفوس نفیسہ مذکورہ علت غائی ایجاد سخن و صیاد مرغ معنی عرش مسکن اند و عقیدۂ این ہیچمدان نیز ہمین است جائیکہ شاہباز خیال قدرت آنہا بال افشان است ما کنجشک طبعان را چہ یارا کہ زیر سایۂ او پر زنیم اگر میلان طبیعت کسی بہ سخن طرازی و نکتہ رسی باشد باید کہ شیرۂ جان را در متابعت ہیچکسان صرف نماید و ما ورای این اگر باقلیم سخن پا گذارد و پہلو نشینی اہل معانی دستش ندہد باید کہ درین راہ بر نقش قدم آنہا جبین سائیدہ پیروی کند تا از نشیب و فراز راہ سخن لغزشے نخورد و سرنگون نیفتد عیاذاً باللہ اگر کسی سوای طریق آنہا بعمل آرد بجز مایۂ انفعال و رسوائی بدست نیارد سر بجیب فرد بردگان این طائفہ گرداب دریای بلا اند زنہار بے آشنای این پایہ بیسرے ننمائی تا غرق نشوی و تلاطم امواج طبیعت آنہا کوہ را از جا مے برد تا بکاہ چہ رسد اگر طبیعت کسی بر صفحۂ قلم خوردۂ آنہا سرگرم نکتہ چینی شود بدان ماند کہ باد تند خاشاک را بدم شعلۂ ہوا دراق مغشوش کردہ آنہا لیاقت آن دارد کہ کسی سرمشق خود نماید تا بصفحہ منظور ایشان چہ رسد و در ریزہ چینی ایشان صاحب قسمتان خطہا بر میدارند و لذت ہاے مے برند لیکن نوالہ باندازہ کام و ذہن باید برداشت تا از دہن باز نریزد و مصرعہ این لقمہ باندازۂ ہر کام و دہان نیست + اے عزیز اگر جرعہ از بادۂ سخن ترد ستت سرخوش باش ولیکن از شور انگیزی بیہودہ نمک دمپاش کہ از کیفیت خواہد رفت و برنج خمار گرفتار خواہی شد غرض تا آن این قال مقال گفتگو آنست

سے نام نیکو رفتگان ضائع مکن + تا بماند نام نیکت برقرار + کسیکہ بسیار ست وخود را کم
می پندارد بسیار تر است وکسیکہ کم است وخود را بسیار مے شمارد وخود سر است
از پا می افتد آدمی را باید کہ اوقات در تربیت وتہذیب اخلاق صرف نماید بدان کہ خمیر
مایۂ مرات از سنگ وآہن تاریکست اما بواسطہ تربیت وکسب صفا کارش بجای میرسد
کہ صورت انسان ورد جلوہ گر مے شود تو کہ خود انسانی اگر پیش انسان کاملی زانوی ادب
تہ کردہ نشینی ہمچنان در تو نیز کمال او صورت مے گیرد ہر صاحب نمالے کہ ترا خواہد دید
بصورت خود خواہد یافت ہر یکے ہم جلیس خود را دوست میدارد عزیز دلہا خواہی شد
سے اگر دریافتی بر دانشت بوس + دگر غافل شدی افسوس افسوس۔

بدانکہ این رسالۂ مسمیٰ **بعبرۃ الغافلین** مشتمل بر پنج فصل است **فصل اوّل**

در بیان موجب نوشتن رسالہ **فصل دوم** در بیان اشعاریکہ میرزا فاخر بر خط کشیدہ اند **فصل سوم**
در بیان اصلاح نمودن میرزای موصوف بر اشعار استادان ثقہ ماضیہ **فصل چہارم** در بیان اشعار معترض
میرزای مسطور **فصل پنجم** در بیان اشعار معترض میرزای مومی الیہ کہ بندہ موافق فہم ناقص خود دران
دخل نمودہ **فصل اوّل** در بیان موجب نوشتن رسالہ باید دانست کہ درین ایام سانحہ
عجیب وغریب روی دادہ لازم کہ سخن طرازان روزگار ونکتہ سنجان ہر دیار بپنبہ از گوش ہوش
برآوردہ تحویل سامعہ نمایند اشرف علیخان نامی مرد بزرگ از خاندان عمدہ کہ آشنای دیرین
این احقر اند از تذکرہای قدیم وجدید بمشقت پانزدہ سال قریب لک بیت در تذکرۂ خود تالیف نمودہ
بخدمت میرزا فاخر صاحب متخلص بہ مکین سلمہ اللہ الواہب آوردند والحاح وسماجت برائے
تصحیح بردند میرزا صاحب فرمودند کہ مارا دماغ نیست خوب این کار را برائے خاطر شما بشرطے
قبول کنم کہ اشعار تمام شعرائے ہند را از فیضی وغنی وسنبتی وناصر علی وبیدل وسراج الدین علیخان
آرزو ومیر شمس الدین فقیر گرفتہ یکقلم خط بکشم مگر تصحیح وانتخاب اشعار شعرائے اہل ولایت
خواہم نمود خان مذکور باستماع این حرف ہمعنی تذکرہ را برداشتہ آوردند وقبول ننمودند
بعد از چند سال سی جزو تذکرہ را بخدمت شیخ آیت اللہ صاحب متخلص بہ ثنا برائے تصحیح بردہ
بودند چنانچہ شیخ صاحب مذکور چند جزو بتصحیح رسانیدند بعدہ اتفاق رفتن ایشان از لکھنؤ بطرف
فیض آباد افتاد بعد ازان ناچار شدہ باز بخدمت میرزائے موصوف تذکرہ مسطور را خان بردند

والتماس نمودند که شعر غلط را تصحیح نمایند و مکرر را مکرر نولیسند میرزا صاحب اجزا را که شیخ آیت اللہ
صاحب تصحیح نموده بودند ملاحظه کرده فرمودند که این تذکره را آن زمان بصحبت میرسانم که
یک نوشته در باب سماجت خود بدهید چنانچه خان مذکور نوشته دادند چون نوشته ملاحظه نموده شد
بیدماغانه از دست انداختند و فرمودند قسمی که من میگویم نوشته بدهند آنشان گفتند که هر چه
بفرمایند همان قسم نوشته بدهم میرزا صاحب فرموده چنین نوشته بدهید مسوده زبانی میرزا
فاخر که سابق تذکره را بخدمت فصیح الفصحا و ابلغ البلغا میرزا صاحب مشفق کرم فرما میرزا فاخر
صاحب سلمہ اللہ الواهب برای تصحیح اشعار و عبارت برده بودم ایشان بسبب کثرت
اشغال فرصت نیافته ناچار سی جزو تذکره را نزد شیخ آیت اللہ ثنا که گمان اوستادی
بر ایشان هم داشتم برده بودم ایشان تا مدت دیده بعضے جاها که غلط بود آن را صحیح دانسته
در گذشتند و بعضے جاها غلط دانسته به تصحیح پرداختند آن را غلط تر نمودند لهذا مرتبه ثانی
به صدق و آرزوی تمام بخدمت فیض موهبت میرزا صاحب که درین فن استادانه و مثل ایشان
درین جزو زمان و درین کشور صاحب کمال دیگر نیست برای تصحیح بردم همت کلامه خان مذکور
اول بلبل خفته شده ابای آمیغنی نمودند که صاحب را با شیخ آیت اللہ صاحب چکار ذکر
اوشان درین نوشته خوب نیست که از آشنایان بنده و اوستاد مسلم الثبوت اند چون میرزا
فاخر صاحب مصر بر آمیغنی برای تفاخر شدند ناچار بمهر خود موافق درخواست اوشان او
نوشته دادند بعد از مدت مدید چون بسمع خان مذکور رسید که اشعار چیده چیده از تصانیف
اوستادان سابق و حال که دران جریده مندرج بودند همه را قلم خورده مشکوک ساخته
بل اکثر جاها باصلاح پرداختند سراسیمه گشته از خود رفتند چون بهوش آمدند باضطراب
تمام نزد میرزا فاخر صاحب حاضر شدند میرزا این صورت ملاحظه فرموده تبسم می نمودند و خان
مذکور نتیجه سماجت سابق را برعکس دیده در طلب تذکره به بیدماغی پیش آمدند آخر کار
از حضور فیض گنجور میرزای موصوف آن اجزای را بخانه آورده چندی گوشه نشینی ورزیدند
و به مشغله صاف نمودن اشعار قلم خورده شب و روز بسر می بردند درین ضمن هر آشنائی که
بخدمت خان مذکور میرسید و مستفسر احوال بر نیامدن خانه میگردید ایشان آه سرد از دل
پر درد کشیده میگفتند که ای مهربان از چندی در تعزیه زادهاے طبع سخنوران سابق و
حال عزلت اختیار نموده ام که میرزا مظلمه خون فرزندان اهل معانی را ناحق بگردن خود گرفتند

نوشته و دراین مخمصه بودند که روزی بخاطر ایشان چنین رسید که آن اشعار قلم خورده را بنابر
منصفی نزد این ضعف البلاد آورده انصاف خواستند بندهٔ خاکسار محمد رفیع متخلص به سودا
التماس نمود که این احقر بزبان و امور فارسی چندان ربطی ندارد و دخل هیچ معنی در زبان فارسی
بیان سے مانند بیت تو کار زمین را نکو ساختی + که با آسمان نیز پرداختی + و خدا عالم است
این چند بیت ریخته از قبیل قصیده و غزل بچه سبب حسن قبول یافته است والّا نه بنده هم گلیم
خود را از آب نکشیده و میرزا فاخر صاحب البته این کار فهمیده و سنجیده بعمل آورده باشند
در کمالات ایشان هرگز شبهه نیست اگر مزاج شریف چنین انصاف طلب است
میباید که انصاف این نسخه را نزد سخنوران فن فارسی برده طلب انصاف نمایند چنانچه
بالفعل از شاگردان شیخ محمد علی حزین رحمة الله علیه شیخ آیت الله متخلص ثنا و از
شاگردان میر شمس الدین فقیر میرزا بہجو متخلص بذره حاضر اند و سوای این هر دو صاحبان
میرزا بو علی ہاتف در بنگاله و نظام الدین بلگرامی متخلص بصانع در فرخ آباد و شاه نور العین
واقف در شاهجهان آباد موجود اند حق تعالی این همه صاحبان را عمر طبعی برساند انصاف طلبی
این ابیات یکپای مردی میخواهد چندان دور نیست بنده را معاف فرمایند چون این کلمات
التماس نمودم خان مذکور این شعر خان آرزو بر زبان آوردند شعر آید بحال ذائقهٔ خویش
گریه ام + یک آشنای بامزه در روزگار نیست + بعد از خواندن شعر فرمودند که گمر صاحب
را خبر نیست این نام برده ها را کی بخاطر می آرند هرگاه گرد بر آفتاب تابان انداخته در حق
شمس الدین فقیر چنین می فرمایند که در رساله عروض او پنج و شش جا غلط فاش بر آورده ام
و بر اشعار شیخ آیت الله صنع اعتراضات دارند و اشعار نور العین واقف را اکثر جا اصلاح
می نمایند و اشعار صانع و دیگران را سهل انگاشته میفرمایند که دیده و نادیده خط کشیدن
بر اشعار ایشان موقوف نمودم چون خان موصوف چنین فرمودند بنده بدرشتی التماس نمود
عجب حال است هرگاه پیش میرزا ہجو کسان اعتبار ندارند تا به من هیچمدان چه رسد طلب انصاف
از بنده دور از دانائی صاحب است غرض با وصف اینهمه فهمایندن آن اجزای قلم
خورده را بجبر او قهر آمیز احقر انداخته کبیده خاطر برخاسته بخانه خود تشریف بردند چنانچه درین
ایام گاه بیگاه که این عاصی سیراب ابیات نموده در رفع اکثر اشعار شیخ سعدی و امیر خسرو دهلوی
و مولوی روم و مولوی جامی وغیره اساتذهٔ قدیم و جدید که منتخب و برگزیده عالم اند قلم خورده

بنظر درآمده و بسبب نارسائی فهم ناقص خود قبح این ابیات مطلقاً بخاطر نرسید لاکن اینقدر دانست البته که از چنین صاحب کمالے که بکمال خود دعوی دارد و ہجوکاری بعمل آمد ہیچ وجه نخواهد بود فی الواقع مرتبه میرزا درین فن بجائیست که متردد و درامر دم اگر بر بیاض دیده نبولسند جا دارد گو شل من ہیچمدان به کنه اولی نبرد لیکن ازدانائی میرزا صاحب بعید بود که چنین حرکت بعمل آورده رنگش وضیع و شریف گشتند خدا نخواسته اگر هر یکی از معتقدان شعرای مذکور مشکوک نمودن این اشعار سوال نمایند بقیه عمر ایشان در بهم رسایندن جواب به نحوی صرف شود که جای دم زدن نباشد علی الخصوص دو حرکت بسیار قبیح ازایشان بعمل آمده یکے خط کشیدن بر اشعار صحیح اوستادان مسلم الثبوت و دیگر از جهان گذشتگان را بخوبی یاد نکردن برین هر دو چیز تصحیح تذکره موقوف بنود و عالم سخن هزار رنگ است و هر یکے برنگے مالوف چه لازم بود که شعر دیگرے را که مرغوب طبع خود نباشد سست دانسته مغشوش سازند می بایستی هر شعرکیه پسند خاطر می بود بصاد خاص مزین میساختند و باقی را بحال خود میگذاشتند بدانست این احقر مختصراً صلح والسب چنین می نمود والله اعلم بالصواب ۔

فصل دوم

در بیان اشعار اساتذه که میرزای موصوف بر خط کشیده اند در قبول نموده ۔

حضرت امیر خسرو علیه الرحمة

تو بدین خوبی و من عاشق و انگه ز تو دور خودم انصاف بده زیستن امکان دارد

عمرها بگذشت یاد من نیامد در دلت جان من یاران غم یاران ازین بهتر خورند

اے صبا خاک رهش آر دبیدار به چشم که بلاها همه زین رخنه برون می آید

تو لے صنم که مراد ردلے چه سودا زین که درمیان من و دل هزار فرسنگ است

انچه من دیدم و من میکشم از درد فراق که شنیده است که دیده است و کرا پیش آمد

زانسان شده ام خوار پیش تو که هر چند از جور تو گرم گله انکار نه کردے

من آنکسی بیدلان را خنده می بینداشتم روزے کنون برمید هد تخمی که من میکاشتم روزے

گویند کاز خوبان بدنام شدی خسرو
دل چون نکند قربان خسرو چه کند آن را

کرشمهای تو از بسکه هست رنگ آمیز
نه آشتی تو داند کسی نه جنگ ترا

خسرو که سوختست دی اول دلش دهید
وان دل که سوخته نبود آتشش دهید

ندانم هر ترا در دل چه افتاد
که دادی صحبت دیرینه بر باد

تغافل کردنت بی فتنه نیست
فریب صید باشد خواب صیاد

سخن باقی و شب در گفتگو رفت
سپیده دم دمید و مه فرو رفت

سعدی علیه الرحمة

بر من که صبوحی زده ام خرقه حرام است
ای مجلسیان راه خرابات کدام است

آرزو میکندم با تو دمی در بستان
یا بهر گوشه که باشی تو که خود بستانی

چون تنگ نباشد دل مسکین حمامی
کش یار هم آواز بگیرند بدامی

هر غمی را فرجی هست ازان می ترسم
پیش ازانم بکشد زهر که تریاق آید

چرا و چون نرسد بندگان مخلص را
رواست گر همه بدمی کند نکوست

پیش دگری نمیتوان رفت
از تو به تو آمدم به زنهار

مولانای روم علیه الرحمة

ای خداوند یکی یار جفا کارش ده
دلبری عشوه گری سرکش خونخوارش ده

تا بداند که شب ما بچسان می گذرد
درد عشقش ده و عشقش ده و بسیارش ده

این هر دو شعر در اکثر تذکره ها بنام مولوی روم ثبت است و زبان زد عالم نیز چنین است و میرزا صاحب می فرمایند که این هر دو شعر از مولوی روم نیست خوب مصرع متاع نیک هر دکان که باشد قابل خط کشیدن نه بود +

مولوی جامی علیه الرحمة

سرود مجلس در دست آه و ناله ما
حباب خون جگر لاله گون پیاله ما

مرا بگوی تو خواهم که خانه باشد
ز بهر آمدن آنجا بهانه باشد

آه ازان شوخ که من بر سر راهش چو روم
بهر محرومی من از ره دیگر گذرد

گذر کن از سخن بوسه این نه بس باشد
که بگذرد سخنان تو بر لب و دهنش

خواهم از دل بر کشم پیکان تو
لیک از دل بر نمی آید مرا

شکار پیشه دو ترک اند کشته چشمانش
نهاده بر سر بالین خود کمان هر دو

آسی سبزواری

شود از دیگران در چشم دیر من دمن افشاند
غبارے در دل از هر کس که دارد بر من افشاند

تابوت من آهسته ز کویش گذر آیند
چون نیست امیدی که بیایم دگر اینجا

مولانا فنری

آئی و بگذری و بمن هیچ ننگری
اے جان من فدای تو این نیز بگذرد

نعمت خان عالی

شد گل رویش مگر از روی گل گلرنگ تر
کز نوای بلبلان شد ناله سیر آهنگ تر

هر لحظه ز بس آمد و رفت تو در انجاست
در بستر هر برگ گلے جای تو گرم است

گل اشک چشم و لاله داغ دل سنبل پریشانی
گرفته هر کسی ز عشق چیزے یادگار از من

اگر نشست عالی با من شکوه نتوان کرد
که دارد از غرور ناز معشوقانه عار از من

واعظان منع شراب از دو سه حرفی کردند
قفل ابجد بگرفتند و پیمانه زدند

قدر و قیمت نیست هرگز مردم بی فیض را
عاقلان عبرت ز نخل بے ثمر باید گرفت

صد قسم گر بخوری یک سخنت نیست درست
زانکه دیدیم به یک حرف تو پنجاه غلط

با رخ و زلف تو کار است چه می باید کرد
آفت لیل و نهار است چه می باید کرد

به صنعت هر که حق آشنائی را نگهدارد
الٰهی هر کجا باشد خدا باشد نگهبانش

شفیعائی اثر

بجوش غلطیدن دلها ز بیداد تو می باشد
ستم در قبضهٔ مژگان جلاد تو می باشد

امینای نجفی

کجا شد آن همه مهرے که داشتے اکنون
بخاطرت نرسیم گر همه غبار شویم

میر صید حسین مخاطب بامتیاز خان مخلص بخالص

ز شرم آلوده چشمی دیده ام نظارهٔ گرمی
که تا آید نگاهش بر سر مژگان حیا گردد

هر که شد بالا نشین محروم گشت از یاد تو
مقری تسبیح از آن بی بهره اند یا دخدا ست

شوخی مشت پری یعنی که بلبل را چرا
سیر گلشن پیشکش بیرحم گلچیدن چه بود

آدمی نیست صنوبر که بود بارش دل
القدر دل نرسے خواه که مقدور شود

حسن سرشار ترا مشاطهٔ درکار نیست
میزند بر گشته مژگان شانه بر کاکل ترا

ز تاثیر نگاه چشم او پیوسته بیمارم
بمن آب و هوائے وصل گلرویان نمیسازد

بمراد خود نشد چون بگذار کم شود دل
چه بکار خویش آید که بکار ما بیاید

ماه من از صبا رخش بسکه بآب و تاب شد
سهره چو بست عارضش بچه آفتاب شد

میرزا صائب

نه خطست این نمایان گشته از طرف بناگوشش
گر شد گدو بیتمی سایه افگن از برودوشش

ترک عجب و کبر کن تا قبلهٔ عالم شوے
صورت ابلیس را بگذار تا آدم شوے

گر کام عاشق ناکام میتوان داد
بغیر ما بکه دشنام میتوان داد

هرگز نبوده است باین رتبه حسن خط
ما سر کبر قلم را ایجاد دیده ایم

گر بشنوی از دو سه حرفی چه میشود
صائب چها شنید ز مردم برائے تو

آنکه دارد اعتماد خیرگی بر چشم خویش
سخت میترسم دو چار آفتاب من شود

حکیم شیخ حسین شهرت

نشد هرگز کسے محسود من از مردم دنیا
اگر کردم حسد بر تارک دنیا حسد کردم

سودای بار محنت وصل تو در گرفت
بیدرد تیغ جور و جفا را گران مکن

برهنه‌پا چون خودی هنگام عرض مدعا ظالم / زبان خویش را الکن نمیدیدی کاش میدیدی
برنگ موی چینی میدهم جا در دل خویش / اگر از زلف یار افتد بدست من پریواری
گدائی را به نخوت میکنند امروز درویشان / چه میکردند اگر میداشتند این قوم دنیائی
پریشانست بوی نافه هر جا میبرم شهرت / نمیدانم گره از زلف یا کاکل گشاد امشب
گرفتم بوسه از لعل لبش دشنام می خواهم / گر من کار نمایان کرده‌ام انعام میخواهم
نام صاحب جوهران از کار فرما شد بلند / شاهدی از بهر این دعوی به از شمشیر نیست
عشق چون کامل عیار افتد کند ایجاد حسن / کوهکن معشوق را از سنگ پیدا کرده است
شهرت از فرزندی آدم نگردی حق‌شناس / بندگی باید پیمبرزادگی منظور نیست
دنیای سفله پرده نگرفت دست مردی / تا چون خودی نه بیند از خاک بر ندارد
من دشمن شهرت چنانم دوستی با هر که می بندم / بغیر از دشمنی با شهرت دیگر نیست منظورش
یک عمر درین میکده بودیم سرافراز / چون دختر رز یک پسر ساده ندیدیم
شهرت رخ یار تو نکو خط چو بر آورد / در رنگ تو کیفیتست که در باده ندیدیم

سراج الدین علی خان آرزو

اگر آید بسرخ از رنگ پان دندان جانان را / گسستی شیخ همچون اشک ما تسبیح مرجان را
شیخ آنجا دعوی تقوی نخواهد رفت پیش / عالم الست این والله جای نعره نیست
هر لحظه آیدم بنظر دیگر او مرا / زان رو بوصل بیش بود آرزو مرا
کام دو دهان من زمی بوسه پر کنند / در بزم وصل لست همین آرزو مرا
گر تو هم آئی پی طوف شهیدان تو دور نیست / گریه می آید درینجا راه چندان دور نیست
زین بیش طاقت جور ای بیوفا نداریم / تا چند خون توان کرد آن دل که ما نداریم
آید بحال ذائقهٔ خویش گریه‌ام / یک آشنای بامزه در روزگار نیست
تقریب عجب بودم رفیق محتسب عمری / پی تاراج می تا خانهٔ خمار می رفتم
از زلف دل گرفته بخط تو بسته‌ایم / این عذر بدتر است بسی از گناه ما
مه کامل بنورانی رخ دلبر نماند / اگر ماند شبی ماند شبی دیگر نماند
دیدیم زلف تا کمر آن دل فروز را / شامی عجب مقابله دیدیم روز را

محمد قلی سلیم طہتری

انکه برباگل نمی زد پیش ازین از دستی / نمیزند اکنون بچوب گل من دیوانه را
نگاه باغبانم می پرستم لاله و گل را / کنم چون موی چینی نیز بارت شاخ سنبل را
نمیکشد به چمن طبع پر غرور مرا / شراب میکشد اینجا سگی بزور مرا
سلیم بازفروشی عشق را نازم / که خاک بودم و بفروخت چون عبیر مرا
ز بلبلان گلستان سلیم صد فریاد / که از بهار نکردند با خبر ما را
ای باغبان بجان تو ما آزموده ایم / از نکهت گل است علاج زکام ما
به معشوق کسی هرگز ندارم میل آمیزش / به بلبل میدهم گل را اگر در دست من باشد
رسید کار بجایی ز عاشقی ما را / که در قبیلهٔ ما هر که بود مجنون شد
از گرفتاری چرا نالم سلیم / فکر آزادی چه در اندیشه نیست
ز ناز و غمزه دران چشم هرچه خواهی هست / ولی چه سود اسیران نگاه مینخواهند
گرم آتشبازی ام چون دید در طفلی پدر / گفت این بدبخت مشق عشقبازی میکند
گرفتم اینکه دهد وعده شاه امید / دماغ کو که کسی صرف انتظار کند
آن لب سلیم آب بقا را شهید کرد / خونهای خلق کهنه شد این خون تازه است
دارد امید دست ز تو شکوه بسیار سلیم / آه اگر مهر خموشی ز دهان برخیزد
حسن و عشق از یک نگاه گرم یار هم شوند / چون دو همسفری که در غربت دوچار هم شوند
وای بر آنکه کند توبه به هنگام بهار / این گناهیست که مستوجب بخشیدن نیست
گرم تو بوصل رساند سلیم نیست عجب / که هرچه گوئی ازین روزگار می آید
من کجا و سفر از کوی خرابات سلیم / چه توان کرد چو تقدیر اسی باشد
بره گذار نظر ریزسلی دوچار شدم / خبر ز دیده بدل نارسیده کار من شد
چو سوی صیدگاه آید ز ذوق داغ غزالان را / صدای خندهٔ زخم از سر یک تیر می آید
ز بوی پیرهن برون لیخا انجمان داغ ست / که چون برگ گلی هر جا نسیمی دید میلرزد
بباغ میرود آن شاخ گل سلیم دگر / بهار در چمن امروز میهمان گل است
گلرخان ببیند هرگه بر اسیر نگه اگر / آفرین گویند بر هر زخم تیر یک دگر

رسوای عالمی شدی از دست گلرخان — صد بار گفتمت که سلیم اینچنین مباش
سلیم رفت زکف اختیار ما بیرون — نصیحت من دیوانه بعد ازین عبث است
قد باغ زسامان گل و لاله کمی نیست — چیزیکه درین فصل فراوان دل داغ است
منت زباغبان چه کشم از برای گل — دارد خدنگ ناز تو زخمے که واه واه
بدنمیان گر نظر نکیدم جدا نیست — گرش بابا نظر بودی چه بودے

خضر خونساری

زرفتن تو دلے باز پس نمے ماند — تو میروی و درین شهر کس نمے ماند

جلیل خلیل تخلص

دردی که میکشد دلم از انتظار وصل — داند کسی که بر سر راهی نشسته است
گره شد بر تو از تنگی جایم شمع تابان را — نگین یاقوت حمر گشت آخر این نگین دان را

درویش دہی

برنگ دیگر امروزم نصیحت میکند ناصح — صبا دادل زدستش برده باشد دلربائی من
هنوزم پیش آئینه اعتبارے هست ای همدم — که شب بود دست با اغیار و پنهان گشتم از من
افسوس که کار مشکل افتاد — قتلم برمنای قاتل افتاد

میر رضی دانش

می مخور چندانکه نشناسد زگل گلچین ترا — پاسبان حسن پاک خویشتن بودن خوش است
چند هر هفته کشم خون دل میخواران — شب آدینه همین در رمضان پیدا است

داؤد تنبولی

بیتو از شعلهٔ آه دل دیوانهٔ ما — سیل دودی شد و برخاست ز ویرانهٔ ما
افتاده بکف زلف تو دو کام گرفتیم — شب بر سر دست آمد و آرام گرفتیم

درکی قمی

کرده ذوق چمنی گرم طلب باز مرا — شوق گل با قفس آورده به پرواز مرا
بر در ز عهد تو هر دل که بود پر خون شد — ستم تو کردی و تهمت بنام گردون شد

دانای کشمیری

زکوة حسن ز عاشق دریغ نتوان داشت — درست اگر ندهی نیم بوسه بسیار است
تاب مقراض ندارد ورق نازک گل — لب گستاخ رساندن برخ او ستم است
اضطراب اندر سخن عیب است تا چون هلال — مصرعهٔ برجسته باید گو بس ماهی رسد

فقیه دردمند

نامه ام تا باز ننماید کسی خوب مرا — کشته تا مدرا بگردن بسته مکتوب مرا

ذهنی مشهدی

صد سفر همراه وی بودیم از عهد صبی — از رقیب امروز می پرسد که او همراه کیست

رضی الدین نیشاپوری

گر بر سر من ز چرخ آتش بارد — ممکن نبود که دل ترا بگذارد
آخر روزی گذر کند بر دل تو — این سوخته دل بما امیدی دارد

رضی اصفهانی

زخمی بمن نزد که دم تیغ برنگشت — برگشتگی بخت من از این قیاس کن

رضای هروی

دل جان سپرده بسکه طپیده است در برم — من خوش بر این گمان که قراری گرفته است

میر رضی ارطمانی

باور مکن کہ از تو دل آزردہ میروم	جنگ مرا چو صلح تو ہیچ اعتبار نیست
چہ دوستی است با آن سنگدل رضی دیگر	چہ دشمنی است کہ با جان خویشتن داری

رضای کاشی

نیاز عاشقان معشوق را او ناز می آرد	تو سرتا پا وفاداری ترا من بیوفا کردم

سعد الدین راقم

ز آزار دل من یکسر مو کم نمی گردد	ستمگر بیوفا برگشتہ مژگانی کہ من دارم

میر محمد زمان خان راسخ

ز گلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد	کشادہ بال قمری سر را چاک گریبان شد

حسن بیگ رفیع

ز جور یار چہ گویم مثل کہ بتمثیل است	بلطف او ستم روزگار می ماند

سلمان ساوجی

دعوی زہد تو آن روز مسلم دارم	کہ روی بر سر آن کوچہ و ہشیار آئی
بشکل صنوبری کہ دلش نام کردہ اند	سلمان بیا و قد تو در بر گرفتہ است

ثنائی

افتاد مرا عجب شکارے چکنم	وندر سرم افگندہ خمارے چکنم
سالوسم و زاہدم ولیکن در راہ	گر بوسہ دہد مرا نگارے چکنم

میر نظام الدین سنبھلی

بہر ماہی کہ آن نامہربان یکبار پیش آید
روم از خویش و ماہی بایدم تا دل بخویش آید

سیفی بخاری

ہر کہ دید از غم آن ماہ جبین آرام گفت
ہر بلائے کہ ترا ہست ہمین یکماہ است
ہست از دہنت در دل ہر غنچہ سخنہا
گلہا شگفد گر بگشایند دہنہا

میرزا سلیمان جابری وزیر

اگر ز دل غرض تست صبر معدوم است
وگر مراد من از تو وفاست معلوم است

حاجی فریدون شائق

مست و بیباک و دغا دشمن و خنجر بر کف
خوب می آئی اگر رحم شفاعت نکند
امشب مہ دو ہفتہ خوش با ضیاست بنگر
شائق بحال چشمے آن نازنین نباشد

میر سنجر کاشی

ندارم کہ بگویم تو ورنہ دارم
سخنے چند کہ برروے تو گفتن دارد
زین چہ ترکم ای دل ز سادہ لوحی تو
کز و جدائی و امید زیستن داری

محسن سیری

دل محمود شد اسیر ایازم
کار خود گرد عشق بندہ نوازم
زیر بدین کبوتر ہمہ تن در منظر اہم
کہ کجا نشستہ باشد بکجا رسیدہ باشد

سالک قزوینی

زان لب مردہ ام الفش آب ندگیست
دشنام خشک ہم بدعا گو نمے رسد

حسرت مرا گداخت که چون جذبهٔ وفا — دست پسر گرفته بدست پدر دهد
دل بسر از زلف بر نمیدارد — زین طلسم شکسته چون بستند
اے لبی قتل چون منی دعده چه میکنی مکن — بند قبای خویش را خاطر خود گره مزن
تغافلی ببت مشغول دربان که خواهی شد — که در هر گوشه از چشم تو افتاد ست بیمارے
همچو دور افتادهٔ ناگه بیار خود رسد — دست تا در گردن من کرد تیغش خون گریست
پروانه مزن لاف محبت که نداری — آن سوز که بی منت پرواز توان ساخت

میر سیادت لاهوری

چو آفتاب لب بام آخر عمر است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت من

سرخوش

حال دلم بگوش تو غافل چسان رسید — گفتم پیام شوق تو قاصد ز خویش رفت
چشم او آبروے میکده ریخت — مے بکشتی نشسته مے آید

سری مشهدی

خویشتن را هیچگه بے ذوق عشقی کار نیست — از هوس پهلو خورد عشقی که مادرزاد نیست

سخنور

بتاب حوصلهٔ عاشق تو مے نازم — که جان ز جور تو بر لب رسید و هیچ نگفت

رباعی شاه بوعلی قلندر

دل کرد بسے نگاه در دفتر عشق — جز روی خوشت ندید اندر خور عشق
چندانکه رخت حسن نهد بر سر حسن — بیچاره دلم عشق نهد بر سر عشق

شاہ واقفی

نے کز چشم ما خیزد جہان را در خطر دارد	معاذ اللہ کہ این ابر بلا طوفان انگیزد

شاہ حسین

چون نیازم در مقام ناز میدارد ترا	بر من زار از ترحم باز میدارد ترا

شریف تبریزی

دستِ تو چون بگردنِ قاتل نمیرسد	اے مرغ نیم کشتہ طپیدن چہ فائدہ

شرف جہان

شد سینہ بصد چاک ز تیغ ستم او	بیرون نشد از سینۂ صد چاک غم او

میر شاہی

ز جہانیان ندارم بہ کسی جز از تو الفت	تو ہم از وری برآئی سر بیکسی سلامت

شرف جہان

سگ کویش اگر آزرد ما را از دنی رنجم	میان ہمنشینان گفتگو بسیار میباشد

شاپور

کم کن ای شاپور از ناز زلفش گفتگو	این سخن ہا آدمی را زود کافر می کند

شانی تکلو

بکشم ناز دلبران چکنم	طور من عاشقانہ افتادہ است

حیدر شکوئی

ز نازکتش نہ باندازہ است اے محرم — بگو تبسم بسیار بار لب نکند

شفائی

صبا مانیست با من سینہ صافیہا ازان سیم — کہ بوے پیرہن در نیمہ راہ افگندہ برگردد

از در دل چو در آید مگر دور چپ و راست — تا بانسوی کشستہ است وفانہ نشیند

من کجا و ہوس بوسہ ازان لعل کجا — لب گزیدی و دلم در طلب جام افتاد

غافل ز خود شدیم بگوشش گہ وداع — تو در از اضطراب ہمائی گذاشتیم

شفائی از تو تمنائی یک نگہ دارد — امیدوار بدلداری و عنایت نیست

شیخ بہاؤالدین عاملی

مرا امید بہبودی نماندہ ای خوشا روزی — اگر گفتم علاج این دل بیمار می باید

زاہدے بمیخانہ سرخرو بہ مے دیدم — گفتمش مبارکباد از سنے مسلمانی

کمال الدین ثنائی

دل داد و جان ازان لب شکر فشان گرفت — جان تمام داد و عوض نیم جان گرفت

شرف الدین علی پیام

جز عزیز القدر یوسف را کسے ننوشتہ است — از غرور میرزائی شوخ بے پروائے ما

غیر وصل کسے زہے طالع — من و ہجران یار یا قسمت

تو ہم بگیسوے خود گو کہ دا شود با ما — اگر مناسبت شام با غریبان است

ساختہ است آئینہ سان با خوب و زشت روزگار — دل بہر صورت کہ باشد زندگانی میکند

دوش گفتی کہ رقیب از تو شکایت دارد — ہر چہ خواہی تو بگو غیر چہ طاقت دارد

باقر کاشی

حیران خودم کہ از چه جنسم — من ہیچ باین و آن نمانم

مرزا بیدل علیه الرحمة

عشق گاہے قدردان درد پیدا میکند — بیستون تا حشر اگر نالد دگر فرہاد نیست

دل جمع این زمان چه امکان است — ریشهٔ گل کرد و رفت دانهٔ ما

ز جیب ہر ذرہ آغوش می چکد اینجا — بیا کہ جان تو در چشم دوستان تماشاییست

عنقا سر و برگیم مپرس از فقرا ہیچ — عالم ہمه افسانهٔ ما دارد و ما ہیچ

نشاء گوشه دل از دیر و حرم نمیرسد — سر بہزار سنگ زن دیده بہم نمیرسد

روز در غم حسرت شب بگوی نومیدے — روز آن شبم انیست طرفه زندگانی ہست

ازین عبرت سرا گفتم چه بردند آرزومندان — حقیقت محرمان گفتند داغ آشنائی ہا

آنجا جواب نامهٔ عاشق دریدن است — بیہودہ انتظار خبر می کشیم ما

ہمه عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما — چه قیامتی که نمیرسی ز کنار ما بکنار ما

رباعی

بیدل بہ تلاش رزق آمادہ بہ بر — سگ تابع سگ گشت و خر جا کر خر

در زمرۂ کائنات دیدے کہ نکرد — این ننگ بخود قبول جز نوع بشر

رباعی

زاہدان سوے فطرت مردانند — در معبد شوق نیستی فردانند

یک رہ خبر از آتش کاغذ زدہ گیر — تا سوختگان چو سبحہ سے گردانند

رباعی

بیدل بسجود بندگی توام باش — تا بار نفس بدوش داری خم باش

زین غزہ کہ در کار گہ طبیعت نشست — الا نمی توان شدن آدم باش

رباعی

در مذہب خود گر ہمہ خر گرد و کس — تا صبح نشوی بہا و تر گرد و کس
اے بیخبر این قافلہ اوہام است — جائے نرسیدہ است کہ ہم گرد و کس

رباعی

بیدل اگر از عالم جودت خبر است — اظہار قناعت ز ہر بد بستر است
ساغر خور و عشرت کن و اقبال طلب — مہمان کریم را فضولی ہنر است

رباعی

بیدل عمریست کز طلب در بدریم — در معنی تحقیق ہمان بے خبریم
صد پردہ شگافتیم و چیزی نکشود — اکنون برخیز تا گریبان بدریم

شوکت بخاری

خطے کہ بیا قوت تو نظارہ پسند است — اگر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است
کی بود طاقت آغوش من اندام ترا — میگدازد چو شکر آب نگین نام ترا
کسے می سنجد آن دندان و یاقوت لب او را — کہ از شبنم بود سنگ از برگ گل ترازو یش

خان آرزو در اول مصرع این بیت چنین دخل کردہ اند

نہ سنجد گوہر دندان و یاقوت لبش تا کہ کس — اگر از شبنم بود سنگ در برگ گل ترازو یش

میرزا صاحب بعد از خط کشیدن در تذکرہ مذکور بدستخط خاص نوشتہ اند کہ در ہر دو صورت معنی ندارد و بر ارباب روشن است کہ ہر دو صورت بے معنی ندارد و در دخل خان آرزو ترقی معنی است

غنی بیگ قبول

بے اصل ہر کہ دید بنا سے زمانہ را — آئینہ دار ساخت زنگ خشت خانہ را

نیست در سر فکر روزی صاحب شمشیر را / باشد از ناخن کلید رزق در کف شیر را
تیغ هندی کشیده مے آید / وائے بر عاشقی کہ بے جگر است
گر بہ بیند رخ زیبائے ترا / گل فرستد بہ محمد صلوات
در قنینهٔ بلور مے جان فزا قبول / ہر کس کہ دید گفت کہ روح مجسم است
قبول بسکہ کنی خویش را بوصلش گم / ترا نشستہ بہ پہلوی یار نتوان دید
شیعہ و سنی و تحفہ نیستم / کم کسے داند کہ این ہم مشربی ست
از جان مجنون برید درد دل ویرانہ کرد / کم کند عاقل چنین کاری کہ این دیوانہ کرد
گفتمش میسکنی بہ من سنگے کہ / از سر ناز گفت باید دید
میروم از جفای ادائے کاش / در مقام ستیزہ گوید باش

شیخ آیت اللہ ثنا

مردیم چون کنیم کہ باید بخلق ساختن / مارا کہ در عدم تو بخود ہم برآر نیست

در تذکرہ خان موصوف نقطہ شک گذاشتہ اند فی الواقع در معنی این بیت اشک در شعر فہمی میرزا بلاشک ۔

چہ سودا ز فطرت تو راز را در سینہ میداند / کہ از بس بدگمانی دوستی را کینہ میداند

میرزا میگویند کہ معنی فطرت درست نمی آید و در تذکرہ اشرف علیخان لفظ شک در زیر شعر کردہ اند اینجا شک از فطرت میرزا صاحب بعید است ۔

شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمة

لب یاقوت او سازد خجل لعل بدخشان را / خط ریحان او در دام آرد ماہ تابان را
نہ آنم کز جفائے عشق آسان دست بردارم / بداماں قیامت مے برم چاک گریبان را
دل را بہ نہان خانۂ دیدار فرستیم / این نامۂ سربستہ بدلدار فرستیم
داغی خوشی افتاد ز عشق تو بدستم / این لالہ بآرایش دستار فرستیم
بجفات دل نہادم بکن آنچہ می توانی / چکنم نمیتوانم ز تو احتراز کردن
ہدف سینہ ز من ناوک مژگان از تو / سخت جانی ز من و سستی پیمان از تو

طفلی که زمستی نشناسد سر و پا را
از بی سر و پایان چه خبر داشته باشد

ز هجران دیده ام حالی که کافر را اجل مبیند
خدا کوتاه سازد عمر ایام جدائی را

اگر آزردهٔ ابنای زمان مستوری
خوش بیابانی که از جمله بلاها دوری

یک نفس نیست جهان گذران ای غافل
خاک ره گردی اگر تاج سر فغفوری

من آن غارتگر جان می پرستم
غم جان نیست جانان می پرستم

سزد گر تو کنم عهد جوانی
که پور پیر کنعان می پرستم

من سرگشته دوباره کوی جانان خانه دارم
دل آنجا دلبر آنجا مدعا آنجا امید آنجا

آنجا میرزا صاحب عقل مصاحب بعد از خط کشیدن بر اشعار اوستادان در تذکرهٔ مذکور بدستخط خاص نوشته اند عجب حالیست که مؤلف تذکره شعر بلند رتبه را موقوف داشته بلکه موقوف بر نوشتن دیگران گذاشته و اشعار رتبه دار همین اند

سعید اشرف

فتنه گردان نرگس خونخوار اگر واآوری
چون طبیبی کو کند بیمار را گر واآوری

چون رگ یاقوت در لعلش بود موج سخن
بسکه گردانست از حیا گفتار را گر واآوری

کوس شهرت نتوان زد ز بیان دگری
چند چون کوه بنالی ز فغان دگری

تا بکی پایه ز مردم بود و دست ز تو
چکنی دست فروشی ز دکان دگری

تاری از پیرهن طاقت ما تا باقیست
ماه من کار ندارد بکتان دگری

تر زبان را نیست یارائی سخن گفتن مگر گردد
طپیدنهای دل افشاگری رازیکه میدانی

بگفتا کیست اشرف اینکه می بینم سراپاش
گرفتاری که می بینی نظربازی که میدانی

ازین چشمه ایم از انتقام ما چه می پرسی
بما چندانکه کاوی فیض از ما بیشتر یابی

طاهر میرزا صاحب قباحت این شعر نفهمیده اند که بلند رتبه دانسته بانتخاب نوشته اند -

بباغ رفتی دگر دید عارض گلها
برنگ چهرهٔ مفلس ز شرم مهمان سرخ

پستی و در سر کشی دارم نهان چون گردباد
خاکسارم گر روم بر آسمان چون گردباد

صد هنر دارم ولی لا فهم الشعر دلکش است
خامه در دست هنر در تیر دعوی ترکش است

حالتی

از چاک تنم در دل پرخون نظری کن | نظارهٔ صد بار زمن خسته تری کن
با مهر و محبت تو جفا پیشه چه دارے | رو داغ بجاے نہ و خون جگری کن

سبحان الله این هر دو شعر حالتی را بلند رتبه دانسته در تذکرهٔ مذکور بخط خود نوشته اند و بر هیچ شعر رتبه دار او خط کشیده ندانیست ؎

کشیده تیغ و سر حالتی بفتراکش | خبر دهید کزین ره چنین سوار گذشت

فصل سیوم۔ در بیان اصلاح نمودن میرزای مسطور بر اشعار شعرای حال و استقبال میان نور العین واقف ساکن بٹالہ ؎

دیدم سحر ز مرغ چمن زاد در قفس | نالیدنی که زلزله افتاد در قفس

میرزا صاحب در مصرع ثانی بلفظ بیتابی تصرف نموده میفرمایند که ناله تعلق بشنیدن است نه بدیدن حالانکه شعر محسن تاثیر که از استادان ثقه و مسلم الثبوت و زبان دانان و از اعزا ایران است سند شعر واقف است۔

محسن تاثیر مے فرماید

اثر نالهام آخر به قفس آتش زد | کس چنین نالهٔ مرغان گرفتار ندید

و جناب فیض مآب حضرت شیراز خواجه حافظ نیز می فرماید

این چه شوریست که در دور قمر می بینم | همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

و نیز باید دانست که از بیتابی مرغ زلزله در قفس لطف نداد و اگر و طوا طاهم بال و پر بجنباند قفس در حرکت می آید و درینجا لطف صولت تاثیر ناله مرغ مدعای شاعر است۔

عزت

بر سبکروحی ما کس نتواند در بست | چون هوا در همه آفاق بود خانهٔ ما

در مصرعه ثانی اصلاح میرزا اینست ع

هیچ بود در همه آفاق بود خانهٔ ما

بندهٔ التماس می نماید هر چند بوهم سکروح است لاکن در بودن همه آفاق تعلق ندارد چه علما خلا را بسبب امتلاے ہوا محال قرار دادہ اند نہ بجهت بو شعر نامبردہ درست است و اصلاح میرزا بزعم نکته رسان و نکته سنجان قبیح و نادرست اگر اصلاح منظور بود کاش چنین می فرمودند۔ ع

ہمچو بود در ہمہ گلزار بود خانهٔ ما

غنی بیگ

ماه نو گرچه رفت بر گردون	زیر چاق کمان ابروے اوست

میرزا صاحب در مصرع دوم این شعر بجای زیر چاق زیر طاق اصلاح نموده اند اینجا حق لطرف میرزا محمد فاخر صاحب است چه ازین اصلاح شعر دو لطف بید اکرد اول آنکه طاق مناسب ابروست دوم آنکه مبالغه طول قامت معشوق است لاحول ولا قوة الا باللّه العلی العظیم نفهمیده اند که زیر طاق اینجا معنی ندارد و اصلاح دان می داند که زیر چاق مصطلح المحکوم و فرمان بردار شدن است حق تعالے اصلاح غلط فهمی و خودبینی ایشان نماید آمین +

اشرف

مهر خود را از تو اے بے مہر کی خواہم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

میرزا صاحب مصرع اولین را چنین فرمودہ اند

ای بت بے مہر قطعاً از تو خواہم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

ازین اصلاح شعر نزدیک زبان دان از پایهٔ سلامت افتاد بجہت تناسب الفاظ قطع و برید کہ لازمهٔ زبان میرزا صاحب است ہرگز مزاج الشان بہ حسن تکرار لفظی نرفت

میرزا خلیل

شنیدن بتو رفت از یاد دیدن سد فراموشم	چو چشمی باکی ہمہ چشمم چو ے گوئی ہمہ گوشم

میرزا صاحب چنین در مصرع آخر اصلاح فرمودہ ع چو می بینی ہمہ چشمم چو می پرسی ہمہ گوشم

چون مزاج شریف ایشان بفراہم آوردن الفاظ تناسب بسیار راغب است چنانچه در شعر بالا اشعار رفت لهذا مصرعهٔ آخر را چنین اصلاح فرموده اند کو

جائیکه چشم و گوش است بینی چرا نباشد

کوصورت معنی از صفحه عبارت حک شود میرزا صاحب را هیچ پروا سے نیست ولہ

دوستی پائدار باید لیک   عهد با بر قرار باید

میرزا صاحب بجاے پایدار استوار اصلاح داده اند فی الواقع باعتقاد خود خوب فهمیده اند لاکن اعتقاد جمهور اینست که براے دوستی پائداری و براے ستون چوب و کمر استواری میباید زہے استواری فهم میرزا صاحب صائب

یکمو دلش براے ندیدن کفایت است   ہر چند روی مردم دنیا ندیدنی است

میرزا فاخر صاحب در مصرع اول چنین اصلاح نموده اند مصرعه

یکمو دلی براے ندیدن بود ضرور

فصاحت مصرع میرزا صاحب و مصرع اصلاحی میرزا فاخر بچشم غور ملاحظه باید نمود کفایت است

مولوی روم

من با تو نے گفتم کم ده دو سه پیمانه   من مستم و تو مستی اکنون که برد خانه

میرزا صاحب بدستخط خاص مصرعهٔ ثانی را در تذکرهٔ اشرف علیخان خط کشیده چنین اصلاح نموده اند ع

من مست و تو بگشتی مست اکنون که برد خانه

بر بلاغت و فصاحت طبعان خوبی اصلاح روشن میر عقیل نامی شاعر متخلص به کوثری از سادات همدان پرہیزد محب حضرت ائمهٔ اطهار علیہ السلام بود سخته که شاه عباس ماضی روزے باو تکلیف شراب کرد او گفت میخورم بسر مبارک مرتضے علی علیہ السلام شاه فرمود بسر من بخور آشفته شده گفت که من نخورم مگر ترا از مرتضی علی دوست تر میدارم شاه را بسیار خوش آمد و مبلغی بعد دسیور غال برای او مقرر کرد مثنوی شیرین و فرہاد خوب گفته نظمش صفائی گوہر و سلاست آب کوثر دارد اشرف علی خان الر ریاض الشعرا از سفینه دستخطی شیخ محمد علی حزین این قطعه را مع احوال در تذکرهٔ خود ثبت نمود

یکی تو دیده باغی داد ترتیب | نمودی از ریاحین زیب و ترتیب
بآب دیده پروردی گلشن را | زگلها مژده دادے بلبلش را
گہے مشاطگی کردی چمن را | گہے آراستی سرو و سمن را
گہے خاشاک چیدے بہر بلبل | کہ سازد آشیان در پہلوی گل
چو شد آراستہ از گل بہارش | فروزان گشت طرف لاله زارش
سرناگہ تند بادے ہمچو صرصر | برآورد از کمین گاه بلا سر
چنان بکشوده بروی دست تاراج | که گلچین را بخارے کرد محتاج
فلک نگذاشت کز گلہای باغش | بوی آشنا گردد دماغش

اعتراض میرزا فاخر صاحب اینست ترتیب از لفظ زیب ظاهرا برآورده اند چنانچه ز زیب بمعنی آراست میگویند غافل اند که چون اصلش که زیب است لفظ فارسی است ز زیب و ترتیب چگونه درست باشد چنین لغزش در کلام ناآگاهان بسیار است چنانچه مؤلف و مرحوم افسوس که رفته رفته اهل علم را هم آگاهی ببعضی اوقات نمی شود کلام بکمین تمام شد متن کلامه چون مؤلف تذکره نوشته که از بیامن تحصلی شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة والغفران نوشته ام درین صورت کنایه از آگاهی و تحصلی لطف شیخ ست نمیدانند که شیخ مذکور شخصی گذشته است که تحریر و تقریر او برای تمام عالم سند است و لفظ ترتیب را که شیخ درست داشته بے سند نخواهد بود و استادان اکثر الفاظ فارسی را معرب نموده و در اشعار خود آورده اند چنانکه حکیم خاقانی علیه الرحمة در تحفة العراقین فرموده خاقانے ذوالنجوز شیدین شد خراسان دلقی اودهری صفاهانے در تذکره در تعریف مولانا فیضی قلمی نموده که جمعی متاخرین حتی مولانا عرفی ابکاره تیغ هند طبعان از سوهان فطرت و مصاحبت او با صلاح آمده باید دانست که هند در ینجا و رهند ساخته شده است و ملا کوثری هم مرد ولایت زاد عالم و زباندان ست و معهذا اهل عرب هم اکثر الفاظ عجم را معرب نموده اند چنانچه لفظ باده فارسی ست این را معرب نموده متنبی گفته اند و هند را مهندس ترکیب را ترتیب کردن چه نقصان دارد و ماورای این چیزے که شیخ محمد علی حزین جائز داشته بر خورده گیری ما مردم زیاده از دهن است و همچنان مؤلف که اصل ماده اش زلف است بر السنهٔ اهل عجم این قدر شهرت دارد که اصطلاح مقرر شده در صحت این هیچ شکی نیست چنانچه دستور ولایت است و کنز نامی گویند از امیر خسرو است

مژگان خط بدور رخت صف کشیده اند — هندو گونه چو ریاند تو مزلف کشیده اند

و سوای این شعر ملا محمد سعید اشرف است که میرزا از زمرهٔ مفت خوار ان مائده سخن او خود را میدانند اشرف

با چو رخسار مزلف و لبان تازه خط — مصحفی گرمی نوشت اشتهم خط خوانا نداشت

سرور خان عاقل

گواهی میدهد عالم بوحدت ذات بیچون را — که خاصیت یکی باشد زچندین جزو معجون را

میرزا صاحب درباب معنی این شعر چنین میفرمایند که بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند چه نوسیم مؤلف نزاد فهم ملتجی شده که اشعار بی رتبه را خط بکشیم سخن فناسی کوکه سستی این بیت مرحومی را بفهماند واضح باد تلاش دور عرصه ماعبارت از چنین تشبیهات بارده میگیرند مر ذات بیچون را تشبیه بمعجون داده و اهل عالم را اجزای آن گفته هر چند معجون بمعنی آمیخته شده آمده اما بنا بر عرف خالی از سوء ادب نیست تتبع میفهمد این قسم تشبیهات بمفهوم را اهل کمال در کلام نمی آرند مگر جائے که غرض تشبیه بقبیح باشد مضایقه ندارد و عجب معجون بی نشه بود علیه الرحمة والغفران نفهمید که سررشته بکجا میکشد تنها معجون قرار دادن ذات بیچون را تعالی شانه عما یقولون محل گرفت نیست بلکه ترکیب تمام بیت بی کیفیت واقع شده کاش چنین میگفت

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را — که کیفیت یکی باشد زچندین جزو معجون را

و اگر عالم را معجون مراد گرفته مصرعه اول بمعنی ربط ندارد تمام شد کلام تمکین تمت کلامه و اعتقاد این عاصی اینست که مهلا بکنه مضمون مصنف پے نه برده اند مصنف اجزای معجون را بعالم خلقت آنها از عناصر است مناسبت داده است و خاصیت معجون را بوحدت سخن پیش پا افتاده را نظر بکور سودا ے بچشم فهم ملاحظه میکنند و در تقطیع مصنف و مؤلف عبارت آما فی هیچا مینمایند نمیدانند که این عبارت موجب تضحیک سخن سنجی ایشان است بنا بر نافهمی خود در مصرع شاعر سوء ادب قرار داده اند و مصرعی که معنی ندارد و به دولت موزون فرموده این است مصرعه

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را

مصرعه فهم شود پیداست که معنی ربع مسکون یعنی چهارم حصه زمین که آبادی دارد چنانچه

اہل ریاضی جائے کہ حقیقت زمین یعنی کرۂ ارضی نوشتہ اند یک ربع ما مسکون نوشتہ اند لیس قطعہ
زمین را باہم چہ آمیزش است بلکہ آن را باہم در طینت آمیزش است کہ ترکیب ہمہ از عناصر
و قطعہ زمین صرف عنصر خاکی است و آمیزش کثرت میخواہد ہر چند زمین باآن معنے کہ بسیط است
نوعے از کثرت دارد لاکن این کثرت باعث آمیزش کہ درینجا عبارت از فعل و انفعال است
نخواہد بود و درین مقام فائدہ نخواہد بخشید باینہمہ رسائی فہم اعتراض ہای بیجا بر اساتذہ
مسلم الثبوت دال بر ذکاء طبع وقاد است و لفظ معجون لعالم لفظیک مستعمل زبان اہل
ہندوستان قباحت است مغل بیچارہ چہ میداند کہ در ہندوستان قباحت است شیخ
ناصر علی علی تخلص کہ از جملہ خوبان روزگار است و اکثر صاحب تذکرہ آورا آبروے
شعراے ہندوستان نوشتہ اند و میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگرے شعراے عالمگیری
و بہادر شاہی پیروی او وا اند در حق او میرزای موصوف چنین میفرمایند انصاف راچہ پیش
آمد چرا مانند بعضے اشعارش حکم المعنی فی بطن الشاعر پیدا کردہ منصفان راچہ شد براے
چہ بصورت اکثر الفاظش ترکیب لا معنی ہم رسانیدہ ہیچ نمیگویند میرزا صاحب مرحوم یعنی
جناب مرزا صاحب را این حالت رسیدہ کہ مورد چنین کلمات شود۔

از ہوش ربودند یکین ہرزہ درایان	خیر است چرا اینہمہ بیہوش نشستے
شور زغن و زاغ بلند است درین باغ	اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستے

عاسی گوید فی الواقع این بلبل خوش لہجہ سزاوار ہمین کہ با زاغ و زغن طرف شود و در حق
چنین میرزا صاحبی کہ اشعار او را میرزا فاخر صاحب خط بکشند و اصلاح نمایند ناصر علی اگر این
مقطع گفتہ باشد چہ مضایقہ است ناصر علی شخصے است کہ فہمیدن شعر او کمال است
ہمچشمی او کرا مجال است و میرزا صاحب مے فرمایند کہ منصفان راچہ شد کہ انصاف نمی نمایند
ہرگاہ منصفان بیچارہ در حق میرزا صاحب چیزے نمی توانند گفت تا بہ ناصر علی چہ رسد
ناصر علی صاحب کمال و بخدا رسیدہ بود و میدانست کہ شخصے بعد از من در بلدۂ لکھنؤ بہم خواہد رسید
کہ بزرا دہاے طبع مردم بہ تیغ قلم قتل خواہد ساخت بنا بر خوف اکثر اشعارش المعنے
فی البطن الشاعر است حق بجانب او است محمد فضل سرخوش در تذکرۂ خود نوشتہ است
کہ در اوائل مشق روزی فقیر با ناصر علی گفت اعزہ میگویند مسودہ اشعار ملا ندیم بدست
ناصر علی افتادہ اشعار او را بنام خود میخواند ناصر علی گفت کہ امتحان شاعر طرح نو نیست

بمانید طرح غزل کنیم این غزل در تعقیل بود آب استاده است آفتاب استاده است اول فقیر اسپ را در میدان تاخت و این مطلع را بدیهه گفته خواند سرخوش

اخترزنش کم نابکودن غرق آب استاده است — سربرے تن عیان بچون حباب استاده است

تلمیذ علی حسن مطلع بهر سایینده جواب مدعیان را باین عبارت فی الفور ادا ساخت

اہل ہمت را بلند باشد تکیه بر بازوے کس — خیمهٔ افلاک بی چوب و طناب استاده است

میرزا فاخر صاحب بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند علی ہذا القیاس مصرعهٔ اول ناصر علی علیه الرحمة سست افتاده واقع شده اگر بجای اہل ہمت سربلندان میگفت ملایم افلاک بود انظروا بنظر الانصاف با وصفی که موجب گفتن حسن مطلع ملاحظه نموده مصرع اول شعر او را سست انگاشته باصلاح پرداخته حاضر جوابی او را انجاک سیه برابر ساخته و بکنه مدعا نپرداخته که جواب مدعی را بچه خوبی بیان کرده اند که ربح ناصر علی انظروا بنظر الانصاف بگویید نه محل انصاف خواستن میرزاست شیخ آیت الله ثمنا غزلی خوب گفته این است

دل از پیالهٔ قسمت عبث خروش کشد — ز دُرد و صاف رسد آنچه کو خموش کشد

همت بلذت شادیست خامه کامی را — که پیش قسمت خود نیش نی بجوش کشد

نشست و خاست چو بوی گلم ز ضعف نماند — مگر نسیم کنون تا درت بدوش کشد

چو آیم از پس دیوار تکتک پا سے — چراغ وار نگه سر ز راه گوش کشد

بجا رسوی عمر آباد من آن کدام ہست — که سر بکوی فرح بخش می فروش کشد

چه میفروش که حکم او دہد بعاشیه اش — ملک ز پایهٔ عرش مجید دوش کشد

چنان نمصرع صید کی بشور شیم شنا — که نفس ناتواند کسے خموش کشد

میرزا صاحب موصوف در مصرعی که لفظ نیش و نوش یکجا بسته شده میگویند که نیش کشیدن بمعنی خوردن درین بیت واقع شده چرا بجاے آن زہر نگفته که زہر کشیدن مستعمل است و ہم صنعت طباق که درآن ست فوت نمی شود عامی گوید مراد [illegible] آن ست که شاعر بدرا مثل نیک برخود گوارا میکند و کشیدن بمعنی خوردن است چنانچه شراب کشیدن مشهور و معروف است و شراب خوردن نیز بالغرض اگر میرزا صاحب را در نیش خوردن بلفظ کشیدن شبه باشد باعتبار تشبیه بنوش تو آن قصیده اعتراض دویم

میرزا صاحب بر این بیت آخر قطعه است

چه سیفروش که حکم از دهد بغاشیه اغس — ملک زپایهٔ عرش مجید و وحش کشد

میرزا صاحب در تذکره مذکور نوشته اند این بیت حکم المعنی فی بطن الشاعر وارد بغاشیه کشیدن می باید تنها از لفظ غاشیه خدمت و اطاعت مفهوم نمی شود بنده میگوید سبحان الله مرتبه شعر فهمی و زبان دانی تا بکجا رسیده شاعر گفته است که بغاشیه دهد غاشیه را کسے نمی خورد و سنے پوشد با لفظ کشیدن ازین احتمالات ممیز گرداند علاوه آنکه لفظ کشد در غزل ردیف استاده است باز هم غاشیه کشیدن فهمیدن خالی از بید ماغی نیست که لعبب آن نکته ایمعنی رسیده نرسیده اند

ابر سان جبه از گریه بهم آمده راه — بی تو خندان به تقنع چو شفق چند کنم

میرزا صاحب بجاے لفظ تقنع بلفظ تکلف اصلاح نموده اند این اصلاح هم کم از خوگرفتن باصلاح دادن نیست بر ماهران این فن این معنے روشن است

شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ

میگریستم بجانان سر راہے گاہے — دوسه روز نیست که وزدیده نگرویں عجب است
او هم از لطف نهان داشت نگاهی گاهی — نه توانی ز من آمد نگنا ہے گاہے

میرزا صاحب در مصرع ثانی بجاے لفظ نهان لفظ بما اصلاح داده و مزه لطف نهانی را بخاک برابر ساخته و در مصرع آخر حسن مطلع بجاے لفظ توانی لفظ خطاے بهم بندد این اند و اصلاح آں مصنف بے نه برده او میگوید که از دوسه روز که نگاه وزدیده است این چه ثواب از من بظهور آمد که نمیکرد در حالا چه گناه از من بوقوع آمد که نگه میدزدد و این اراده شیخ علیه الرحمة از لفظ دوسه روز پیدا است سخن فهمے می باید که پے باراده مصنف برد ایشان لفظ گناه و خطا که بر زبان عوام یکجا مستعمل است از زبان آنها برداشته بجا اصلاح نموده اند و مرتبه شعر را از اعلا علیین تا اسفل السافلین انداخته است

وله

ز مرد کار دل روزگار مے لرزد — کمر چو راست کنم کوهسار می لرزد

میرزا صاحب قافیہ مصرع اولی کہ روزگار بود آنجا کوہسار صلاح دادہ اند و قافیہ مصرع ثانی کہ کوہسار بود آنجا روزگار بر معنی معنیان کہ از لطف سخن بہرہ دارند واضح است کہ کار بر روزگار تعلق دارد و استواری کمر بکوہسار این نفہمیدہ اند ع

هر سخن جائی و هر نکته مکانی دارد کو

ولہ

کو قدر دیرین بندگی کو مزد غم پروردگی		لطفے کہ با ما میکنی با گبر و ترسا کردۂ

اصلاح میرزا فاخر صاحب

کو قدر غم پروردگی کو مزد دیرین بندگی

در حق این صلاح چہ باید گفت للجنون فنون غرض خطا کشیدن و اصلاح نمودن ہجو سخنے نادان بر اشعار شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ کہ بعد از میرزا صائب ہچو شاعری زبردست نہ در ایران و نہ در توران و نہ در ہندوستان بہم رسیدہ خالی از خلل دماغ نیست و ما داری این شیخ مرحوم یک اعتباری بچشم اساتذہ این فن داشت کہ آنرا پیدا کردن بسیار مشکل است سراج الدین علی خان آرزوے مرحوم کہ او در اشعرای این طبقہ کمتر از ابو الفضل و فیضی نمی دانند او چہ پیش بر وکہ ایشان نقد طبع بجا کشیدہ اند او سبحانہ تعالی بہر کار یکہ شخص را اعتبارے میدہد بے تائید الہی طرف او گشتن کار جہل است خصوص این سخن خود ما بنظر فہم ملاحظہ نفرمودند کہ معترض میرزا رفیع ریختہ گو گشت فی الحقیقت این شعر میرزا مصداق اصلاح میرزا است مکین

اے جو قلل نامہ زمانی اسیر خلق حیف		وہم ولی نیم آگاہ از حقیقت خویش

چنانچہ این چند بیت از دیوان ایشان درین جا نقلے کردید فصل چہارم در بیان اشعار معترض میرزا سے مذکور اعنے فاخر مکین ولہ

عاشقی من یاد دادم کجکلاہ خویش را		من گدائی خویش کردم پادشاہ خویش را

عاصی میگوید لطف از معنی این بیت بید ایست فرض کردم کہ عاشق را عاشقی یاد داد لاکن از یاد دادن عاشقی شاہ گدائی شود و کجکلاہی بر معشوق بر آرند ہست دگر مرا داز

راستی کلاه هست لطف ندارد ولہ

زن سیرتان دور جہان را صلا دهند ... ساقی گرفت ساغر مرد آزمای ما

حاصل می گویدا قبل دعوے مردی برزن سیرتان ثابت نه کنند و بعد ازان بر ساغر مرد آزما صلا با نها دهند آن بیچاره با کجا دعوے مردمان دارند و کسیکه ساغر مرد آزما بدست دارد باید که صلا با نها دهد که دعوے مردی داشته باشند نه بزن سیرتان و لفظ آزمودن هم همین میخواهد چنانچه این شعر نظیری نیشاپوریست

کار نظیری صدرضا غم خوردن و خوش بودن است ... دارم می مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

مدعاے نظیری علیه الرحمة ازین بیت اینست که در رضاے الٰهی کار نظیری غم خوردن و خوش بودن است و همین را می مرد آزما قرار داده پس خطاب میکند بشیخ و شاب که هر دو دعوی این معنی ست نه کسی که میرزا گفته اند که ساقی بر ساغر مرد آزما صلا بزن سیرتان دهد زن سیرتان کجا دعوے مردی دارند و شیخ ابو الفیض فیضی نیز مے گوید؛

گرد فنا شدند حریفان بزم عشق تو ... برخاک ریز جرعهٔ مرد آزماے را

حاصل معنی همین است حریفانے را که حوصلہ کشیدن جرعهٔ مرد آزما داشتند گرد فنا شدند یعنی در عالم نماندند چنانچه بساقی می گوید که آن جرعه را بخاک ریز غرض که نظیرے علیه الرحمة مے مرد آزما صلا بشیخ و شاب میدهد که هر که طاقت این میداشته باشد بکشد و فیضی علیه الرحمة مے فرماید که حریفان بزم عشق گرد فنا شدند کسے نمانده که این می مرد آزما بکشد پس میرزا صاحب بچه سند بر ساغر مرد آزما زن سیرتان را صلا میدهند درین صورت بر همه اهل علم و اهل تحقیق و اهل نظاهر و هویدا و واضح و بیداست که علم و فضل و شعر و شاعری میرزا فاخر با علم و فضل و شعر و شاعری مولانا فیضی و مولانا نظیری علیهما الرحمة نسبت ذره با آفتاب درخشان و مناسبت قطره با دریاے بیکران هم ندارد اگر زن سیرتان را قبل کشیدن ساغر مرد آزما میدانستند آن هر دو شاعر ساحر درین هر دو شعر خود ذکر سیرتان کی آوردند از براے میرزا صاحب چرا میگذاشتند که بر شاعر مرد آزما صلا بزن سیرتان میدانند بر جرعه مرد آزما زن سیرتان را صلا دادن فقط سیرت میرزا صاحب است زیرا که آنچنان برعایت الفاظ می پردازند که خانمان معانی ویران می سازند چنانکه از براے مردن آورده اند گو شعر بے معنی شود لیکن رعایت لفظ از دست ندهد اعتراض

فقیر نزد مردمیدان سخن درست دهر که از زن بیرستے در پے معنی دانستن شعر میرزا فاخر جبل بکار برد عقل و شعور او سست است وله

الهدارا اگرچه کام دل نشد حاصل ولے
خاطر یار و دل دشمن بدست آید مرا

ارادهٔ میرزا ازین بیت چنین مفهوم میشود یا رچنین می خواست که ترک تمنا از و بکنم پس منکر مدارا کردم یعنی قبول این معنی نمودم کام دل من حاصل نشد و دشمن و یار هردو از مدارا کمنی شدند لاکن عاصی مے گوید هرگاه خاطر یار و دل دشمن بدست آمد در حصول کام دل کدام عقده باقیمانده درین صورت هر تمناے که عاشق در دل داشته باشد مے تواند برآرد چنانچه تشبیهی کاشی می گوید

بر رضاے یار تشبیهی حصول مدعاست
کام دل حاصل شود خاطر بدست آورده را

ولہ

یار و غیر چشم من گردند با من اختلاط
آفتاب و ذره در روزن بدست آید مرا

هرچند آفتاب و ذره در روزن یکجا بدست آوردن خالی از خرق عادت نیست تاهم لطف معنی سوای لف و نشر مرتب ازین شعر مفهوم و معلوم نمے شود

وله

پا بهر جانب نهادم در شهادت گاه عشق
از تو شمشیر و زخود گردن بدست آمد مرا

ارادهٔ میرزا چیز دیگر خواهد بود که بفهم ناقص نمیرسد و معنی تحت لفظی اینست که میرزا در شهادت گاه عشق بهر جانب که پای نهادند در شهادت گاه چنین پیداست که چندین شمشیر و چندین گردن بدست آمدند و ندانستند که اینجا لفظ بدست آمدن موقع نیست محل نظر آمد نست

وله

گرفته بود درین بزم چون قدح دل من
شگفته روے صبا شگفته کرد مرا

عاصی گوید اگر در اصل قدح صورت گرفتگی میداشت گرفتگی دل را باو تشبیه میداد نزد سخنوران قدح را با گل تشبیه است و گل را با قدح و غنچه را با صراحی و صراحی را با غنچه و ماورای این میرزا صاحب را بر و لنین استادان عبور بسیار است ظاهر اصل قدح

را بگرفتگی لبتہ دیدہ باشند و اگر این شعر باذل را سند نوشتہ اند ذحمت پنداشتند باذل

چہ کشادہ بخشدہ بمن خراب بی تو … بدل گرفتہ ماند قدح شراب بی تو

تأمل از این شعر مبالغہ است یعنی باوصفیکہ قدح بہر صورت شگفتہ است تاہم بدون تو بدل گرفتہ میماند و احیانا اگر ارادہ میرزا چنین باشد گرفتہ بود دل من درین بزم و شگفتہ روے صہبا مانند قدح او را شگفتہ ساخت درینصورت لفظ مرا بیکا است و اگر ارادہ بطرف ذات خود است یعنے شگفتہ روے صہبا چون قدح مرا شگفتہ ساخت پس دل من بیکار ہست ؎

بندش عجیب وارد مضمون تازہ است … این شعر نیست میت ملا دو پیازہ است

ولہ

دوار ذشدیم بتو بہر جائزہ ما مکین … شد مورد ہزار ملامت درد و ما

از معنے این بیت سواے رسوائی حصول دیگر نیست چرا کہ شاعر خطاب بہ معشوق میکند ہر جا کہ بتو دار و شدیم مردمان ملامت نمودند و بسیار بیش کشیدند کہ چرا او را ہمراہ نیاوردی ترا کسی چہ کند ما مشتاق او بودیم نہ مشتاق تو ولہ مکین

ذغوغای نے و مطرب بہ بزم غیر بی رویش … رود بر من عذاب دوزخ در روز حساب امشب

اول اینکہ بہ بزم غیر رفتن چہ لازم و دیگر آنکہ در بزم غیر معشوق خواستن دور از غیرت عشق است و ہرگاہ او دران مجلس خواہد بود دیگران ہم نظارہ خواہند نمود و باو مشغول اختلاطی خواہند شد و گفتار عاشقان غیور این است چنانچہ در بیت میفرماید

غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندہم … گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ولہ مکین

مکن پنہان ز من گردسرت گردم بگو قاصد … کہ از بہر رقیب آن مہ چہ پنہانی نوشت امشب

عاصی می گوید

بمشورہ قاصد نوشتہ باشد کہ او ظہار نماید پرسیدن شاعر کو رسوا از قاصد بیجاست اگر

پیام نہانی بقاصد می داد پرسیدن آن راہ بوہی میداشت وا ز مضمون نامہ قاصد کے اطلاع میدارد کہ از وبہ پرسد چنانچہ بیت اوستاد است بیت اوستاد

چون نامہ بران میروم از شہر بہ شہری | با من خبری ہست و مرا ہیچ خبر نیست

ولہ مکین

طریق اہل خرابات و خانقاہ یکیست | دو جادہ گر بہ بیابان فتادہ راہ یکیست

عاصی گوید

طریق اہل خرابات را بارسم معتکفان خانقاہ ہیچ ربط نیست مصرع اولی از لفظ طریق مصرع ثانی را ہم ضایع ساختہ اہل خانقاہ نمازے گذارند ساکنان خرابات شراب نخورند وحلال وحرام شرعی بزعم اہل خانقاہ نزد ساکنان خرابات تفاوتے ندارد واگر میرزا صاحب قباحت این بیت را از راہ خودسری نفہمند الہم زد ولا تنقص و باعتقاد این عاصی اگر بجاے طریق لفظ مآل و بجاے راہ منزل مے بود راہ بدیہی داشت چنانچہ مصدق قول ما شعر میرزا معز فطرت علیہ الرحمۃ ہست فطرت

قوان دیداز چراغان ہای کثرت وحدت اورا | بود توحید صوری زنگ کفر آئینہ کیشان را

ولہ مکین

مردم وخون میخورم از غیرت دشنام او | جان شیرین رفت وحرف تلخ او از دل نرفت

بناے معنی این بیت بر تناسب الفاظ شیرین و تلخ گذاشتہ اصلا بہ مغز کی سپے نبرد ند کو نصیب عاشق کہ معشوق بدشنام نوازد وخون خوردن از غیرت دشنام او چہ معنی دارد چنانچہ ہلالی گوید ہلالی

بعیش تو دعا گفتم و دشنام شنیدیم | ہرگز اثری بہتر ازین نیست دعا را

فصیحی

سب لبے کز ناز کی بار تبسم بر نتافتے تا بد | بجز ن غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

مکین

کجا روم چہ شوم چون کنم چسان سازم　　گذار من بسر کوی قاتل افتاد است

در عالم عشق کوی معشوق را فوقیت بر ہر دو جہان و باغ جنان است و مراد عاشق بیچارہ ہمین است کہ در آنجا کشتہ شود در عالم عشق کسی کہ از پا گذشتن بکوی قاتل اینہمہ مضطرب شود باید کہ از راہ دیگر بخانۂ خود تشریف بردہ ہیچو عاشقی کم از بلہوسی نیست و چہ شوم طرفہ لفظی و عجیب عبارتے است و ازین لفظ کمال اضطراب پیدا است لازم کہ شاعر خود را بشکل زاغ و زغن قرار دادہ از شکل طیور پرواز نماید سابق این مضمون را امیر خسرو چہ خوب بستہ اند لیکن باین صورت

کجا روم بکہ گویم چہ چارہ بکنم　　کہ تیر عشق مرا اندرون جان زدہ

در واقع ہرگاہ تیر عشق درون رسید عاشق کجا رود سخن خسرو درست است

مکین

ہمچو صبح و شفق از ذوق شہادت دل من　　بر سر کوی بتان تیغ و کفن را برداشت

تشبیہ کفن با صبح مسلم است و تیغ تشبیہ بشفق ندارد و چون شاعر را دعوے عبور بسیار است ظاہرا تشبیہ تیغ بہ شفق دیدہ باشد و باعتقاد بندہ تیغ خون آلودہ تشبیہ بہ شفق میتوان داد و درین عبارت خون آلودگی تیغ ثابت نیست ظاہرا غلافش از مخمل یا بانات سرخ کردہ باشد

ولہ مکین

در فقر و فاقہ مے گذرد بیتو زندگے　　دور از تو عمر من ہمہ ماہ صیام گشت

در ماہ صیام روزہ مے دارند روزہ را فاقہ نمی توان گفت و عاشق را بہ بے خوابی و خوری نسبت میدہند بفقر و فاقہ جاے دیدہ نشد و لفظ فقر و فاقہ مستعمل بر فقر است عاشق اگر چیزے نمیخورد تاہم خون جگر مے خورد ماہ صیام این جا ربطے ندارد

ولہ مکین

دست و پاے غیر را از گریہ رنگین کردہ ام　　گل زدم امروز بر سر خار راہ خویش را

مدعا ازین شعر چنین مفهوم میشود که بسبب ناچاری بادیدهٔ خونبار بدست و پای غیر افتاده
رنگین نمودند و رقیب را که خار راه است گویا گل بر سر زدند یعنی خوشامد او نمودند
لیکن در عالم عجز بپا افتادن مسلم تو. بر دست افتادن مسموع هیچ کس نیست پس
دست چگونه رنگین شد و اینیعنی هم میتواند شد که در راه آمد و شد خود از بسکه خون گریستم
و از ان راه غیر هم میگذرد دست و پاے او رنگین شد درانصورت هم پاے غیر
رنگین شدن درست و رنگین دست اینجا هم ثابت نیست مگر غیر مانند چار پایه راه رود و
این روش جد است و اگر به محاورهٔ هندی بسته اند ایجاد یست لانسلم

وله مکین

گرچه دارد لکنت اما حرف میگوید درست	دل شکستن خاطر آزردن نمیداند که چیست

این بیت از ان غزل است که در تمام غزل معشوق را بعالم طفلی قرار داده اند بیک نسق
گفته اند بنده در مصرع اولای این بیت اعتراض دارد حرف درست گفتن را تعلق بلکنت
نیست هرگاه سخن درست از زبان بر آید لکنت کجا ماند و اگر مراد شاعر از لفظ درست این باشد
یعنی قول و فعل او درست پس کسے را که اینهمه طفل قرار داده اند و در مصرع ثانی اظهار
نادانی او نموده اند که بسبب کمے سن خاطر آزردن و دل شکستن نمیداند که چیست قول و
قول و فعل درست چه قسم خواهد بود و همچو مضامین را سابق برین هم استادان بسته اند
لاکن باین صورت +

شاپور

طفل است و بعاشق روش زیست نداند	صد جان اگر از کس طلبد نیست نداند
دلدار نداند دل ما از دل اغیار	داند که دل است این و دل کیست نداند
شاپور به محشر چه حساب است و کتاب است	با بیجدانے که ده از بیست نداند

سه

دل اگر گویم از طفلی نمیدانی که چیست	آنچه روز اول از ما بردهٔ آنرا بده

مکین فاخر

از کس نجود تافته ام هیچ باب رخ　　ای بت تو و خدای تو از من متاب رخ

لفظ تو و خدای تو موقع این بندش نبود و این لفظ مصرف گواه گرفتن است یا کسی که بر کسی تهمت کاری بندد و او چنین بگوید تو و خدای تو که این کار از من بوقوع آمده

مصرعه

هر سخن جای و هر نکته مکانی دارد

و ماورای این قباحت است که عاشق دردرسیده میگوید من از کسی در هیچ باب روگردانیده ام تو هم از من روگردان و شاعر هرگز بمآل معنی خود پی نبرده هرچه بخاطر میرسد العیاذ بالله

فاخر مکین

تقصیر چیست مشت مزن پنجه ام مپیچ　　قربان شوم بزور ازین ناتوان مرنج

مشت زدن و پنجه پیچیدن کار پهلوان است کار معشوق ناز و ادا و غمزه خود را آرایش نمودن تا دل عاشق بسیار فریفته شود وای بر عاشقی که ناتوان باشد قوی هیکل اگر مثله برگردد سخت قباحت است هرچند پیچیدن و مشت زدن سابق شعرا بسته اند اما باین صورت چنانچه میرزا صائب گفته است ؎

دست پیچیدن و دل بردن و پنهان کشتن　　هرچه میگوئی از آن موی میان می آید

مکین وله

شهادت از کف او بهتر است بسم الله　　کند شروع به چیزی که بهتری داند

لفظ شروع در مصرع ثانی بیجاست کاریکه طول بانجامد لفظ شروع استعمال است درین مقام محض زائد و بیت پر کن واقع شده و آنهم بسیار بی ربطی و شهادت کاریست که بیک ضرب شمشیر وغیره می انجامد صف کشیده نیست و نه باین طور که معشوق عاشق را گرفت و هر روز بیک ضرب و یک حربه اذیت رساند مثلاً امروز به خنجر و فردا به تیر و پس فردا بشمشیر

تا شهید شود و اگر شهادت عاشق باین طور باشد لفظ شروع مضایقه ندارد به بسم الله

مکین وله

بلبل ز رشک سوخت که از شور ناله ام — هر نیش خار بر سر دیوانه روشن است
چون مجمر و سپند ز شور صفیر من — صیاد غافل و قفس و دانه روشن است

و درین هر دو شعر لفظ روشن است که به معنی سوختن آورده اند چه شمع و آتش و چراغ اطلاق روشن است که به معنی سوختن باشد نیامده و سند نمیخواهد اگر تشبیه شمع می بود هم مضایقه نداشت

وله مکین

نیارد تاب شوخ من هجوم عشقبازان را — شهی از کثرت خیل و حشم رنجیده را مانند

عاصی گوید کار سلطنت از کثرت خیل و حشم درست میشود و شاهان بفراهم آمدن سپاهی می نازند نه که می رنجند تمثیل با مصرع اولی درست نیست

مکین وله

نگر فریفته آن دو نرگس سیه ام — که چشم داغ دلم سرمه ناک میگردد

چشم سرمه ناک جای دیده نشده و به قیاس همچنین معلوم می شود که نخواهد چراکه هر جا مدعا برنگ باشد آنجا چنین الفاظ مستعمل سرمه گون و نیلگون و گلگون و میگون و لفظ ناک بمقام صفت می گویند چنانچه غمناک و نمناک و آتشناک و غضبناک و چشم سرمه آلود سرمه سا مستعمل بانهاست

وله مکین میفرماید

پاره می کرد دل از شوق گریبانے را — دست در دامن یار است چه می باید کرد

هرگاه دامن یار بدست آمد از زدی پاره کردن چه لازم است و لفظ چه می باید کرد نیجاست چنانچه نظری می فرماید

شماری تا سحر دستم بزلف دلبری دارد — گریبانم گریبان است و دامن دامن است امشب

از معنی این شعر پیدا است هرگاه دامن یا زلف معشوق بدست آید پاره کردن گریبان چه دخل دارد

وله

نه طوفے چون نگین در کعبهٔ کوی توان کردن
نه بوسے چون زمین بر خاک پای تو توانم زد ۲

زمین پا را می بوسد نه خاک پا را چرا که زمین خود خاک است درین صورت تمثیل زمین درست نیست

وله

شب دل از آشفتگی گیسوی او در خواب دید
صبح از بیدار بختی روی او در خواب دید

سوای الفاظ متناسب هیچ معنے ازین مطلع بفهم ناقص عاصی پیدا نیست نتیجه بیدار بختی این نیست که روئے او را نیز بخواب بیند بلکه بایستی که روزانه بظاهر ملاقات گل تمنا بچیند وگرنه بیدار بختے را بدتر از آشفتگی دل باید دانست لازم که سخن سنجان بچشم دل ملاحظه نمایند و بگوش هوش بفهمند دیگر آنکه مضمون این بیت علی الرغم وخلاف مضامین اوستادان سابق هست هر یکے عاشق را به بیخوابی نسبت داده است چنانچه شیخ سعدی علیه الرحمة گفته است

گفتی بسی بخواب تو آیم ولے چه سود
چون من ز غم خویش ندانم که خواب چیست

ونیز حضرت حافظ شیراز علیه الرحمة می فرماید

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دل
قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

ونیز شعر دیگر از مثنوی یکسے است

بگفتا وصل من در خواب دریاب
بگفتم را ضیم لیکن کجا خواب

زهے نتیجه بیدار بختی که عاشق شام و سحر در خواب باشد

مکین وله

چون مستی که بیند گوشهٔ محراب را
چشم جادویش خم ابروی او در خواب دید

شخصے بخواب چیزے را می بیند که بظاهر هم او را میتواند دید و ابروی خود بچشم خود بنظر نمی آید مگر در آئینه پس آئینه در شعر معائنه نیست

تمکین وله

از غبار رہ کند رم آہوے من بعد ازین | سرمہ خواہد نرگس جادوے او در خواب دید

عجب معنی غریب است شاعر میگوید کہ آہوی من از غبار راہ رم مینماید پس سرمہ چہ طور چیزیست کہ نرگس جادوی او بروی نگاہ بکند مگر در خواب آول اینکہ از غبار راہ ہمہ کس رم مینمایند تخصیص بر آہوی میرزا صاحب نیست دوم اینکہ از یمعنی غبار راہ بر سرمہ ترجیح یافتہ است چراکہ شاعر میگوید ہرگاہ از غبار راہ آہوی من رم مینماید پس سرمہ را چہ رتبہ است سوائی این لطف دیگر ندارد

تمکین وله

از نزاکت مہ بر ویش می نماید چون کلف | خیرہ چشمی گر رخ نیکوی او در خواب دید

اینجا لفظ نزاکت نیز بیکار است اگر کسے ثبوت نزاکت بر پا کردہ باشد لفظ نزاکت اینجا ہم راہ بدیہی داشت ماہ را تعلق بنور و ضیا و تجلی است و در مصرع ثانی معلوم نیست کہ خیرہ چشمی نزدیک خود چہ چیز را قرار دادہ اند در السنہ عجم خیرہ چشم آنرا گویند کہ در چشم او حیا نباشد کس درین صورت این مضمون عجب کہ معشوق است

تمکین وله

در خیال باغ خلد و شاخ طوبی شیخ نفت | کوی او را با قد دلجوے او در خواب دید

چیزی را کہ بذات انسان تعلق داشتہ باشد یا ہمجنس او باشد او را با آن چیز بخواب میتواند دید اگر کسے بگوید فلانے را با لباس تکلف یا بحال تباہ یا زید را با عمرو بخواب دیدیم درست است و ازین قبیل میتوان گفت لیکن کوی را یا دروازہ را یا حویلی را با قد کسی ندیدہ باشد کوی با قد دیدن مضمون تازہ است سند میخواہد

تمکین وله

از نگاہش شد روان سیل عرق از شرم شد | رود نیل آخر نمود عجاز یوسف چاہ را

عرق شرم را بقشر جبین نسبت است یا بر خسار و عرق از زنخدان جوش زدن ظاہر اموع
ہیچکس بنا شد چنانچہ شعر اوستادست ؎

تا بر جبین او عرق شرم جوش کرد	آئینہ را دکان جواہر فروش کرد

و شعر میرزا صاحب میرزا بیدل نیز ؎

بشبنم صبح این گلستان نشاند جوش بہار خود را	عرق چو سیلاب از جبین رفت و ماند کم کار خود را

تمکین ولہ

تا شود رام ہزاران حیلہ و فن میکنم	آنچہ می باید کہ او با من کند من میکنم

معشوق را با حیلہ و فن کار نیست کار او ناز و ادا و عشوہ است و میرزا صاحب
قباحت ہا بامہم مے فرمایند ع آنچہ می باید کہ او با من کند من می کنم
اورا چہ ضرورست کہ ناز و عشوہ را گذاشتہ حیلہ و فن برای ملاقات ایشان نماید میرزا کار او را بجا خود
گرفتہ اند خفایان شان ایشان نبود۔

تمکین ولہ

مرا دل دربدر دارد بلی صحبت اثر دارد	غم خون من جگر دارد بلی صحبت اثر دارد

اثر صحبت با مصرع ثانی ربط ندارد و غم جگر خوار کن است و جگر غم خوار کن نیست

تمکین ولہ

یافتم عشر عشیر درد خود	محنت ایوب کردم امتحان

با ایوب نسبت محنت مسموع نیست سند می خواہد اگر نسبت بکوہکن میداد مربوط
مے بود صبر ایوب مشہور است

تمکین ولہ

در سینہ غم آلودہ چرا ماند دل من	ناپاک ز آتشکدہ گر پاک بر آید

غم و دل ہر دو [illegible] ناپاک ندانند فرض کردم کہ ہر دو حکم زہر تا [illegible] دانند تاہم

کسے دل و غم را ناپاک ننوشته

تمکین وله

در محبت بد عا گر یه اثر داد مرا / زهر خشک اینچه و هر دامن تر داد مرا

زهر خشک کجا اثر دارد و چه مید هد کرایشان تمثیل داده فقط به تناسب لفظ تر زهر خشک یاد فرموده اند بلکه زهر خشک زهر است چنانچه شعر او ستاد است ؎

بجاے چوب ده مالست زهد خشک عقبی را / ببین زنهار این تقوی شعاران ریائی را

؎

حلال است بر لفظ گشتن حلال / نه چندانکه معنے شود پایمال

تمکین وله

زنهار بآن طرهٔ جادو ندهی دل / کز دوش تو هم مار چو ضحاک بر آید

از عبارت این شعر پیداست که ظاهرا ضحاک به جادوی کسی دل داده بود که بعلت او مار از دوش او بر آمد قطع نظر از شعر و شاعر کی نیز تا نام خدا تو رخ بے بدل اند ضحاک کے بطره جادوی مهوشان دل داده بود که علت مار بر آمدن باشد و مشهور است که شیطان بر کتف او بوسه داده که این بلا برو نازل شد تمثیل نزد آگاهان سخن درست نیست و این مضمون را پیش از ین شاه طول صاحب سلمه به بخوبی بسته اند ؎

کرد مشاطه بزلف تو مگر شوخی ها / مارش از شانه چو ضحاک برون می آید

تمکین وله

آنکه کارش بغم عشق جگر خوار افتد / هر نفس خیزد و از ضعف نگونسار افتد

در غم عشق از ضعف افتادن مسلم لاکن علت نگونسار افتادن بعید از رای ناقص فقیر است و این مضمون را ابو القاسم خان قاسم تخلص بسیار بخوبی بسته است ؎

بکارم نیست بگوئی تو که چون سایه ز ضعف / گر بخاک افتم و گه تکیه بدیوار کنم

تمکین وله

نیست ممکن کہ رود از سر کویش بیرون   بر سر عاشق او گرد رود دیوار افتد

در گرد دیوار بر سر کہ میفتد حرکت نمی تواند کرد موقوف بر عاشق نیست و مدعای میرزا نیست کہ در رود دیوار مشرف بافتادن باشد تاہم عاشق خدر نکند این معنی از بندش این شعر پیدا نیست

تمکین وله

آنانکہ با زبان دراز آفریدہ اند   گویا چو شمع بہر گداز آفریدہ اند

بہ تناسب شمع لفظ زباندرازی و گداز گی آوردہ اند لاکن بخاطر ایشان نرسید زباندراز آن را میگویند کہ کسی سخن زیادہ از دہن خود بر آرد کسے را کہ بہر گداز آفریدہ باشند او را چہ نسبت با زبان درازی او را چہ نسبت حرفے از دہن او ہمچنین بر نے آید کہ موجب رنجش دل کسی باشد پس درازی زبان را باگدازگے دل چہ نسبت گو این ہر دو بشمع تعلق داشتہ باشند و استادان زباندرازی شمع را باین قسم می بندند

بپای شمع شنیدم ز قیچی فولاد   زبان دراز سر خویش میدہد برباد

تمکین وله

نرگس از چشم گل افتاد ز سیم و زر خویش   طالب سیم و زر لے غنچہ دہن نتوان شد

افتادن نرگس از چشم گل ثابت نیست و اگر نرگس را بعلت سیم و زر از چشم گل افتادہ مے فرمایند گل ہم ازین علت خالی نیست چنانچہ زر ورد مشہور و معروف است و نرگس در مرتبۂ خود ہیچ کم از گل نیست اگر گل را برخسار معشوق نسبت است نرگس را بچشم ہر چند ادعا ہم در فن شعر درست است تاہم اندکے راہ بدیہی داشتہ باشد ارباب سخن قسمی کہ ادعا در فن شعر قرار دادہ اند از این معنی بیگانہ و جدا است و سخن رس مے فہمد لہ

تمکین وله

شمع را گر آتش بیگانہ می سوزد تمکین   از گداز خویش باشد احتراق ما ہنوز

اوّل اینکه آتش بیگانه مسموع نیست دوّیم اینکه لفظ هنوز در مصرع ثانی پُر بیکار است

تمکین وله

نمود وسال من نماند رسم مهجوری هنوز تو | یکدم از طفلے ندارد طاقت دوری هنوز

شاعر این مضمون را ظاهر از بانی دایهٔ طفل بسته است و ماورای این لطف دیگرا ز مین عبارت مفهوم و معلوم نمی شود

تمکین وله

لعل جان بخش بتان را نفرت از خط لازم است | نیست عیسی را ز استغنا بسوزن اختلاط

شاعر لعل جان بخش بتان را عیسی و نمود خط را سوزن قرار داده میگوید که چنانچه عیسے را بسوزن اختلاط نیست باید که لعل جان بخش بتان را هم نفرت از خط باشد عاصی گوید تمثیل غلط است عیسی از تمام مال دنیا بسوزن و رشتهٔ اختلاط داشت که همراه خود برد چنانچه تمام شعرا عیسی را بسوزن و رشتهٔ نسبت کرده اند

تمکین وله

ز سامانی که دارد شمع باشد این سخن روشن | که من از درد سر در عالم اسباب میگریم

عالم اسباب مبالغ دو نیست هر سری را که درد گرفت گو عالم اسباب باشد میگرید این معنی موقوف بر تمثیل شمع نبود و اگر اراده شاعر اینست که من او درد سر عالم اسباب میگریم پس لفظ در که بمصرعه ثانی ست سبب این معنی مفهوم و معلوم نمی شود

تمکین وله

دی هر که بود با تو به من یار و آشنا | امروز بتو دشمن و بیگانه دیده ام

این بیت مفهوم می شود که پیشتر آشنا مشتاقے او به میرزا مربوط بودند و فیتله او را هم صحبت میرزا مدیدند همه کس از ایشان رو گردانیدند این شعر چه لطف دارد که شاعر اوقات ضایع نموده

مکین وله

زنجیر زلف یار گر افتد مرا بدست | خاقان ز چین ہمیشه فرستد خراج من

خراج بزور شمشیر بدست می آید نه بزنجیر زلف معشوق کاش چنین میگفتند کہ اگر تیغ ابروے یار بدست من ے بود خراج از خاقان میگرفتم چون شاعر بزنجیر زلف در مصرع اول سری کشیده برای تناسب خاقان چین را در مصرع ثانی تصدیع داده در رعایت زنجیر بگردنش افتاده چرا عوض این فیل چین را یاد نفرموده کہ از حق تناسب ہر دو ادا می شد سخن فهم معنی یاب را باید کہ بعد از استماع این بیت زنجیر در نشاط زده عمل بر این آیه کلام شریف نماید فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا

مکین وله

این سیه روز رقیب است کہ می آید باز | این ہمان بچہ زاغ است کہ می بینی تو

درین بیت بجز تناسب لفظ باز و زاغ معنی دیگر پیدا نیست اگر لفظ میر شکار ہم ے بود باعتقاد شاعر شعر ترقی میکرد

مکین وله

از آفت و از بلا فزونے | نے نے غلطم برابری تو

این قسم معنی شعرا ترقی معکوس میگویند در مصرع اول معشوق را از آفت و بلا افزون قرار داده اند و در مصرع ثانی برابر گفته بعید از گفتگوی شاعرانه است

مکین وله

تا صبح بہر شب افسانه شنیدی | در خواب شدی چون سخن خانه شنیدی

معنے مصرع ثانی معلوم نشد کہ مدعاے شاعر از شنیدن سخن خانه چیست

وله

دل افسردگان از شور محشر کی بدر آید | قیامت را نباشد کار با توای بیدردے

قیامت را با اہل درد و بیدرد ہردو کار است ایشان تخصیص کردہ کہ قیامت را با موتاے
بیدردی کار نیست از چہ روست

ولہ

آخر ندانم تا کجا ای طفل خونبازی کنان ❊ گر پا نہی بر بسملی گاہے سرے بر بسملے

پا نہادن قاتل بر بسمل از راہ شوخی و طنازی مسلم لاکن سر بر بسمل نہادن مسموع نیست و خوشتر
گر این ہمہ طفل مزاج باشد کہ پا از سر نشناسد قاتل شدن بر وا ثبات سخن شود

تمکین ولہ

خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستی ❊ از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستی

در عالم فکر و اندوہ سر بگریبان و سر بجیب و سر بزانو مستعمل السنہ است اما سر در آغوش
مسموع نیست سندی می خواہد

تمکین ولہ

تا قبا جامۂ رسوائے خود کرد تمکین ❊ نے کشد خصم گریبان و نہ دشمن دامن

دشمن گریبان گیر و دامن گیر است و دامن کشیدن از راہ دوستی است چنانچہ شعر استاد موجود است

سہ

شور مرغان چمن دامن پرواز کشید ❊ ورنہ ما را ہوس دیدن گلزار نبود

پس باید فہمید کہ شور مرغان چمن کہ دامن پرواز ہم جنس خود را کشید از راہ دوستی است یا دشمنی
و نیز گواہ اینمعنی مطلع ہمین غزل است

تمکین ولہ

گر بود دسترسے می کشمت من دامن ❊ گو ہر اشک بپا ریختہ دامن دامن

پس ازین مطلع خود انصاف نمایند کہ کشیدن دامن دال بر دوستی است یا دشمنی و این سخن مستعمل

زیاہاست چنین آزار بکسے نباید رسانید کہ روز محشر دامنگیر من شود اگر بجاے دشمن دوست
می بود معنی مصرع ثانی با مصرع اول مربوط میشد و برلے مراعات قافیہ شعر بے ربط بنا یگفت

وله

صیاد ما بہ پردہ گرفت ست کار خویش	گستر دام و زلف رسا را بہانہ ساخت

عاشق را بخوبی زلف کردن لطف ست و در دام ہر جانوری را صیاد اسیر میکند و نہی
معشوق کہ صید را بدام گرفتار بکند و بہانۂ زلف نماید درین صورت ترجیح دام بر زلف ست
و لطف زلف پائمال ست معشوق را باید کہ بزلف گرفتار سازد و بہانہ دام نماید و اگر ارادہ
شاعر ازین شعر انیست کہ از زلف صید را گرفتہ ست و دام را بہانہ نمودہ این معنی ازین
لفظ بر نمے آید

مکین وله

رندان چو گوش حرف مؤذن نمی کنند	فریاد کرد حی علی را بہانہ ساخت

موذن بیچارہ بر رندان چہ چیز میگوید کہ حرف او گوش نمی کنند این کار تعلق بناصح یا بواعظ
دارد و ازین عبارت ایمعنی برمی آید کہ موذن بشور و فریاد درحق رندان ناسزا میگوید ہرگاہ
آنہا تنگ گرفتہ درپے او می شوند او بہانہ حی علی الصلوٰۃ میکند

وله

مینہ انم چہ نیرنگ و فسون کرد آن حبیب امشب	کہ رکیسو مدعی می نالد و گیسو رقیب امشب

معلوم نمی شود کہ در عالم عشق مدعی کیست و رقیب کدام ست

مکین وله

گرم مے جوشد بغیر افسردہ خاطر از مست	ہر نفس نیرنگ او رنگ دگر سوزد مرا

معشوق را افسردہ مہر گفتہ اند و لفظ افسردگی خاطر بمعشوق نمی زیبد افسردہ خاطر عاشق است
و از زردگی خاطر بہ معشوق مسلم اینجا لفظ افسردہ بہ تناسب گرم جوشیدن آوردہ اند کہ معنی

تمکین وله

چه جای غیر بهر کس عشق آن شیوهٔ پسر دارد ۔ پدر ناشاد ازین رسوائی مادر زاد خواهد رفت

اراده شاعر ازین بیت این ست قطع نظر از غیر اگر پدر پادر بروعاشق شود آنهم ازین رسوائی مادرزاد از دنیا ناشاد خواهد رفت لاکن معشوق را کسی رسوائی مادرزاد نگفته و رسوائی روز تولد بطفل تعلق ندارد مگر حرام زاده باشد این بیت سوای تفضیح معشوق خوبی دیگر ندارد

تمکین وله

یکبار روی غیر نگاهی کرده است ۔ از چشم پاک حور و ملک قابل تو نیست

معنی این شعر مفهوم نمیشود شرح آن باید نوشت تا بفهم رسد

فصل پنجم ۔ در بیان اشعار مترجم میرزای مومی الیه که بنده موافق فهم خود دران دخل نموده است

تمکین وله

وا نمی کرد دل باز لاله بیاد توز خود رفت ۔ هم رنگ به بوی تو اگر هست وگر نیست

هست و نیست چه دخل دارد البته نیست چگونه رنگ لاله ما نا بوی معشوق باشد اگر شاعر ماهر می بود این مضمون را این قسم می بست اصلاح

از دیدن گل رفت بیاد توز خود دل ۔ هم رنگ بروی تو اگر هست وگر نیست

تمکین وله

بسکه بی نام و نشان و بیکسم ترسم تمکین ۔ همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

عاصی گوید که این مقام شادی است که کسی بروز حشر نپرسد نه محل ترس است چرا که از زبان روز محشر خوف باز پرس است چنانچه استاد میگوید

بروز حشر لغانی ز باز پرس مترس ۔ تو بیکسی و غریبی ترا که می پرسد

و با عتقاد اگر چنین می گفتند شعر درست می شد اصلاح

بسکه بی نام و نشان و بیکسم شادم تمکین ۔ همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

تمکین وله

اگر گردِ فلک دستش بجنب دامم که برخیزد — بہر بستر مریض نرگسِ بیمارِ یار افتد

دستگیریِ فلک به مردمِ بیمار چه نسبت دارد و در دست گیری معنی لطف دیگر است که تعلق به نبض هم دارد در این صورت برای مصرع ثانی او لے چنین می باید اصلاح

تیغ از دستِ او گیرد بجنب دامم که برخیزد — بہر بستر مریض نرگسِ بیمارِ یار افتد

تمکین

بر لب گره از بیم تو دل صد گله دارد — این خسته ندانیم چه قدر حوصله دارد

عاصی گوید اگر گله و شکوه بر لب از ترس و بیم گره شود او را وسعت حوصله دل نمی توان گفت بلکه بنا بر خوف جان خواهد بود حوصله آنجا کار می کند شخصے که بقوت و قدرت ہمه چیز قادر باشد و از شخص ضعیف حرف پست و لبنه نشود چیزے بگوید وقتی که پاسے بیم بمیان آمد حوصله کجا ماند باعتقاد بنده بجاے بیم اگر لفظ خوے می بود شعر درست می شود لازم بود که این قسم می گفتند اصلاح

بر لب گره از خوے تو دل صد گره دارد — این خسته ندانم چه قدر حوصله دارد

تمکین

بمهر آخر شفیع خویش کردی قاتلِ خود را — تمکین مهر ریخ را ناامید کردن از تو می آید

عاصی گوید میان قاتل و مقتول شفاعت کننده شخصی دیگر باید تا شافع او باشد و شاعر همان قاتل را شفیع قرار داده این خود از آئین سخنوری دور است و مادر اسے این اوستاد منتظر اند که ترک فلک را رقاصه ساخته اند قطع نظر از این اگر ترک فلک ناامید شد صفت رقاصی در دیپا گردید نه صفت شفاعت میبایستے که این مضمون این قسم می بستند اصلاح

به مهر خویشتن سرگرم کردی قاتل خود را — تمکین مریخ را خورشید کردن از تو می آید

تمکین

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود — بخت خوابیده بر شک آمد و بیدار نمود

عاصی گوید در مصرع ثانی لفظ رشک بے بجاست بخت خوابیده عاشق او نیست کہ بر وصل او رشک برد کار بخت خوابیده ہمین است کہ برخلاف مدعاے عاشق کار کند نہ بر حصول مطلبش رشک برد باعتقاد عاصی این مصرع ثانی بہتر از دست **اصلاح**

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود — بخت خوابیده سراپا زده بیدار نمود

براے بیدار ساختن سرو پا زدن مناسب است چنانچہ شعر اوستاد است

در ہمہ شہر یکے فتنۂ خوابیده نماند — کہ سراپا زده مژگان تو بیدار نکرد

تمکین

این زمان دم از محبت میزند آن بیوفا — ظلم چرخ دون و جور طالع از دون گذشت

ہر دو مصرع محتاج دو مصرع دیگر اند موافق مصرع اولے مصرع ثانی چنین می باید **اصلاح**

این زمان دم از محبت میزند آن بے وفا — گشت چون ریش الخط و آہم بہ دبران گذشت

و مطابق مصرع دوم مصرع اولے چنین می بایست **اصلاح**

شکر ایزد را کہ یار از دوستی دم می زند — ظلم چرخ دون و جور طالع واژون گذشت

رباعی تمکین

در خدمت شاہ عالم و عالمیان — بنشست اگر تمکین مزن طعنہ بر آن
بر خاک فتد ز خاکساری سایہ — ناچار بہ پیش آفتاب تابان

افتادن سایہ پیش آفتاب اختراع تازہ است نفہمیده اند کہ نور و ظلمت باہم نقیض اند چنانچہ حافظ مے گوید

آفتاب از روے او شد در حجاب — سایہ را باشد حجاب از آفتاب

و نیز شعر عرفی است کہ در مدح گفتہ **عرفی**

روے بار دی زرد و سایۂ او با خورشید — چشم با چشم کند پایۂ او جنب زحل

سخن رس می فهمد چه محال را در عالم مبالغہ منقبت و مدح می آرند اگر سایه را پیش آفتاب جای بود معنی این شعر برای ممدوح چه لطف و خوبی داشت ظاهرا میرزا فاخر مکین این شعر را دیده سایه پیش آفتاب انداخته اند و حرفی می گویند

سراسر آفتاب عشق تا پیدا است عالم را ‌‌ ‌ تو فکر سایه کن اول پس آنگه سائبان پیدا

موافق فهم بنده برای مصرع آخر رباعی این مصرع مربوط است **اصلاح**

این خاک نشین نشسته چون پرتو ‌ ‌ ناچار به پیش آفتاب تابان

غرض از نوشتن این اشعار خدا نخواسته عداوت به مصنف منظور نیست بلکه مدعا تربیت خود است اگر حق تعالی توفیق مطالعه این اشعار به سخن سنجان دهد درین امر رای بنده بر خطا باشد ازان اطلاع بخشند تا متنبه شوم و اگر بر صواب است باید که نومشقان سخن به پیروی ایشان خامه و زبان را آلوده مرکب نسازند و ایشان را نیز از خط کشیدن و اصلاح نمودن بر اشعار استادان مسلم الثبوت پای عداوت مکتبی نخواهد بود بلکه مرکوز خاطر همین قدر باشد که مردمان اوستاد اوستادان مسلم الثبوت ندانند و سابق برین کسانیکه بدرجه اوستادی رسیده اند عمر عزیز را به عیب جوی خود صرف نموده اند به نکته چینیکه دیگران چنانچه بنده هم از چهل و پنج سال اوقات خود را در فن ریخته ضایع ساخته است و هنوز سخن خود را بعضی جا از پایه اعتراض بیرون نیافته کسان را که درین فن مسلم الثبوت میدانند بامید حصول فائده زانوے ادب ته کرده پیش آنها می نشیند بلکه نومشق هم اگر دخل بجا در شعر این عاصی نموده است مسلم داشته و ماورای این مرتبه سخن هرگز نمیرسد و در فن شعر و سخن عبارات رنگین بوستان بے خزان است و الفاظ مناسب نهالان اندیشه ملیکه بقرار این در گل زمین شعر نشانند و معنے برجسته ثمر شیرین آن بلغ است و نغمه طراز دران حدیقه بلبل طبیعت است و بنظر غور ملاحظه نمودن بدان ماند قسمے که باغبان سبزه بیگانه را از خیابان کند یه بیرون باغ اندازد و بے این سخن موزون گفتن بیطوطی وار که حق الله و پاک ذات الله میگویند و نمی دانند که حق الله کدام است و پاک ذات الله کرامے گویند چنانچه شعر میرزا بیدل علیه الرحمة است

جهان آئینه وهم است و این طوطی نژادانش ‌ ‌ نفس پرواز تقریر اند و سے گویند الهی

و حال این دو شعر که یکے از میرزاست و یکے از بنده موافق این مثال است

تکمین

خادیم ز دیدار به پیغام تو گویا | برخاستی از دیده و در گوش نشستی

شعر عاصی

صد پیام را تو به بوسے نخستۂ | برخاستے ز گوش و به بینی نشستۂ

پس باید فهمید که به تناسب دیدار لفظ دیده آورده اند و به نسبت پیام گوش اگرچه مراعات نسبت مسلم است لاکن دخل معنی درین بیت دو دور از فهم سخن سنجان است و شعر بنده عاصی نیز علی هذا القیاس شاید بجهت تتبع استاد حسن قبول یابد و در محاوره اوستادان سلف چنان ست که معشوق را بسر و چشم و دل جا میدهند و بگوش و بینی اختراع تازه است چنانچه شعر حضرت سعدی علیه الرحمة است

اگر بر سر و چشم من نشینی | نازت بکشم که نازنینی

تمت

سبیل هدایت

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد بلیغی که عندلیب طبع یک گل پژمردهٔ چمن ابداع اوست و طاؤس نظر یک گلدستهٔ پریده رنگ باغ اختراع او طوطی شکرخای ناطقه در محاذی آئینهٔ عرائس معانی سرگرم ادای دلکشائی و ساغر تفکر با بوسے جرعهٔ تحقیقش دماغ آسمان بپیمانے شور عشق یک نمکدان خوان کرم و شیرینی شکرخواب راحت مضامین یک انگشت از مائدهٔ نعم قادری که عقل کل یک پروانه پرتوه شمع مجالس قهاری که معلم الملکوت شرر جیدهٔ مجمر جلالش بهشت یک گل بیرون ماندهٔ دیوار گلزار مهرش سقر یک گرم دود دیست برخاسته از مطبخ قهرش محیطی که دریای بیکران فیضان باین موج زنی قطره ایست از قلزم اسرارش جمیلی که حرکات خیالات دو عالم مشتاق یک جلوهٔ دیدارش کاتب حکمش نوشتن دیباچهٔ نون کن ناتمام گذاشته و دورهٔ افلاک در مرکز خاک سرانجام ساخت کجا بزبان کوتاه بلبلان خوگرفته قفس مینوائی بشکر ادای شمه از آن تواند پرداخت بهتر ست که لذت بکام و زبان رسانم و در نعت سید العالم حضرت محمد مصطفی صلی الله علیه و آله وسلم سروری که معراج یکسپایهٔ بلندی ایوان قدرت اوست مقالهٔ انا ربک نصلی در شان

و عظمت او دست انگشت قدرتش نگارش معجز رسای ید بیضای کلیم را چهار انگشت بیشمار دود دم
جان بخش هزار عیسی را قالب بی روح می پندارد از ان روز که آفتاب ظهورش برین خاکدان
تابیده معاشر امیدوار را چنان چشم و چراغ نکرده که در خیال خواب تصور چشم برهم زدن بخاطر
گذرد دامی لقبی که از ازل تا ابد گوشه داستان ابجد خوانان دبستان قضا و قدر غلامان جاروب کش
درگاهش تقدیر داخل دو پیادهٔ خبرگیران سپاهش نمیتوان خاک گردی ست دور ماندهٔ از قدم
رهروان جویای وادی کمهٔ مسافتش بجز قطرهٔ عرق چکیده از پیشانی بیرون از آتش هوا نفسی ست
که در باد آن سرمایهٔ دم زدن هوشش ایجاد دوستانش بالا کشیدهٔ آتش گرفته است از آبلهٔ آبله پایان
صحرای شوقش که ذاکرا علم مطلب نرسیده اند یا نه رسیده اند صلی الله علیه النبی ما دامت الارض
والسماء فی منقبت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیه الصلوة والسلام بهار ریزی و مدهوش
خرامی قلم بمنقبت ساقی ایست که از سبب او نشهٔ کرمنا آدم میخانهٔ حقیقت انسانی رسیده
نگاه بوی ابصار موج پیمانه او دیدنی هو نفسهای قلقل مینای مستانه او خورشید خشتی ست
بر تافته خم کیفیت هوش ایمان بخشیغ نه سپهر دروی کش جام جان بخشش دو عالم جرعه نوش
جام وحدت آشنائیش طرحهای بادهٔ خیالات سرخوشیست از ساغر هوش ربایش ساغر گل
امید کونین متوقع قطرهٔ وا ماندهٔ از جام مستانهٔ او بلبل عالم علم بلحون بی وقفه بحسن طلب
مدح خوان او صلوات الله علیه مع آله و اولاده دائماً ابداً فی مدح المتکلم والکلام لہ
طبع اگر اثر کلام میخواهی انصاف را از دست مده و بیا بوصف سلطان المعانی نهنگ
بحر سخندانی ابلغ البلغا و افصح الفصحا میرزا محمد رفیع سودا که حالا اقلیم سخن بانصاف زیر نگین
حکم ایشان ست و کلام ایشان منصفان عالم را عزیز تر از جان ست علی الخصوص شرح این مرثیه
و سلام که مسمی بسبیل هدایت ست تحفه بر بلاغت روزگار مینماید محض از برای تربیت اهل محبت
نه برای مخالفت سرانجام شده متفق علیه بلبل طبع منصفان عالم توصیفش نغمه سرا است شیرینی
مضمونش اگر مورچه از کل قند پیدا کند روا است افسون بلاغتش کر را چون گل سراپا گوش
گرداند شکر خوانی معنیش هر کس را از ملاحظه بیهوش سازد از مطلعش مطلع آفتاب پامال حیرت
میشود اگر اثر تسجیع الفاظش بر خاک مرده بگویند هانا دم قیامت میشود هر مصرعش چون سرو
آزاد ست از خلل سنگ بی انصافان هر بیتش باج گیرنده از بیت ابروی خوبان بر بیاض
بین السطورش دائره صبح صادق و مقابله دو مصرع مقابل طاق ابروی مهوشان عاشق

دو بینش رشک چہار ابروی دلبران و با ہر حرفش اعجاز عیسی توامان غرض از مطلع تا مقطع چون زلف دلربا خوشنما و شہباز مدعا ہر حرفش آسمان پیما سزاست اگر سمعان این از صدف در شہوار خراج گیرند و چشم بینندگانش از قبیلہ لیلی باج ستانند بہر کیف ہرگاہ این شرح مرثیہ وسلام نزد احقر رسید بنظر دشمنی در پے تلاش جواب شدم بر ہر حرفش بسیار دود چراغ را ضایع ساختم آخر از بے جوابی نیافتم لیکن محل استعجاب ست کہ من کلام میر محمد تقی صاحب را بسیار بحسن بلاغت دیدہ ام و شنیدہ ام و این مرثیہ وسلام ہم از جنس کلام ایشان ست چنانچہ میرزا صاحب موصوف بدستخط ایشان دارند و پیش من ہم رسیدہ است بیان واقع کہ این مرثیہ وسلام قابل شرح ست و جای دریافت فہم دانست کہ چنین کلام ناقص از کجا بر خرد

سبیل ہدایت

میر صاحب مرے کرم فرما
مبدء عقل و کان فہم و ذکا

عرض رکھتا ہون اے کرم گستر
اعتراضی سے پر مجھے ملے ڈر

کھول سکتا نہین مین اپنے لب
اس سبب سے کہ ہے یہ جاے ادب

جو سخن آپ کی زبان سے سنا
کچھ نہ بولا سواے امتنا

لیکن اب آپ سے کئی اک عرض
کرنی مجھکو ہوئی ہین واجب و فرض

آپ کے ہوتے جب کسیکے حضور
مرثیہ کہنے کا ہوا مذکور

وان یہ بولی زبان سحر طراز
حق مین اس بے زبان کے بندہ نواز

ریختے کی جو وہ کہی ہے غزل
لفظ و معنی مین اسکے کم ہے خلل

مرثیون کے سنے جو کہتے بند
بندش انکی نہ آوے اپنے پسند

معنی انکے تب آوین فہم کے ہاتھ
شرح لکھدے جو مرثیے کے ساتھ

جب بتکرار مین سنے یہ سخن
دل مین گذرا کہ مرثیے کا فن

ہوئیگا فن شعر سے باہر
میر کی گفتگو ہے دال اس پر

اسکا آگاہ جو کوئی ہو خوب
سیکھیے اس سے کہنے کا اسلوب

ماہر اس فن کے جب کیے مین غور
دل مین کمتا کوئی نہ ٹھہرا اور

آپ کے مرثیون کو تب اکثر
ڈھونڈھنے مین لگا ہر اک کے گھر

ہاتھ آیا مرے بسعی تمام
فہم میرا جب ان مین در آیا
مرثیہ کہنے کا ہے جو آئین کہ
بلکہ وہ چیز جس سے شعر ہو رد
مطلب اس کام کی جدی ہی راہ
مندے مارے تو یون وہ کچھ ہی کہے
شعر کے قاعدے کے موجب ہم
سوزبانی تمھاری اے مخدوم
مرثیہ وہ جسے عوام الناس
اور سودا کا مرثیہ سنکر
جیسی ہی طرح گوئی اسکی بنا کے
بارہا یہ سخن ہوا ظاہر
سچ ہے یہ مجکو مرثیے کا ڈھب
آپکے مرثیے کا ہون قائل
سنکے جاسے جس پہ بدھو تک
لیکن افسوس صد ہزار افسوس
بدھو جیا سمجھ بجسے رو وین
جب یہ صورت خیال کرتا ہون
غرض اس امر مین کہون اک بات
وہ جو اک مرثیہ اور ایک سلام
من بکا کے حدیث پر ترتیب
مین بھی آگاہ اس سے تا ہووون

غرض اک مرثیہ اور ایک سلام
وہم اپنا بہت بجا پایا
واقعی فن شاعری مین نہین
مرثیے مین روا رکھے ہے یہ کہ
شاعر اس راہ سے نہین آگاہ
چاہیے ایسا کہے تو کہہ نہ سکے
کہنے لاگے تھے مرثیہ کم کم
ہوا اپنے تئین کو یون معلوم
روئین سن سن پڑھین جب انکے پاس
چپ ہی رہجاوُن ہو نہین سر دھنکر
لیکن اسپر کبھو نہ رونا آئے
حق مین بندے کے غائب و حاضر
نہین آتا وہ جس سے روئین سب
خون جس سے عوام کا ہے دل
شام سے کوٹین سینہ صبح تلک
یہی آتا ہے بار بار افسوس
معنے اُسکے نہ مجھ سے حل ہووین
اسی غیرت کے مارے مرتا ہون
مانو تو جان کی ہے اپنی نجات
دستخط خاص سے رکھے ہے غلام
عمل اور معنے اوسکے رکھ دیجے
چھوٹی امت مین بیٹھ کر رو فلن

متن

ہے نبی کے اطفا رتبے سے کے والی السلام
ظاہر اُن سے بھی ہوا اک نوع عالی السلام

شرح

پہلے یہ کیجیے اے کرم فرما ۔ باطنی رتبہ ہے نبی کا کیا
آپ پر جس طرح سے ہو تحقیق ۔ اپنے مخلص سے بھی کہو تحقیق
دوسری بات یہ جو کہہ ڈالی ۔ ہو تم اک نوع اُن سے بھی عالی
اور اس نوع کو بیان کیجے ۔ مجکو آگاہ اُس سے کر دیجے
یا وہ جس طرح مجھ پہ ہے اثبات ۔ کہو تو عرض مین کرون وہ بات
گرچہ وہ شخص ہے امام حسینؑ ۔ ایکدن جس کو سید الثقلین
لگے فرمانے مجکو بتلا تو ۔ مرتبے مین بڑا ہون مین یا تو
تب یہ چھاتی پہ لوٹ کر بولا ۔ کیون یہ سررشتہ بات کا کھولا
عرض کرتا ہون مجکو کیجو معاف ۔ دلمین کریجو سُنکے یہ انصاف
مان مری فاطمہ علیؓ ہے باپ ۔ والدین اپنے اب بتا دین آپ
اور جس شخص کا نواسا ہون ۔ امر ہو تو اُسے بھی بتلا دون
حق مین جسکے ہے آیۂ لولاک ۔ بزبانی ہے خالق افلاک
سب نبی جان اس کو مانین ہین ۔ اپنے نانا کو آپ جانین ہین
نور چشم اپنے سے عرض سُنکر ۔ یہ لطیفہ ہوے خوش آن سرور
متبسم ہو تب یہ فرمایا ۔ سخن راست حق کو بھی بھایا
اُنکے رتبے کی ہے بہم یہ نمط ۔ لیک جو آپ سمجھے ہین سو غلط
ظاہرا تم کو ہے یہ قصہ یاد ۔ جسکی رووے گی فہم کر برباد
رتبۂ باطنی پیغمبر ۔ اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر
نسبتی مرتبے کو تم فائق ۔ اسپہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق
باطنی رتبہ جو نبی کا ہے ۔ اسکے مافوق ہے جو بیجا ہے
موجب اس رتبے کے نبی کریم ۔ آپ کو بولے احمد بے میم
میم احمد سے کردیا جب رد ۔ تھا جو احمد سو ہو گیا واحد
احدیت سے ہے مرتبہ بالا ۔ سمجھے گا تب ہی پوچھنے والا

فہم یون باطنی سے ماہر ہے … اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
کس طرح سے کہو تو بسط بھی … رتبۂ باطنی سے ہو حالی
حرف میرا نہین ہے لا یعنی … فہم کے معترض ہین یہ معنی
غش نہین صرف اُسکے مضمون مین … خلل اس سے زیادہ موزون نہین
کہو تقطیع شعر کو کردون … بندش الفاظ کی ہے ناموزون
مصرع ثانی سے بھی ہو آگہہ … نوع کے عین کو نہین جا گہہ

متن

اے تصدق یہ پدر یہ مادر اور یہ جد پاک … ختم ہے تجھ پر یہ سب صاحب کمالی السلام

شرح

گر نہین جانتے تو سن لو اب … ساتھ اوسکے ہی جسکا نام و نسب
گر تعلق کمال کا ہوتا … پسر نوح باپ سا ہوتا
منحصر کچھ نہین نسب پہ کمال … جس پہ ہو فضل ایزد متعال
بندش الفاظ کی غلط اس کی … بری ہے معنی کی بمنظا اسکی
پیش مصرع مین لفظ یہ سے مراد … آپ کو ہے بزرگی اجداد
پر نکلتا ہے اس سے یون بکید … سب تصدق پدر سے لے تا جد

متن

لامکان بھی ایک بازیگاہ طفلی ہے ترا … کوئی مکان تم سے نہین پاتا مین خالی السلام

شرح

عوض کوئی مکان جو لفظ فصیح … بولتے کوئی جا تو تھا یہ صحیح

متن

ہے گریبان گیر گردون تیر سے لشکر کا لہو
تا قیامت کم نہین ہوتی ہے لالی السلام

شرح

خون سو ایسی جا مین لفظ لہو
اور لالی کا حرف کر دو دھک
تا نہ تشبیہ ہو شفق کی یہان
نہین آیا محاورے مین کبھو
ہو نہ ثابت شفق سے یہ جب تک
معنی جو چاہوا سین تم سو کہان

متن

اے ہو الاول ہو الآخر کے مالک بالیقین
وے ہو الظاہر ہو الباطن کے والی السلام

شرح

کیا ہو الاول و ہو الآخر
حق کیجانب پھرے ہر انکی ضمیر
کیا یہ خاطر مین آپ کے آیا
کیا ہو الباطن و ہو الظاہر
اس سوا جس پہ کیجیے ہے تکفیر
مالک اسکا حسین ٹھہرایا

متن

یہ شہادت تیری تائید انا بشر کی تھی
یہ شہادت تیرے کلمے کی شہادت ہی تمام
ورنہ تم بے شبہہ و شک احمد بے میم ہو
کیا حدیث مشکلم تم نے نبھائی السلام
عبد ہو کے بات تم نے ساری پائی السلام
لی مع اللہ کے ہو تم ہر وقت حالی السلام

شرح

مطلب اس ہر سہ شعر سے مخدوم
کرتے ہو تم خطاب یون با امام
کیا بندے نے آپ کا معلوم
ہے تمہارا یہ مدعا سے کلام

سے ہے نبی وا امام حق کی ذات
حق کو کیا کام از حیات و ممات

انا بشر جو بولے پیغمبر
اسکے اثبات پر دیا تین بسر

رتبہ تیرا ہے جون خدا عالی
عبد تین ہوکے بات سب پالی

تو بلا شک ہے احمد بے میم
لی مع اللہ مین ہر زمان ہے مقیم

ہے تصوف کی راہ سب یہ درست
بندش الفاظ کی ہر اتنی سست

نہین لفظون سے معنی کو کچھ ربط
سمجھے وہ ہی جسے ہو کچھ سا خبط

اور ہے راہ جو شریعت کی
وان خدا ہے خدا نبی ہے نبی

کلمہ ہے جو کہ دین کی بنیاد
مسلمین کا ہے صبح و شام اوراد

وہ نبی نے جسے پڑھایا ہے
آپ کو عبد کہہ جتایا ہے

"آنا بشر" ہے آیۂ قرآن
وحی بہر پیمبر دو جہان

متکلم جزو ہے اس آیت کا
منفصل باندھنا نہ مین سمجھا

اس لئے اسکا بیان ہو شان نزول
جسطرح چاہیے سوائے رسول

علما وہ جنہین ہے عقل معاد
یون زبانی ہے اسکے مجکو یاد

دعوت دین جب احمد مختار
لگے کرنے تو بولے یون کفار

دل چھپاتے ہین اپنے ہم اس رو
اے محمد جو کچھ کہے ہے تو

نہین سنتے ہمارے گوش مین کر
اپنے آئین کی بات ہمسے نہ کر

تب یہ آیت غرض بران سرور
ہوئی نازل ز خالق اکبر

عالمون سے مین گوش دلکو دے
سنے ہین معنی یون اس آیت کے

کہہ کہ مین بھی بشر ہون جو ہو تم
وحی آتی ہے مجکو اے مردم

آپ سمجھے نہین اسے بخدا
جہل کیجے تو ہے یہ امر جدا

کرے ارشاد جو خدا کی ذات
سب مبرا ہے وہ ز تاییدات

سمجھیے اس کلام کی تایید
کر شہادت کو فہم سے ہے بعید

چاہیے تایید سے ہے وہ جب باہم
لکھے بحثین کسی سے تم یا ہم

تھی اگر آپ کو بفکر اسلام
یہی آیت غرض بطرح امام

بولتے یون تو اسمین تھا نہ خلل
"آنا بشر" پہ ہین کیا ہے عمل

عمل لے دوست حق کے کہنے پر
ہو سکے ہو کرے وہ فضل اگر

اور اسکے کلام کی تایید
جس پہ ٹھہراؤ ہے یہ کفر شدید

مین سنے ہین سلام تو اکثر
لفظ و معنی مین بہتر از بہتر

لطف ہے اس سلام مین اک در
کر نہین اسمین السلام کو مٹھور

بس کہ بے ربط اسقدر ہو سلام
نہ بھیجے تم سا اسے بہ نذر امام

ضمیر منیر پر آئینہ داران معنی کے مبرہن ہو کہ محض عنایت حق تعالی کی سے ہے جو طوطی ناطقہ اشیرین سخن ہو لیس یہ چند مصرع کہ از قبیل ریختہ در ریختہ خانۂ دو زبان اپنے سے صفحۂ کاغذ پر تحریر پاے لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سنجان روزگار کردن تا زبانی ان انجام کی ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہون مطلع

قیمت و قدر شناسا سے پہونچے ہی ہم
ورنہ دریا مین خزف بھی نہین گوہر سے کم

مضمون سینہ مین پیش از مرغ اسیر نہین کہ ہو پیچ قفس کے جسوقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے واسطے کوس داد رس کے غرض جس اہل سخن کا در منصفی زینت لب ہے سر رشتۂ حسن معانی کا اس کلام کی اس سے انصاف طلب ہے اگر حق تعالے نے صبح کاغذ سپید کے مانند شام سیہ کرنے کو یہ خاکسار خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوس دماغ مین چراغ ہوش دیا ہے چاہیے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے ورنہ گزند زہر آلود سے بے اجل کا ہیکو مرے ہر چند کلام اُستادان سلف پر بھی غلطی کا گمان ہے کسواسطے کہ انسان مرکب بالخطاء والنسیان ہے لیکن خدا نے تعالے نے جنھین شعور کرامت کیا ہے وہ سمجھتے ہین ناگہ اگر لکھیتی کی بدی سے قدرے زر قلب نکل آوے تو اُسپر کسی کو خوض و غور نہین اور جو خر لیطۂ صراف سے ایسا کچھ پاے تو اوسے کہین ٹھور نہین پس لازم ہے ذی ہوش کو ربط الفاظ سے معنی کو سمجھکر دے تا وبال فیضان ناطقہ اپنی گردن پر نہ لے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

اول اندیشہ انگہی گفتار
پاے پیش آمد ست و پس دیوار

انسان کہ جس فن سے آپکو کما ینبغی ماہر نہ کرے چاہیے کہ اسمین اپنے حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگوے جاہل پہلوے عالم مورد انفعال بلکہ خموشی ہے اُسکی برابر صد فضل و کمال ؎

بات گر آوے تو چپ رہ کہ گمان کے نزدیک — سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی مین

گر ناآگاہ جس فن کے آگاہ سے اس فن کی بولی بولے گویا ہر دو لب اوس کے دروازۂ رسوائی کے پاٹ ہین کہ عمداً اپنے منھ پر کھولے بیت

طرفہ میوہ ہے یہ سخن اے دوست — مغز شیرین و تلخ جس کا پوست

مخفی نہ رہے کہ عرصہ چالیس برس کا بسر ہوا ہے کہ گوہر سخن عاصی زیب گوش اہل ہنر ہوا ہے اس مدت مین مشکل گوئی دقیقہ سنجی کا نام رہا ہے اور سدا مرغ معنی عرش آشیان گرفتار دام رہا ہے باوصف اوس کے قول خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کیا ہے بلکہ تمام عالم کے سخن انصاف پر تلمیذانہ گوش دیا ہے جس کی زبان پر قتیل اعدا سے حرف واقعی اور منصفانہ جاری ہوا ہے باللہ کہ مرتبہ من تعلم حرفاً فهو مولا طاری ہوا ہے اور بے اختیار زبان سے یہ مصرع ہوا ہی سر نوع

وائے بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد

لیکن مشکلترین دقائق طریق مرثیہ کا معلوم کیا کہ مضمون واحد گو ہزار رنگ مین ربط معنی سے دیا چنانچہ اس کام مین محتشم سا کسو نے عز قبول نہین پایا ہے اسی مغفور مرحوم نے یہ فرمایا ہے ؎

جمعی کہ پاس محمل شان داشت جبرئیل — گشتند بے عماری و محمل شتر سوار

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھکر مرثیہ کہے نہ کہ برائے گریۂ عوام اپنے تئین ماخوذ کرے نادر مقالہ ہے کہ عقلا جو نہ سمجھین اور ضبط تضحیک وقصد بکا نہ رہین اسکا سیاق وسباق جلا دریافت کرین اور بھوٹے ہین بیت

معنی لفظون سے ہوتے ہین روپوش — یان تلک رتبۂ سخن پہونچا

مرثیۂ عن مثن

دلو ہیر مجنون کی حالت عجب ہے — مصیبت ہے ماتم ہے غم ہے تعب ہے
غرض کیا کہون کس روش کا غضب ہے — حسین علی کی شہادت کی شب ہے

مرثیہ عین شرح

یہ مطلع جو ہے آپ کا تو عجب ہے — کہ یہ ریختہ کہنے والوں کا ڈھب ہے
مرے فہم کا ناطقہ کی سبب ہے — نکالو کہ یہ مرثیہ یوں نہیں سب ہے

متن

مجنون سے نے دلسے خوشی سب تجی ہی — ہراک گھر مین ماتم کی مجلس رچی ہے
عجب طرح کی ولے دیلا مچی ہے — کہ روز قیامت کی گویا یہ شب ہے

شرح

تجی کا رچی قافیہ شائگان ہے — سودہ ہر سہ مصرع مین صورت کہان ہے
رچی اور مچی قافیہ جبکہ یان ہے — تو یہ قافیہ ہر طرح سے کڈھب ہے

متن

کوئی دل نہین جسکو ماتم نہووے گا — وہ دل دیر ہی جسمین یہ غم نہووے گا
یہ دن کچھ قیامت سے بھی کم نہوئیگا — قیامت مین یہ کچھ نہوئیگا جواب ہے

شرح

جو تقطیع سے شعر کی تم ہو ماہر — تو افزودی ہمزہ دیا ہے ظاہر
مرا صاحب اس بحر کے رکن آخر — نہوگا ہے موزون نہوئے گا کب ہی

متن

ہے چاروں طرف ہو رہا شور محشر — زمین آسمان ہو رہا ہے تل اوپر
حسین علی پر چلایا ہے خنجر — ہراک جان اس غم سے خنجر طلب ہی

شرح

کہو پہلے مصرع کو یون مجھسے سنکر ۔ زمانے مین ہر سمت سے شور محشر
یہ تقطیع ناموزون اے بندہ پرور ۔ زبان پر فصیحون کو لانا غضب ہے

متن

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہائے ۔ یہ کشتی فلک کے لہو مین ڈوبائے
شہ تشنہ لب کا کسے غم سنائے ۔ یہ کس منہ سے کہیے کہ وہ خشک لب ہے

شرح

کسے کہتے ہو کون ہے وہ کہان ہے ۔ کہین ہر سہ مصرع مین اسکا نشان ہے
جو اپنے پہ اس گفتگو کا گمان ہے ۔ تو یون کہیے سننے کا اسکے یہ ڈھب ہے

شرح باصلاح

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہاؤن ۔ یہ کشتی فلک کی لہو مین ڈباؤن
شہ تشنہ لب کا کسے غم سناؤن ۔ یہ کس منہ سے بولون کہ وہ خشک لب ہے

متن

بعینو ن نے اسکو وطن سے بلایا ۔ مع اقربا اسکے بن مین ب یا
پھر اس جور سے اسکو مارا ہی پیاسا ۔ کہ بس غم سے خورشید کے تئین تب ہے

شرح

مع اقربا نے زانسزو نی با ۔ کیا غیر موزون یہ مصرع سرا پا
نہین اسمین ہرگز مرا حرف بیجا ۔ کہ اوزان اشعار میرے بلب ہے

متن

غرض وہ جفا اوس کو دکھلائی ظالم ۔ کہ جسکا وہی آپ رب ہیگا عالم

نہ لینے دیے اُسکو اک دم بھی سالم … دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

شرح

دیے مین دیا ہے یہ کنارہ سا ہے … زبان جمع واحد سے یون آشنا ہے
یہ لہجہ مین حیران ہون کس ملک کا ہے … دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

متن

دونون رات دن تو کٹے ہر طرح مین … بظاہر مصیبت پہ باطن فرح مین
سحر پہ ہوا خون قضا کے قدح مین … کہا پی سے لے شپیر تو خشک لب ہے

شرح

جو پوچھون قدح مین بھرا خون کن نے … تو بتلاؤ گے تم شہادت کے دن نے
یہ حیران ہون مین کون ہے وہ کہ جن نے … کہا پی سے لے شپیر تو خشک لب ہے

متن

سحر تھی کہ خواب عدم اُسکو کہیے … سحر تھی کہ آخر کا دم اُس کو کہیے
سحر تھی کہ ظلمات غم اُسکو کہیے … کہ اک پرتو اُسکا سویدا کی شب ہے
سحر تھی کہ تلوار کی کوئی جھلک تھی … سحر تھی کہ برق ستم کی چمک سے ہے
سحر تھی کہ کوئی واپسین کی پلک تھی … سحر تھی کہ موت اُس سے رو در عجب ہے

شرح

دم واپسین گوش زد ہے ہمارے … پلک واپسین کی زبان پر تمہارے
پھرے تھی اجل جس جگہ منہ پسارے … یہ کیسے پردے مین وان کیا عجب ہے
کرو دا ہے ایسا نہ ذکر شہادت … رکھو ماضی و حال مین کچھ تفاوت
کہو تو یہ کس طرح کی ہے عبارت … سحر تھی کہ موت اُس سے رو در عجب ہے

متن

غرض اس سحر نے جو چہرہ دکھایا
شہ دین نے اسباب رن کا منگایا
حرم نے جواب اسکا اور کچھ نہ پایا
سبھون کے منہ اوپر قمیص او قصب ہے

شرح

سخن سبکو سب کا خوش و ناخوش آیا
پر اس گفتگو نے نہایت رجھایا
خدا جانے تم اسمین کیا مغز پایا
بدانست اپنے تو ہذیان تب ہے

قمیص او قصب یان نہایت ہین بیجا
بتاؤ مجھے تمنے کیا ان کو سمجھا
کہین پیرہن کو قمیص اے ملاذا
نباتات مین سے ہی کچھ سو قصب ہے

قصب اس سوا قسم ہے پارچہ کی
نہ اس معنی سے بھی ہوا ہی تسلی
جگہ آپ نے جس ارادیکو یان دی
سو لفظون سے اسکا نکلنا عجب ہے

کہو مرثیہ یہ رولاوے گا کس کو
رُدے گا سر اپنا کوئی سنکے اسکو
رولانے کی خاطر سناؤ یہ جس کو
کہو کیا جو پوچھے وہ کیا شے قصب ہے

متن

کہا شاہ دین نے اے میرے غریبو
زمانے سے ساری عمر بے نصیبو
خزان دل باغ کی عندلیبو
عجب طرح کا تم اوپر فضل رب ہے

شرح

خزان دل باغ کب گوش زد ہی
خزان باغ دل کی کہو تو سند ہے
غلط گوئی کتنی غرض یان بکد ہے
اگر فرض و واجب نہین مستحب ہے

متن

تو اب ہاتھ سے تم رضا کو نہ دینا
جو آوے سر و چشم پر اسکو لینا

اے میرے عیال اور مری بیٹی بہنا — تمھین مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

شرح

عیال اے ملاذان سے کب ماسوا ہی — جنھین دختر و خواہر اس جا کہا ہے
یہ تفرلق بیجا سے کیا مدعا ہے — عیال ایک جو لفظ ہی اسمین سب ہی
یہ ہی چوتھے مصرع کا پوچھے جو کوئی — جواب اسکا کچھ ہی بجز ہرزہ گوئی
سخن کہنے کے طرز یہ بھی ہین کوئی — تمھین مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

متن

شہ دین یہ فرما کے رنکو چلے ہین — سب اہل حرم سینہ کوبان کھڑے ہین
بلائین وہ چار و طرف لے رہے ہین — کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

شرح

تمھین اپنے پر شاعری کا یقین ہے — پر اتنا نہ سوجھا ہزار آفرین ہے
چلے ہین کے کہنے کی یہ جا نہین ہے — روا ماضی مین حال کا ذکر کب ہے
چلے اور کھڑے قافیہ جو کیا ہے — یہ معیوب فن سخن مین کیا ہے
تمھین جن نے بے عیب آ کہدیا ہے — بہت شوخ ہی اور پہ بے ادب ہے
جو غصہ کروگے سمجھے وہ بھی کہنا — سخن واجبی پہ سکے ون نہ رہنا
بلائین لیے سے نہ نکلا یہ کہنا — کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

متن

ادھر زینب اسکے تھی قربان جاتی — اور اُس طرف کلثوم تھی بلبلاتی
اے بھائی یہ آفت سہی نہین ہی جاتی — فراق اب ترا ہمکو نار او رحطب ہے

شرح

جو اتنی ہو تقطیع لفظی سخن مین — تو جائز نہین شاعری کے وہ فن مین
مگر کان بے ربطی کے ہین ہن مین — کہ جو منھ سے نکلے ہو بے بط سب تجھے

یہ بندش تھین کاش یون باندھ آتی — لگی ہر بہن سے کنے کوٹ اپنی چھاتی
نہین تیری فرقت سہی مجھ سے جاتی — چلا تو بھی بھائی مرا کون اب ہے

مزاج آپکی پیچ سے جاتی ہو اکڑی — کہون کیا مین یہ مرثیہ ہو کہ پھکڑی
فراق آگ بیشک ہے لیکن نہ لکڑی — فقط قافیہ کے لیے یان حطب ہے

متن

اے بھائی بنی آج گویا سدھارا — علی کا ہوا داغ تازہ دوبارہ
اے بھائی پھرینگے کہان ہم آوارا — نکرنے کا جو ہر ہمین کیا سبب ہے

شرح

سر بیت اس بحر مین یہ بجانا — کرلے کا نہین اسمین ہرگز ٹھکانا
انھین اسجگہ اُن سنے موزون نمانا — جسے شعر تقطیع کرنے کا ڈھب ہے

اوارا فقط تم سے سننے مین آیا — کسی میر و میرزا کو کہتے نہ پایا
بلا مد اسے تمکو کن سنے پڑھایا — کہو اہل خطہ ہو وہ یا عرب ہے

متن

ہمین اپنے ہاتھون سے تم مار جاؤ — زمین کھود ہم سب کو یان گاڑ جاؤ
لگا ہمکو ایک ایک تلوار جاؤ — ہماری بھی آخر شہادت نسب ہو

شرح

مین اس چار مصرع مین جبات جانی — کہون طبع پر گر نہ آوے گرانی

نہین ہے یہ ہرگز تمھاری زبانی
انھین اسمین کہہ لینے کا کیا سبب ہے

متن

ادُھر ماؤن پر گر پڑی ام قاسم
اے حضرت مرے دین و دنیا کے حاکم
کہ مین بیوہ تیرے بہادر کی خادم
کہو میرے مرنیکا بھی کوئی ڈھب ہے

شرح

ادُھر معنی کی رو سے افزود ہے یان
یہلے غیر موزون بھی موجود ہے یان
یہ لفظ اپنی جانب مین بے سود ہے یان
نہون یہ دو لفظ اسمین بے سقم تب ہے

متن

اے بھائی جی میرے تو جو کچھ تھے تم تھے
چھتر میرے اور میرے بچونکے تم تھے
مرے جینے مرنیکے رکھوالے تم تھے
مین تم بعد جیونگی یہ کیا غضب ہے

شرح

عرض آپ رکھولے کے بندہ پرور
جنھین لوگ کہتے ہین رکھولے اکثر
یہ کہتے کہ وارث ہو تھا اس سے بہتر
جتانا مجھے انکا یان فرض اب ہے
مجھے سے لیے رکھوال سو پاسبان ہے
مجاور بافواہ اہل جہان ہے
جو موتا یہ ہو پاسبان وہ کہان ہے
نہ یون بولے ہونگے کہ دور از ادب ہے
چھتر کہتے ہو کیا ہوا ہے یہ تم کو
کہو کن کے لہجے کی آتی ہے یان بو
غرض کیا کہون واہ صلو و جلو
جہان دیدہ ہو آشنا قوم سب سے

متن

ادُھر بیٹیون نے ہے دامن کو پکڑا
اے باباجی ہمکو یہ جینا ہے کھانا
گریبان اپنے ہی دونون نے پھاڑا
کھلادو اگر زہر کی کوئی جب ہے

شرح

کوئی لفظ میں ہی کہ اتنا ہی در پے   کیا تم نے یاں ہی کوئی دوست کا ہی
کروں منع آدہ ہو سکے کرنیکو تائے   تمھیں تو یہی پیٹنا جب نہ تب ہے
نہ اودھر ہی سے لفظ کا ڈھب ہی آئین   نہ صحت قوافی ہی کی اب ہی آئین
نہ بابا ہی جی کا مخاطب ہی آئین   بجز ربط بے ربط جو چاہو سب ہے

متن

اے باباجی ہم پر برا دن پڑیگا   ہمین اب عمر نحس بندی کرے گا
دکھاتا ہوا جگ مین سیلے پھریگا   یہ جینا ہی سر پر ہمارے غضب ہی

شرح

سلیے کو مشدد جو تم نے کیا ہے   سبق حاجی مونس سے شاید لیا ہے
پڑیگا پھرے گا جو یہ کہ دیا ہے   بھلا کیسے یون قافیہ ٹھیک کب ہے

متن

اے بابا مدینے مین ہم کو بھجادو   ہمین گور پر فاطمہ کے بٹھادو
دیا ہمکو مائی کے سینچے چھپادو   بتادو جو کوئی اس زمین مین نقب ہے

شرح

نکو واو کو تم بھجا دو مین تحریر   سراپا یہ لائے بھلا اسکی تقصیر
اٹھانیکی یا نسے کرو اس کی تدبیر   فصاحت کو اس واو کی وان ظلم ہی

متن

سکینہ کی مان پیچھے سب کے کھڑی تھی   سر شک اسکے دامن تلک اک لڑی تھی

وہ آشاہ کے پلو تپر گر پڑی تھی — کہ یا شاہ احوال میرا عجب ہے
نہ لٹنے کی اب مجکو اپنی خبر ہے — نہ معلوم ہے سر کی چادر کدھر ہے
یہ تم نے جو مرنیکو باندھی کمر ہے — مری موت بھی اسگھڑی مضطرب ہے

شرح

سنی آپ سے مین عجب یہ حکایت — کہ لٹنے کی تھی شہ کے آگے شکایت
عبور تواریخ بھی ہے نہایت — خبر آپکو ایسی باتون کی تب ہے
خلل اور اک اسمین ہے بندہ پرور — نہین موت وہ شے جو غم سے ہو مضطر
اسے یون کہو اپنے مخلص سے سنکر — مرے جسم مین جی مرا مضطرب ہے

متن

مری موت اب مجکو باقی نہین ہے — کدھر مرگئی موت آتی نہین ہے
مری آہ جگ مین سماتی نہین ہے — مرے غم سے فریاد بھی جان بلب ہے
تری راہ بالون سے اپنے بہارون — سر اپنا تمہارے قدم پر اتارون
اسے سرو مین اپنے تئین تجپہ وارون — مرا مو بمو تجھ پہ قربان سب ہے
مین اصغر کو بھی اسگھڑی بھولگئی ہون — گزشب جسکو ساری ہلاتی رہی ہون
مین اسدم تو فانوس سی جل اٹھی ہون — مرا تن بدن شمع سان ملتہب ہے
اتنے مین ادھر عابدین نے پکارا — سر اپنے کے تئین چارپائی سے مارا
کہ باباجی مین کیا کرون کا بچارا — مرا دل عجب طرح سے مضطرب ہے
اے بابا اکیلا مین اب کیا کرونگا — یہ ناموس کیدھر مین لیے پھرونگا
اے بابا مصیبت مین کیا کیا بھرونگا — مین کیا جانون قسمت مین کیا کیا تعب ہے
مین تم بعد احوال کس کو کہونگا — یہ بچون کا بلکنا مین کیونکر سہون گا
اس آتشکدہ مین مین کبتک دھونگا — مرا دل تو تندور سا ملتہب ہے
مجھے کیسے ناموس کیدھر لیجاؤن — یہی چاہتا ہون کہ سر کو کٹاؤن
کہان جاکے عورات کو مین چھپاؤن — کرون کیا وصیت کا پاس ادب ہے

و لیکن میں اب ان کو کیدھر لیجاؤں
کہاں سے میں اپلین شنئے کو لاؤں
میں پوچھنے کو انکے کدھر گھر بتاؤں
یہ صحرا تو بیرون حد عرب سے ہے

کہا شہ نے ہر اک کو چھاتی لگا کر
بوقت مصیبت ز آیات اطہر
کرلے بیکسو صبر ہے ابتلا پر
قصیراً جمیلاً ہمیں منتخب سے ہے

یہ فرما کے شپیر رن کو سدھارے
کہ دیکھے اب آکر جو ہی مرد بارے
کھڑے ہو مخالف کے منہ پر پکارے
کہ یہ دست و تیغ امیر عرب سے ہے

شرح

کئی بند یہ جو کیے غور میں نے
قوافی و الفاظ بن اور میں نے
درست انکا پایا کچھ اک طور میں نے
قباحت نہیں پائی یہ کیا سبب ہی

متن

لے ناکار میں تمتے حجت ادا کی
پھر اپنے رفیقوں کو شہ نے ندا کی
تمھیں کہہ حکایات ساری خدا کی
کرلے یارو یہ قوم زالحرب سے ہے

شرح

کہہ و مہ کے یوں گوش زد ہی روایت
کیا شہ نے اسوقت اتمام حجت
سوا شہ کے جب پاچکے سب شہادت
سخن یہ جو ہی سو زروئے کتب ہے

متن

زہیر ابن قیس اک جوان دلاور
وہ ایسا لڑا اسکو تم کیجو باور
ہوا پہلے پانچوں تنوں سے نچھاور
کہ اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہی

شرح

نچھاور کے کہنے کا موقع نہیں یاں
نثار اس جگہ بولتے ہیں زباندان

یہ مصرع بھی ہی مدح کا انکے سو بان — کر اک اک نے سو سوسے کیا حرب ہے

متن

وہ بادن نے ایسا ہے میدان کیا — کر تیغون سے وہ کھیت کھلیان کیا
پھر اک اک نے جی اپنا قربان کیا — محبت کا قربان ہونا حسب ہے

شرح

مرے یار جو چاہے سو مجکو کہ جا — یہ کیا تو ہے حاجی موئس کا لہجا
کہا مین زبانسے کہ خاموش رہجا — زیادہ نہ بک آگے جاے ادب ہے
درست اور تو سب ہے معنی کی رو سے — تمھارا جو ہے طور اس گفتگو سے
اسے مین نہ سمجھا یہ پوچھون کسو سے — محبت کا قربان ہونا حسب ہے

متن

پھر آئی جو اولاد حیدر کی باری — تو کیا کہیے ہر ایک نے کیا سواری
ہزارون ہی مارے وہ مردود ناری — پڑا لشکر کافران مین شغب ہے

شرح

دل و جان سے قائل مین اس نظم کا ہون — کہ یہ ہر سہ مصرع بخوبی ہے موزون
مگر لفظ ہی چوتھے مصرع مین بیرون — بڑا معنی سے اور تو ٹھیک سب ہے

متن

غرض آخرش سب نے پائی شہادت — چہ اصغر چہ اکبر گئے سوے جنت
رہے شاہ تنہا بمیدان ہمت — کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے

شرح

نہین ہے یہ مصرع مین یان بھی قباحت
لسانی ہے پر مجکو یہ بھی طلاقت
دو جی ہے رہیکون کی لیکن فصاحت
کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے

کیا اسمین پڑھیے تو موزون نہین ہے
نہین طور یہ نظم کا بایقین ہے
بلاغت سے دور اور کیا کہین ہے
یہ ملا دوپیازہ کی میت کا ڈھب ہے

متن

روایت ہے انیس سو اور کچھ اوپر
کہا عمر کوئی کو تب یہ ندا کر
دیے ڈال رومال سے سب زمین پر
کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے

شرح

خلل پہلے مصرع کے یہ درمیان ہے
عمر کو کہو عمر یہ کیا زبان ہے
جگہ اور کے رے کو اسمین کہان ہے
پھر اس گفتگو پر یہ شور و تعب ہے

تمھین بولو انصاف ہے منھ تمھارے
یہ موقع ہے دشمن کو یون وہ پکارے
کچھ اوپر جب انیس سو کوئی مارے
کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے

خبر یہ کسے ہے کہ مارے ہین کتنے
شہ دین کے تھے جسم پر زخم اتنے
یہ تعداد فرماتے ہین آپ جتنے
جو سمجھے ہو تم قول راوی وہ کب ہے

متن

لعینون نے جب ضعف سرور کو دیکھا
کیا شاہ نے شمر کو تب اشارا
ہزارون نے چارو طرف آن گھیرا
کہ ہین بوتراب اور تو بولہب ہے

شرح

جسے گوش زد ہوئے قصہ یہ سارا
اُسے اسکا سننا نہوئے گوارا

کیا شہ سے کب شمر کو یہ اشارا — کہ میں بو تراب اور تو بولہب ہے
اسے تم سناؤ گے جس اہل دین کو — کہیگا تھیں آفرین اس یقین کو
کہو نگا بجا کتے ہوائی لعین کو — زبانی پھر ایسے کے یہ کیا عجب ہے

علی کا اگر بولہب ہوئے قائل — رکھے تب یہ تشبیہ اک نوع حاصل
فقط قافیے کے لیے حرف باطل — جناب ایسی مین کیسے دور از ادب ہے

متن

تجھی کہ مرا حق نے قائل کیا ہے — یہ ابلیس کا تجکو حصہ ملا ہے
بھلا کہ تو کیا تیرا این نے کیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

شرح

بقول آپکے شہ نے یوہنین کہا ہے — جو پہلے دو مصرع مین مضمون بندھا ہے
تو یون کیون کہین مین ترا کیا لیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

متن

یہ سنکر شمر آکے بیٹھا سرھانے — لگا ڈھونڈھنے مارنیکے بہانے
کہا شہ نے اسکو کہ سن لے دیوانے — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

شرح

زبانی تمھارے فقط یہ ہے انشا — کچھ آیا نہ تھا شمر نانا کا بھیجا
جو کہتا یہ اس سے نبی کا نواسا — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

متن

نبی آپ یان مثل کم کہہ گئے ہین — عناصر کے سالسے اثر یہ گئے ہین
وہ خود اس مقام آکے چپ رہ گئے ہین — مجھے اب یہان بولنا کیا سبب ہے

شرح

معانی اس آیت کے کن نے بتائے
سخن کا ہیکو کہیے گر کہ نہ آئے
جہان لائے تم اسکو بے ربط لائے
کیا فرض اس امر مین مستحب ہے

سخن کاش یون کرتے شہ کی زبانی
نہ کی مرضی حق سے ذرہ گرانی
کہو میرے نانا کو بھر زندگانی
تجھے انحراف اسکی مرضی سے کب ہے

متن

ولیکن ذرا دم لے لے بیمروت
شمر دیکھا سرور کو محو عبادت
کہ مین کرلون اب اک نماز شہادت
کہا اب چلانا خنجر مستحب ہے

شرح

نماز شہادت سنی مین تمھین سے
نکالو تم اسکی بھی نیت کہین سے
سند اسکی پوچھو کسی اہل دین سے
کہ دین وضعی تو اک یہ بھی ڈھب ہے

متن

وہ مقتول سجدہ بھی کرنے نہ پایا
پھر اس بعد خنجر جو جا کر لٹایا
کہ مردود نے خون اُس کا بہایا
تو اُس دم کا واقف وہی آپ رب ہے

شرح

تمھین شہ کو کہتے ہو محو عبادت
کہ سجدہ بھی کرنیکی پائی نہ فرصت
پھر آپ ہی یہ کہتے ہو اے میرے حضرت
تناقض سخن مین ہوا تنا غضب ہے

متن

وہ گھر جس مین یہ واویلا مچا تھا
کہ عرش اُس گھڑی خوف سے ہل رہا تھا

تو اُس گھر مین غارت کا وہ غل پڑا تھا
کہ جس کو بیان وار کرنا ادب ہے

شرح

ابھی حسن مطلع مین ہے واے ویلا
مذکر مؤنث مین کیسے ملا دا
بچا واے ویلا یہان تم نے باندھا
اسے مشترک کہنے کا کیا سبب ہے

حقیقت سنو جو کہ تھے مصرع کی صاحب
جو یون کہتے اسکو تو تھا یہ مناسب
کہ معنی مین الفاظ سے اسکے غائب
بیان وار کہیے تو سوے ادب ہے

متن

وہ خیمے کو جب بانٹنے مین جلایا
پھر آہن کا ہر اک کو گہنا پہنایا
جو کچھ پایا رومال تک بھی چھنایا
نہ پوچھا کہ تو کون ہے کیا نسب ہے

نہ چھوڑا کہ کوئی اپنے منھ کو چھپاوے
نہ چھوڑا کہ اک ہوش بیمار پاوے
نہ چھوڑا کہ طفلون پہ دامن اُڑھاوے
نہ دیکھا کہ اسہال ہے یا کہ تب ہے

وہ سب مبتلا اشتر دن پر بٹھاے
وہ عابد کی بانو کھڑی کل کناے
مہار اُنکے اس ناتوان کو دلاے
کہ ہے دست نچے تجکو مقدور کب ہے

نچے شام لگ تو پیادہ چلے گا
بچے تو اس آفت مین جیتا رہیگا
ان اونٹونکی تو سارباں کرے گا
مجھے پاؤن رکھنے کا تیرے عجب ہے

نچے کیا مین اسدن کو تجکو جنا تھا
مرے چاند تجھپر یہ کیا ہیگا بالا
کہ تیرے گلے مین یہ آہن ہے ڈالا
کہ گہنا تجھے آہنی آج سب ہے

نچے اپنے دادا علی کو بلاے
نہین تو مجھی کو یہ لوہا پنھا لے
یہ ہاتھون کا لوہا تو اُس سے کھلاے
کہ تو پاؤن جاتا ہے اور تجکو تب ہے

نچے تیرے دادانے ہین یو چھوڑاے
نہین جانتی مین تجھے کیون بھلاے
وہ سب کے بُرے وقت مین کام آئے
بھلانیکا تیرے نچے کیا سبب ہے

یہ کہکر وہ آپ ہی علی کو پکاری
کہ شاہا کہان ہے تمھاری سواری
نجف کیطرف ہاتھ دونون پساری
شتاب آؤ اسدم تمھاری طلب ہے

شرح

تم اس جا پہ تذکیر مشفق ہمارے
زباں دان تحسین آفرین کرتے سارے
اگر کہتے یون ہاتھ دونون پسارے
بتانا مونث لفظ اس جا کڈھب ہے

متن

اے شاہ نجف تم نے سلمان چھڑایا
یہ عابد جو اژدر کے منہ مین سے آیا
اُسے شیر کے منہ سے تم نے بچایا
اسے نہین چھڑاتے یہ کیا راز رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بربر مین جاکر
اس عابد کی بندی بھی اسوقت آکر
ہزارون بندھون کو دیا ہے چھڑا کر
چھڑا دو کہ یہ بھی بڑا کار رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بیر العلم مین
ہم آئے ہین جنات کے اب ستم مین
مسلمان کیے لاکھون جن ایکدم مین
یہ کیا قوم ہے جنکا امت لقب ہے

اس امت نے ہمپر بُرا دن ہی ڈالا
اے حضرت علی شیر باری تعالی
کسی وقت کا بغض ہم سے نکالا
ہماری حمایت کا پھر وقت کب ہے

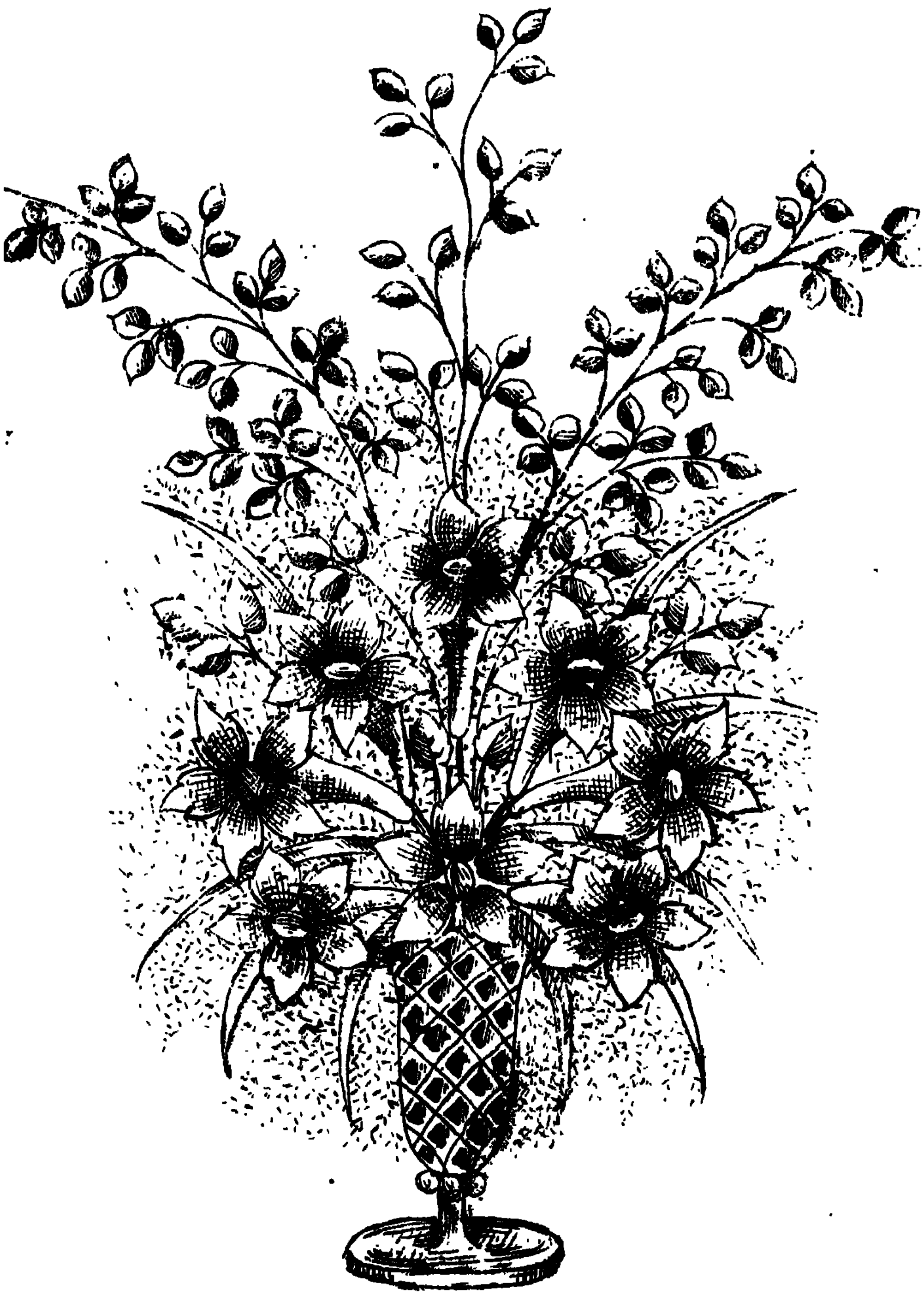
اسے میر اس حکایت کو کوئی کیا کہیگا
اگر کوئی مہربان ہو سکے کربلا جا
یہ دو حرف ہین اسکے جو مین ہون بلا
کروان جا کے مرنیکی دلکو طلب ہے

مین اسکو جو اک طول دیکر ہے لکھا
ذرا منصفون سے ہی اب اس کا دعوی
غزل نہین ہی ہی مرثیہ نام اسکا
بیان شہادت کا اک یہ ہی ڈھب ہی

شرح

تحسین خواہش انصاف کی میرجی ہی
طلب یان نہ منصف کو انصاف کی ہی
سنا منصفون نے تو یہ داد دی ہے
پر اسکا ہر اک بند معنی طلب ہے

غرض مرثیہ یہ جو تم نے کہا ہے
بلاغت کا جی ناک مین آرہا ہے
عجب بحر بے ربطی اسمین بہا ہے
فصاحت کو دیکھو تو وہ جان بلب ہی



خاتمۂ کتاب

خداے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ مبارک و مسعود مین کلام بلاغت نظام سر آمد شعراے ہند حضرت میرزا محمد رفیع سودا کے تمام اقسام کلام کا مجموعہ موسوم بہ کلیات سودا مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ مین بحسن و خوبی تمام و اہتمام مالاکلام شائع ہوکر باصرہ افروز اہل کمال ہوا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ غلط اور خراب چھپی تھی جسکو اس مرتبہ نہایت محنت اور جانفشانی سے بعض قدیم نسخون اور بعض قلمی نسخون سے ملاکر اغلاط کو دور کیا اور حواشی کے متروک طریقہ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ ترتیب کتاب از سر نو کر کے تمام کلام کے اقسام کو جو جابجا متفرق تھا ایک جگہ کر دیا گیا اور اس کے حصہ حصہ علحدہ علحدہ کر کے دو حصون مین مرتب کیا جس سے نہ صرف کتاب ہی کی زیب و زینت بڑھ گئی بلکہ شائقین اقسام کلام کو ہر قسم کے کلام کے دیکھنے اور ڈھونڈھنے مین آسانی پیدا ہو گئی۔ جس سے اسکی جدید ترتیب یقینی قابل قدر ہے امید کہ ناظرین پسند فرمائین گے۔

بار پنجم بماہ اپریل ۱۹۳۲ء کو مطبع منشی نولکشور مین طبع ہوکر شائع ہوا

معروضہ منیجر نولکشور پریس صیغہ بکڈپو لکھنؤ